ترجمہ و تفسیر پارہ ۳۰

# فتح القدير

الجامع بين فني الرّواية والدّراية من علم التفسير

WWW.KITABOSUNNAT.COM

عَمّ

تالیف:

زبدة المفسّرين وعمدة المحدثين

امام محمد بن علي بن محمد الشوكاني

ترجمہ: حافظ محمد اسلم شاہدروی (ایم اے۔ایم فل)

مکتبہ اسلامیہ
MAKTABA ISLAMIA

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

# محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

### تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ و تفسیر پارہ ۳۰

# فتح القدیر

## الجامع بین فنی الروایۃ والدرایۃ من علم التفسیر

عمّ

زبدۃ المفسرین وعمدۃ المحدثین

امام محمد بن علی بن محمد الشوکانی

ترجمہ: حافظ محمد اسلم شاہدروی (ایم اے۔ ایم فل)

www.kitabosunnat.com

MAKTABA ISLAMIA

مکتبہ اسلامیہ®

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب

# فتح القدیر

238.45
ش و ر ف

ترجمہ

حافظ محمد اسلم شاہدروی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

ناشر ........ محمد سرور عاصم

اشاعت ........ 2018ء

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹۔ جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
......23603...
25004

ملنے کا پتا

مکتبہ اسلامیہ ®

لاہور G/F-26 بادیہ حلیمہ سینٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
0300-0997821-22-23-24 , 042-37244973-37232369

فیصل آباد بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد
0300-0997826-27-28 , 041-2631204-2641204

0300-8661763 0321-8661763
www.facebook.com/maktabaislamia1
maktabaislamiainfo@gmail.com
www.maktabaislamia.com.pk

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# فہرست مضامین


- تقریظ ........ 5
- گزارشِ مترجم ........ 8
- سورۃ النباء ........ 10
- سورۃ النازعات ........ 37
- سورۃ عبس ........ 66
- سورۃ التکویر ........ 83
- سورۃ الانفطار ........ 102
- سورۃ المطفّفین ........ 110
- سورۃ الانشقاق ........ 131
- سورت البروج ........ 147
- سورۃ الطارق ........ 166
- سورۃ الاعلیٰ ........ 178
- سورۃ الغاشیہ ........ 193
- سورۃ الفجر ........ 205
- سورۃ البلد ........ 231
- سورۃ الشّمس ........ 246
- سورۃ اللیل ........ 257


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com




- سورۃ الضحیٰ ........ 270
- سورۃ الشراح ........ 284
- سورۃ التین ........ 294
- سورۃ العلق ........ 303
- سورۃ القدر ........ 315
- سورۃ البینہ ........ 321
- سورۃ الزلزلہ ........ 333
- سورۃ العادیات ........ 342
- سورۃ القارعہ ........ 354
- سورۃ التکاثر ........ 360
- سورۃ العصر ........ 369
- سورت الھمزہ ........ 373
- سورۃ الفیل ........ 380
- سورت قریش ........ 386
- سورۃ الماعون ........ 393
- سورۃ الکوثر ........ 400
- سورت الکافرون ........ 408
- سورت النصر ........ 418
- سورۃ المسد ........ 426
- سورۃ الاخلاص ........ 433
- سورۃ الفلق ........ 446
- سورت الناس ........ 458


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# تقریظ

از قلم: جناب پروفیسر عبدالرحمان لدھیانوی صاحب
ممبر متحدہ علماء بورڈ حکومت پنجاب
ناظم تعلیمات مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان
ناظم امتحانات وفاق المدارس السّلفیہ پاکستان

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین اما بعد!

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی اصلاح کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث فرمائے اور ان کی راہنمائی آسمان سے بذریعہ وحی فرمائی گویا کہ انبیاء کی تعلیمات دراصل اللہ کی تعلیمات ہیں جنہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ کی طرف سے لے کر دنیا میں آتے رہے۔ ہر دور میں اللہ نے اپنی مخلوق کی بذریعہ وحی اور انبیاء کرام راہنمائی فرمائی۔

اللہ انسان کا خالق ہے اور اس کے مزاج سے بھی واقف ہے لہٰذا اس نے انسان کی طبیعت کے مطابق احکام نازل فرمائے تا کہ وہ اپنی اصلاح کر سکے۔ ہر نبی کو اللہ نے کتاب یا صحیفہ عطا کیا تا کہ دلیل قائم ہو جائے۔ اسی اصول کے مطابق اس نے اپنے آخری نبی ﷺ پر جو کتاب نازل فرمائی اس میں اعلان فرما دیا: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا[1] قرآن پاک وہ عظیم دستاویز ہے جس میں گزشتہ قوموں کے احوال اور قیامت و مابعد قیامت کا تذکرہ ہے یوں سمجھئے کہ انسان کی مکمل راہنمائی ہے۔

نزولِ قرآن سے اب تک بہت سے لوگوں نے اپنی اپنی بساط کے مطابق قرآن پاک کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے ہر ممکن کوشش کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی طرف سے راہنمائی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سے قرآن پاک کی تفسیر خود بیان فرمائی اور بعض قرآنی احکامات کی تفسیر خود قرآن نے بیان کردی۔ ہر دور کے علمائے کرام نے قرآن پاک کی تفہیم کے لیے اپنی قومی یا مادری زبان میں تراجم اور تفسیری خدمات سرانجام دیں۔ اس وقت پوری دنیا میں جو زبانیں بولی جاتی ہیں ان سب زبانوں میں قرآنِ پاک کے تراجم موجود ہیں اس سلسلے میں حکومت سعودی عرب کے شاہ فہد قرآن کمپلیکس کی خدمات قابل قدر ہیں۔ قرآن پاک کا موضوع انسان ہے اور اس کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ انسان کو درست راستے پر چلائے وہ راستہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے۔

قرآن پاک کا ترجمہ اور تفسیر پڑھنے کا مقصد اُن احکام کو سمجھنا ہے جن پر عمل کر کے انسان دنیوی اور اُخروی کامیابی حاصل کر سکے۔ تفسیر قرآن کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ نے بڑا محتاط رویہ اختیار کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ برائيه فليتبوا مقعد من النار چونکہ قرآن اللہ کا کلام ہے لہٰذا اسے سمجھنے اور سمجھانے کے لیے اپنی رائے سے کام لینے کے بجائے فرامین رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تفسیری ارشادات کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ اس سلسلے میں تفسیر فتح القدیر ایک عمدہ دستاویز ہے جو کہ زبدۃ المفسرین وعمدۃ المحدثین امام محمد بن علی بن محمد الشوکانی رحمہ اللہ کی تالیف ہے جو کہ اکثر مدارس وجامعات میں بطور نصاب پڑھائی جاتی ہے۔

وفاق المدارس السلفیہ کی نصاب کمیٹی نے بھی اس کتاب کے آخری حصے کو الشھادۃ العالمیۃ (جو کہ ایم اے۔ عربی۔ اسلامیات کے برابر ہے) کے نصاب میں باقاعدہ شامل کردیا ہے۔ اس کے آخری پارہ یعنی عم یتساءلون کا ترجمہ ہمارے انتہائی قابل احترام ساتھی جناب حافظ محمد اسلم شاہدروی حفظہ اللہ نے کیا ہے۔ شیخ الحدیث حافظ محمد اسلم شاہدروی ایک منجھے ہوئے استاد اور دینی علوم کے ماہر ہیں۔ جماعتی زندگی میں مختلف عہدوں پر کام کرتے ہوئے عمدہ خدمات سرانجام دیں۔ اس کے ساتھ ساتھ بہت سی عربی کتب کو اردو زبان میں ترجمہ کر کے شائع کرواچکے ہیں۔ بڑے باذوق اور منکسر المزاج طبیعت کے مالک ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مختلف دینی مدارس میں تدریسی خدمات دے چکے ہیں۔

ان کے تراجم میں اغاثۃ اللھفان، تفسیر فتح القدیر پ۲۹، مشکوٰۃ المصابیح، فقہ السنّۃ سے کتاب الطھارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزواج الگ الگ طبع شدہ ہیں، الوجیز فی اصول الفقہ و دیگر کتب شامل ہیں۔ جبکہ علماء کے سوانح میں مولانا فیض الرحمٰن ثوری، حافظ محمد عبداللہ شیخوپوری و دیگر کتب و مضامین شامل ہیں۔

موصوف ہفت روزہ اہل حدیث لاہور میں تبصرہ کتب بھی لکھتے ہیں۔ اس سے قبل کئی جرائد میں تبصرے لکھتے رہیں ہیں اور کئی جرائد کی مجلس ادارت کے رکن بھی ہیں۔ تدریس و تصنیف کے ساتھ تبلیغ و خطابت کا بھی عمدہ ذوق رکھتے ہیں اور شاہدرہ کی جامع مسجد نور میں عرصہ بائیس برس سے خطبہ جمعہ کی ذمہ داری نبھا رہے ہیں۔ لاہور کی قدیم ترین مسجد اہل حدیث چینیا نوالی میں دروس اور رمضان شریف میں خلاصۂ مضامین قرآن کے سلسلے ہیں، اور یہی ذمہ داری مسجد مبارک لاہور میں برسوں تک نبھاتے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی یہ علمی کاوش اور مکتبہ اسلامیہ کی دینی خدمات اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین

العبد:

عبدالرحمان لدھیانوی

ڈائریکٹر ایڈمن کالجز پنجاب (ریٹائرڈ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# گزارشِ مترجم

الحمد للّٰہ والصلوۃ والسلام علٰی رسول اللّٰہ وبعد!

امام محمد بن علی الشوکانی کا تفسیر، حدیث اور فقہ سے خاص شغف ہے، تفسیر فتح القدیر اور نیل الاوطار نے آپ کے تفسیری، حدیثی اور فقہی افکار کو بڑی عمدگی سے سمویا ہے اور امت کے لیے یہ شرائع واحکام کے باب میں بے مثل خزانہ ہیں، جن سے پاک و ہند کے علماء ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے اہل علم نے تحقیقِ مسائل اور بیان احکام میں راہ پائی ہے۔

مقامِ مسرت ہے کہ فتح القدیر کے پارہ ۲۹ کی مکتبہ اسلامیہ سے اشاعت کے بعد پارہ ۳۰ پیش کیا جارہا ہے۔ یہ فتح القدیر کے ان حصوں کا اردو ترجمہ ہے۔ فتح القدیر کے امتیازات و خصائص نیز امام شوکانی کے سوانح اور علمی و تصنیفی خدمات کے احاطے کے لیے ایک ضخیم دفتر درکار ہے۔ یہاں اس آخری پارے کے متعلق مختصراً چند تاثرات درج کیے جاتے ہیں:

1 ...... وَ شَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ کی تفسیر میں مؤلف نے اقوال اور ان کی اصل یعنی روایات کا خوب تجزیہ کیا ہے۔

2 ...... قَدَّرَ فَهَدٰى کی مختصر مگر بہت عمدہ وضاحت فرمائی ہے۔

3 ...... وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى کے تحت بڑی ثقاہت کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ سورت مکی ہے، لہٰذا: مکہ میں نمازِ عید الفطر اور فطرانہ کا مفہوم مراد لینا قطعاً درست نہیں ہے۔

4 ...... وَّ الشَّفْعِ وَ الْوَتْرِ میں کئی اقوال ذکر کر کے اقرب اور عموم کو ترجیح دی ہے اور کسی طرح کی تخصیص کا دلائل کی بنیاد پر انکار کیا ہے۔

5 ...... وَ لَيَالٍ عَشْرٍ کے متعلق توضیح کی ہے کہ احادیث کے خصوص کا اپنا مقام ہے اور یہاں معنٰی مراد کی صورت اور ہے۔

6 ...... وَالتِّيْنِ وَ الزَّيْتُوْنِ کے متعلق بے سروپا اقوال کا عقلی اور نقلی ردّ خوب کیا ہے۔

7 ...... اِنَّاۤ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ کے متعلق اقوال کا ردّ کرتے ہوئے "جب اللہ کی نہر آگئی، تو عقل کی نہر بند ہوگئی" کے الفاظ کے ساتھ سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



8 ...... فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ میں بڑی کثرت سے روایات و آثار جمع کر دیے ہیں۔ جن کا مفہوم یہ ہے کہ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھو اور رفع الیدین کرو۔

9 ...... سورۃ الکافرون میں اور اس سے قبل اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا میں پختہ دلائل کے ساتھ یہ موقف گویا منوایا ہے کہ آیاتِ مبارکہ میں تکرار نہیں ہے۔ نیز ان میں حال اور مستقبل کے معانی کی حقیقت بھی واضح کی ہے۔

10 ...... اسی پارے میں ایک مقام پر تفسیر میں ضعیف اور موضوع روایات کے بلا توضیح شمول پر اظہارِ تأسف کیا ہے اور اپنی کتاب "الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة" کا تعارف کرایا ہے۔ تلك عشرة كاملة.

کتاب کے ٹائٹل پر "بين فنی الرواية والدراية" کے جو الفاظ ہیں یہ پارہ ان کا بہت خوبصورت مظہر ہے اور اس میں روایت کو درایت پر ہر طرح مقدم کیا گیا ہے۔

محدثین اور مفسرین کی کتب سے احادیث نقل کرتے ہوئے زمانی ترتیب پر ان کے اسماء گرامی اور کتب کا ذکر کرنا بھی اس کتاب میں ترتیب کی ایک خوبی ہے۔ ترجمہ کے حوالے سے صرف یہ گزارش ہے کہ اردو عبارت کی تسہیل کو مدنظر رکھتے ہوئے کئی مقامات پر مثبت اور منفی یا ماضی اور مضارع کے اصل صیغوں کے بجائے عبارت کی روانی اور مفہوم کے سمجھنے کی آسانی ملحوظ رکھی گئی ہے۔

برادرِ گرامی مولانا محمد سرور عاصم کو اللہ پاک دونوں جہانوں میں سعادتوں سے سرفراز فرمائے کہ نہایت عدیم الفرصتی کے باوجود ان کی محبتوں کا مقروض ہونے کے سبب سے میں قرضے اتارنے کے لیے کوشاں اور آمادہ ہوا، لیکن یہ قرضے اترنے کے بجائے شاید زیادہ ہو گئے ہیں۔

پروردگارِ عالم مکتبہ اسلامیہ کو دین اسلام کی خدمت کی مزید توفیق بخشے اور اسے اس باب میں منارۂ نور بنا دے جس کی روشنی میں اس راہ پر چلنے والے راہ پاتے رہیں۔

فقیر بارگاہِ صمدی

حافظ محمد اسلم شاہدروی (مدرس جامعة لاہور الاسلامیة)

مشرف ائمہ والدعاۃ پنجاب، مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان، ۱۰۶۔ راوی روڈ، لاہور

تحریر بتاریخ ۷ فروری سمبر ۲۰۱۸ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورۃ النباء

اس کا نام سورۃ عم بھی ہے، اس کی چالیس آیات ہیں، ایک قول کے مطابق اکتالیس آیات ہیں، سب کے نزدیک یہ سورۃ مکی ہے۔

ابن ضریس، نحاس، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ مکہ میں نازل ہوئی۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت نقل کی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۚ ﴿١﴾ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۙ ﴿٢﴾ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ
مُخْتَلِفُوْنَ ؕ ﴿٣﴾ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۙ ﴿٤﴾ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ﴿٥﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۙ ﴿٦﴾ وَّ
الْجِبَالَ اَوْتَادًا ۪ۙ ﴿٧﴾ وَّ خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۙ ﴿٨﴾ وَّ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۙ ﴿٩﴾ وَّ جَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۙ ﴿١٠﴾ وَّ
جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۪ ﴿١١﴾ وَّ بَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۙ ﴿١٢﴾ وَّ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۪ۙ ﴿١٣﴾ وَّ اَنْزَلْنَا
مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۙ ﴿١٤﴾ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّ نَبَاتًا ۙ ﴿١٥﴾ وَّ جَنّٰتٍ اَلْفَافًا ؕ ﴿١٦﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ
كَانَ مِيْقَاتًا ۙ ﴿١٧﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۙ ﴿١٨﴾ وَّ فُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ۙ ﴿١٩﴾ وَّ
سُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ؕ ﴿٢٠﴾ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۪ۙ ﴿٢١﴾ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ۙ ﴿٢٢﴾ لّٰبِثِيْنَ
فِيْهَآ اَحْقَابًا ۚ ﴿٢٣﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّ لَا شَرَابًا ۙ ﴿٢٤﴾ اِلَّا حَمِيْمًا وَّ غَسَّاقًا ۙ ﴿٢٥﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ؕ ﴿٢٦﴾
اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ۙ ﴿٢٧﴾ وَّ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ؕ ﴿٢٨﴾ وَ كُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ۙ ﴿٢٩﴾
فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ۧ ﴿٣٠﴾

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ کس چیز کے بارے میں وہ آپس میں سوال کر رہے ہیں (کیا) اس بڑی خبر کے بارے میں؟ وہ کہ جس میں وہ اختلاف کرنے والے ہیں۔ ہرگز نہیں، عنقریب وہ جان لیں گے۔ پھر ہرگز نہیں، عنقریب وہ جان لیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا۔ اور پہاڑوں کو میخیں۔ اور ہم نے تمھیں جوڑا جوڑا پیدا کیا۔ اور ہم نے تمھاری نیند کو (باعث) آرام بنایا۔ اور ہم نے رات کو لباس بنایا۔ اور ہم نے دن کو روزی کمانے کے لیے بنایا۔ اور ہم نے تمھارے اوپر سات مضبوط (آسمان) بنائے۔ اور ہم نے ایک بہت روشن گرم چراغ بنایا۔ اور ہم نے بدلیوں سے کثرت سے برسنے والا پانی اتارا۔ تاکہ ہم اس کے ساتھ غلہ اور پودے اگائیں۔ اور گھنے باغات۔ یقیناً فیصلے کا دن ایک مقرر وقت ہے۔ جس دن صور میں پھونکا جائے گا، تو تم فوج در فوج چلے آؤ گے۔ اور آسمان کھولا جائے گا تو وہ دروازے ہو جائے گا۔ اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ سراب بن جائیں گے۔ یقیناً جہنم ہمیشہ سے ایک گھات کی جگہ ہے۔ سرکشوں کے لیے ٹھکانا ہے۔ وہ مدتوں اسی میں رہنے والے ہیں۔ نہ اس میں کوئی ٹھنڈ چکھیں گے اور نہ کوئی پینے کی چیز۔ مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔ پورا پورا بدلہ دینے کے لیے۔ بلاشبہ وہ کسی حساب کی امید نہیں رکھتے تھے۔ اور انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، بری طرح جھٹلانا۔ اور ہر چیز، ہم نے اسے لکھ کر محفوظ کر رکھا ہے۔ پس چکھو کہ ہم تمھیں عذاب کے سوا ہرگز کسی چیز میں زیادہ نہیں کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: عَمَّ يَتَسَاۗءَلُوْنَ اس کی اصل عَنْ مَا ہے، نون کو میم میں مدغم کیا گیا، کیونکہ میم غنہ میں نون کی شریک ہے، زجاج نے اسی طرح کہا ہے۔ اس کا الف حذف کیا گیا تاکہ خبر کی استفہام سے تمیز ہو جائے، سی طرح فِیْمَ مِمَّ اور ان جیسے الفاظ ہیں، مطلب یہ ہے کہ کس چیز کے بارے میں وہ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں۔ جمہور نے عَمَّ کو الف حذف کر کے پڑھا ہے، جیسے ہم نے ذکر کیا ہے۔ حضرت اُبیّ، ابن مسعود، عکرمہ اور عیسیٰ نے الف کو ثابت کر کے پڑھا ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

علام قام یستثنی لیئم
کخنزیر تمرغ فی دمان

''کس بات پر کمینہ کھڑا ہو کے مجھے گالی دیتا ہے۔ جیسے خنزیر غلاظت میں لوٹ پوٹ ہوا ہو۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لیکن یہ کم ہے اور ضرورت کے بغیر جائز نہیں ہے۔ بزی نے الف کی جگہ پر ہائے سکتہ پڑھا ہے۔ ابن کثیر سے بھی یہ مروی ہے۔ زجاج کہتے ہیں: یہ لفظ استفہام کا لفظ ہے، مطلب واقعہ کی اہمیت بیان کرنا ہے، جیسے تم کہتے ہو: تم کس چیز کا ارادہ کرتے ہو؟ مطلب جب تم کسی چیز کی شان زیادہ بتانا چاہو۔

واحدی کہتے ہیں: مفسرین کا کہنا ہے: جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے، آپ ﷺ نے لوگوں کو اللہ کی توحید بتائی، مرنے کے بعد اٹھنے کی خبر دی، اور ان پر قرآن کی تلاوت کی تو وہ آپس میں سوال کرنے لگے، کہنے لگے: حضرت محمد ﷺ کیا لے کر آئے ہیں اور آپ کو کیا دیا گیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے عَمَّ يَتَسَآءَلُونَ نازل فرمائی۔

فراء کہتے ہیں: تَسَاءُلٌ کا مطلب ایک دوسرے سے سوال کرنا ہے، جیسے تقابل ہے۔ یہ کسی چیز کے متعلق لوگوں کی گفتگو پر بھی استعمال ہوتا ہے گو ان کے مابین سوال نہ بھی ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٥٠﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ﴿٥١﴾...... الآیۃ۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے مراد گفتگو ہے۔

مَا کا لفظ اشیاء کے حقائق ڈھونڈنے کے لیے بنایا گیا ہے، اس کا تقاضا ہے کہ مطلوب مجہول ہے، تو اس عظیم چیز کو جس کی حقیقت وکیفیت کا احاطہ کرنے سے عقل عاجز ہے، اسے گویا ایک مجہول بنا دیا، اس لیے اللہ پاک نے لفظ مَا استعمال فرمایا۔

پھر اللہ پاک نے ذکر کیا کہ وہ آپس میں کیا پوچھتے ہیں، اس کی وضاحت کی اور فرمایا: عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ تو پہلے اللہ پاک نے اسے استفہام کے طریقہ پر مبہم رکھا، تاکہ ان کے اذہان اس کی طرف متوجہ ہوں، اور ان کے افہام اس کی طرف مڑ جائیں۔ پھر وضاحت فرمائی جو اس کی تعظیم اور شان کا فائدہ دیتی ہے، گویا کہ کہا گیا: کس چیز کے بارے میں وہ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں، کیا میں تمہیں وہ بتاؤں؟ پھر جواب کے انداز میں کہا گیا: عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ اس کی بنیاد اللہ کے فرمان: لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ کی طرح ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جار اور مجرور اس فعل کے متعلق ہیں جو ان سے پہلے ہے، یا جس پر وہ دلالت کر رہا ہے۔

ابن عطیہ کہتے ہیں: اکثر نحویوں نے کہا ہے: عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ . يَتَسَآءَلُوْنَ کا ظاہر متعلق ہے، گویا کہ کہا ہے: وہ بڑی خبر کے بارے میں کیوں سوال کرتے ہیں۔

ایک قول ہے کہ یہ مذکور فعل کے متعلق نہیں ہے، کیونکہ اس پر حرف استفہام کا دخول لازمی تھا، تقدیری عبارت یوں ہوگی "کیا بڑی خبر کے بارے میں؟" تو لازم ہوا کہ يَتَسَآءَلُوْنَ کا ایک اور پوشیدہ متعلق ہو، یہ خبر جو ہے یعنی قرآن کی خبر عظیم ہے، کیونکہ یہ توحید کی خبر دیتا ہے، پیغمبر ﷺ کی تصدیق اور بعث ونشور کا واقع ہونا بتاتا ہے۔

ضحاک کہتے ہیں: یعنی روز قیامت کی خبر، اسی طرح قتادہ نے کہا ہے۔ یہ نباء عظیم قرآن ہے، اس کی دلیل اللہ کے فرمان: الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ سے بھی لی گئی ہے، ان لوگوں نے قران کے متعلق اختلاف کیا تھا، بعض نے اسے جادو، بعض نے شعر اور بعض نے کہانت کہا۔ بعض نے کہا کہ یہ پہلوں کی کہانیاں ہیں۔

دوبارہ اٹھنے کے بارے میں اس وقت کے کفار کا انکار پر اتفاق تھا، ممکن ہے کہ مجموعی طور پر بعث کے متعلق اختلاف واقع ہوا ہو، تو مومنوں نے اس کی تصدیق کر دی اور کفار نے اسے جھٹلا دیا، تو اس حیثیت سے اختلاف واقع ہو گیا، اگرچہ خود کفار کے مابین اس کو قبول کرنے اور ماننے میں اختلاف نہیں ہوا۔

بڑی خبر سے مراد قرآن ہے، اس کی ایک دلیل اللہ کا فرمان: قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿٦٧﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿٦٨﴾ بھی ہے۔

اس سے بعث مراد ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ مشرکین اکثر اسی کا انکار کرتے تھے اور ان کی کمزور عقلیں اسی کو بعید جانتی تھیں۔

کفار کے گروہوں میں بھی بعث کے متعلق اختلاف موجود تھا، عیسائیوں نے روحانی معاد (دوبارہ اٹھنا) ثابت کیا ہے، یہود کے ایک گروہ نے جسمانی معاد ثابت کیا ہے۔ تورات میں عبرانی زبان میں لفظ جنت کی صراحت آئی ہے، وہاں لفظ جَنْعِيْذَا آیا ہے، جیم پر زبر، نون

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ساکن، عین پر زیر، پھر یاء ساکن، پھر ذال اور اس کے بعد الف ہے۔

انجیل کے کئی مقامات پر معاد کی صراحت ہے نیز یہ کہ فرمانبردار نعمتوں میں ہوں گے اور نافرمانوں کے لیے عذاب ہوگا۔

کفارِ عرب کے بعض گروہ معاد کا انکار کرتے تھے، جیسے اللہ پاک نے ان کے بارے میں اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ کے الفاظ میں حکایت ذکر کی ہے۔

ان کے بعض گروہ پختگی کے ساتھ اس کا انکار نہیں کرتے تھے، بلکہ وہ اس میں شک کرنے والے تھے، جیسے اللہ نے ان کے بارے میں نقل کیا ہے: اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَیْقِنِیْنَ اور یہ بھی نقل کیا ہے، فرمایا: وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآىِٕمَةً ۙ وَّلَىِٕنْ رُّجِعْتُ اِلٰی رَبِّیْٓ اِنَّ لِیْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰی کفر کے گروہوں میں اس صفت پر اختلاف موجود تھا۔

ایک قول ہے کہ اللہ کے فرمان یَتَسَآءَلُوْنَ میں ضمیر مومنین اور کفار کی طرف لوٹ رہی ہے۔ کیونکہ وہ سب اس کے متعلق پوچھتے تھے، مومن تو یقین، تیاری اور اپنے دین پر بصیرت میں بڑھتا تھا اور کافر مزاح اور ٹھٹھا میں بڑھتا تھا۔ رازی کہتے ہیں: احتمال ہے کہ وہ پیغمبر ﷺ سے سوال کرتے ہوں، اور کہتے ہوں: یہ کیا ہے جو ہم سے آخرت کا وعدہ کرتا ہے۔

اسم موصول محل جر میں ہے، یہ نباء کی صفت ہے، عظیم سے اس کی صفت بیان کرنے کے بعد، یہ موصوف ہے عظمت کے ساتھ اور موصوف ہے اس میں وقوع اختلاف کے ساتھ۔

كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۙ: ان کے لیے ڈانٹ وڈپٹ ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں اختلاف کرنے والے کفار تھے، اس سے وہ اعتراض ختم ہو جاتا ہے جو یہ کہنے سے آیا تھا کہ اس بارے میں کفار اور مومنین اختلاف کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں ڈانٹ اور ڈپٹ صرف کفار سے متعلق ہے، ایک قول ہے کہ كَلَّا. حَقًّا کے معنیٰ میں ہے۔

پھر ڈانٹ اور ڈپٹ کو دہرایا گیا، لہٰذا فرمایا: ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ یہ وعید پر تشدید و تاکید میں مبالغہ کے لیے ہے۔ جمہور نے دونوں فعلوں میں یاء کے ساتھ غیب کا صیغہ پڑھا ہے۔

حسن، ابو العالیہ، ابن دینار اور ابن عامر کی ایک روایت میں تاء کے ساتھ مخاطب کا صیغہ پڑھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



گیا ہے، ضحاک نے پہلا تاء کے ساتھ اور دوسرا یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

ضحاک ہی کہتے ہیں: کَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ یعنی کافر اپنی تکذیب کا انجام جان لیں گے۔ ثُمَّ کَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ یعنی مؤمن اپنی تصدیق کا انجام جان لیں گے، ایک قول اس کے برعکس ہے، ایک قول ہے کہ یہ ایک وعید ہے جس کے بعد ایک اور وعید ہے، ایک قول ہے کہ کَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ وقت نزع ہے اور ثُمَّ کَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ وقت بعث ہے۔

پھر اللہ پاک نے اپنی بے مثال کاریگری اور اپنی عظیم قدرت ذکر کی تاکہ وہ لوگ اللہ کی توحید کو جان لیں اور جو کچھ اس کا پیغمبر لایا ہے اس پر وہ ایمان لائیں، لہٰذا فرمایا: اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۙ﴿۶﴾ وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًا ۪ۙ﴿۷﴾ یعنی ہماری ان مذکور امور پر قدرت، ہماری دوبارہ اٹھانے پر قدرت سے عظیم تر ہے۔ اَلْمِهَاد بچھونا اور بستر ہے۔ جیسا کہ اللہ کے فرمان: الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا میں ہے۔

جمہور نے مِهَادًا پڑھا ہے جبکہ مجاہد، عیسیٰ اور بعض کوفیوں نے مَهْدًا پڑھا ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ بچے کے لیے پنگھوڑے کی مانند ہے، یعنی جس میں اسے لٹایا جاتا ہے اور اسے اس پر سلایا جاتا ہے۔ اَوْتَادْ وتد کی جمع ہے یعنی ہم نے زمین کے لیے پہاڑوں کو میخیں بنایا ہے تاکہ وہ ساکن رہے اور وہ حرکت نہ کرے جیسے خیموں پر میخیں گاڑی جاتی ہیں۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے مابین ہونے والا باہم سوال کا سلسلہ بعث کے متعلق تھا، قرآن کے متعلق یا حضرت محمد ﷺ کی نبوت کے متعلق نہیں تھا، جیسا کہ کہا گیا ہے۔ کیونکہ یہ دلیل صرف بعث کے استدلال پر ہی درست ہو سکتی ہے۔

وَّ خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۙ﴿۸﴾: مضارع منفی پر یہ معطوف ہے، اس کے حکم میں داخل ہے یہ اَمَا خَلَقْنَاكُمْ کی قوت میں ہے، یہاں ازواج سے مراد اقسام ہیں، یعنی مذکر اور مؤنث۔ ایک قول ہے کہ ازواج سے مراد رنگ ہیں۔ ایک قول ہے کہ اس میں مخلوقات کا ہر جوڑا قبیح اور حسین، چھوٹا اور لمبا داخل ہیں۔

وَّ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۙ﴿۹﴾: یعنی تمہارے جسموں کے لیے راحت۔ زجاج کہتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سبات یہ ہے کہ آدمی حرکت سے رک جائے جبکہ جسم میں روح موجود ہو، یعنی ہم نے تمہاری نیند کو تمہارے لیے راحت بنایا ہے۔ ابن الانباری کہتے ہیں: ہم نے تمہاری نیند کو تمہارے اعمال روکنے والی بنایا ہے، کیونکہ سبت کی اصل قطع کرنا ہے، ایک قول ہے کہ اس کی اصل لمبا کرنا ہے، کہا جاتا ہے: عورت نے اپنے بالوں کو سبت کیا، جب انہیں کھولا اور چھوڑ دیا، رَجُلٌ مَسْبُوْتُ الْخَلْقِ وہ مرد ہے جو لمبا ہو۔ جب آدمی آرام کرنا چاہتا ہے تو وہ لمبا ہو جاتا ہے، اس لیے نیند کا نام سبات رکھا گیا ہے۔

ایک قول ہے، مطلب یہ ہے کہ ہم نے تمہاری نیند کو موت بنایا ہے، نیند دو موتوں میں سے ایک ہے، مسبوت آدمی میت کے مشابہ ہے، لیکن اس کی روح اس سے نہیں نکلی ہوتی، اسی سے شاعر کا قول ہے:

ومطوية الأقراب اما نهارها
فسبت . وأما ليلها فذميل

''اس کی کوکھیں لپیٹی ہوئی ہیں، اس کا دن سویا ہوا ہے، اور اس کی رات آہستہ چلنے والی ہے۔''

اسی سے اللہ کا فرمان ہے: اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ...... الآیہ۔ اور اللہ کا فرمان ہے: وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ۔

وَّ جَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ﴿۱۰﴾: یعنی ہم تمہیں اس کا اندھیرا پہناتے ہیں، ہم تمہیں اس سے ڈھانپ لیتے ہیں جیسے تمہیں لباس ڈھانپتا ہے۔ سعید بن جبیر اور سُدی کہتے ہیں: یعنی ہم نے تمہارے لیے ساکن بنایا۔ ایک قول ہے کہ اس سے وہ مراد ہے جو سوتے وقت لحاف وغیرہ اوڑھتے ہیں لیکن یہ بعید مفہوم ہے، کیونکہ جَعَلَ (بنایا) رات پر آیا ہے نا کہ اس پر جو سونے والا اپنی نیند کے وقت اوڑھتا ہے۔

وَّ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿۱۱﴾: یعنی وقت معاش۔ معاش زندگی ہے، ہر وہ چیز جو ذریعہ معاش ہو تو وہ بھی معاش ہے، معنی یہ ہے کہ اللہ نے ان کے لیے دن کو روشنی کرنے والا بنایا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تاکہ وہ اس میں اپنے قیام معاش کے لیے کوشش کرلیں اور اس کے لیے بھی جو اللہ نے ان کی قسمت میں رزق لکھا ہے۔

وَّ بَنَیْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ﴿۱۲﴾: مراد سات آسمان ہیں جن کی تخلیق قوی اور عمارت مضبوط ہے، اس لیے ان کی صفت شدت (شِدَادًا) سے آئی ہے۔ ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو برس کی مسافت ہے جیسا کہ یہ مروی ہوا ہے۔

وَّ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴿۱۳﴾: اس سے مراد سورج ہے، یہاں جَعَلَ کا مطلب خَلَقَ ہے، اسی طرح وَّ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا اور مابعد میں بھی ہے۔ کیونکہ یہ افعال دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوئے ہیں، لہٰذا: ان کے ضمن میں ایسے فعل کا معنیٰ ضروری ہے جس کی طرف یہ دونوں متعدی ہیں جیسے پیدا کرنا، بنانا وغیرہ۔

ایک قول ہے کہ ان سب جگہوں پر جَعَلَ کا مطلب پیدا کرنا اور نئے سرے سے بنانا ہے۔ اس سے مراد وہ تکوینی انشاء ہے جو تقدیر و تسویہ کے معنیٰ میں ہے۔[1] زجاج کہتے ہیں: وَّهَّاجًا بہت چمکنے والا ہے، یہ وَهَجَ بھی ہے، کہا جاتا ہے: وَهَجَتِ النَّار تَهِيْجُ وَهْجًا وَوِهْجَانًا.

مقاتل کہتے ہیں: اس میں روشنی اور گرمی رکھی، وَهج روشنی اور حرارت کو جمع کرتا ہے۔

وَّ اَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ﴿۱۴﴾: معصرات سے مراد وہ بادل ہیں جو پانی نچوڑنے والے ہیں لیکن ابھی تک وہ نہیں برسے، جیسے وہ عورت (خون) نچوڑنے والی ہے جس کا حیض قریب آگیا ہو، اسی طرح سفیان، ربیع، ابوالعالیہ اور ضحاک نے کہا ہے۔ مقاتل، قتادہ اور کلبی کہتے ہیں: وہ ہوائیں ہیں، ہواؤں کا نام نچوڑنے والیاں ہیں۔ ہواؤں کے متعلق اَعْصَرَتِ الرِّيْحُ تَعْصِرُ اِعْصَارًا کہتے ہیں، جب وہ غبار اڑاتی ہیں۔ ازہری کہتے ہیں: وہ نچوڑنے والی ہوائیں ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہوائیں بارش کو ٹپکاتی ہیں۔ فراء کہتے ہیں: مُعْصِرَات وہ بادل ہیں جن سے بارش گرتی ہے۔ نحاس کہتے ہیں: یہ سب اقوال

[1] یعنی اللہ کے ارادہ کونیہ سے انسان کا مکمل اور برابر نیز خوبصورت بننا اور اس کی تقدیر ثابت ہونا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



درست ہیں۔ جو ہوا بارش لاتی ہے اسے مُعْصِرَاتْ کہتے ہیں۔ ہوائیں بادلوں کو بوجھل کرتی ہیں تو بارش ہوتی ہے۔

جائز ہے کہ یہ سب اقوال ایک قول ہو جائیں اور معنیٰ یہ ہو کہ ہم نے نچوڑنے والیوں سے موسلا دھار پانی نازل کیا۔ صحاح والے کہتے ہیں: معصرات بادل ہیں جو بارش برساتے ہیں۔ عُصِرَ الْقَوْمُ کا مطلب ہے کہ لوگوں پر بارش پڑی۔ مبرد کہتے ہیں: کہا جاتا ہے بادل معصر ہے، یعنی اس پانی کو وہ روکنے والا ہے جو بعد میں اس سے تھوڑا تھوڑا اترتا ہے۔

حضرت ابی بن کعب، حسن، ابن جبیر، زید بن اسلم اور مقاتل بن حیان فرماتے ہیں: الْمُعْصِرٰتِ آسمان ہیں۔ ثجاج مسلسل صورت میں بہت گرانے والا ہے۔ ثَجَّ الْمَاءُ کہتے ہیں: یعنی پانی کثرت سے بہہ پڑا، ثَجَّهُ کا مطلب ہے: اس نے پانی بہایا۔ زجاج کہتے ہیں: ثَجَّاجًا بہت گرانے والا ہے۔ ابن زید کہتے ہیں: ثجاج کا مطلب کثیر ہے۔

لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّ نَبَاتًا ﴿۱۵﴾: یعنی تاکہ ہم اس پانی کے ساتھ وہ دانے نکالیں جو اکھیڑے جاتے ہیں جیسے گندم، جَو وغیرہ۔ نَبَاتْ وہ گھاس اور دیگر بوٹیاں ہیں جو چوپائے کھاتے ہیں۔

وَّ جَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿۱۶﴾: یعنی باغات جو ٹہنیوں اور شاخوں کے پھیلاؤ سے ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوں گے۔ الفاف کا واحد نہیں ہے، جیسے ازواج اور اخیاف ہے۔ ایک قول ہے کہ اس کا واحد لف ہے اس کی لام پر زیر یا پیش پڑھی جائے گی، یہ کسائی نے ذکر کیا ہے۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں: اس کا واحد لفیف ہے جیسے شریف اور اشراف ہے۔ کسائی سے مروی ہے کہ یہ جمع الجمع ہے، کہا جاتا ہے: باغ لفاء ہے اور بوٹی لف ہے، اس کی جمع لف لام کے پیش کے ساتھ ہے جیسے حُمُرْ ہے، اس کی جمع الجمع الفاف بن گئی۔

ایک قول ہے کہ یہ ملتفة کی جمع ہے، حذف زوائد کے ساتھ۔ فراء کہتے ہیں: جنت وہ ہے جس میں کھجوروں کے درخت ہوں اور فردوس وہ ہے جس میں انگوروں کی بیلیں ہوں۔

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ﴿۱۷﴾: یعنی وقت اور جمع کرنے والا اور پہلوں اور پچھلوں کے لیے وعدے کی جگہ ہے، وہ جو وعدہ دیے گئے تھے ثواب یا عقاب کا اس سے ملیں گے، اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



کا نام یوم الفصل رکھا گیا ہے کیونکہ اس میں اپنی مخلوق کے مابین فاصلہ کرے گا، یہاں سے اس چیز کا بیان شروع ہوتا ہے جو وہ لوگ ایک دوسرے سے بعث کے متعلق سوال کریں گے۔

ایک قول ہے کہ مِیْقَاتًا کا مطلب ہے کہ اس نے دنیا کے لیے وقت کی ایک حد مقرر کی ہے جہاں پہنچ کر وہ ختم ہو جائے گی۔ ایک قول ہے کہ اس نے مخلوق کے لیے ایک حد مقرر کی ہے جس تک وہ انتہاء کریں گے۔

يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿۱۸﴾: یعنی جس دن صور پھونکا جائے گا، وہ سینگ ہے جس میں حضرت اسرافیل پھونکیں گے، یہاں دوسرا نفخہ مراد ہے جو قبروں سے اٹھنے کے لیے ہوگا۔ فَتَاْتُوْنَ یعنی پیشی کی جگہ پر۔

اَفْوَاجًا یعنی گروہ گروہ اور جماعتیں جماعتیں۔ یہ فوج کی جمع ہے۔ يَوْمَ يُنْفَخُ پر نصب اس لیے ہے کہ یہ يَوْمَ الْفَصْلِ سے بدل ہے یا اس کا بیان ہے جو اس کی بڑائی اور ہولنا کی بڑھانے کا فائدہ دیتا ہے۔ اگرچہ فَصْل نَفْخ سے متاخر ہے۔ جائز ہے کہ وہ اَعْنِيْ کو مقدر مان کر مضمر جان کر منصوب ہو۔ اور اَفْوَاجًا کا نصب تَاْتُوْنَ کے فاعل سے حال کے طور پر ہو۔ تاتون کے ساتھ فاء فصیح ہے جو ایک محذوف پر دلالت کرتی ہے۔ یعنی پیشی کی جگہ پر تم اس کے بعد فوج فوج بن کر آؤ گے۔

وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿۱۹﴾: یہ يُنْفَخُ پر معطوف ہے، ماضی کا صیغہ وقوع کے ثبوت پر دلالت کے لیے ہے، یعنی ملائکہ کے اترنے کے لیے وہ کھولا جائے گا، فَكَانَتْ اَبْوَابًا اس طرح ہے جیسے وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ہے، ایک قول ہے کہ فُتِحَت کا مطلب قُطِعَتْ ہے، اس کے دروازوں کی طرح ٹکڑے ہو جائیں گے۔ ایک قول ہے کہ اس کے ابواب اس کے راستے ہیں، ایک قول ہے کہ وہ کمزور ہوگا اور گرے گا حتیٰ کہ اس میں دروازے بن جائیں گے، ایک قول ہے کہ آسمان میں ہر بندے کے لیے دو دروازے ہیں، ایک دروازہ اس کے رزق کے لیے اور ایک دروازہ اس کے عمل کے لیے، جب قیامت قائم ہوگی تو دروازے کھل جائیں گے۔ اللہ کے فرمان: فَكَانَتْ اَبْوَابًا کا ظاہر یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے کہ اس سب کے دروازے بن جائیں گے، لیکن یہ مراد نہیں ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ بہت دروازوں والا ہو جائے گا۔

ابن عامر، حمزہ اور کسائی نے فُتِحَت تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے، جبکہ باقیوں نے شد کے ساتھ پڑھا ہے۔

وَّ سُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿٢٠﴾: یعنی وہ اپنی جگہوں سے ہوا میں چلائے جائیں گے، اپنے ٹھکانوں سے اکھیڑے جائیں گے، وہ بکھری ہوئی مٹی کی طرح ہو جائیں گے، دیکھنے والا انہیں سراب (ریت) خیال کرے گا، مطلب یہ ہے کہ پہاڑ ایسے ہو جائیں گے جیسے کوئی چیز نہیں ہے، جیسے چمکتی ریت کو دیکھنے والا پانی خیال کرتا ہے لیکن وہ پانی نہیں ہوتا، ایک قول ہے کہ سُيِّرَت کا مطلب وہ جڑوں سے اکھیڑے گئے ہے، اسی طرح اللہ کا فرمان ہے: وَ تَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّ هِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ۔

اللہ پاک نے پہاڑوں کے مختلف احوال ذکر فرمائے ہیں، لیکن ان کو جمع کرتے ہوئے آپ کہہ سکتے ہیں کہ ان کے احوال میں:

سب سے پہلے اِنْدِكَاكْ ہے، یعنی کوٹا جانا، اس بارے میں اللہ کا فرمان ہے: وَّ حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً۔

دوسری حالت یہ ہے کہ وہ دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہو جائیں گے، جیسے فرمایا: وَ تَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ۔

تیسری حالت یہ ہے کہ وہ مٹی ہو جائیں گے، جیسے فرمایا: وَّ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ﴿٥﴾ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ﴿٦﴾

چوتھی حالت یہ ہے کہ انہیں اکھیڑا جائے گا اور انہیں ہوائیں اٹھائیں گی، جیسے فرمایا: وَ تَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّ هِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ۔

اور پانچویں حالت یہ ہے کہ وہ سراب بن جائے، یعنی کچھ نہ رہے، جیسا کہ اس آیت میں فرمایا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پھر اللہ پاک نے فیصلے کے احکام کی تفصیل بیان کرنا شروع کی، لہٰذا فرمایا: اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿۲۱﴾ ازہری کہتے ہیں: مرصاد وہ جگہ ہے جہاں گھات لگانے والا دشمن کے لیے گھات لگاتا ہے۔ مبرد کہتے ہیں: ان کا گھات لگایا جائے گا، یعنی وہ ان کے لیے تیار کیا گیا ہے، جہنم کے داروغے اس کے ساتھ کفار کا گھات لگائیں گے۔ حسن فرماتے ہیں: دروازے پر گھات ہوگی کوئی بھی جنت میں اس سے گزرے بغیر داخل نہیں ہوگا، جو اس سے گزرنے کے لیے آئے گا وہ گزر جائے گا اور جو گزرنے کے لیے نہیں آئے گا وہ روکا جائے گا۔ مقاتل کہتے ہیں: روکنے کی جگہ۔ ایک قول راستہ اور گزرنے کی جگہ ہے۔

صحاح والے کہتے ہیں: کسی چیز کا واحد اس پر نگہبانی کرنے والا ہے، کہا جاتا ہے: رصده یرصده رصدا، رصد نگہبانی کو کہتے ہیں، مرصد نگہبانی کی جگہ ہے۔ اصمعی کہتے ہیں: رصدته أرصده کا مطلب ہے: میں نے اس کی نگرانی کی۔ آیت کا مطلب ہے کہ جہنم اللہ کے حکم اور اس کے فیصلے میں گھات کی جگہ ہوگی، جہاں جہنم کے داروغے کافروں پر گھات لگائیں گے تاکہ وہ انہیں اس میں عذاب دیں، یا وہ خود اس کی طرف آنے والے کافروں پر جھانکے گی، جیسے گھات والے اپنی طرف آنے والوں پر اور گزرنے والوں پر نظر رکھتے ہیں۔

المرصاد مبالغہ کے بنیادی اوزان میں سے مِفعَال کے وزن پر ہے، جیسے معطار اور معمار ہے، گویا کہ جہنم میں کافروں کا انتظار زیادہ ہوگا۔

پھر ذکر کیا کہ کس کی نگرانی کی جائے گی، لہٰذا فرمایا: لِّلطَّاغِيْنَ مَاٰبًا ﴿۲۲﴾ یعنی لوٹنے کی جگہ جس کی طرف وہ رجوع کریں گے، مَآبْ مرجع کو کہتے ہیں۔ آبَ يَؤُوْبُ کہتے ہیں جب کوئی واپس آئے۔

طَاغِيْ وہ ہوتا ہے جو کفر کے ساتھ سرکشی کرے، لِلطَّاغِيْنَ، مِرْصَادًا کی صفت ہے جو ایک محذوف کے متعلق ہے، مَاٰبًا بدل ہے مِرْصَادًا سے، اور جائز ہے کہ طَاغِيْنَ سے ہو، مَاٰبًا سے حال کے طور پر محل نصب میں ہو، اس کو نکرہ ہونے کی وجہ سے اس پر مقدم کیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لّٰبِثِیْنَ فِیْهَآ: کا نصب مقدر حال کی وجہ سے ہے جو طَاغِیْنَ میں چھپی ضمیر سے ہے، جمہور نے لّٰبِثِیْنَ کو الف کے ساتھ پڑھا ہے۔ جبکہ حمزہ اور کسائی نے لَبِثِیْنَ بغیر الف کے پڑھا ہے۔

اَحْقَابًا ۝۲۳: کا نصب ظرفیت کی وجہ سے ہے، یعنی وہ آگ میں ٹھہرنے والے ہیں، جب تک احقاب ہوں گے اور وہ ختم نہیں ہوں گے، جب ایک حقب جائے گا دوسرا حقب آ جائے گا، یہ حقب کی جمع ہے، پہلے دونوں حرفوں پر پیش ہے، یہ زمانے کو کہتے ہیں۔ احقاب دھور ہیں۔ حقب میں حاء پر پیش اور قاف ساکن بھی پڑھا جاتا ہے۔

ایک قول ہے کہ یہ اسی سال ہیں۔ واحدی نے مفسرین سے نقل کیا ہے کہ یہ تراسی سے نواسی تک سال ہیں۔ ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہے، ایک دن دنیا کے ایک ہزار برس کی طرح ہے۔

ایک قول ہے کہ حقب ان کے حمیم اور غساق پینے کا وقت ہے، جب یہ پورا ہوگا، ان کے لیے دیگر نوع کا عذاب ہوگا۔ سدی کہتے ہیں: حقب ستر برس ہے۔ بشیر بن کعب تین سو برس کہتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے چالیس برس کہا ہے۔ ایک قول تیس ہزار برس کا ہے۔ حسن کہتے ہیں: احقاب کے متعلق کوئی نہیں جانتا کہ وہ کتنا ہے، لیکن یہ مذکور ہے کہ وہ سو حقب ہوں گے، ان میں سے ایک ستر ہزار سال ہوگا، ان میں سے ایک دن ہزار برس کی طرح ہوگا۔

ایک قول ہے کہ یہ آیت ان نافرمانوں پر محمول ہے جو جہنم سے نکالے جائیں گے۔ زیادہ درست بات وہ ہے جو ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ آیت سے مقصود ہمیشگی ہے، یہاں کوئی قید مقصود نہیں ہے۔ واحدی نے حضرت حسن سے نقل کیا ہے کہ فرمایا: اللہ کی قسم! وہ اس طرح ہوگا کہ ایک حقب جائے گا تو دوسرا آئے گا، پھر ایک اور، پھر یہ ہمیشہ اسی طرح رہے گا۔

لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا بَرْدًا وَّ لَا شَرَابًا ۝۲۴ اِلَّا حَمِیْمًا وَّ غَسَّاقًا ۝۲۵: کا جملہ مستأنفہ ہے جو اس بات کے بیان کے لیے آیا ہے کہ وہ جہنم میں نہ چکھیں گے یا اَحقاب میں کوئی ٹھنڈک جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



انہیں اس کی گرمی سے نفع دے، نہ کچھ پینا جوان کی پیاس میں نفع دے سوائے حمیم کے، وہ گرم پانی ہے، اور غساق اہل جہنم کی پیپ ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ جملہ طَاغِیْنَ کی ضمیر سے حال کے طور پر محل نصب میں ہو۔ یا اَحْقَابْ کی صفت ہو۔ جس نے بَرْد کو نیند بنایا اس کے نزدیک یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔ جائز ہے کہ یہ شَرَابًا سے متصل ہو۔

مجاہد، سُدی، ابوعبیدہ، کسائی، فضل بن خالد اور ابو معاذ نحوی کہتے ہیں: اس آیت میں مذکور برد (سردی) سے مراد نیند ہے، اسی سے الکندی کا قول ہے:

بردت مراشفها علي فصدني
عنها وعن تقبيلها البرد

"اس کے ہونٹ مجھ پر ٹھنڈے ہو گئے، پس روکا مجھے اس (محبوبہ) سے اور اس کے بوسے سے نیند نے۔"

آخری لفظ البرد سے مراد نیند ہے۔

زجاج کہتے ہیں: یعنی وہ اس میں ہوا کی ٹھنڈک، سایہ اور نیند نہ چکھیں گے، تو برد کو ان امور پر مشتمل بنا دیا۔ حسن، عطاء اور ابن زید کہتے ہیں: برد سے مراد ہوا اور راحت ہے۔

جمہور نے غَسَّاقًا کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے، حمزہ اور کسائی نے سین کی شد کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس کی تفسیر، حمیم کی تفسیر اور ان دونوں کے متعلق اختلاف سورۃ ص میں گزر چکا ہے۔

جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿٢٦﴾: یعنی ان کے اعمال کے موافق۔ جَزَآءً مصدر کے طور پر منصوب ہے، وِّفَاقًا اس کی صفت ہے۔ فراء اور اخفش کہتے ہیں: ہم نے ان کو بدلہ دیا ہے ان کے اعمال کے موافق۔ زجاج کہتے ہیں: وہ اپنے اعمال کے موافق جزاء دیے گئے۔ فراء کہتے ہیں: وفاق وفق کی جمع ہے، وفق اور موافق ایک ہی ہے۔ مقاتل کہتے ہیں: عذاب گناہ کے موافق ہوا۔ پس شرک سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہے اور آگ سے بڑا کوئی عذاب نہیں ہے۔ حسن اور عکرمہ کہتے ہیں: ان کے اعمال برے تھے، تو اللہ نے انہیں وہ عذاب دیا جو انہیں برا لگے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ﴿٢٧﴾: یعنی وہ حساب کے ثواب کی امید نہیں رکھتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



زجاج کہتے ہیں: وہ بعث پر ہی ایمان نہیں رکھتے تھے کہ وہ اپنے حساب کی امید رکھتے۔ یہ جملہ مذکور بدلے کے لیے ان کے استحقاق کی علت بتا رہا ہے۔

وَّ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿۲۸﴾: یعنی انہوں نے قرآنی آیات کو جھٹلایا، یا اس سے بھی زیادہ عام بات کو جھٹلایا اور اس کی سخت تکذیب کی، فعال تفعّل کے مصادر میں سے ہے۔

فراء کہتے ہیں: یہ ایک فصیح یمانی لغت ہے، تم کہو گے: کذبت کذابا اور خرقت القمیص خراقا (یعنی میں نے قمیص پھاڑی)۔ صحاح والے کہتے ہیں: وَّ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا یہ مشدد مصادر میں سے ایک ہے کیونکہ اس کا مصدر کبھی تفعیل کے وزن پر تکلیم کی طرح آتا ہے۔ کبھی فِعَالٌ جیسے كِذَّابٌ، کبھی تَفْعِلَةٌ جیسے تَوْصِيَةٌ اور کبھی مُفَعَّلٌ جیسے وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ۔

جمہور نے كِذَّابًا کو شد کے ساتھ پڑھا ہے، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اسے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابوعلی الفارسی کہتے ہیں: تخفیف اور تشدید دونوں ہی مکاذبة کے مصدر ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے كُذَّابًا کاف پر پیش اور شد کے ساتھ پڑھا ہے، یہ کاذب کی جمع ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں: اس کا نصب حال کے طور پر ہے۔ زمخشری کہتے ہیں: اس قراءت کے مطابق کبھی یہ واحد کے معنیٰ میں ہے جو کذب میں بلیغ ہو۔ تم کہو گے: رَجُلٌ كَذَّابٌ یہ ایسے ہی ہے جیسے تم حسّان اور بخّال کہو۔

وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ﴿۲۹﴾: جمہور نے كُلَّ کو اشتغال کے طور پر منصوب پڑھا ہے، یعنی اَحْصَيْنَا كُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنَاهُ۔ ابو السمال نے اس کو ابتداء (مبتداء) کے طور پر مرفوع پڑھا ہے، اس کا مابعد اس کی خبر ہے۔ یہ جملہ سبب اور مسبب کے درمیان معترضہ ہے۔ كِتٰبًا کا نصب اَحْصَيْنٰهُ سے مصدری معنیٰ کے طور پر ہے، کیونکہ اَحْصَيْنٰهُ كَتَبْنَاهُ کے معنیٰ میں ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ حال کے طور پر منصوب ہے، مراد ہے مَكْتُوْبًا۔ ایک قول ہے کہ ہم نے اسے لوح محفوظ میں لکھا ہے تاکہ اسے ملائکہ پہچان لیں۔ ایک قول ہے کہ جو محافظ فرشتے بندوں کے اعمال لکھتے ہیں وہ مراد لیا ہے۔ ایک قول ہے کہ اس سے مراد علم ہے کیونکہ جو

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



لکھا جائے وہ نسیان سے بہت دور ہو جاتا ہے۔ پہلا معنیٰ بہتر ہے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَٰهُ فِيٓ إِمَامٖ مُّبِينٖ۔

فَذُوقُواْ فَلَن نَّزِيدَكُمۡ إِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾: یہ جملہ ان کے کفر اور آیات کی تکذیب کا سبب ہے۔ رازی کہتے ہیں: یہ فاء جزاء کے لیے ہے۔ تو تنبیہ فرمائی کہ چکھنے کے حکم کا سبب وہ ہے جس کی تشریح گزر گئی کہ ان کے افعال قبیح تھے۔ ان کا عذاب بڑھانے کے لیے ہے کہ جب ان کے چمڑے پک جائیں گے اور ہم چمڑوں میں انہیں بدل دیں گے اور جب کبھی آگ ٹھنڈی ہوگی اللہ اسے زیادہ بھڑکا دیں گے۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عَنِ ٱلنَّبَإِ ٱلۡعَظِيمِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: قرآن ہے۔ یہی تابعین کی ایک جماعت سے مروی ہے۔ ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ان سے اللہ کے فرمان: وَجَعَلۡنَا سِرَاجٗا وَهَّاجٗا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: روشنی دینے والا۔

وَأَنزَلۡنَا مِنَ ٱلۡمُعۡصِرَٰتِ فرمایا: بادل۔ مَآءٗ ثَجَّاجٗا فرمایا: برسنے والا۔ عبد بن حمید، ابو یعلی، ابن جریر اور ابن المنذر نے ان سے ہی ثَجَّاجٗا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ٹپکنے والا۔

امام شافعی، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے وَأَنزَلۡنَا مِنَ ٱلۡمُعۡصِرَٰتِ مَآءٗ ثَجَّاجٗا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اللہ ہوا بھیجتا ہے، وہ پانی اٹھاتی ہے، اس کے ساتھ بادل گزرتا ہے تو وہ بہہ پڑتی ہے جیسے اونٹنی سے دودھ بہہ پڑتا ہے، ثجاج آسمان سے اس طرح بہہ پڑتا ہے جیسے اس کے دھانے کھل گئے ہوں، اسے ہوائیں پھیرتی ہیں اور وہ متفرق اترتا ہے۔

ابن جریر نے اور ابن الانباری نے المصاحف میں حضرت قتادہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت وَأَنزَلۡنَا مِنَ ٱلۡمُعۡصِرَٰتِ بِالرِّيَاحِ ہے۔

ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے انہی سے اللہ کے فرمان: وَجَنَّٰتٍ أَلۡفَافًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: لپیٹے ہوئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ابن جریر نے انہی سے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اس کا بعض بعض کے ساتھ لپٹ گیا۔

ابن جریر نے انہی سے وَّ سُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: سورج کا سراب چلچلاتی دھوپ پر زوال ہے۔

ابن ابی حاتم نے انہی سے لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: سالوں تک۔

عبدالرزاق، فریابی، ہناد، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے سالم بن ابوالجعد سے نقل کیا ہے، فرمایا: حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے ہلال ہجری سے سوال کیا، تم اللہ کی کتاب میں حقب کیا پاتے ہو؟ کہا: ہم اسے اسی برس پاتے ہیں، ہر سال کے بارہ ماہ ہوتے ہیں، ہر ماہ کے تیس دن ہوتے ہیں، ہر دن ایک ہزار برس کا ہے۔

سعید بن منصور نے نقل کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے متعلق فرمایا: ایک حقب اسی سال کا ہے۔

بزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا ہے کہ حقب اسی سال ہے، سال تین سو ساٹھ دن ہے، ایک دن تمہارے شمار کی طرح ایک ہزار برس کا ہے۔ عبد بن حمید نے انہی سے نقل کیا ہے، فرمایا: حقب اسی برس کا ہے اس کا ایک دن دنیا کا گویا چھٹا حصہ ہے۔

ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ نے نقل کیا ہے، سیوطی کہتے ہیں: ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابوامامہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا کے متعلق فرمایا: حقب ایک ہزار ماہ ہے، ماہ تیس دن ہے، سال بارہ ماہ کا ہے اور اس کے تین سو ساٹھ دن ہیں، اس کا ایک دن ہزار برس ہے جس سے تم شمار کرتے ہو، تو حقب تیس لاکھ برس ہو گئے۔

بزار، ابن مردویہ اور دیلمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم جو جہنم میں داخل ہوگا وہ اس سے نہیں نکلے گا، جب تک کہ اس میں احقاب تک نہ ٹھہرے، حقب اسی سے نواسی برس تک کا ہے، ہر سال تین سو ساٹھ دن کا ہے، اور ایک دن ہزار برس کا ہے جس سے تم شمار کرتے ہو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



فرماتے ہیں: تو کوئی بھی ہرگز اس بات پر بھروسہ نہ کرے کہ وہ جہنم سے نکلے گا۔

سعید بن منصور اور ابن المنذر نے حضرت عبداللہ عمرو سے بیان کیا ہے، فرمایا: ایک حقب اسی سال ہے۔ ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ ابن مردویہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حقب چالیس برس ہے۔

ابن جریر نے حضرت خالد بن معدان سے، اللہ کے فرمان: لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا اور اللہ کے فرمان: اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: یہ دونوں آیتیں اہل قبلہ میں سے اہل توحید کے بارے میں ہیں۔

عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: جہنم کی زمہریر ان کے لیے عذاب سے ہوگی، کیونکہ اللہ فرماتے ہیں: لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّ لَا شَرَابًا ﴿۲۴﴾ اِلَّا حَمِيْمًا وَّ غَسَّاقًا ﴿۲۵﴾ فرمایا: وہ اپنی گرمی کی انتہاء کو پہنچا۔ وَّ غَسَّاقًا وہ اپنی سردی کی انتہاء کو پہنچا۔ آدمی جب برتن کو اپنے منہ کے قریب کرے گا اس کے چہرے کی جلد گر جائے گی حتیٰ کہ اس کی ہڈیاں نظر آئیں گی۔

ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جَزَآءً وِّفَاقًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ان کے اعمال کے موافق۔

عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: جہنم والوں پر کوئی آیت کبھی نازل نہیں کی گئی جو اس سے سخت ہو۔ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا. وہ اللہ کی طرف سے ہمیشہ عذاب میں اضافے سے ہے۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴿۳۱﴾ حَدَآئِقَ وَ اَعْنَابًا ﴿۳۲﴾ وَّ كَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿۳۳﴾ وَّ كَاْسًا دِهَاقًا ﴿۳۴﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّ لَا كِذّٰبًا ﴿۳۵﴾ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ قَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



إِنَّآ أَنذَرْنَـٰكُمْ عَذَابًا قَرِيبًا يَوْمَ يَنظُرُ ٱلْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ وَيَقُولُ ٱلْكَافِرُ يَـٰلَيْتَنِى كُنتُ تُرَٰبًۢا ﴿٤٠﴾

یقیناً پرہیزگاروں کے لیے ایک بڑی کامیابی ہے۔ باغات اور انگور۔ اور ابھری چھاتیوں والی ہم عمر لڑکیاں۔ اور چھلکتے ہوئے پیالے۔ وہ اس میں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ (ایک دوسرے کو) جھٹلانا۔ تیرے رب کی طرف سے بدلے میں ایسا عطیہ ہے جو کافی ہوگا۔ (اس رب کی طرف سے) جو آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا رب ہے، بے حد رحم والا، وہ اس سے کوئی بات کرنے کی قدرت نہیں رکھیں گے۔ جس دن روح اور فرشتے صف بنا کر کھڑے ہوں گے، وہ کلام نہیں کریں گے، مگر وہی جسے رحمان اجازت دے گا اور وہ درست بات کہے گا۔ یہی دن ہے جو حق ہے، پس جو چاہے اپنے رب کی طرف لوٹنے کی جگہ بنا لے۔ بلاشبہ ہم نے تمھیں ایک ایسے عذاب سے ڈرا دیا ہے جو قریب ہے، جس دن آدمی دیکھ لے گا جو اس کے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا اور کافر کہے گا اے کاش کہ میں مٹی ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا یہاں سے مومنین کے حال کا بیان شروع ہوتا ہے اور اللہ نے ان کے لیے جو خیر تیار فرمائی ہے، اس سے پہلے کافروں کا حال بیان ہوا اور جو اللہ نے ان کے لیے شر تیار کیا ہے۔ مفاز فوز کے معنیٰ میں مصدر ہے، نیز اس کا مطلب نعمت اور مطلوب کو کامیابی سے حاصل کرنا اور جہنم سے نجات ہے، اسی سے فلاۃ (چٹیل میدان) کو مفازہ وہاں سے بچ جانے کی نیک فال کے طور پر کہتے ہیں۔

پھر اللہ پاک نے اس مفاز کی تفسیر کی اور فرمایا: حَدَآئِقَ وَأَعْنَـٰبًا ان دونوں پر نصب اس لیے ہے کہ یہ مَفَازًا سے بدل اشتمال ہیں، یا مبالغہ کے طور پر بدل کل ہیں کہ ان چیزوں کو ہی مفاز قرار دیا جائے، جائز ہے کہ نصب أَعْنِي کو پوشیدہ مان کر ہو۔ جب مَفَازًا فوز کے معنیٰ میں ہوگا تو اس کا مضاف محذوف قرار دیا جائے گا، یعنی فَوْزُ حَدَائِقِ یہ حدیقہ کی جمع ہے اس سے مراد ایسا باغ ہے جس کا احاطہ بنایا گیا ہو۔ أَعْنَابْ عِنَب کی جمع ہے، اس سے مراد انگوروں کی بیلیں ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَّ كَوَاعِبَ اَتْرَابًاۙ۝: كَوَاعِبَ کاعب کی جمع ہے، وہ ابھری ہوئی چیز ہے، اس میں كَعَبَتِ الْجَارِيَةُ تكعب تكعيبا وكعوبا بھی کہا جاتا ہے اور نَهَدَتْ تَنْهَدُ نُهُوْدًا بھی کہا جاتا ہے، اس سے مراد وہ کواعب عورتیں ہیں جن کے پستان ابھرے ہوئے اور گول ہوں، گویا ان کے پستان سینوں پر ٹخنے کی طرح ابھرے ہیں۔ ضحاک کہتے ہیں: کواعب کنواریاں ہیں۔ قیس بن عاصم نے کہا:

وكم من حصان قد حوينا كريمة

وكم كاعب لم تدر ما البؤس معصر

"کتنی ہی پاک دامن ہم نے جمع کیں، عزت والیاں اور کتنی ہی کنواریاں ہیں جو ہم عصر ہیں اور انہیں تنگی کا علم نہیں ہے۔"

عمر بن ابی ربیعہ نے کہا:

وكان مجني دون من كنت أتقي

ثلاث شخوص كأعيان ومعصر

"کتنی ہی ڈھالیں ہیں، ان کے علاوہ جن سے میں بچتا تھا۔ تین افراد ہیں، کنواریاں اور ہم عمر۔"

اَتْرَابٌ وہ ہیں جو ہم عمر ہوں۔ اس کی تحقیق سورۃ البقرۃ میں گزر چکی ہے۔

وَّ كَاْسًا دِهَاقًاؕ۝: یعنی بھرے ہوئے۔ حسن، قتادہ اور ابن زید کہتے ہیں: یعنی بھرے ہوئے اور مملو۔ کہا جاتا ہے: أَدْهَقْتُ الْكَاسَ مطلب ہے کہ میں نے اسے بھر دیا۔ اسی سے شاعر کا قول ہے:

ألا فاسقني صرفا سقاك الساقي

من مائها بكأسك الدهاق

"خبردار! مجھے خالص پلاؤ، تمہیں ساقی پلائے۔ اس (محبوبہ) کے پانی سے، تیرے بھرے ہوئے پیالے ساتھ۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حضرت سعید بن جبیر، عکرمہ اور مجاہد کہتے ہیں: دِهَاقًا کا مطلب ہے کہ وہ ایک دوسرے کے پیچھے مسلسل آئیں گے۔ زید بن اسلم نے کہا: دِهَاقًا کا مطلب صاف ہے۔ كَأْسٌ سے مراد ایک معروف برتن ہے، اس کو كأس تبھی کہا جاتا ہے جب اس میں پینے کی چیز ہو۔

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿۳۵﴾: یعنی جنت میں وہ کوئی لغو نہ سنیں گے، یہ باطل کلام ہوتا ہے۔ اور نہ كذّاب یعنی وہ ایک دوسرے سے جھوٹ نہیں بولیں گے۔ جمہور نے كِذّٰبًا شد کے ساتھ پڑھا ہے۔ کسائی نے یہاں تخفیف سے پڑھا ہے۔ علماء کی جماعت کے ساتھ ان کی شدّ میں موافقت، اللہ کے فرمان: وَّ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا میں ہوئی ہے۔ جو کہ اسی سورت میں گزرا ہے، کیونکہ وہاں پر اس کے فعل کی صراحت ہے۔ ہم نے پیچھے اختلاف ذکر کیا تھا کہ کیا یہ تفعیل کے مصادر سے ہے یا یہ مفاعلہ کے مصادر سے ہے؟

جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ: یعنی جن باتوں کا پیچھے ذکر گزرا ہے، ان پر جزاء دی۔ زجاج کہتے ہیں: مطلب ہے کہ ان کو جزاء دی جزاء دینا۔ اسی طرح عَطَآءً ہے یعنی انہیں عطا کیا عطا کرنا۔

حِسَابًا ﴿۳۶﴾: ابوعبیدہ کہتے ہیں: کافی۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں: زیادہ۔ کہا جاتا ہے: اَحْسَبْتُ فُلَانًا جب تم کسی کو زیادہ عطا کرو، اسی سے شاعر کا قول ہے:

ونقضي وليدا لحي ان كان جائعا
ونحسبه ان كان ليس بجائع

"ہم محلے کے بچے کو اگر بھوکا ہو تو پورا دیتے ہیں اور اگر وہ بھوکا نہ ہو تو ہم اسے بہت دیتے ہیں۔"

ابن قتیبہ کہتے ہیں: ہم اسے دیتے ہیں حتیٰ کہ وہ کہتا ہے کہ مجھے کافی ہے۔ زجاج کہتے ہیں: حِسَابًا یعنی جو انہیں کافی ہو۔ اخفش کہتے ہیں: کہا جاتا ہے: أَحْسَبَنِيْ كَذَا جب وہ مجھے کافی ہو جائے۔ کلبی کہتے ہیں: ان کا حساب کیا تو انہیں ایک نیکی پر دس کا اجر دیا۔ مجاہد کہتے ہیں: ان کے عملوں کا حساب کیا۔ حساب قدر کے معنی میں ہے، یعنی جو ان کے لیے اللہ پاک کے وعدے سے واجب ہوتا تھا وہ مقدر کر دیا، اس نے نیکی پر دس کا وعدہ کیا تھا، کسی قوم کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لیے سات سو گنا کا وعدہ دیا تھا، بعض لوگوں کے ساتھ ایسے بدلے کا وعدہ فرمایا جس کی کوئی انتہاء اور مقدار نہیں ہے، جیسے فرمایا: اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ ابو ہاشم نے حَسَّابًا میں باء پر زبر پڑھی ہے اور شین پر شدّ، مراد ہے کَفَافًا۔ اصمعی کہتے ہیں: عرب کا قول ہے: حَسَّبْتُ الرَّجُلَ، شدّ کے ساتھ جب تم اس کی عزت کرو گے۔ اسی سے شاعر کا قول ہے:

اذا اتاه ضيفه يحسّبه

''یعنی جب اس کے پاس اس کا مہمان آتا ہے وہ اس کی عزت کرتا ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حِسَانًا نون کے ساتھ پڑھا ہے۔

رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، نافع، ابو عمرو، ابن کثیر، زید نے یعقوب سے اور مفضل نے عاصم سے رَّبِّ اور الرَّحْمٰنِ کی قراءت رفع سے ذکر کی ہے کہ رَّبِّ مبتداء اور الرَّحْمٰنِ اس کی خبر ہے، یا رب مبتداء مقدر کی خبر ہے، یعنی هُوَ رَبّ ہے، اور الرَّحْمٰنِ اس کی صفت ہے۔

لَا يَمْلِكُوْنَ خبر ہے رب کی، یا رب مبتداء ہے الرحمن دوسرا مبتداء ہے اور لَا يَمْلِكُوْنَ دوسرے مبتداء کی خبر ہے اور یہ جملہ ہو کر پہلے مبتداء کی خبر ہے۔

یعقوب کی ایک روایت میں، ابن عامر اور عاصم کی ایک روایت میں ان دونوں پر زیر کی قراءت ہے، وہ اس طرح کہ رب ربك سے بدل ہے، اور الرحمن اس کی صفت ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حمزہ اور کسائی نے پہلے پر بدل کے طور پر زیر پڑھی ہے اور دوسرے پر رفع پڑھا ہے کہ یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے، مطلب ہے هُوَ الرَّحْمٰن۔ اس قراءت کو ابوعبید نے اختیار کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ قراءت سب سے مناسب ہے اور عدل والی ہے، کیونکہ رب پر زیر اس کے من ربك سے قرب کی وجہ سے ہے، تو وہ اس کی صفت ہوگی اور الرحمن کا رفع اس سے دور ہو کر نئے جملہ کے (مبتداء کے) طور پر ہوگا۔ اور

لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ۝: اس کی خبر ہوگی۔ یعنی وہ سوال کرنے کے مالک نہ ہوں گے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سوائے اس کے جس کی ان کو اجازت دی جائے گی۔ کسائی کہتے ہیں: یعنی اس سے شفاعت کے متعلق خطاب کے مالک نہ ہوں گے، سوائے اس کی اجازت کے۔ ایک قول ہے کہ خطاب سے مراد کلام ہے، یعنی وہ اپنے رب سے مخاطب ہونے کا اس کی اجازت کے بغیر اختیار نہ رکھیں گے، اس کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے: لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ۔

ایک قول ہے کہ کفار مراد ہیں، کیونکہ مومن تو سفارش کریں گے۔ اور جائز ہے کہ یہ جملہ حال کے طور پر محل نصب میں ہو جیسا کہ اس کی وضاحت گزر چکی ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ مستأنفہ ہو اور ربوبیت کی عظمت اور کبریائی کو بیان کرنے والا ہو۔

يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا: یہ ظرف لَا يَتَكَلَّمُونَ کی وجہ سے منصوب ہے، یا لَا يَمْلِكُونَ سے ایسا وصف ہے جو حال کے طور پر منصوب ہے، یعنی صفیں بنانے والے۔ یا مصدریت کے طور پر یعنی وہ صف بنائیں گے صف بنانا۔ لَا يَتَكَلَّمُونَ حال کے طور پر محل نصب میں ہے، یا ماقبل کی وضاحت کرنے والا مستأنفہ ہے۔

روح میں اختلاف کیا گیا ہے، ایک قول ہے کہ یہ ملائکہ میں سے ایک فرشتہ ہے جو سات آسمانوں، سات زمینوں اور پہاڑوں سے بڑا ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ حضرت جبرئیل ہیں یہ شعبی، ضحاک اور سعید بن جبیر نے کہا ہے۔ ایک قول ہے کہ روح اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے، وہ ملائکہ نہیں ہیں، یہ ابو صالح اور مجاہد کا قول ہے۔ ایک قول ہے کہ وہ سردار فرشتے ہیں یہ مقاتل بن حیان نے کہا ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ ملائکہ پر نگہبان ہیں یہ ابن ابی نجیح کا قول ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ حضرت آدم کے بیٹے ہیں، یہ حسن اور قتادہ کا قول ہے۔ ایک قول ہے کہ وہ بنو آدم کی ارواح ہیں جو صف میں کھڑی ہوں گی اور فرشتے بھی صف بنا کر کھڑے ہوں گے، یہ دو نفخوں کے درمیان ارواح کے اجسام میں لوٹائے جانے سے پہلے ہوگا، یہ عطیہ العوفی کا قول ہے۔ ایک قول ہے کہ اس سے مراد قرآن ہے، یہ زید بن اسلم کا قول ہے۔

إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ: جائز ہے کہ یہ يَتَكَلَّمُونَ کی ضمیر سے بدل ہو یا اصل استثناء پر منصوب ہو۔ معنیٰ یہ ہے کہ وہ کسی ایک کی بھی سفارش نہیں کریں گے سوائے اس کے جس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لیے رحمن شفاعت کی اجازت دے دے، یا وہ کسی شخص کے حق میں بات نہیں کریں گے سوائے اس کے جس کے لیے رحمٰن اجازت دے۔

وَقَالَ صَوَابًا ﴿٣٨﴾: یہ شخص ان میں سے ہوگا جو درست بات کہیں گے۔ ضحاک اور مجاہد کہتے ہیں: صَوَابًا سے مراد حق ہے۔ ابو صالح کہتے ہیں: لا الٰہ الا اللّٰہ مراد ہے۔ صواب کی اصل قول اور فعل کی درستی ہے۔ ایک قول ہے کہ لَّا يَتَكَلَّمُونَ یعنی فرشتے اور روح بات نہیں کریں گے اللہ کی ہیبت اور اس کے اجلال کی وجہ سے، جبکہ وہ صف میں کھڑے ہوں گے، سوائے اس کے جس کو ان میں سے رحمٰن شفاعت کی اجازت دے دے اور وہ درست بات بھی کہیں گے۔

حسن فرماتے ہیں: قیامت کے دن روح قائم ہوگی، کوئی بھی جنت میں روح کے بغیر داخل نہیں ہوگا اور جہنم میں عمل کے بغیر داخل نہیں ہوگا۔ واحدی کہتے ہیں وہ بات نہیں کریں گے، یعنی سب مخلوق ہی سوائے اس کے جسے رحمن اجازت دے دے، وہ مومن اور ملائکہ ہوں گے اور وہ دنیا میں درست بات کہتے تھے، یعنی توحید کی شہادت دیتے تھے۔

ذٰلِكَ میں اشارہ ان کے اس حالت میں کھڑے ہونے کی طرف ہے، یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر الْيَوْمُ الْحَقُّ ہے یعنی ثابت اور پکا واقع ہونے والا ہے۔

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ: یعنی مرجع جس کی طرف وہ عمل صالح کے ساتھ لوٹے، کیونکہ وہ جب کوئی عمل خیر کرتا ہے وہ اسے اللہ کے قریب کر دیتا ہے، اور جب وہ عمل بد کرتا ہے، وہ اسے اس سے دور کر دیتا ہے۔

اِلٰى رَبِّهٖ کا مطلب اپنے رب کے ثواب کی طرف ہے۔

قتادہ کہتے ہیں: مَاٰبًا راستہ ہے۔

پھر اللہ پاک نے کافروں کو مزید ڈرایا، لہٰذا فرمایا: اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا یعنی آخرت کے عذاب سے، ہر وہ چیز جو آنے والی ہے وہ قریب ہے، اسی طرح اللہ کا فرمان: كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ہے۔ اس طرح کلبی وغیرہ نے کہا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قتادہ کہتے ہیں: وہ عذابِ دنیا ہے، کیونکہ دو عذابوں میں سے زیادہ قریب وہی ہے۔ مقاتل کہتے ہیں: وہ قریش کا بدر میں قتل ہے۔ پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے، کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ یہ ظرف یا عذاب سے بدل ہے، یا ایک ضمیر کا ظرف ہے جو اس کے لیے صفت ہے، یعنی عذابًا کائنًا۔

يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ: یعنی دیکھے گا جو اس نے خیر اور شر آگے بھیجے ہیں۔ مَا موصولہ ہے یا استفہامیہ ہے۔ حسن کہتے ہیں: اَلْمَرْءُ سے یہاں بندہ مومن مراد ہے۔ یعنی اپنے عمل کو پائے گا۔ کافر تو اپنا کوئی عمل نہ پائے گا، لہٰذا وہ آرزو کرے گا کہ وہ مٹی ہو جائے۔ ایک قول ہے کہ اس سے عموماً کافر مراد ہے۔ ایک قول ابی بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں ہے۔ لیکن پہلا زیادہ مناسب ہے، کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: وَ يَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا یہاں کافر اَلْمَرْءُ کے مقابل واقع ہوا ہے، مراد جنس کافر ہے، وہ جب دیکھے گا کہ اللہ کے اس کے لیے انواع عذاب تیار کی ہیں تو وہ مٹی ہو جانے کی آرزو کرے گا۔ مطلب یہ ہے کہ کافر آرزو کرے گا کہ وہ دنیا میں مٹی ہوتا اور پیدا نہ کیا جاتا۔ یا روزِ قیامت مٹی ہو جائے۔ ایک قول ہے کہ کافر سے مراد ابو جہل ہے، ایک قول ابو سلمہ بن عبدالاسد المخزومی کا ہے۔ ایک قول ابلیس کا ہے، عموم لفظ کے اعتبار سے پہلا زیادہ مناسب ہے، خصوصِ سبب اس کے منافی نہیں ہے جیسا کہ کئی مرتبہ گزر چکا ہے۔

ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: خوشی۔ وَّ كَوَاعِبَ فرمایا: ابھرے ہوئے۔ اَتْرَابًا فرمایا: برابر ہونے والیاں۔ وَّ كَاْسًا دِهَاقًا فرمایا: بھرے ہوئے۔

عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم اور انہوں نے اسے صحیح بھی کہا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی نے کتاب البعث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان وَّ كَاْسًا دِهَاقًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ مملو اور بھرے ہوں گے اور پے در پے ہوں گے، کئی دفعہ میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ فرماتے تھے: اے لڑکے ہمیں پانی پلاؤ، اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



ہمیں بھر کر پلاؤ۔ عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے انہی سے دِهَاقًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: حاصل ہونے والے۔

عبد بن حمید نے انہی سے نقل کیا ہے، فرمایا: جب اس میں شراب ہو تو وہ کأس ہے اور اگر اس میں شراب نہ ہو تو وہ کأس نہیں ہے۔

ابن ابی حاتم، ابو الشیخ نے العظمۃ میں اور ابن مردویہ نے انہی سے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: روح اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے، وہ ملائکہ نہیں ہیں، ان کے سر اور ہاتھ اور پاؤں ہیں، پھر یہ آیت پڑھی: يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَٰٓئِكَةُ صَفًّا فرمایا: یہ لشکر ہیں اور وہ بھی ایک لشکر ہیں۔

ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ تخلیق کے اعتبار سے وہ سب سے بڑا فرشتہ ہے۔

ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: روح چوتھے آسمان میں ہے، وہ آسمانوں اور پہاڑوں اور فرشتوں سے بڑا ہے، وہ ہر روز بارہ ہزار تسبیح پڑھتا ہے، اللہ ہر تسبیح سے ایک فرشتہ پیدا کرتا، یہ فرشتے روز قیامت ایک صف میں آئیں گے۔

ابو الشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: بے شک جبرئیل علیہ السلام روز قیامت رب جبار کے سامنے کھڑے ہوں گے، اللہ کے عذاب کے خوف سے ان کے جوڑ کانپ رہے ہوں گے۔ وہ کہیں گے: تو پاک ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، ہم نے تیری عبادت اس طرح نہیں کی جس طرح عبادت کا حق تھا، ان کے کندھوں کے مابین مشرق و مغرب کے مابین کی سی دوری ہوگی، کیا تم نے اللہ کا فرمان يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَٰٓئِكَةُ صَفًّا نہیں سنا۔

بیہقی نے اسماء وصفات میں انہی سے اللہ کے فرمان يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَٰٓئِكَةُ صَفًّا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: یعنی جب لوگوں کی روحیں فرشتوں کے ساتھ دو نفخوں کے درمیان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جسموں میں ان کے لوٹائے جانے سے قبل کھڑی ہوں گی۔

ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے اسماء وصفات میں انہی سے نقل کیا ہے، وَقَالَ صَوَابًا کے متعلق فرمایا کہ وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے گا۔

عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے البعث والنشور میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: ساری مخلوق روز قیامت اکٹھی کی جائے گی، جانور، چوپائے، پرندے اور ہر چیز، تو اللہ کا عذاب اس طرح پہنچے گا کہ بے سینگ بکری کے لیے سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا، پھر فرمائے گا: تو مٹی ہو جا، یہ وہ وقت ہے جب کافر يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا کہے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورۃ النازعات

اس کا نام سورۃ ساھرۃ بھی ہے، اس کی پینتالیس آیات ہیں، یہ سورت بلا اختلاف مکی ہے۔

ابن ضریس، نحاس، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: سورۃ النازعات مکہ میں نازل ہوئی۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ① وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ② وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ③
فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ④ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ⑤ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ⑥ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ⑦
قُلُوْبٌ يَّوْمَىِٕذٍ وَّاجِفَةٌ ⑧ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ⑨ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ⑩
ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ⑪ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ⑫ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ⑬ فَاِذَا
هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ⑭ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ⑮ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ⑯ اِذْهَبْ
اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ⑰ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ⑱ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ⑲
فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ⑳ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ㉑ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ㉒ فَحَشَرَ فَنَادٰى ㉓ فَقَالَ اَنَا
رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ㉔ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ㉕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ㉖

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ ان (فرشتوں) کی قسم جو ڈوب کر سختی سے (جان) کھینچ لینے والے ہیں! اور جو بند کھولنے والے ہیں! آسانی سے کھولنا۔ اور جو تیرنے والے ہیں! تیزی سے تیرنا۔ پھر جو آگے نکلنے والے ہیں! آگے بڑھ کر۔ پھر جو کسی کام کی تدبیر کرنے والے ہیں! جس دن ہلا ڈالے گا سخت ہلانے والا (زلزلہ)۔ اس کے بعد ساتھ ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پیچھے آنے والا (زلزلہ) آئے گا۔ کئی دل اس دن دھڑکنے والے ہوں گے۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔ یہ لوگ کہتے ہیں کیا بے شک ہم یقیناً پہلی حالت میں لوٹائے جانے والے ہیں؟ کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے۔ انھوں نے کہا یہ تو اس وقت خسارے والا لوٹنا ہوگا۔ پس وہ تو صرف ایک ہی ڈانٹ ہوگی۔ پس یک لخت وہ زمین کے اوپر موجود ہوں گے۔ کیا تیرے پاس موسیٰ کی بات پہنچی ہے؟ جب اس کے رب نے اسے مقدس وادی طویٰ میں پکارا۔ فرعون کے پاس جا، یقیناً وہ حد سے بڑھ گیا ہے۔ پس کہہ کیا تجھے اس بات کی کوئی رغبت ہے کہ تو پاک ہو جائے؟ اور میں تیرے رب کی طرف تیری راہ نمائی کروں، پس تو ڈر جائے۔ چنانچہ اس نے اسے بہت بڑی نشانی دکھائی۔ تو اس نے جھٹلا دیا اور نافرمانی کی۔ پھر واپس پلٹا، دوڑ بھاگ کرتا تھا۔ پھر اس نے اکٹھا کیا، پس پکارا۔ پس اس نے کہا میں تمھارا سب سے اونچا رب ہوں۔ تو اللہ نے اسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا۔ بے شک اس میں اس شخص کے لیے یقیناً بڑی عبرت ہے جو ڈرتا ہے۔

اللہ پاک نے ان اشیاء کی قسم کھائی ہے جن کا ذکر فرمایا ہے، وہ ملائکہ ہیں جو بندوں کی ارواح ان کے اجسام سے نکالتے ہیں، جیسے کوئی کھینچنے والا کمان کی رسی کھینچتا ہے اور اسے آخری حد تک لے جاتا ہے، اسی طرح ناشطات، سابحات، سابقات اور مدبرات سے بھی فرشتے مراد ہیں۔ سب کے اتحاد کے باوجود عطف اس لیے ہے کہ وصفی تبدیلی کو ذاتی تبدیلی کے مرتبہ میں لایا جائے، جیسے شاعر کے قول میں ہے:

الی الملك القرم وابن الهمام
وليث الكتيبة فی المزدحم

”سردار بادشاہ کی طرف جو کہ ابن الہمام ہے۔ اور جنگ میں گھس جانے والے لشکر کے شیر کی طرف۔“

یہ قول جمہور صحابہ، تابعین اور بعد والوں کا ہے، سُدی کہتے ہیں: نازعات سے مراد روحیں ہیں جب وہ سینوں میں غرق ہوتی ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں: وہ موت ہے جو روح کو نکالتی ہے۔ قتادہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



کہتے ہیں: وہ ستارے ہیں جو ایک افق سے دوسرے افق کی طرف جاتے ہیں، نزع کا لفظ اُس وقت بولتے ہیں جب کوئی جائے، یا یہ نزعت بالحبل سے ہے، یعنی غروب ہوتے ہیں، غائب ہوتے ہیں اور دوسرے افق سے طلوع ہوتے ہیں۔ یہی قول ابوعبیدہ، اخفش اور ابن کیسان کا ہے۔

عطاء اور عکرمہ کہتے ہیں: نازعات وہ تانت کی رسی ہے جس سے تیر کو کھینچا جاتا ہے، کھینچنے والے کا اسے کمان میں گہرائی سے کھینچنا حتیٰ کہ وہ آخری حد تک تیر کو لے جائے۔ یحییٰ بن سلام کہتے ہیں: اسے دور تک کھینچا جائے اور پھینکا جائے۔ ایک قول ہے کہ نازعات سے مراد تیر پھینکنے والے غازی ہیں۔

غَرْقًا پر نصب اس لیے ہے کہ یہ مصدر ہے حذفِ زوائد کے ساتھ۔ اس سے مراد اغراقا ہے، اس کا ناصب ماقبل ہے، کیونکہ وہ معنیٰ میں اس سے ملتا جلتا ہے، مطلب ہے: گہرائی سے کھینچنا، اس طرح کہ جسموں کی دوریوں سے انہیں کھینچا جائے۔ یا حال کے طور پر منصوب ہے، مراد ہے ذَوَاتِ اِغْرَاق کہا جاتا ہے: اَغْرَقَ فِي الشَّيْئِ يَغْرِقُ فِيْهِ جب وہ اس میں گھس جائے اور اس کی انتہاء کو پہنچے۔

وَّالنّٰشِطٰتِ کا مطلب ہے وہ ارواح کو جسموں سے نکالتے ہیں، جیسے اونٹ کھولا جائے تو اس کے ہاتھ سے رسی نکالی جاتی ہے، نَشَطَ الرَّجُلُ الدَّلْوَ مِنَ الْبِئر کہا جاتا ہے، جب آدمی کنویں سے ڈول نکالے۔ نشاط کا مطلب تیزی سے کھینچنا ہے، اسی سے اَنْشُوطَةُ وہ گرہ ہے جو آسانی سے کھل جائے۔

ابوزید کہتے ہیں: نشطت الحبل انشطته نشطًا کا مطلب ہے میں نے اس میں گرہ لگائی۔ اور اَنشطُته کا مطلب ہے: میں نے اسے کھول دیا انشطت الحبل کا مطلب ہے: میں نے رسی لمبی کر دی۔ فراء کہتے ہیں: انشط العقال کا مطلب ہے، رسی کھولی۔ اور نشطکا مطلب ہے کہ اس نے اپنے ہاتھوں میں رسی باندھی۔

اصمعی کہتے ہیں: بئر انشاط وہ کنواں ہے جس کی تہہ قریب ہو، ایک دفعہ کھینچنے سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس سے ڈول نکل جائے۔ اور بئر نشوط وہ کنواں ہے جس سے ڈول نہ نکلے حتیٰ کہ اسے بہت کھینچنا پڑے۔

مجاہد کہتے ہیں: وہ موت ہے جو انسان کی روح کھینچتی ہے۔ سُدی کہتے ہیں: وہ روحیں ہیں جب پاؤں سے نکالی جاتی ہیں۔ عکرمہ اور عطاء کہتے ہیں: وہ پھندے کی رسیاں ہیں جو تیر پھینکتی ہیں۔

قتادہ، حسن اور اخفش کہتے ہیں: وہ ستارے ہیں جو ایک افق سے دوسرے افق کی طرف جاتے ہیں۔

وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝ۙ کے متعلق صحاح والے کہتے ہیں: مراد ستارے ہیں جو ایک برج (منزل) سے دوسرے برج کی طرف جاتے ہیں، جیسے بیل ہو جو ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف نکلنے والا ہو، اس کے ملک کو اندیشے لاحق ہوتے ہیں۔ ابوعبیدہ اور قتادہ کہتے ہیں: وہ وحشی جانور ہیں جو ایک علاقے سے دوسرے علاقے کی طرف نکلتے ہیں ایک قول ہے کہ النّٰشِطٰتِ مومنین کی ارواح کے لیے ہیں اور نازعات کافروں کی ارواح کے لیے ہیں، کیونکہ وہ مومن کی روح آرام سے نکالتے ہیں اور کافر کی روح سختی کے ساتھ کھینچتے ہیں۔

نَشْطًا مصدر ہے، اسی طرح سَبْحًا اور سَبْقًا بھی ہے۔

وَّالسّٰبِحٰتِ ملائکہ ہیں جو روح نکالنے کے لیے بدن میں تیرتے ہیں، جیسے غوطہ خور دریا میں تیرتا ہے تاکہ اس سے کوئی چیز نکالے۔ مجاہد اور ابوصالح کہتے ہیں: وہ ملائکہ ہیں جو آسمان سے تیزی کے ساتھ اللہ کے حکم کے لیے اترتے ہیں، جیسے تیز گھوڑے کو سابح کہتے ہیں جب وہ تیز دوڑنے لگے۔ مجاہد ہی کہتے ہیں: سابحات سے مراد موت ہے جو بنو آدم کے نفوس میں چلتی ہے۔ ایک قول ہے کہ اس سے مراد غزدے میں دوڑنے والے گھوڑے ہیں، اسی سے عنترہ کا قول ہے:

والخیل تعلم حین تسبح
فی حیاض الموت سبحا

”اور ان گھوڑوں کو تو جان لے گا جو تیریں گے موت کے حوضوں میں تیرنا۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



قتادہ اور حسن کہتے ہیں: وہ ستارے ہیں، جو اپنے افلاک میں تیرتے ہیں، جیسے اللہ کے فرمان: وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ میں ہے۔

عطاء کہتے ہیں: وہ کشتیاں ہیں جو پانی میں تیرتی ہیں۔ ایک قول ہے کہ اس سے مراد مومنوں کی روحیں ہیں جو اللہ کی طرف شوق ملاقات میں تیرتی ہیں۔

فَالسَّابِقَاتِ سَبْقًا ﴿٤﴾: جمہور کے قول کے مطابق اس سے مراد فرشتے ہیں جیسے کہ گزر چکا ہے۔ مسروق اور مجاہد کہتے ہیں: ملائکہ انبیاء پر وحی میں شیاطین پر سبقت لے جاتے ہیں۔ ابوروق کہتے ہیں: وہ فرشتے ہیں جو خیر اور عمل صالح میں ابن آدم پر سبقت لے گئے ہیں۔ اسی طرح مجاہد سے بھی مروی ہے۔ مقاتل کہتے ہیں: وہ ملائکہ ہیں جو مومنوں کی ارواح کو جنت کی طرف لے جانے میں سبقت کرتے ہیں۔ ربیع کہتے ہیں: وہ مومنوں کی ارواح ہیں، جو اللہ کی ملاقات کے شوق میں اللہ کی طرف سبقت لے جاتی ہیں۔ مجاہد ہی کہتے ہیں: وہ موت ہے جو انسان پر سابق ہے۔ قتادہ، حسن اور معمر کہتے ہیں: وہ ستارے ہیں جو چلنے میں ایک دوسرے پر سابق ہیں۔ عطاء کہتے ہیں: وہ گھوڑے ہیں جو جہاد کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔ ایک قول ہے کہ وہ ارواح ہیں جو اپنے جسموں پر جنت یا جہنم کی طرف سابق ہیں۔ جرجانی کہتے ہیں: سابقات کا عطف فاء کے ساتھ ہے، کیونکہ یہ پچھلے سے مسبب ہے، مطلب ہے کہ جو تیز چلتی ہیں وہ سبقت لے جاتی ہیں، تم کہتے ہو: قَامَ فَذَهَبَ یہ اس بات کا موجب ہے کہ قیام جانے کا سبب بنا۔ اور اگر تم کہو قَامَ وَ ذَهَبَ واؤ کے ساتھ تو قیام ذھاب کا سبب نہیں ہوگا۔

واحدی کہتے ہیں: یہ اللہ کے فرمان: فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا پر لاگو نہیں ہوگا، کیونکہ دوڑنے کو تدبر کا سبب سمجھنا بعید ہے۔ رازی کہتے ہیں: واحدی کے قول کا جواب اس طرح ممکن ہے کہ جب انہیں حکم دیا گیا، تیرنے لگیں، تیز چلیں، پس جس بات کی تدبیر کا ان کو حکم دیا گیا تھا اس پر غور و فکر کرنے لگیں۔ اس طرح یہ افعال ایک دوسرے سے متصل ہوں گے جیسے قَامَ زَيْدٌ فَذَهَبَ میں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جب وہ نیکیوں میں آگے بڑھے، ان کی امانت ظاہر ہوگئی، تو تدبیر ان کے ذمے لگا دی گئی۔

اس کا جواب ہوگا کہ دوڑنا تدبیر کا سبب نہیں ہوتا جیسا کہ تیرنا دوڑنے کا سبب ہوتا ہے اور قیام ذِہاب کا سبب ہوتا ہے، محض متصل ہونا سبب اور سببیت کا موجب نہیں ہوتا۔ درست بات یہ ہے کہ کہا جائے گا کہ مدبرات میں فاء کے ساتھ عطف ماقبل کے مطابق آیا ہے، جیسے سابقات کا فاء کے ساتھ عطف ہے، یہاں نکتے کی ضرورت نہیں جیسے اس کے ماقبل میں ضرورت تھی، کیونکہ نکتے کی ضرورت لاحق کی سابق کے ساتھ مخالفت میں ہوتی ہے، اس کی موافقت اور مطابقت میں نہیں ہوتی۔

فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝: قشیری کہتے ہیں: مفسرین کا اجماع ہے کہ یہاں مراد ملائکہ ہیں۔ ماوردی کہتے ہیں: اس میں دو قول ہیں، ایک قول ملائکہ کا ہے اور یہ جمہور کا قول ہے، دوسرا یہ کہ یہ سات کواکب ہیں، یہ خالد بن معدان نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

ان کی تدبیر امر کا مطلب دو طرح ہے ایک ان کا طلوع اور غروب ہے، دوسرا ان کے احوال میں جو اللہ کی قضاء ہے اس کا تدبر۔

ملائکہ کی طرف سے تدبیر امر کا مطلب، ان کا حلال و حرام کے ساتھ اترنا اور ان دونوں کی تفصیل ہے۔

تدبیر کا فاعل درحقیقت اللہ عزوجل کی ذات ہے لیکن جب فرشتے اس کے ساتھ اترے تو ان کی یہ صفت بیان کی گئی۔ ایک قول ہے کہ جب فرشتوں کو اہل زمین کے لیے ہواؤں، بارشوں وغیرہ کی تدبیر کا حکم دیا گیا تو اس وجہ سے انہیں مدبرات کہا گیا ہے۔

عبدالرحمن بن سابا ط کہتے ہیں: دنیا کے معاملے کی تدبیر چار فرشتوں کے سپرد ہے: حضرت جبرئیل، میکائیل، عزرائیل اور اسرافیل، حضرت جبرئیل ہواؤں اور لشکروں کے موکل ہیں۔ میکائیل بارش اور بوٹیوں کے موکل ہیں۔ عزرائیل ارواح قبض کرنے پر موکل ہیں اور اسرافیل ان پر حکم کے ساتھ نازل ہوتے ہیں۔

یہ امور جن کی اللہ کی طرف سے قسم کھائی گئی ہے، ان کا جواب قسم محذوف ہے، یعنی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



وَالنّٰزِعٰتِ وغیرہ۔ اسی طرح لَتُبۡعَثُنَّ ہے۔ فراء کہتے ہیں: سامعین کے ہاں ان کی معرفت کے سبب سے یہ محذوف ہیں۔ اس کی دلیل اللہ کا فرمان: ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً بھی ہے۔ ایک قول ہے کہ جوابِ قسم اللہ کا فرمان: اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَعِبۡرَةً لِّمَنۡ یَّخۡشٰی ہے، یعنی روز قیامت میں اور حضرت موسیٰ وفرعون کے ذکر میں ڈرنے والے کے لیے نصیحت ہے، ابن الانباری کہتے ہیں: یہ قبیح ہے، کیونکہ ان دونوں کے درمیان کلام طویل ہو گیا ہے۔

ایک قول ہے کہ جوابِ قسم هَلۡ اَتٰىكَ حَدِیۡثُ مُوۡسٰی ہے، کیونکہ مطلب ہے کہ: ''تحقیق آپ کے پاس آئی ہے'' اور یہ بہت ضعیف ہے۔

ایک قول ہے کہ جواب یَوۡمَ تَرۡجُفُ الرَّاجِفَةُ ہے، تقدیری عبارت یوں ہوگی: لیوم ترجف الراجفة تتبعها الرادفة۔ سجستانی کہتے ہیں: جائز ہے کہ یہ تقدیم وتاخیر سے ہو، گویا کہ فرمایا ہے: فَاِذَا هُمۡ بِالسَّاهِرَةِ. وَالنّٰزِعٰتِ۔

ابن الانباری کہتے ہیں: یہ خطاء ہے، کیونکہ فاء سے کلام شروع نہیں ہوتا، پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے۔

یَوۡمَ تَرۡجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ۝۶: اس ظرف کا نصب قسم کے لیے مقدر جواب کی وجہ سے ہے، یا اُذۡكُرۡ کو مضمر مان کر۔ راجفہ کا مطلب مضطربہ ہے، رجف یرجف کہتے ہیں جب اضطراب ہو، یہاں مراد بہت بڑی چیخ ہے، جس میں بادل گرجنے کی طرح تردد اور اضطرب ہوگا، یہ پہلا نفخہ ہے، جس کے ساتھ سب مخلوقات مر جائیں گی۔ رادفہ دوسرا نفخہ ہے جو اٹھائے جانے کے وقت ہوگا۔ اس کا نام رادفہ رکھا گیا ہے کیونکہ یہ نفخہ اولیٰ کے بعد ہوگا، اسی طرح جمہور مفسرین نے کہا ہے۔

ابن زید کہتے ہیں: راجفہ زمین ہے اور رادفہ قیامت ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: رادفہ [1] زلزلہ ہے، اس کے پیچھے رادفہ زلزلہ ہے۔ رجفہ کا اصل مطلب حرکت ہے، یہاں مراد صرف ہلنا نہیں ہے، بلکہ یہاں ان کے قول رَجَفَ الرعد یرجف رجفا

[1] یہاں راجفہ زیادہ مناسب تھا۔ واللہ اعلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ور جیفا سے ماخوذ ہے جب اس کی آواز ظاہر ہو جائے۔ جھوٹی خبروں میں چونکہ اضطراب ہوتا ہے اور آوازیں ظاہر ہوتی ہیں اس لیے انہیں اَرَاجِیْف کہا جاتا ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

ابا لا راجيف يا ابن اللوم توعدنى
وفى الاراجيف خلت اللوم والخوار

"کیا جھوٹی خبروں کے ساتھ، اے ملامت والی کے بیٹے، تو مجھے ڈراتا ہے اور جھوٹی خبروں میں ہی میں نے ملامت اور خواری کا خیال کیا ہے۔"

تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ⑦: یہ راجفہ سے حال کے طور پر محل نصب میں ہے، مطلب ہے کہ تم ضرور ضرور نفخہ اولیٰ کے دن اٹھائے جاؤ گے، اس حال میں کہ نفخہ ثانیہ اس کے تابع ہوگا۔

قُلُوْبٌ يَّوْمَىِٕذٍ وَّاجِفَةٌ ⑧: قُلُوْبٌ مبتداء، يَوْمَىِٕذٍ وَّاجِفَةٌ کی وجہ سے منصوب ہے اور وَّاجِفَةٌ. قُلُوْبٌ کی صفت ہے۔

اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ⑨: کا جملہ قُلُوْبٌ کی خبر ہے، واجفہ روزِ قیامت کی ہولناکیاں دیکھ کر مضطرب اور بے چین۔ جمہور مفسرین نے کہا ہے: یعنی خوف کرنے والے اور ڈرنے والے۔ سُدی کہتے ہیں: اپنی جگہوں سے ہٹنے والے، اس کی مثال اللہ کا فرمان: اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ بھی ہے۔

مؤرج کہتے ہیں: بے چین اور اچھلنے والے۔ مبرد کہتے ہیں: مضطرب وجف القلب يجف وجيفا کہا جاتا ہے، جب دل دھڑکے۔ جیسے وجب يجب وجيبا کہتے ہیں۔ ایجاف تیز چلنا ہے، وجیف کا اصل مطلب دل کا اضطراب ہے، اسی سے قیس بن الخطیم کا قول ہے:

ان بنى جحجبى وقومهم
أكبادنا من ورائهم تجف

"بے شک بنی جحجب اور ان کی قوم ہمارے جگر ان کے پیچھے دھڑکتے ہیں۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اَبۡصَارُھَا خَاشِعَةٌ ۝٩: یعنی ان لوگوں کی آنکھیں، مضاف کو حذف کر دیا گیا، خَاشِعَةٌ ذلیل ہونے والی، مطلب ہے کہ قیامت کے دن کی ہولناکیاں دیکھنے پر ان پر ذلت اور عاجزی ظاہر ہو جائے گی۔ جیسے اللہ کا فرمان ہے: خٰشِعِیۡنَ مِنَ الذُّلِّ۔ عطاء کہتے ہیں: مراد ان لوگوں کی آنکھیں ہیں جن کی موت اسلام پر نہیں ہوئی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ سیاق منکرین بعث کے متعلق ہے، جو کہتے ہیں: یَقُوۡلُوۡنَ ءَاِنَّا لَمَرۡدُوۡدُوۡنَ فِی الۡحَافِرَةِ، یہ اس بات کی حکایت ہے جو منکرین بعث کہیں گے، جب انہیں کہا جائے گا کہ تم اٹھائے جاؤ گے۔ یعنی کیا ہم اپنے اول حال کی طرف لوٹائے جائیں گے اور اپنے معاملے کی ابتداء کی طرف، پھر ہم مرنے کے بعد زندہ ہو جائیں گے؟

کہا جاتا ہے: رَجَعَ فُلَانٌ فِی حَافِرَتِہٖ یعنی جہاں سے آیا تھا وہیں لوٹ گیا، عرب کے نزدیک حافرۃ چیز کے اول کا نام ہے۔

معاملے کی ابتداء کو بھی حافرۃ کہتے ہیں، اسی سے ان کا قول ہے رَجَعَ فُلَانٌ عَلٰی حَافِرَتِہٖ یعنی اس راہ پر لوٹ گیا جہاں سے وہ آیا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اِقۡتَتَلَ الۡقَوۡمُ عِنۡدَ الۡحَافِرَةِ یعنی لڑائی کے آغاز میں۔ جس راستے سے کوئی آیا ہو اس کا نام بھی حافرۃ رکھا جاتا ہے کیونکہ اس پر چلنے سے اس میں نشان پڑ جاتے ہیں، تو وہ حافرۃ بمعنی محفورۃ ہوگا، اسی سے شاعر کا قول ہے:

احافرة على صلع وشيب
معاذ الله من سفه وعار

''کیا بڑھاپے اور گنجے پن پر حافرۃ ہے، اللہ کی پناہ ہے عار اور بیوقوفی سے۔''

یعنی کیا میں بڑھاپے اور گنجے پن کے بعد اس غزل کی طرف لوٹ جاؤں جو میری جوانی میں تھی۔ ایک قول ہے کہ حافرۃ کا مطلب عاجلہ ہے، مطلب ہے کہ کیا ہم دنیا کی طرف لوٹائے جانے والے ہیں، ایک قول ہے کہ حافرۃ سے مراد زمین ہے جس میں ان کی قبریں کھودی جاتی ہیں، اسی سے شاعر کا قول ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



آلیت لا انساکم فاعلموا
حتی یرد الناس فی الحافرۃ

''میں نے قسم کھائی ہے کہ میں تمہیں نہ بھولوں گا۔ تم جان لو، حتیٰ کہ لوگ قبروں میں ڈالے جائیں گے۔''

مطلب ہے کہ ہم اپنی قبروں میں کیا زندہ لوٹائے جائیں گے؟ اسی طرح خلیل اور فراء نے کہا ہے، یہی مجاہد کا قول ہے۔

ابن زید کہتے ہیں: حافرۃ جہنم ہے، ان کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے: تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ۔ جمہور نے فِي الْحَافِرَةِ پڑھا ہے اور ابوحیوۃ نے فی الحفرۃ پڑھا ہے۔

ءَإِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿١١﴾: یعنی بوسیدہ بکھرنے والی۔ زیر کے ساتھ نَخِرَ الْعَظْمُ کہتے ہیں جب ہڈی بوسیدہ ہو جائے۔

یہ بعث کے انکار کی تاکید ہے، یعنی ہم کیسے زندہ کیے جائیں گے اور اٹھائے جائیں گے جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے؟

إِذَا میں عامل ضمیر ہے، اس پر مَرْدُوْدُوْنَ دلالت کرتا ہے، یعنی جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے، ہم لوٹائے جائیں گے اور اٹھائے جائیں گے لیکن یہ چیز حیات سے بعید تر ہے۔ جمہور نے نَّخِرَةً پڑھا ہے اور حمزہ، کسائی اور ابوبکر نے نَاخِرَةً پڑھا ہے۔ پہلی قراءت ابوعبید اور ابوحاتم نے اختیار کی ہے اور دوسری قراءت کو فراء، ابن جریر اور ابومعاذ نحوی نے اختیار کیا ہے۔ ابوعمرو بن العلاء کہتے ہیں: ناخرۃ وہ ہڈیاں ہیں جو ابھی تک بوسیدہ نہیں ہوئیں لیکن ضرور بوسیدہ ہو جائیں گی۔ ایک قول ہے کہ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ عرب کہتے ہیں: نَخِرَ الشَّيْءُ فهو ناخر ونخر۔ اور طمع فهو طامع وطمع اور اس طرح کے دیگر الفاظ بھی۔ اخفش کہتے ہیں: یہ دونوں لغات اکٹھی ہیں، آپ جو بھی پڑھ لیں درست ہے، شاعر نے کہا ہے:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



يظل بها الشيخ الذى كان بادنا

يدب على عوج له نخرات

''ان کے ساتھ بوڑھا شخص ہو گیا ہے، جو موٹا ہے وہ اپنی دبلی اونٹنیوں پر رینگتا ہے جو بوسیدہ ہیں۔''

یعنی دبلی اونٹنیاں یا ٹانگیں مراد ہیں۔

ایک قول ہے کہ ناخرۃ وہ ہیں جن کے کونے کھائے جائیں اور ان کے درمیانی حصے باقی رہ جائیں۔ اور نخرۃ وہ ہیں جو ساری خراب ہو گئی ہوں۔ مجاہد کہتے ہیں: نخرۃ بکھری ہوئی ہیں، جیسے اللہ کے فرمان: وَّرُفَاتًا میں ہے۔ اِذَا كُنَّا کو ءَاِذَا كُنَّا استفہام کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے، اور اس کے بغیر بھی۔

پھر اللہ پاک نے ان کا ایک اور قول ذکر کیا ہے، لہٰذا فرمایا: قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ یعنی واپسی ہے گھاٹے والی، کیونکہ ان پر خسران واقع ہو گا، مطلب یہ ہے کہ انہوں نے کہا، اگر ہم موت کے بعد لوٹے تو ہم ضرور ضرور خسارہ پائیں گے، اس چیز کے سبب جو ہمیں مرنے کے بعد ملے گی جو حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں۔

ایک قول ہے کہ خَاسِرَةٌ کا مطلب کاذبہ ہے، یعنی وہ ہونے والی نہیں ہے، اسی طرح حسن وغیرہ نے کہا ہے۔ ربیع بن انس کہتے ہیں: جو اس کو جھٹلاتا ہے اس پر خسارے والی ہے۔ قتادہ اور محمد بن کعب کہتے ہیں: یعنی اگر ہم موت کے بعد لوٹے تو ہم ضرور ضرور جہنم کے ساتھ خسارہ پائیں گے، انہوں نے یہ اس لیے کہا ہے کہ انہیں جہنم کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اَلْكَرَّةُ کا مطلب لوٹنا ہے اور اس کی جمع کرات ہے۔

فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾: یہ گزشتہ پر دلالت کرنے والی بات کی علت ہے کہ انہوں نے بوسیدہ ہڈیوں کو اُٹھایا جانا بعید سمجھا تھا، اور مردوں کو زندہ کرنا بھی۔ مطلب یہ ہے کہ تم اس کو بعید نہ جانو، یہ تو محض ایک زجرہ ہو گا، اس سے زندہ کرنا اور اٹھانا ہو گا۔ زَجْرَةٌ سے مراد چیخ ہے، وہ نفخہ ثانیہ ہے جس کے ذریعے اٹھایا جانا ہے۔ ایک قول ہے کہ اِنَّمَا هِيَ کی ضمیر رادفہ کی طرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لوٹنے والی ہے جس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے۔

فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿١٤﴾: یعنی اچانک وہ مخلوقات جو مر کر دفن ہو چکی تھیں وہ روئے زمین پر زندہ ہوں گی۔ واحدی کہتے ہیں: ساحرۃ سے مراد روئے زمین ہے، اور سب کے قول کے مطابق اس کا ظاہر ہے۔ فراء کہتے ہیں: اس کا یہ نام رکھا گیا ہے کیونکہ حیوانوں کا سونا اور جاگنا (سَهَرٌ) اسی پر ہے۔ ایک قول ہے کہ بیابان جگہوں پر خوف کے مارے بیدار رہا جاتا ہے، اس لیے اس کا یہ نام رکھا گیا ہے۔ اسی سے ابوکبیر الہذلی کا قول ہے:

یرتدن ساهرة كأنّ حميمها
وعميمها أسداف ليل مظلم

''وہ زمین پر خوف کے مارے تلوار لٹکائے رکھتی ہیں، گویا اُن کے قریبی اور خالص رشتے دار اندھیری رات کے ٹکڑے ہیں۔''

اور امیہ بن ابی الصلت کا قول ہے:

وفيها لحم ساهرة و بحر
وما فاهوا به لهم مقيم

''اس میں خشکی اور تری کا گوشت ہے۔ اور جس جگہ میں وہ داخل ہوئے، ان کے لیے مقیم ہے۔''

مراد ساھر زمین کے حیوان کا گوشت ہے، صحاح والے کہتے ہیں: سَاهِرَةٌ روئے زمین ہے، اسی سے اللہ کا فرمان ہے: فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ کہتے ہیں: ساھرۃ سفید زمین ہے۔ ایک قول ہے کہ فضہ (چاندی) کی زمین جس میں اللہ پاک کی نافرمانی نہیں کی گئی۔ ایک قول ہے کہ ساھرۃ ساتواں آسمان ہے، جسے اللہ لے کر آئیں گے تو اس پر مخلوقات کا حساب لیا جائے گا۔

سفیان ثوری کہتے ہیں: ساھرۃ شام کی سرزمین ہے، قتادہ کہتے ہیں: وہ جہنم ہے، مطلب ہے کہ جب یہ کفار جہنم میں ہوں گے۔ اس کو ساھرۃ اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ انہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس میں مسلسل عذاب ہوگا اور وہ سو نہیں سکیں گے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿۱۵﴾: کا جملہ مستانفہ ہے، جو رسول اللہ ﷺ کے لیے آپ کی قوم کی طرف سے تکذیب پر تسلی کے سیاق میں آیا ہے، اور یہ کہ انہیں اس طرح عذاب پہنچے گا جیسے ان سے پہلے لوگوں کو پہنچا تھا جو ان سے بڑھ کر طاقتور تھے۔ هَلْ اَتٰىكَ کا مطلب ہے کہ تحقیق آپ کے پاس بات آئی ہے اور آپ ﷺ کو خبر پہنچی ہے، اس میں تقدیری مفہوم یہ ہے کہ آپ نے فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ سنا تھا جس سے آپ ان کی بات جانتے تھے۔ اگر یہ مقدر مانیں کہ ان دونوں کے بارے میں یہ بات آپ پر پہلی مرتبہ اتری تھی، تو پھر معنیٰ استفہام کا ہوگا، یعنی کیا آپ کے پاس ان کی بات آئی ہے، میں آپ کو اس کی خبر دیتا ہوں۔

اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۶﴾: ظرف حدیث کے متعلق ہے، اَتٰىكَ کے متعلق نہیں ہے، کیونکہ ان دونوں کے وقت میں اختلاف ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ کئی جگہ پر گزر چکا ہے، جو کافی ہے، قراء کے مابین طُوًى کے متعلق اختلاف سورۃ طٰہٰ میں گزر چکا ہے، وادی مقدس ایک مبارک اور مطہر وادی ہے۔ فراء کہتے ہیں: طویٰ مدینہ اور مصر کے مابین ایک وادی ہے، کہتے ہیں: یہ طَاوٍ سے معدول ہے، جیسے عمر عامر سے معدول ہے، وہ کہتے ہیں: اسے منصرف پڑھنا مجھے زیادہ پسند ہے کیونکہ معدول میں میں اس کی کوئی نظیر نہیں پاتا۔

ایک قول ہے کہ عبرانی زبان میں طُوًى کا مطلب ”اے مرد“ ہے، گویا کہ کہا گیا ہے: اے مرد چلا جا۔ ایک قول ہے، مطلب یہ ہے کہ وادی مقدس میں دو مرتبہ برکت دی گئی ہے، پہلا مفہوم زیادہ مناسب ہے، اس بارے میں بات کی تحقیق گزر چکی ہے۔

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾: ایک قول ہے کہ یہاں قول پوشیدہ ہے، ایک قول ہے کہ یہ نداء کی تفسیر ہے، یعنی اس کو پکارا پکارنا وہ یہ قول تھا کہ چلا جا۔ ایک قول ہے کہ یہاں أَنْ مفسرۃ محذوف ہے، اس کی تائید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت أَنِ اذْهَبْ سے ہوتی ہے، کیونکہ نداء میں قول کا معنیٰ ہے اِنَّهٗ طَغٰى کا جملہ امر کی علت بتاتا ہے یا بات ماننے کا وجوب بتاتا ہے، یعنی وہ نافرمانی، تکبر اور اللہ کے ساتھ کفر میں حد سے تجاوز کر گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فَقُلْ اسے کہو هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى یعنی اس کے پاس پہنچنے کے بعد کہو: کیا تجھے تزکّٰی کی رغبت ہے، یہ شرک سے پاکیزگی ہے، اس کی اصل تَتَزَكّٰی ہے، دو تاؤں میں سے ایک حذف کردی گئی۔ جمہور نے تزکی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ نافع اور ابن کثیر نے زاء کی شد کے ساتھ اور تاء کو زاء میں ادغام کے ساتھ پڑھا ہے۔

ابوعمرو بن العلاء کہتے ہیں: تخفیف کی قراءت کا مطلب ہے کہ تم پاک مومن ہو جاؤ، اور تشدید والی قراءت کا مطلب سچائی ہے۔ اس کلام میں مبتداء مقدر ہے، اِلٰٓى اس کے متعلق ہے، پوشیدہ عبارت یوں ہے، کیا تیرے لیے رغبت ہے، کیا تیرے لیے توجہ ہے، کیا تیرے لیے پاکیزگی کی طرف راستہ ہے۔ اسی طرح اہل عرب کا قول ہے: کیا تیرے لیے خیر میں کوئی دلچسپی ہے؟ ان کی مراد ہوتی ہے: کیا تیرے لیے خیر میں کوئی رغبت ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

فهل لكم فيها الیّ فانني
بصير بما أعيا النطاسي حذيما

"کیا تمہارے لیے اس میں میری طرف رغبت ہے۔ بے شک میں بصیرت رکھتا ہوں کہ اس چیز کے ساتھ کہ نطاسی نے حذیم کو تھکا دیا۔"

وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾: یعنی میں اس کی عبادت اور اس کی توحید کی طرف تیری راہنمائی کرتا ہوں، تو اس کے عذاب سے ڈر جائے، فاء ہدایت پر خشیت کی ترتیب کے لیے ہے، کیونکہ خشیت صرف اس ہدایت والے کی طرف سے ہوتی ہے جو رشد والا ہو۔

فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾: یہ فاء فصیحت والی ہے، کیونکہ یہ محذوف کلام کی فصاحت کرتا ہے، یعنی وہ گئے، اس سے کہا: جو اللہ نے ان کے بارے میں کئی مقامات پر ذکر کیا ہے، فرعون نے اس پر جواب دیا ہے جو جواب دیا ہے، یہاں تک کہ اس نے کہا: اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ تو اس وقت انہوں نے اسے بڑی نشانی دکھائی۔

بڑی نشانی کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے کہ وہ کیا ہے؟ ایک قول ہے کہ عصا ہے، ایک قول ان کا ہاتھ ہے، ایک قول دریا کا پھٹنا ہے، ایک قول ہے کہ اس سے مراد وہ تمام نو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نشانیاں ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام لائے تھے۔

فَكَذَّبَ وَعَصَىٰ ﴿٢١﴾: یعنی جب اسے بڑی نشانی دکھائی تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا اور ان کی لائی ہوئی چیزوں کو جھٹلایا اور اس نے اللہ عزوجل کی نافرمانی کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات نہ مانی۔

ثُمَّ أَدْبَرَ: یعنی پھر گیا اور ایمان سے اعراض کر گیا۔

يَسْعَىٰ ﴿٢٢﴾: یعنی زمین میں فساد کرنے لگا، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی شریعت کی مخالفت میں کوشش کرنے لگا۔ ایک قول ہے کہ وہ سانپ سے ڈرتے ہوئے، خوف کرتے ہوئے بھاگنے لگا۔ رازی کہتے ہیں: أَدْبَرَ يَسْعَىٰ کا مطلب ہے دوڑتا ہوا آیا، جیسے کہا جاتا ہے: أَقْبَلَ يَفْعَلُ كَذَا یعنی وہ یہ کام کرنے لگا، أَدْبَرَ کو أَقْبَلَ کی جگہ پر رکھا تاکہ آنے کی صفت نہ بتائی جائے۔

فَحَشَرَ: یعنی اس نے اپنے لشکروں کو قتال اور لڑائی کے لیے جمع کیا، یا اس نے مقابلے کے لیے جادوگروں کو جمع کیا، یا لوگوں کو حاضری کے لیے جمع کیا تاکہ وہ واقعہ کا مشاہدہ کریں، یا انہیں جمع کیا تاکہ وہ اسے سانپ سے بچائیں۔

فَنَادَىٰ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ ﴿٢٤﴾: یعنی ان سے اونچی آواز میں کہا، یا اسے حکم دیا جو اس بات کی نداء کرے، اور أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ کا مطلب ہے کہ مجھ سے اوپر کوئی رب نہیں ہے۔

عطاء کہتے ہیں: اس نے چھوٹے بت بنائے اور ان کی عبادت کا لوگوں کو حکم دیا اور کہا: میں تمہارے بتوں کا رب ہوں، ایک قول ہے کہ اس کے رب ہونے سے مراد ہے کہ وہ ان کا قائد اور ان کا سردار ہے، پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے، کیونکہ دوسری آیت میں اس کا قول آیا ہے: مَا عَلِمْتُ لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرِي www.kitabosunnat.com

فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَىٰ ﴿٢٥﴾: ایک مصدر محذوف کی صفت نَكَالَ ہے، یعنی اسے پکڑا عبرت والا پکڑنا۔ یا یہ ایک فعل محذوف کی صفت ہے، یعنی اسے اللہ نے پکڑا پس اسے عبرت بنایا پہلی اور پچھلی عبرت۔ یا یہ مصدر ہے جو مضمون جملہ کی تاکید کرنے والا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



آخرت کی عبرت سے مراد آگ کا عذاب ہے۔ پہلی عبرت سے مراد دنیا میں غرق کا عذاب ہے۔

مجاہد کہتے ہیں: اس کی اول عمر اور آخر عمر کا عذاب مراد ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: آخرت سے مراد اس کا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کہنا ہے، اور اولیٰ سے مراد اس کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلانا ہے۔

ایک قول ہے کہ آخِرَة سے مراد اس کا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کہنا ہے اور اُوْلٰی سے مراد اس کا مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ کہنا ہے۔ اس کے ان دو کلموں کے مابین چالیس برس کا فاصلہ ہے۔ یہاں پر جائز ہے کہ نَكَالَ کا نصب اس کے مفعول لہ ہونے کی وجہ سے ہو، یعنی اللہ نے اسے پکڑا نکال کی وجہ سے۔ اور جائز ہے کہ یہ منصوب بنزع الخافض ہو، یعنی بِنَكَالِ ہو۔ زجاج نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ یہ مصدر موکد ہے، کیونکہ اَخَذَ اللّٰهُ کا مطلب ہے کہ اللہ نے اسے نکال بنایا، یہ مفہوم معنی سے نکالا گیا ہے، اپنے لفظ سے نہیں۔

فراء کہتے ہیں: یعنی اللہ نے اسے پکڑا عبرت کی پکڑ۔ یعنی نکال کے لیے اور نکال اس چیز کا نام ہے جسے دوسرے کے لیے عبرت بنایا گیا ہو، یعنی اس کے لیے سزا۔ نَكَّلَ فُلَانٌ بِفُلَانٍ کا مطلب ہے جب کوئی کسی کو سزا دے، یہ کلمہ اصل میں امتناع سے ہے، اسی سے نکول عن الیمین ہے، نکل قید (بیڑی) کو بھی کہتے ہیں۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿٢٦﴾: یعنی اس میں جو فرعون کا قصہ ذکر کیا گیا ہے، جو کچھ اس کے ساتھ کیا گیا اس میں عظیم عبرت ہے، اس شخص کے لیے جس کی عادت اللہ سے ڈرنا اور اس کا تقویٰ ہے، وہ اللہ کی سزا سے ڈرتا ہے اور اس کے غضب سے محتاط رہتا ہے۔

سعید بن منصور اور ابن المنذر نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اللہ کے فرمان وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ فرشتے ہیں جو کافروں کی روح نکالتے ہیں۔ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا فرمایا: وہ فرشتے ہیں جو کفار کی ارواح میں تیزی اور باریکی سے کام لیتے ہیں، انہیں جلد اور ناخنوں کے درمیان سے نکالتے ہیں۔ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا وہ فرشتے جو مومنوں کی ارواح کے ساتھ زمین و آسمان کے مابین تیرتے ہیں۔ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا وہ ملائکہ جو مومنوں کی ارواح کے ساتھ اللہ کی طرف جانے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا وہ ملائکہ ہیں جو بندوں کے معاملات کی تدبیر ایک سال سے دوسرے سال تک کرتے ہیں۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے: وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا فرمایا: وہ کفار کی ارواح ہیں جو نکالی جاتی ہیں، پھر کھینچی جاتی ہیں، پھر آگ میں غرق کی جاتی ہیں۔

حاکم نے ان سے نقل کیا ہے اور اسے صحیح بھی کہا ہے: وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ① وَّ النّٰشِطٰتِ نَشْطًا ② فرمایا: موت مراد ہے۔

ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا فرمایا: فرشتے جو کفار کی ارواح کے متعلق ہیں، یہاں تک وَّ السّٰبِحٰتِ سَبْحًا کے متعلق بھی فرمایا: فرشتے مراد ہیں۔

ابن مردویہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تو لوگوں کو نہ پھاڑ ورنہ تجھے جہنم کے کتے پھاڑیں گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَّ النّٰشِطٰتِ نَشْطًا کیا تم جانتے ہو وہ کیا ہے؟ میں نے پوچھا اللہ کے نبی وہ کیا ہے؟ فرمایا: جہنم میں کتے ہیں جو گوشت اور ہڈی کو کھینچتے ہیں۔

ابن ابی حاتم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، ابن الکواء نے ان سے فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا کے متعلق سوال کیا، فرمایا: وہ فرشتے ہیں جو رحمٰن کے ذکر اور اس کے امر کی تدبیر کرتے ہیں۔

ابن ابی الدنیا نے ذکر الموت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا وہ ملائکہ ہیں جو ملک الموت کے ساتھ مرنے والوں پر ان کی ارواح قبض کرتے وقت حاضر ہوتے ہیں، ان میں سے کوئی روح کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں، بعض دعا کرنے والوں کے لیے آمین کہتے ہیں، بعض میت کے لیے بخشش مانگتے ہیں حتیٰ کہ اس کا جنازہ پڑھا جائے اور اسے اس کی قبر میں اتارا جائے۔

ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ان سے يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ کے متعلق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نقل کیا ہے، فرمایا: نفحہ اولیٰ مراد ہے۔ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ فرمایا: نفحہ ثانیہ ہے۔ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ فرمایا: ڈرنے والے۔ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ فرمایا: زندگی مراد ہے۔

احمد، عبد بن حمید، ترمذی اور انہوں نے اسے حسن بھی کہا، ابن المنذر، حاکم اور انہوں نے اسے صحیح بھی کہا، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: جب رات کا ایک چوتھائی گزر جاتا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے اور فرماتے: اے لوگو! اللہ کا ذکر کرو، راجفہ آگئی ہے، اس کے پیچھے رادفہ لگی ہے، موت آگئی اپنے ساتھ اپنے معاملات کو لے کر۔

ابوالشیخ، ابن مردویہ اور دیلمی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین ہلے گی ہلنا، اور اس کے رہنے والوں پر زلزلہ آئے گا، یہی وہ بات ہے جس کے متعلق اللہ فرماتے ہیں: يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ﴿٦﴾ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ﴿٧﴾ سمندر میں سفینے کی طرح اپنے مسافروں کو ہلائے گی، وہ لٹکی ہوئی قندیل کی طرح ہے جس کے کنارے ہلتے ہوں۔

ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ڈرنے والے اور حرکت کرنے والے۔

عبد بن حمید نے انہی سے ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: نئی تخلیق مراد ہے۔

ابوعبید نے اپنے فضائل میں، ابن الانباری نے الوقف والابتداء میں، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے انہی سے نقل کیا ہے کہ ان سے اللہ کے فرمان: فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ کے متعلق سوال کیا گیا، فرمایا: سَاهِرَةٌ روئے زمین ہے، دیگر لفظ ہیں، فرمایا: ساری زمین ساھرۃ ہے، کیا تو شاعر کا قول نہیں دیکھتا۔

صَيْدُ بَحْرٍ وَصَيْدُ سَاهِرَةٍ

''سمندری شکار اور خشکی (زمین) کا شکار''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بیہقی نے ''الاسماء والصفات'' میں انہی سے نقل کیا ہے، هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى کے متعلق فرمایا: کیا تیرے لیے رغبت ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے۔ ابن جریر نے انہی سے فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: یہ اس کا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کہنا ہے۔ اور الْاُوْلٰى اس کا مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ کہنا ہے۔

عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ فرمایا: اس کے دونوں کلمات کے مابین چالیس برس کا فاصلہ تھا۔

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۭ بَنٰىهَا ﴿٢٧﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿٢٨﴾ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿٢٩﴾ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿٣٠﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ﴿٣١﴾ وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴿٣٢﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿٣٣﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿٣٤﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿٣٥﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿٣٦﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿٣٧﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٣٨﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿٣٩﴾ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿٤٠﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿٤١﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ﴿٤٢﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿٤٣﴾ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴿٤٤﴾ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ﴿٤٥﴾ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴿٤٦﴾

کیا پیدا کرنے میں تم زیادہ مشکل ہو یا آسمان؟ اس نے اسے بنایا۔ اس کی چھت کو بلند کیا، پھر اسے برابر کیا۔ اور اس کی رات کو تاریک کر دیا اور اس کے دن کی روشنی کو ظاہر کر دیا۔ اور زمین، اس کے بعد اسے بچھا دیا۔ اس سے اس کا پانی اور اس کا چارا نکالا۔ اور پہاڑ، اس نے انھیں گاڑ دیا۔ تمھاری اور تمھارے چوپاؤں کی زندگی کے سامان کے لیے۔ پھر جب وہ ہر چیز پر چھا جانے والی سب سے بڑی مصیبت آ جائے گی۔ جس دن انسان یاد کرے گا جو اس نے کوشش کی۔ اور جہنم (ہر) اس شخص کے لیے ظاہر کر دی جائے گی جو دیکھتا ہے۔ پس لیکن جو حد سے بڑھ گیا۔ اور اس نے دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔ تو بے شک جہنم ہی (اس کا) ٹھکانا ہے۔ اور رہا وہ جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اس نے نفس کو خواہش سے روک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لیا۔ تو بے شک جنت ہی (اس کا) ٹھکانا ہے۔ وہ تجھ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہے؟ اس کے ذکر سے تو کس خیال میں ہے؟ تیرے رب ہی کی طرف اس (کے علم) کی انتہا ہے۔ تو تو صرف اسے ڈرانے والا ہے جو اس سے ڈرتا ہے۔ گویا وہ جس دن اسے دیکھیں گے وہ (دنیا میں) نہیں ٹھہرے، مگر دن کا ایک پچھلا حصہ، یا اس کا پہلا حصہ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ یعنی کیا مرنے کے بعد تمہاری پیدائش اور تمہیں اٹھانا، تمہارے نزدیک اور تمہارے اندازے میں زیادہ سخت ہے یا آسمان کی تخلیق؟ یہ خطاب کفار مکہ کو ہے، اس سے مقصود ان پر ڈانٹ ڈپٹ ہے۔ کیونکہ جو آسمان کی تخلیق پر قادر ہے جس کا بہت بڑا جسم ہے، اس میں کاریگری کے عجائب اور قدرت کے نادر نمونے ہیں، جو دیکھنے والوں پر واضح ہے، وہ ان اجسام کو دوبارہ بنانے سے کیسے عاجز آسکتا ہے، جنہیں اس نے پہلے پیدا کرنے کے بعد مار دیا تھا۔ اسی کی مثل اللہ پاک کا یہ فرمان ہے: لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اَوَ لَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ۔

پھر اس ذات پاک نے آسمان کی تخلیق کی کیفیت بیان کی، لہٰذا فرمایا: بَنٰهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾ یعنی اسے زمین کے اوپر اونچی چھت کی طرح کر دیا، وَرَفَعَ سَمْكَهَا یعنی اسے ہوا میں بلند کیا، رَفَعَ سَمْكَهَا عمارت کا بیان ہے، سَمَكْتُ الشَّیْءَ یعنی میں نے اس چیز کو ہوا میں بلند کیا۔ سَمَكَ الشَّیْءَ سَمُوْكًا کا مطلب ہے وہ بلند ہوا۔ فراء کہتے ہیں: ہر وہ چیز جو کسی چیز عمارت وغیرہ کو اٹھائے تو وہ سمک ہے، بِنَاءٌ مَسْمُوْكٌ اور سِنَامٌ سَامِكٌ کا مطلب ہے اونچا۔ سموکات سماوات ہیں، اسی سے فرزدق کا قول ہے:

ان الذی سمك السماء بنی لنا
بیتا دعائمه اعز واطول

"بے شک وہ ذات جس نے آسمان بلند کیا، اس نے ہمارے لیے ایک گھر بنایا ہے، جس کی بنیادیں بہت عزت والی اور بہت لمبی ہیں۔"

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



بغوی کہتے ہیں: رَفَعَ سَمْكَهَا یعنی اس کی چھت۔ کسائی، فراء اور زجاج کہتے ہیں: اللہ کے فرمان: اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا پر کلام پورا ہو گیا ہے، کیونکہ یہ السَّمَآءُ کا صلہ ہے، مقدر عبارت ہے کہ أَمِ السَّمَاءُ الَّتِیْ بَنَاهَا، اَلَّتِی کو حذف کر دیا گیا، اس طرح کا حذف جائز ہے۔ فَسَوّٰىهَا کا مطلب ہے اسے تخلیق میں برابر بنایا، شکل میں معتدل بنایا جس میں کوئی کمی، ٹیڑھا پن، ٹوٹنا اور پھٹنا نہیں ہے۔

وَ اَغْطَشَ لَيْلَهَا: غطش کا مطلب ظلمت ہے، یعنی اسے اندھیرا کرنے والا بنایا۔ غطش اللیل واغطشه اللّٰہ کہا جاتا ہے، جیسے اظلم اللیل واظلمه اللّٰہ کہا جاتا ہے۔ مرد اغطش اور عورت غطشی ہے، وہ دونوں جو ہدایت نہیں پاتے۔

راغب کہتے ہیں: اس کی اصل اَغْطَشْ ہے، وہ ایسا شخص ہے جس کی آنکھ میں بھینگا پن ہو، اسی سے فَلَاةٌ غَطْشٰی ہے جس صحراء میں راستہ نہ ملتا ہو، تغاطش کا مطلب بایکدیگر اندھا ہونا ہے، اعشیٰ نے کہا ہے:

ویہماء بالیل غطشی الفلاة
یونسنی صوت فیادھا
وغامرھم مدلھم غطش

”اور وہ کالی، رات کے وقت، اندھیرا کرنے والی، بیان میں مجھے مانوس کرتی ہیں، اس کی الو کی آوازیں اور ان کو ڈھانپنے والی ہے، اندھیری رات کی اندھیری۔“

یعنی انہیں رات کی سیاہی نے ڈھانپ لیا ہے، رات کی نسبت آسمان کی طرف کی ہے، کیونکہ رات غروب شمس کے بعد ہوتی ہے اور سورج آسمان کی جانب منسوب ہے۔

وَ اَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾: یعنی اس کا روشن دن نکالا جو سورج سے چمکتا ہے، دن کو ضحیٰ سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ وہ اس کے اوقات میں سے اچھا اور عمدہ ہے، اس کو آسمان کی جانب منسوب کیا کیونکہ وہ ظہور شمس کے ساتھ ہی ظاہر ہوتا ہے اور سورج آسمان کی جانب منسوب ہے۔

وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾: یعنی آسمان کو پیدا کرنے کے بعد، دَحٰىهَا کا مطلب ہے:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



اس کو پھیلایا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ زمین کی پیدائش آسمان کی پیدائش کے بعد ہوئی، اس آیت اور سورۃ فصلت میں جو آیت گزری ہے: ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے، بلکہ مفہوم کو اس طرح جمع کریں گے کہ اللہ پاک نے پہلے زمین کو پیدا کیا، وہ پھیلائی ہوئی نہیں تھی، پھر آسمان کو پیدا کیا، پھر زمین کو پھیلایا، ہم اس بارے میں پیچھے وہاں پر مفصل کلام کر چکے ہیں۔ اس متعلق ہم سورۃ البقرۃ میں بھی مفصل کلام کر چکے ہیں، جہاں اللہ کے فرمان: هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا کی تفسیر ذکر ہوئی تھی۔ بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ بَعْدَ مَعَ کے معنیٰ میں ہے، جیسے اللہ کے فرمان: عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ میں ہے۔

ایک قول ہے کہ یہ قَبْلُ کے معنیٰ میں ہے، جیسے اللہ کے فرمان: وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ میں قَبْلَ الذِّكْرِ مراد ہے، جمع کی جو صورت ہم نے ذکر کی ہے، وہ زیادہ مناسب ہے اور یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور کئی اہل علم کا قول ہے، اس کو ابن جریر نے اختیار کیا ہے، کہا جاتا ہے: دَحَوْتُ الشئ أدحوه جب تم کسی چیز کو بچھا دو۔ شتر مرغ کے گھونسلے کو اُدْحِيَ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ زمین پر بچھا ہوتا ہے، مبرد کا شعر ہے:

دحاها فلما رآها استوت

على الماء أرسى عليها الجبالا

"اس نے زمین کو بچھایا، جب اسے دیکھا کہ وہ پانی پر برابر ہوگئی ہے، اس پر پہاڑ گاڑ دیئے۔"

امیہ بن ابی الصلت نے کہا ہے:

وبثَّ الخلق فيها اذدحاها

فهم قطانها حتى التنادی

"اس (اللہ) نے اس (زمین) میں مخلوق پھیلائی جب اسے بچھایا پس وہ روز قیامت تک اس کے باسی ہیں۔"

زید بن عمرو بن نفیل نے کہا ہے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



واسلمت وجھی لمن اسلمت
لہ الارض تحمل صخرا ثقالا
دحاھا فلما استوت شدھا
باید وارسی علیھا الجبالا

''میں نے اپنے چہرے کو اس ذات کے لیے مطیع کیا، جس کے لیے زمین مطیع ہوگئی جس نے بھاری پتھر اٹھائے ہیں، اس کو بچھایا جب وہ برابر ہوگئی، اسے مضبوط کیا ہاتھوں کے ساتھ اور اس پر پہاڑ گاڑ دیے۔''

جمہور نے الْاَرْضَ پر نصب پڑھا ہے، پہلے فعل کے تحت مشغول (مفعول) ہونے کی وجہ سے۔ جبکہ حسن، عمرو بن میمون، ابن ابی عبلۃ، ابو حیوۃ، ابو السماک، عمرو بن عبید اور نصر بن عاصم نے اسے مبتداء کی بنیاد پر مرفوع پڑھا ہے۔

اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا ﴿۳۱﴾: یعنی اس نے زمین سے نہریں، دریا اور چشمے نکالے، اس سے مَرْعٰی نکالا، یعنی وہ بوٹیاں جو چری جاتی ہیں، مَرْعٰهَا مصدر میمی ہے، مراد اس کی رَعْیٌ ہے جو کہ اصل میں چرنے کی جگہ ہے۔

یہ جملہ یا تو دَحٰهَا کی تفسیر اور بیان ہے، کیونکہ رہائش محض بچھانے سے نہیں آتی بلکہ اس میں معاش کے معاملات کھانے، پینے وغیرہ کو برابر کرنا ضروری ہے۔ یا یہ حال کے طور پر محل نصب میں ہے۔

وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا ﴿۳۲﴾: یعنی ان کو زمین میں گاڑ دیا، اور انہیں زمین میں میخوں کی طرح کر دیا تاکہ وہ ثابت رہے، قرار پکڑے اور لوگوں کو نہ ہلائے۔ جمہور نے اَلْجِبَالَ پر نصب پچھلے فعل کے مشغول (مفعول) کے طور پر پڑھا ہے، جبکہ حسن، عمرو بن میمون، ابو حیوۃ، ابو السماک، عمرو بن عبید اور نصر بن عاصم نے مبتداء کے طور پر اسے مرفوع پڑھا ہے۔

ایک قول ہے کہ پانی اور گھاس نکالنے کو پہاڑوں کے گاڑنے سے پہلے ذکر کیا گیا ہے حالانکہ گاڑنا پہلے ہے، اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ ماکول و مشروب کی خاص اہمیت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿٣٣﴾: یعنی تمہارے لیے اور تمہارے جانوروں گائے اونٹ اور بکریوں کے لیے فائدہ ہے، مَتَاعًا پر نصب مصدر کے طور پر ہے یعنی مَتَّعَكُمْ بِذٰلِكَ مَتَاعًا یا یہ اس کے غیر لفظ سے مصدر ہے، کیونکہ اللہ کے فرمان: اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا کا مطلب ہے کہ اس کے ذریعے فائدہ دیا ہے، یا اس بنیاد پر کہ یہ مفعول لہ ہے، مطلب ہے کہ اس نے یہ فائدے کے لیے کیا ہے، لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ اس لیے فرمایا کیونکہ جو بچھانا، پانی اور گھاس نکالنا ذکر ہوا ہے، یہ ان کے لیے اور ان کے چوپایوں کے لیے ہونے والا ہے۔

مَرْعٰی عام ہے جسے انسان اور چوپائے کھاتے ہیں۔

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿٣٤﴾: یعنی عظیم ڈراوا، جو تمام طامات کو دبا دے گا، حسن وغیرہ کہتے ہیں: وہ نفخہ ثانیہ ہے۔ ضحاک وغیرہ کہتے ہیں: وہ قیامت ہے، اس کا یہ نام رکھا گیا ہے کیونکہ یہ اپنی عظیم ہولناکی کی وجہ سے ہر چیز کو دبائے گی۔

مبرد کہتے ہیں: عرب کے نزدیک طامّۃ وہ ڈراوا ہے جس کی طاقت نہ رکھی جائے۔

میرے خیال میں یہ عرب کے قول طَمَّ الْفَرَسُ طَمِيْمًا سے نکلا ہے، جب گھوڑا دوڑنے میں اپنی پوری قوت لگا دے۔ اور طَمَّ الْمَاءُ کہتے ہیں، جب وہ پوری نہر کو بھر دے، یہ طَمَّ السَّيْلُ الرَّكِيَّةَ سے ہے، یعنی سیلاب نے کنارے دفن کر دیئے۔ طمّ دفن ہے۔ مجاہد وغیرہ کہتے ہیں: طَامّة کبریٰ وہ ہے جو اہل جنت کو جنت کے اور اہل جہنم کو جہنم کے سپرد کر دے گی۔

فاء مابعد کو ماقبل پر مرتب کرنے کے لیے آئی ہے۔ اِذَا کا جواب ایک قول کے مطابق اللہ کا فرمان: فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ہے۔ ایک قول کے مطابق محذوف ہے جو کہ فَاِنَّ الْاَمْرَ كَذٰلِكَ ہے، یا انہوں نے دیکھا یا جانا یا اہل نار نار میں داخل ہوں گے اور اہل جنت جنت میں۔ ابوالبقاء کہتے ہیں: اس میں عامل اس کا جواب ہے جو کہ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ کا مفہوم ہے، وہ ایک فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے، مراد ہے، اَعْنِيْ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ یا اس طرح ہوگا کہ يَوْمَ يَتَذكر يَكُوْنُ كَيْتَ وَكَيْتَ۔ ایک قول ہے کہ ظرف اِذَا سے بدل ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ایک قول ہے کہ یہ الطَّآمَّۃُ الْکُبْرٰی سے بدل ہے۔

یَتَذَکَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰی ﴿۳۵﴾: کا مطلب ہے کہ جو اس نے اچھے اور برے عمل کیے وہ یاد کرے گا۔ کیونکہ وہ اسے عمل کے صحیفوں میں مدون پائے گا، ما مصدریہ ہے یا موصولہ ہے۔

وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِمَنْ یَّرٰی ﴿۳۶﴾: یہ جَآءَتْ پر معطوف ہے۔ بُرِّزَتِ کا مطلب ہے اسے اس طرح ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ کسی پر مخفی نہ رہے۔ مقاتل کہتے ہیں: اس سے پردہ ہٹایا جائے گا، پس اس کی طرف مخلوق دیکھے گی، ایک قول ہے کہ لِمَنْ یَّرٰی سے مراد کافر ہیں، مومن نہیں ہیں، بظاہر تو وہ ہر دیکھنے والے کے لیے ظاہر کی جائے گی لیکن مومن اسے دیکھ کر خود پر اللہ کی نعمت کی قدر پہچانے گا کہ اس نے اسے اس سے بچایا ہے۔ کافر غم پر غم اور حسرت پر حسرت میں مبتلاء ہوگا۔

جمہور نے لِمَنْ یَّرٰی یاء کے ساتھ پڑھا ہے، حضرت عائشہ، مالک بن دینار، عکرمہ اور زید بن علی نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے یعنی لِمَنْ تَرَاہُ الْجَحِیْمُ یا لمنْ تَرَاہُ اَنْتَ یَا مُحَمَّدُ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے لِمَنْ رَأَی فعل ماضی کے صیغے کے ساتھ پڑھا ہے۔

فَاَمَّا مَنْ طَغٰی: یعنی جو کفر و معاصی میں حد سے تجاوز کر گیا۔

وَاٰثَرَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ﴿۳۸﴾: یعنی اس کو آخرت پر مقدم کیا، آخرت کی تیاری نہ کی اور نہ آخرت والے عمل کیے۔

فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی ﴿۳۹﴾: یعنی اس کا ٹھکانہ ہے۔ الف اور لام مضاف الیہ کے عوض میں آئے ہیں، مطلب ہے کہ وہ اس کی منزل ہے جس پر وہ اترے گا، وہ اس کا ٹھکانہ ہے اس کی طرف وہ جگہ پکڑے گا کسی اور طرف نہیں۔

پھر دو قسموں میں سے اللہ نے دوسری قسم کا ذکر کیا تو فرمایا: وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ یعنی اپنے رب کے سامنے روز قیامت کھڑا ہونے سے ڈر گیا۔ ربیع کہتے ہیں: اس کا روز حساب کھڑا ہونا۔ قتادہ کہتے ہیں: ارشاد گرامی کا مطلب ہے کہ اللہ پاک کا ایک مقام ہے جس سے مومن خائف ہوتے ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں: وہ دنیا میں اس کا اللہ عزوجل سے ڈرنا ہے، جب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



گناہ کے مواقع آتے ہیں، تو وہ ان سے رک جاتا ہے، اس کی مثال اللہ کا فرمان: وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ بھی ہے، پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے۔

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿٤٠﴾: یعنی اسے اس کی چاہت کے محارم اور معاصی کی طرف میلان سے روکا۔ مقاتل کہتے ہیں: وہ ایسا شخص ہے جو گناہ کا ارادہ کرتا ہے، لیکن اسے حساب میں کھڑا ہونا یاد آتا ہے تو وہ اسے چھوڑتا ہے۔

فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿٤١﴾: یعنی منزل جس پر وہ اترے گا اور مکان جس کی طرف وہ جگہ پکڑے گا، وہی ہے کوئی اور نہیں ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ﴿٤٢﴾: یعنی اس کا وقوع اور اس کا قیام کب ہے؟ فراء کہتے ہیں: یعنی اس کے قیام کی انتہاء، جیسے کشتی ٹھہرتی ہے۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں: کشتی کے ٹھہرنے کی جگہ جہاں وہ رکتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اسے اللہ کب قائم کرے گا، اس کا بیان سورۃ الاعراف میں گزر چکا ہے۔

فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿٤٣﴾: یعنی اے محمد آپ! قیامت کے ذکر اور اس بارے میں سوال کے متعلق کس چیز میں ہیں؟ مطلب یہ ہے کہ آپ کو اس بارے میں کچھ علم اور یاد نہیں، اسے صرف اللہ پاک جانتے ہیں، یہ مشرکین کی طرف سے اس بارے میں سوال پر رد اور انکار ہے، یعنی آپ اس بارے میں کس چیز میں ہیں، حتیٰ کہ وہ آپ سے اس بارے میں پوچھتے ہیں جبکہ آپ اس کو نہیں جانتے۔

اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴿٤٤﴾: یعنی اس کے علم کی انتہاء، تو اس کا علم اللہ کے سوا کسی کے پاس نہیں ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسے فرمایا: قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ اور اللہ کا فرمان ہے: اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ تو یہ آپ سے اس بارے میں کیوں سوال کرتے ہیں اور آپ سے اس کے وقت قیام کا مطالبہ کیوں کرتے ہیں۔

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ﴿٤٥﴾: یعنی ڈرانے والا اسے جو قیامت سے ڈرتا ہو، یہ آپ کی ذمہ داری ہے، آپ کے ذمے اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے کہ آپ دوسروں کو قیام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قیامت کا وقت وغیرہ باتیں بتائیں، جن کا علم اللہ نے اپنے لیے خاص کیا ہے۔ ڈرانے کو خشیت حاصل کرنے والے کے ساتھ خاص کیا، کیونکہ ڈرانے سے وہی فائدہ اٹھاتے ہیں، اگرچہ آپ ﷺ ہر مکلف مسلم اور کافر کے لیے مُنْذِر ہیں۔

جمہور نے مُنْذِرُ کو مابعد کی طرف مضاف کر کے پڑھا ہے۔ جبکہ عمر بن عبد العزیز، ابوجعفر، طلحہ، ابن محیصن، شیبۃ، اعرج اور حمید نے اسے تنوین کے ساتھ پڑھا ہے، یہ قراءت ابوعمرو سے بھی مروی ہے۔

فراء کہتے ہیں: مُنْذِرُ میں تنوین اور اس کا ترک (دونوں) درست ہیں، جیسے اللہ کے فرمان: بَالِغُ اَمْرِهٖ اور مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ میں ہے۔ ابوعلی الفارسی کہتے ہیں: جائز ہے کہ اضافت ماضی کے لیے ہو، جیسے ضَارِبُ زَيْدٍ أَمْسِ میں ہے۔

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴿۴۶﴾: یعنی دن کے آخر یا اس کے اول کے بقدر ہی۔ یا ضُحٰی کے بقدر جو اس شام کے ساتھ ملی ہے، مراد دنیا کی مدت کی کمی بتانا ہے، جیسے فرمایا: لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ ایک قول ہے کہ وہ اپنی قبروں میں صرف ایک شام یا اس کی ضحیٰ ہی ٹھہرے ہیں۔

فراء اور زجاج کہتے ہیں: ضُحٰی کی عَشِيَّةْ کی طرف اضافت سے مراد عرب کی عادت کے مطابق اس شام کے دن کی طرف اضافت ہے۔ وہ کہتے ہیں: میں تیرے پاس صبح یا اس کی شام میں آؤں گا۔ اور تیرے پاس شام یا اس کی صبح میں آؤں گا۔ تو عَشِيَّةْ کا مطلب دن کا آخری حصہ ہوگا اور غَدَاةً سے مراد دن کا شروع حصہ ہوگا، اسی سے شاعر کا قول ہے:

نحن صبحنا عامرا فی دارها
جردا تعادی طرفی نهارها
عشية الهلال أو سرارها

”ہم نے عامر پر صبح ان کے گاؤں میں حملہ کیا عمدہ گھوڑوں پر جو دن کے دو کناروں میں دوڑے، نئے چاند کی شام میں یا اس کے آغاز دن میں۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



جملہ اس چیز کا بیان ہے جس پر انذار دلالت کرتا ہے کہ منذر بکو جلدی لایا جائے گا۔

ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: رَفَعَ سَمْكَهَا کے متعلق فرمایا: اس کو بنایا۔ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا فرمایا: اس کی رات اندھیری بنائی۔

عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ان سے وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اس کی رات کو اندھیرا بنایا۔ وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا فرمایا: اس کا دن نکالا۔

ابن ابی حاتم نے انہی سے نقل کیا ہے، وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا فرمایا: اس کے ساتھ۔

عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے انہی سے نقل کیا ہے، ایک شخص نے ان سے کہا: کتاب اللہ کی دو آیات ایک دوسرے کے خلاف ہیں، فرمایا: تم اپنی رائے سے اس پر آئے ہو۔ کہا: پڑھو: قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ حتیٰ کہ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ تک پہنچا، اور اللہ کا فرمان ہے: وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا فرمایا: اللہ نے زمین کو آسمان سے پہلے پیدا کیا، پھر آسمان کو پیدا کیا، پھر آسمان پیدا کرنے کے بعد زمین کو بچھایا، دَحٰهَا کے فرمان کا مطلب ہے: اسے بچھایا۔ ابن ابی حاتم نے انہی سے نقل کیا ہے، فرمایا: دَحٰهَا یعنی اس سے پانی اور چرنے والی گھاس نکالی، اس میں نہریں چلائیں، اس میں پہاڑ، ریت، راستے اور ٹیلے اور ان کے مابین کو دو دنوں میں پیدا کیا۔

ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے انہی سے نقل کیا ہے، فرمایا: الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى قیامت کے ناموں میں سے ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے: نبی ﷺ قیامت کے متعلق پوچھتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی: فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا۔

البزار، ابن جریر، ابن المنذر، حاکم اور انہوں نے اسے صحیح کہا ہے اور ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ قیامت کے بارے میں سوال کرتے تھے حتیٰ کہ اللہ نے فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ﴿۴۳﴾ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ﴿۴۴﴾ نازل کی، تو آپ ﷺ رک گئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عبد بن حمید، نسائی، ابن جریر، طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت طارق بن شہاب سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ قیامت کا اکثر ذکر کرتے تھے، حتیٰ کہ آیت اتری: فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَاهَا ۝ إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا ۝ تو آپ ﷺ اس سے رک گئے۔

ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، سیوطی کہتے ہیں: سند ضعیف ہے کہ مشرکین مکہ نے نبی ﷺ سے سوال کیا، قیامت کب آئے گی؟ یہ ان کی طرف سے مزاح تھا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا یعنی اس کے آنے کا وقت۔ فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَاهَا یعنی اے محمد آپ ﷺ کو اس کے علم سے کیا ہے۔ إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا یعنی اس کے علم کی انتہاء۔

ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، فرماتی ہیں: جب دیہاتی لوگ نبی ﷺ کے پاس آتے، وہ آپ ﷺ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے تھے، آپ ﷺ ان میں سے سب سے کم عمر انسان کو دیکھتے، تو فرماتے: اگر یہ زندہ رہا تو تم پر تمہاری قیامت قائم ہو جائے گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورۃ عبس

اس کا نام سورۃ السفرۃ بھی ہے، اس کی اکتالیس یا بیالیس آیات ہیں، یہ سب کے نزدیک مکی ہے۔

ابن ضریس، نحاس، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: سورۃ عبس مکہ میں نازل ہوئی۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ عَبَسَ وَ تَوَلّٰٓى ۙ(1) اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ؕ(2) وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ
يَزَّكّٰٓى ۙ(3) اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ؕ(4) اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۙ(5) فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ؕ(6) وَمَا عَلَيْكَ
اَلَّا يَزَّكّٰى ؕ(7) وَ اَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۙ(8) وَ هُوَ يَخْشٰى ۙ(9) فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۚ(10) كَلَّآ اِنَّهَا
تَذْكِرَةٌ ۚ(11) فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۘ(12) فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۙ(13) مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۙ(14) بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۙ(15)
كِرَامٍ بَرَرَةٍ ؕ(16) قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ؕ(17) مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ؕ(18) مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ
فَقَدَّرَهٗ ۙ(19) ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۙ(20) ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۙ(21) ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ؕ(22) كَلَّا لَمَّا
يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ؕ(23) فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ۙ(24) اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۙ(25) ثُمَّ شَقَقْنَا
الْاَرْضَ شَقًّا ۙ(26) فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ۙ(27) وَّ عِنَبًا وَّ قَضْبًا ۙ(28) وَّ زَيْتُوْنًا وَّ نَخْلًا ۙ(29) وَّ حَدَآئِقَ غُلْبًا ۙ(30) وَّ
فَاكِهَةً وَّ اَبًّا ۙ(31) مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ؕ(32) فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ۫(33) يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ
اَخِيْهِ ۙ(34) وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۙ(35) وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ؕ(36) لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ؕ(37)
وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۙ(38) ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۚ(39) وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۙ(40) تَرْهَقُهَا
قَتَرَةٌ ؕ(41) اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ (42) ع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ اس نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا۔ اس لیے کہ اس کے پاس اندھا آیا۔ اور تجھے کیا چیز معلوم کرواتی ہے شاید وہ پاکیزگی حاصل کر لے۔ یا نصیحت حاصل کرے تو وہ نصیحت اسے فائدہ دے۔ لیکن جو بے پروا ہو گیا۔ سو تو اس کے پیچھے پڑتا ہے۔ حالانکہ تجھ پر (کوئی ذمہ داری) نہیں کہ وہ پاک نہیں ہوتا۔ اور لیکن جو کوشش کرتا ہوا تیرے پاس آیا۔ اور وہ ڈر رہا ہے۔ تو تو اس سے بے توجہی کرتا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں چاہیے، یہ (قرآن) تو ایک نصیحت ہے۔ تو جو چاہے اسے قبول کر لے۔ ایسے صحیفوں میں ہے جن کی عزت کی جاتی ہے۔ جو بلند کیے ہوئے، پاک کیے ہوئے ہیں۔ ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ جو معزز ہیں، نیک ہیں۔ مارا جائے انسان! وہ کس قدر ناشکرا ہے۔ اس نے اسے کس چیز سے پیدا کیا۔ ایک قطرے سے، اس نے اسے پیدا کیا، پس اس کا اندازہ مقرر کیا۔ پھر اس کے لیے راستہ آسان کر دیا۔ پھر اسے موت دی، پھر اسے قبر میں رکھوایا۔ پھر جب وہ چاہے گا اسے اٹھائے گا۔ ہرگز نہیں، ابھی تک اس نے وہ کام پورا نہیں کیا جس کا اس نے اسے حکم دیا۔ تو انسان کو لازم ہے کہ اپنے کھانے کی طرف دیکھے۔ کہ بے شک ہم نے پانی برسایا، خوب برسانا۔ پھر ہم نے زمین کو پھاڑا، ایک عجیب طریقے سے پھاڑنا۔ پھر ہم نے اس میں اناج اگایا۔ اور انگور اور ترکاری۔ اور زیتون اور کھجور کے درخت۔ اور گھنے باغات۔ اور پھل اور چارا۔ تمھارے لیے اور تمھارے مویشیوں کے لیے زندگی کا سامان۔ پس جب کانوں کو بہرا کرنے والی (قیامت) آ جائے گی۔ جس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔ اور اپنی ماں اور اپنے باپ (سے)۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔ اس دن ان میں سے ہر شخص کی ایک ایسی حالت ہو گی جو اسے (دوسروں سے) بے پروا بنا دے گی۔ کچھ چہرے اس دن روشن ہوں گے۔ ہنستے ہوئے، بہت خوش۔ اور کچھ چہرے، اس دن ان پر ایک غبار ہو گا۔ ان کو سیاہی ڈھانپتی ہو گی۔ یہی ہیں جو کافر ہیں، نافرمان ہیں۔

اللہ کا فرمان ہے: عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى یعنی اپنے چہرے پر تیوری چڑھائی اور اعراض کیا، ایک قراءت عَبَّسَ تشدید کے ساتھ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اَنۡ جَآءَهُ الۡاَعۡمٰى ﴿٢﴾: یہ مفعول لہ ہے، یعنی اس کے لیے کہ ان کے پاس نابینا آیا اس میں عامل یا عَبَسَ ہے، یا تَوَلّٰى ہے، اس میں بصریوں اور کوفیوں کا تنازع فعلان کا اختلاف ہے کہ آیا پہلے کو عمل دینا پسندیدہ ہے یا دوسرے کو۔

مفسرین کا اجماع ہے کہ اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ سردارانِ قریش میں سے کچھ لوگ نبی ﷺ کے پاس تھے، آپ ﷺ ان کے اسلام کی طمع میں تھے کہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آگئے، رسول اللہ ﷺ نے ناپسند کیا کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے کلام میں رکاوٹ بنیں، آپ ﷺ نے ان سے اعراض کیا تو یہ آیت اتری، بحث کے آخر میں اس کا بیان آئے گا۔ ان شاء اللہ

وَمَا يُدۡرِيۡكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى ﴿٣﴾: اللہ پاک نے اپنے نبی ﷺ کو (غیب سے) خطاب کی طرف التفات فرمایا ہے، کیونکہ بالمشافہ خطاب کا ڈانٹ میں زیادہ دخل ہوتا ہے، یعنی کس چیز نے آپ کو اس کا حال جاننے والا بنایا ہے، حتیٰ کہ آپ اس سے اعراض کرتے ہیں۔

لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى کا جملہ مستانفہ ہے، جو یہ بیان کرنے کے لیے آیا ہے کہ اس کی شان ہے جو اس سے اعراض کے منافی ہے۔ یعنی شاید کہ وہ گناہوں سے پاک ہونا چاہتے ہیں، عمل صالح کے ذریعے سے، جس کا سبب اس کا آپ سے سیکھنا ہے۔

لَعَلَّهٗ کی ضمیر أَعْمٰی کی طرف لوٹتی ہے، ایک قول ہے کہ وہ کافر کی طرف لوٹتی ہے۔ یعنی آپ ﷺ کیا جانتے ہیں کہ جس میں آپ نے طمع کیا ہے، اس طرح کہ اس سے بات میں مشغول ہو کر نابینا سے اعراض کیا کہ وہ پاک ہوتا ہے یا نصیحت پکڑتا ہے، پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے۔ ترجی کا کلمہ اس کے اعتبار سے ہے جس کی جانب خطاب متوجہ کیا گیا ہے۔ یہ اس بات پر تنبیہ کے لیے ہے کہ اس سے اعراض باوجودیکہ وہ تزکّی کی امید کیا گیا ہے، جائز نہیں ہے۔

جمہور نے اَنۡ جَآءَهُ الۡاَعۡمٰى میں خبر کے طور پر پڑھا ہے، نہ کہ استفہام۔ اس کی وجہ پیچھے گزر گئی ہے، حسن نے آٰنْ جَآءَہٗ مد کے ساتھ استفہام کے طور پر پڑھا ہے، اس قراءت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے مطابق وہ ایک فعل محذوف کے متعلق ہے، جس پر عَبَسَ وَ تَوَلّٰی دلالت کرتا ہے۔ مقدر عبارت یہ ہے کہ جب ان کے پاس نابینا آیا تو منہ پھیرا اور اعراض کیا۔

اس آیت کی طرح سورۃ الانعام میں اللہ کا فرمان ہے: وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ اور اسی طرح سورۃ الکہف میں فرمان ہے: وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔

اللہ کا فرمان: اَوْ يَذَّكَّرُ کا يَزَّكّٰی پر عطف ہے، یہ بھی اس کے ساتھ ترجی کے حکم میں داخل ہے، یعنی یا وہ نصیحت پکڑے، پس جو مواعظ آپ ﷺ اسے سکھاتے ہیں ان سے وہ نصیحت حاصل کرلے۔

فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝ۭ: یعنی موعظت۔ جمہور نے فَتَنْفَعُهُ پر رفع پڑھا ہے۔ جبکہ عاصم، ابن ابی اسحق، عیسیٰ، سلمی اور زر بن حبیش نے جواب ترجی کے طور پر اسے منصوب پڑھا ہے۔

اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۝ۙ: یعنی وہ مال وغنیٰ والا ہے، یا ایمان سے اور جو آپ ﷺ کے پاس علم ہے اس سے بے پروا ہوگیا ہے۔

فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝ۭ: یعنی آپ اس کی بات پر جھکتے ہیں، تصدی کی اصل کان جھکانا ہے، جمہور نے تصدی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے کہ دوتاؤں میں سے ایک کو ہٹادیا۔ جبکہ نافع اور ابن محیصن نے اسے شد کے ساتھ ادغام کرکے پڑھا ہے، اس میں آپ ﷺ کو ان پر متوجہ ہونے اور ان کی بات پر کان جھکانے سے مزید متنفر کیا گیا ہے۔

وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝ۭ: یعنی آپ ﷺ پر کیا چیز لازم ہے اگر وہ اسلام اور ہدایت قبول نہ کرے، آپ ﷺ کے ذمے تو صرف پہنچا دینا ہے، اس طرح کے کفار کے کسی معاملے پر آپ ﷺ غمزدہ نہ ہوں۔

www.kitabosunnat.com

جائز ہے کہ ما نافیہ ہو، یعنی آپ پر کوئی حرج نہیں ہے اگر وہ پاک نہ ہو جس کے آپ پیچھے لگے ہیں اور جس پر آپ متوجہ ہیں۔ اس طرح یہ جملہ تَصَدّٰی کی ضمیر سے حال کے طور پر محل نصب میں ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پھر اللہ پاک نے اپنے پیغمبر ﷺ پر تنبیہ مزید فرمائی، تو فرمایا: وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى یعنی وہ آپ تک اس حال میں پہنچا کہ وہ آپ تک آنے میں تیزی کرتا تھا، وہ آپ ﷺ سے اس بات کا طالب تھا کہ آپ اس کی خیر کی طرف راہنمائی فرمائیں اور اللہ کے مواعظ کے ساتھ اسے وعظ فرمائیں۔

وَهُوَ يَخْشٰى ﴿٩﴾: کا جملہ يَسْعٰى کے فاعل سے تداخل کے طور پر حال ہے یا جَآءَكَ کے فاعل سے ترادف کے طور پر حال ہے۔

فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ﴿١٠﴾: یعنی آپ اس سے مشغول ہو جاتے ہیں، اس پر متوجہ ہونے سے اعراض کرتے ہیں۔ تَلَهّٰى تغافل اور تشاغل ہے۔ کہا جاتا ہے: لَهَيْتُ عَنِ الْاَمْرِ الْاِلٰهِي یعنی میں امر الٰہی سے مشغول رہا۔ اسی طرح تَلَهَّيْتُ کا مفہوم بھی ہے۔

كَلَّآ: آپ ﷺ پر آنے والی تنبیہ میں حرفِ ردع ہے، یعنی آپ اس واقعہ کے بعد ایسا نہ کریں کہ فقیر سے اعراض ہو اور غنی پر توجہ ہو، اس کے ساتھ آپ ﷺ مشغول ہوں، حالانکہ وہ ان لوگوں سے نہیں ہے جو آپ کے پاس آنے والے اہل تزکیہ کی طرح ارشاد چاہتا ہو اور موعظت کو قبول کرنا چاہتا ہو۔

نبی ﷺ سے یہ جو واقعہ ہوا ہے، یہ ترک اولیٰ کے باب سے ہے، تو اللہ پاک نے آپ ﷺ کی توجہ اولیٰ کی جانب مبذول کرائی ہے۔

اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿١١﴾: یعنی یہ آیات یا سورت نصیحت ہے، آپ کا حق ہے کہ اس کے ساتھ نصیحت کریں، اس کو قبول کریں اور اس کے تقاضے پر عمل کریں، اور آپ کی ساری امت بھی اس پر عمل کرے۔ www.kitabosunnat.com

فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿١٢﴾: یعنی جو اس میں رغبت رکھتا ہے، وہ اس کے ساتھ نصیحت پکڑتا ہے، اس کو یاد کرتا ہے اور اس کے موجب پر عمل کرتا ہے جو اس سے بے رغبتی کرتا ہے جیسے اس شخص کا فعل ہے جو بے پروا بنتا ہے، تو اس کے معاملے کو اہمیت دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

ایک قول ہے کہ اِنَّهَا اور ذَكَرَهٗ میں دونوں ضمیریں قرآن کے لیے ہیں، پہلی کا مؤنث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہونا اس کی خبر کے مونث ہونے کی وجہ سے ہے۔ ایک قول ہے کہ پہلی ضمیر سورت کے لیے یا سابقہ آیات کے لیے ہے اور دوسری تَذۡكِرَةٌ کے لیے ہے جو ذکر کے معنیٰ میں ہے۔ ❶

ایک قول ہے کہ فَمَنۡ شَآءَ ذَكَرَهٗ کا مطلب ہے کہ جس کو اللہ چاہے، اسے الہام کرے اور اسے قرآن سمجھائے حتیٰ کہ وہ اسے یاد کرے اور اس سے نصیحت پکڑے۔ پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے۔

پھر اللہ پاک نے اس یاددہانی کی عظمت اور جلالت ذکر کی، لہٰذا فرمایا: فِيۡ صُحُفٍ یعنی یہ تذکرہ صحف میں ہونے والا ہے۔ جار اور مجرور تذکرۃ کی صفت ہیں، ان دونوں کے مابین جملہ معترضہ ہے، صحف صحیفہ کی جمع ہے۔

مُّكَرَّمَةٍ ۙ﴿۱۳﴾: کا مطلب ہے کہ وہ اللہ کے ہاں عزت والے ہیں کیونکہ ان میں علم و حکمت ہے، یا اس لیے کہ وہ لوح محفوظ سے نازل ہونے والے ہیں، ایک قول ہے کہ صحف سے مراد انبیاء کی کتب ہیں، جیسے اللہ کے فرمان: اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الۡاُوۡلٰى ۙ﴿۱۸﴾ صُحُفِ اِبۡرٰهِيۡمَ وَمُوۡسٰى ﴿۱۹﴾ میں ہے۔

مَّرۡفُوۡعَةٍ: کا مطلب ہے کہ وہ اللہ کے ہاں رفیع القدر ہیں، ایک قول ہے کہ وہ ساتویں آسمان میں بلند کیے گئے ہیں۔

واحدی کہتے ہیں: مفسرین کا قول ہے کہ مُّكَرَّمَةٍ سے مراد لوح محفوظ ہے، مَّرۡفُوۡعَةٍ سے مراد ساتویں آسمان میں ہونا ہے۔ ابن جریر کہتے ہیں: ان کی قدر اور ذکر بلند ہے۔ ایک قول ہے کہ وہ شبہ اور تضاد سے بلند ہیں۔

مُّطَهَّرَةٍ ۙ﴿۱۴﴾: یعنی پاک ہیں، انہیں پاک ہی چھوتے ہیں۔ حسن فرماتے ہیں: ہر گندگی سے پاک ہیں۔ سدی فرماتے ہیں: کفار سے محفوظ رکھے گئے ہیں، وہ ان تک نہیں پہنچ سکتے۔

بِاَيۡدِيۡ سَفَرَةٍ ۙ﴿۱۵﴾: سافر کی جمع سفرۃ ہے، جیسے کاتب اور کتبۃ ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ لکھنے والے فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں، جو لوح محفوظ سے کتاب نقل کرتے ہیں۔

❶ یہ تذکرہ کے مونث ہونے پر ذہن میں آنے والے سوال کا جواب ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فراء کہتے ہیں: یہاں سَفَرَةٍ سے مراد فرشتے ہیں جو وحی کو اللہ اور اس کے پیغمبر کے درمیان لے جاتے ہیں، یہ سفارت سے نکلا ہے، جس کا مطلب قوم کے درمیان کوشش ہے، انہوں نے یہ شعر پڑھا:

فما ادع السفارة بین قومی

ولا أمشی بغش ان مشیت

"میں اپنی قوم کے درمیان کوشش کو نہیں چھوڑتا۔ اور جب میں چلتا ہوں، میں دھوکے کے ساتھ نہیں چلتا۔"

زجاج کہتے ہیں: کتاب کو سفر، سین کے زیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، اور کاتب کو سافر کہا جاتا ہے، کیونکہ اس کا مطلب ہے کہ وہ واضح کرتا ہے۔ اَسْفَرَ الصُّبْحِ کہا جاتا ہے کہ جب صبح روشن ہو جائے۔ اَسْفَرَتِ الْمَرْأَةُ جب عورت اپنے چہرے سے نقاب ہٹائے۔ اسی سے ہے سفرت بین القوم اسفر سفارۃ یعنی میں نے ان کے درمیان اصلاح کی۔

مجاہد کہتے ہیں: وہ معزز فرشتے ہیں جو بندوں کے اعمال لکھتے ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں: سَفرۃ سے یہاں قراء مراد ہیں کیونکہ وہی اسفار (کتابیں) پڑھتے ہیں۔ وہب بن منبہ کہتے ہیں: ان سے اصحاب نبی ﷺ مراد ہیں۔ پھر اللہ پاک نے سَفَرَةٍ کی تعریف کی تو فرمایا: كِرَامٍ بَرَرَةٍ یعنی وہ اپنے رب پر عزت والے ہیں، اسی طرح کلبی نے کہا ہے۔

حسن کہتے ہیں: وہ گناہوں سے (بچ کر) عزت والے ہیں، وہ خود کو گناہوں سے بلند رکھتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ جب کوئی ابن آدم اپنی زوجہ کے ساتھ خلوت میں ہو، وہ اس سے الگ رہ کر عزت پاتے ہیں، یا جب کوئی قضائے حاجت کو جائے۔ ایک قول ہے کہ وہ اپنے فوائد پر دوسروں کے فوائد کو ترجیح دیتے ہیں، ایک قول ہے کہ مومنین کے لیے استغفار کے ساتھ وہ عزت پاتے ہیں۔

بَرَرَةٍ بَارّ کی جمع ہے، جیسے کافر اور کفرۃ ہے، یعنی وہ پرہیزگار ہیں، اپنے رب کے مطیع ہیں اور اپنے ایمان میں سچے ہیں۔ اس کی تفسیر گزر چکی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قُتِلَ الۡاِنۡسَانُ مَاۤ اَكۡفَرَهٗ ؕ: یعنی کافر انسان پر لعنت کی گئی ہے کہ اس کا کفر کس قدر شدید ہے۔ ایک قول ہے کہ وہ عذاب دیا گیا ہے۔ ایک قول ہے کہ اس سے مراد عتبہ بن ابولہب ہے۔

مَاۤ اَكۡفَرَهٗ کا مطلب اس کے کفر کی زیادتی پر تعجب ہے۔ زجاج کہتے ہیں: اس کا مطلب ہے کہ تم اس کے کفر سے تعجب کرو۔ ایک قول ہے کہ انسان سے مراد وہ ہے جس کا ذکر اَمَّا مَنِ اسۡتَغۡنٰی میں گزرا ہے۔ ایک قول ہے کہ اس سے مراد جنس انسان ہے، یہی زیادہ مناسب ہے، پھر اس کے تحت ہر کافر شدید کفر والا آجائے گا، جو اس کا سبب نزول بنا ہے وہ بالاولیٰ اس کے تحت شامل ہوگا۔

پھر اللہ پاک نے ذکر کیا کہ اس کافر کو کیا دیکھنا مناسب ہے حتیٰ کہ وہ اپنے کفر سے رک جائے اور اپنی سرکشی سے باز آجائے، لہٰذا فرمایا: مِنۡ اَیِّ شَیۡءٍ خَلَقَهٗ یعنی اللہ نے اس کافر کو کس چیز سے پیدا کیا ہے، استفہام ثبوت کے لیے ہے، پھر اس کی تفسیر کی تو فرمایا:

مِنۡ نُّطۡفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ: یعنی معمولی پانی سے اسے پیدا کیا، یہ اس کی تحقیر ہے۔ حسن کہتے ہیں: وہ کیسے تکبر کرتا ہے جو نکلا ہے پیشاب کے نکلنے کی جگہ سے دو مرتبہ۔

فَقَدَّرَهٗ ۙ: کا مطلب ہے اسے برابر کیا، اسے اس کے نفس کے فوائد کے لیے تیار کیا، اس کے لیے دو ہاتھ، دو پاؤں، دو آنکھیں، تمام ذرائع اور حواس پیدا کیے۔ ایک قول ہے کہ اس کو مختلف اطوار میں مقدر کیا، ایک حال سے دوسرے حال تک۔ نطفہ، پھر علقہ حتیٰ کہ اس کی تخلیق پوری ہوگئی۔

ثُمَّ السَّبِیۡلَ یَسَّرَهٗ ۙ: یعنی اس کے لیے خیر اور شر کی طرف راستہ آسان کیا۔ سُدی، مقاتل، عطاء اور قتادہ کہتے ہیں: اس کے لیے اس کی ماں کے بطن سے خروج آسان کر دیا، پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے، اسی طرح اللہ کا فرمان: وَهَدَیۡنٰهُ النَّجۡدَیۡنِ ہے۔

السَّبِیۡلَ پر نصب ضمیر کی وجہ سے ہے، جس پر فعل مذکور دلالت کر رہا ہے یعنی یَسَّرَ السَّبِیۡلَ یَسَّرَهٗ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿۲۱﴾: یعنی اسے مارنے کے بعد اسے قبر والا بنایا جو اسے چھپا لے، اس میں بھی انسان کی عزت ہے۔ اس کو زمین پر پھینکا گیا نہیں بنایا کہ اسے درندے اور پرندے کھائیں۔ اسی طرح فراء نے کہا ہے۔

ابوعبیدۃ کہتے ہیں: اس کے لیے قبر بنائی اور حکم دیا کہ اسے قبر میں ڈالا جائے۔ اَقْبَرَہٗ کہا ہے، قَبَرَہٗ نہیں کہا۔ کیونکہ قابر وہ ہے جو اپنے ہاتھ سے دفن کرنے والا ہے، اسی سے اعشیٰ کا قول ہے:

لو اسندت میتا الی صدرها

عاش ولم ینقل الی قابر

"اگر مرنے والا اس کے سینے کے ساتھ سہارا دیا جائے۔ وہ زندہ رہے اور دفن کرنے والے کی طرف منتقل نہ ہو۔"

ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾: یعنی جب اسے کھولنا چاہا اسے کھول دیا، مطلب ہے کہ اسے مارنے کے بعد زندہ کر دیا۔ اِنْشَارْ کو مشیت (چاہنے) پر معلق کر دیا تاکہ اس بات پر دلالت ہو کہ اس کا وقت غیر متعین ہے بلکہ وہ مشیت کے تابع ہے۔ جمہور نے اَنْشَرَهٗ الف کے ساتھ پڑھا ہے، جبکہ ابوحیوۃ نے نافع اور شعیب بن ابی حمزہ سے نَشَرَہٗ نقل کیا ہے بغیر الف کے اور یہ دونوں لغات فصیح ہیں۔

كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾: كَلَّا کافر انسان کے لیے ڈانٹ ڈپٹ ہے، یعنی معاملہ اس طرح نہیں ہے جیسے یہ کہتا ہے۔ لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ کا مطلب ہے کہ جو اللہ نے اسے فرمانبرداری کے عمل اور نافرمانی سے بچنے کا حکم دیا ہے اس کو اس نے پورا نہیں کیا۔

ایک قول ہے کہ انسان عموماً مراد ہے، اور اس نے لمبی مدت کے باوجود وہ نہیں کیا جس کا اللہ نے اسے حکم دیا ہے، کیونکہ وہ کوتاہی سے خالی نہیں ہے۔ حسن کہتے ہیں: اس کو جو حکم دیا، سچی بات ہے کہ اس نے عمل نہیں کیا۔

ابن الفورک کہتے ہیں: ہرگز اس کافر کے لیے فیصلہ نہیں کیا گیا جو اسے ایمان کا حکم دیا گیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تھا، بلکہ اس کو حکم دیا جو اس نے پورا نہیں کیا۔ ابن الانباری کہتے ہیں: کَلَّا پر وقف قبیح ہے اور آمَرَهٗ پر وقف اچھا ہے، اس صورت میں کَلَّا کا مطلب حق ہے۔ ایک قول ہے کہ انسان کے تمام افراد نے وہ پورا نہیں کیا جو اس نے حکم دیا تھا بلکہ اس میں کوتاہی کی، بعض نے کفر کے ساتھ اور بعض نے عصیان کے ساتھ۔ جو اللہ نے حکم دیا تھا وہ بہت تھوڑوں نے پورا کیا ہے۔ پھر اللہ پاک نے انسان کو اپنی متعدد نعمتیں گنوانا شروع کیں تاکہ بندے اس کا شکر کریں، اس کی نعمتوں کی ناشکری سے بچیں، نئی پیدا کی گئی نعمتوں کے متعلق ذکر کے بعد فرمایا: فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ یعنی دیکھے کہ اللہ نے اس کا کھانا کیسے پیدا کیا ہے جسے اس کا سبب حیات بنایا ہے؟ اس کے لیے اسباب معیشت کیسے مہیا کیے ہیں جن کے ذریعے وہ اخروی سعادت کی تیاری کرے؟

مجاہد کہتے ہیں: انسان اپنے کھانے کو دیکھے یعنی اس کے داخل اور خارج کے راستے کو دیکھے، پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے۔

پھر اللہ پاک نے اس کی وضاحت کی اور فرمایا: اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا جمہور نے اِنَّا پڑھا ہے، زیر کے ساتھ استئناف کے طور پر۔ کوفیوں اور رویس نے یعقوب سے فتح کے ساتھ، کہ یہ طَعَامِهٖ سے بدل اشتمال ہے کیونکہ بارش کا نزول حصول طعام کا سبب ہے، تو یہ ایسے ہے جیسے اس پر مشتمل ہے۔ یا یہاں لام علت مقدر ہوگا۔

زجاج کہتے ہیں: زیر ابتداء اور استئناف کے طور پر ہے، زبر بدل بالفتح یا امالہ کے معنیٰ پر ہے۔

ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿٢٦﴾: یعنی ہم نے اس کو پھاڑا، بوٹیوں کے ساتھ جو اس سے نکلتی ہیں، نزول مطر کے سبب سے، ایسا پھاڑنا جو عمدہ ہے، لائق ہے اس سے جو صغر اور کبر میں نکلے اور شکل اور ہیئت میں۔

پھر اس پھاڑنے کا سبب بیان کیا اور کس لیے یہ واقع ہوا ہے، تو فرمایا: فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا یعنی دانے جو غذا بنتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ بوٹی بڑھتی اور نمو پاتی رہتی ہے حتیٰ کہ وہ دانہ بن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جاتی ہے۔

عِنَبًا کا حَبًّا پر عطف ہے، یعنی ہم نے اس میں انگور بھی اگائے۔ ایک قول ہے کہ عطف کے لوازم میں سے یہ نہیں کہ معطوف پر وہ تمام قیود ہوں جو معطوف علیہ پر ہیں، لہٰذا: انگور کو زمین پھاڑ کر نہ نکالنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

قَضْبًا وہ تر گھاس ہے جسے جانوروں کا چارہ بنایا جاتا ہے اور ایک کے بعد دوسری مرتبہ اسے کاٹا جاتا ہے، اس لیے نام قَضْبًا رکھا جاتا ہے جو قضبہ کا مصدر ہے، یعنی اسے کاٹا، گویا کہ کاٹنے کے تکرار میں وہ خود قطع بن گیا ہے۔ خلیل کہتے ہیں: قضب تر ٹہنی ہے جب وہ خشک ہو جائے تو قَتّ ہے۔ صحاح میں وہ لکھتے ہیں: قضبة اور قضب تر ہے، جس جگہ پر وہ اگے وہ مقبضہ ہے۔ قتیبی اور ثعلب کہتے ہیں: اہل مکہ عنب کو قضب کہتے ہیں۔ زیتون وہ ہے جو زیت سے نچوڑا جائے، وہ زیتون کا مشہور درخت ہے، نخل نخلة کی جمع ہے۔

وَّ حَدَآىِٕقَ غُلْبًا ۝ : یہ حدیقہ کی جمع ہے، اس کا مطلب باغ ہے، غلب سے مراد موٹی اور مضبوط گردنیں ہیں۔ مجاہد اور مقاتل کہتے ہیں: غُلَبْ وہ ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ لپٹے ہوئے ہوں۔ بندے کو رَجُلٌ اَغْلَبْ کہا جاتا ہے جب وہ موٹی گردن والا ہو۔ شیر کو اَغْلَبْ کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی گردن موٹی ہوتی ہے اور اکٹھی مڑتی ہے، عجاج نے کہا:

مازلت يوم البين الوى صلبى
والرأس حتى صرت مثل الأغلب

”جدائی کے رروز میں مسلسل اپنے پٹھوں کو اور اپنے سر کو موڑتا رہا حتیٰ کہ میں اغلب کی طرح ہوگیا۔“

غلب اغلب اور غلباء کی جمع ہے، جیسے حمر أحمر اور حمراء کی جمع ہے، قتادہ اور ابن زید کہتے ہیں: غلب اچھی کھجوریں ہیں۔ ابن زید سے ہی اور عکرمہ سے مروی ہے کہ وہ تنے اور درمیان کی مضبوطی ہے۔

فَاكِهَةً: جو درختوں کا پھل انسان کھاتا ہے جیسے انگور، انجیر، شفتالو وغیرہ ہے۔ اَلْاَبُّ ہر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



وہ گھاس ہے جو خود رو ہو، لوگ اسے نہ اگائیں اور نہ لوگ اسے کھاتے ہوں، چرنے کی سب اقسام اس میں آتی ہیں، اسی سے شاعر کا قول ہے:

جذ مناقیس و نجد دارنا

ولنا الأبّ بها والمکرع

''ہم سے قیس اور نجد نے ہمارے گھر اکھیڑے، اب ہمارے پاس اَبّ بوٹی اور جانوروں کے پینے کی جگہ باقی رہ گئی ہے۔''

ضحاک کہتے ہیں: اَلْاَبّ ہر وہ چیز ہے جو روئے زمین پر اُگے۔ ابن ابی طلحہ کہتے ہیں: وہ تر پھل ہیں۔ ضحاک سے ہی مروی ہے، فرمایا: وہ خاص طور پر انجیر ہے، پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے۔

پھر اللہ پاک نے مرنے کے بعد اٹھنے کے احوال کا بیان شروع کیا، تو فرمایا: فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ یعنی روز قیامت کی چیخ، اس کو شدت آواز کے سبب سے صاخہ کہا ہے، کیونکہ وہ کانوں کو پھاڑے گی، یعنی انہیں بہرہ کرے گی تو وہ نہیں سنیں گے۔ ایک قول ہے کہ اس کا نام صاخہ اس وجہ سے رکھا ہے کہ کان اس پر صیخ کریں گے یعنی اسے توجہ سے سنیں گے، پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے۔ خلیل کہتے ہیں: صاخہ چیخ ہے جو کانوں میں صیخ کرے گی یعنی اپنے شدت وقوع سے انہیں بہرہ کرے گی۔ اصل میں یہ کلمہ لغت میں سخت آواز دینے/ بجانے کے معنیٰ میں ہے۔ صَخَّه بِالْحَجَر کہتے ہیں جب کوئی پتھر زور کی آواز سے پھینکے۔

اِذَا کا جواب محذوف ہے، اس پر دلالت اللہ کا فرمان: لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ کر رہا ہے، مطلب ہے کہ جب صاخہ آئے گا تو ہر کس خود کے لیے مشغول ہو جائے گا۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿٣٤﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿٣٥﴾: کا ظرف یا تو اِذَا جَآءَتْ سے بدل ہے، یا ایک مقدر کی وجہ سے منصوب ہے، وہ ہے۔ اَعْنِیْ۔ پھر یہ الصَّآخَّةُ کی تفسیر ہوگا، یا اس کا بدل مبنی بر فتح ہوگا۔ ان کو خاص اس لیے ذکر کیا گیا ہے کیونکہ یہ بہت خاص قرابت والے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہیں، ان کی اولاد نرمی اور شفقت والی ہے، ان سے فرار ہونا صرف اس لیے ہے کہ قیامت کی ہولناکی بہت ہوگی اور گھبراہٹ میں ڈالنے والی زیادہ پریشانی ہوگی۔

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿٣٧﴾: یعنی قیامت کے دن ہر انسان کا معاملہ ہوگا جو اسے مصروف کر دے گا، اسے اقرباء سے دور کرے گا اور ہٹائے گا۔ ایک قول ہے کہ وہ اس ڈر سے ان سے بھاگے گا کہ وہ آپس کے کسی معاملے کا اس سے مطالبہ نہ کر دیں۔ ایک قول ہے وہ ان سے بھاگے گا تا کہ جس تکلیف میں وہ مبتلاء ہے اسے وہ دیکھ نہ سکیں۔ ایک قول ہے کیونکہ اسے معلوم ہوگا کہ وہ اسے نہ نفع دیں گے اور نہ ہی کچھ کفایت کر سکیں گے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَن مَّوْلًى شَيْئًا۔

یہ جملہ مستأنفہ ہے جو سبب فرار کے بیان کے سیاق میں آیا ہے۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں: يُغْنِيهِ کا مطلب ہے کہ وہ اس کے قرابت داروں سے دور کرے گا، اسی سے کہا جاتا ہے: اَغْنِ عَنِّي وَجْهَكَ یعنی تو مجھ سے اپنا چہرہ پھیر لے۔ جمہور نے يُغْنِيهِ کو غین کے ساتھ پڑھا ہے، ابن محیصن نے عین کے ساتھ اور یاء پر زبر پڑھی ہے، یعنی اسے پریشان کرے گا، یہ عَنَاهُ الْأَمْرُ سے ہے، جب بندے کو کوئی معاملہ پریشان کرے۔

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾: وُجُوهٌ مبتداء ہے گو وہ نکرہ ہے کیونکہ مقام تفصیل پر آیا ہے، یہ ایسے مقامات میں سے ہے جو نکرہ کو مبتداء بنانے کی گنجائش دیتے ہیں۔ يَوْمَئِذٍ اس کا متعلق ہے، مُّسْفِرَةٌ اس کی خبر ہے۔ مُّسْفِرَةٌ کا مطلب ہے روشن اور چمکنے والے۔ یہ مومنوں کے چہرے ہوں گے، کیونکہ اس وقت انہیں معلوم ہو جائے گا کہ انہیں کیا نعمت اور عزت ملنے والی ہے۔ اَسْفَرَ الصُّبْحُ کہتے ہیں: جب صبح روشن ہو جائے۔ ضحاک کہتے ہیں: آثار وضوء کے سبب روشن ہوں گے، ایک قول ہے کہ قیام اللیل کی وجہ سے۔

ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾: یعنی بڑے ثواب کو پانے پر خوش ہوں گے۔

جب اللہ پاک نے مومنوں کے حال کا ذکر فرما لیا، تو کافروں کا حال ذکر کیا، لہٰذا فرمایا: وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ یعنی جو اللہ نے ان کے لیے عذاب تیار کیا ہے اسے دیکھیں گے تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



غبار اور گندگی ان پر پڑ جائے گی۔

تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾: یعنی ان پر سیاہی اور اندھیرا چھایا ہوگا۔ ایک قول ہے کہ ذلت۔ ایک قول شدت کا ہے۔ کلام عرب میں قَتَرٌ غبار کو کہتے ہیں، اسی طرح ابوعبید نے کہا ہے اور اس نے فرزدق کا شعر پڑھا:

متوج برداء الملك يتبعه
موج ترى فوقه الرايات والقترا

''اسے تاج شاہی پہنایا گیا ہے، اس کے پیچھے لگتی ہے ایسی موج جس کے اوپر تم جھنڈے اور اندھیرے دیکھو گے۔''

جو ابوعبیدہ نے کہا ہے، غَبَرَةٌ کے ذکر میں گزرا ہے، وہ اعتراض دور ہوتا ہے، اس طرح کہ یہ غبار کا واحد ہے۔ زید بن اسلم کہتے ہیں: قَتَرَةٌ وہ ہے جو آسمان کی طرف اٹھے اور غَبَرَةٌ وہ ہے جو زمین کی طرف بیٹھے۔

أُولَٰئِكَ: اس سے مراد چہروں والے ہیں۔

هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾: یعنی اللہ کے ساتھ کفر اور فجور کو جمع کرنے والے ہیں، فَجَرَ کہا جاتا ہے: یعنی وہ فاسق ہوا، وہ جھوٹا ہوا۔ اس کا اصل مطلب مائل ہونا ہے، فَاجِرْ وہ ہوتا ہے جو حق سے مائل یعنی دور ہو۔

ترمذی نے بیان کیا ہے اور حسن بھی کہا ہے، ابن حبان نے، حاکم نے اور صحیح بھی کہا ہے اور ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، فرماتی ہیں: عَبَسَ وَتَوَلَّىٰ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا کے متعلق نازل ہوئی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، کہا: یا رسول اللہ! میری راہنمائی فرمائیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مشرکین کے سرداروں میں سے کوئی شخص بیٹھا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نابینا سے اعراض کرنے لگے اور دوسرے کی طرف توجہ فرمانے لگے، وہ کہنے لگا: آپ میری بات میں کوئی حرج سمجھتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں۔ اس پر یہ سورت اتری۔ عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابویعلیٰ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہیں: ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس آئے، آپ ابی بن خلف کے ساتھ گفتگو فرما رہے تھے، آپ نے ان سے اعراض کیا تو اللہ تعالیٰ نے عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی ① اَنْ جَآءَہُ الْاَعْمٰی ② نازل فرمائی، اس کے بعد نبی ﷺ اس کی عزت فرماتے تھے۔

ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے، آپ عتبہ بن ربیعہ، عباس بن عبدالمطلب اور ابوجہل بن ہشام کے ساتھ گفتگو فرما رہے تھے، آپ ان کے بہت درپے ہوتے تھے، ان کے ایمان پر حرص رکھتے تھے۔ ان کے پاس ایک نابینا شخص چلتا ہوا آ گیا جسے عبداللہ بن ام مکتوم کہا جاتا تھا، آپ ان کے ساتھ سرگوشی کر رہے تھے، عبداللہ نبی ﷺ سے قرآن کی ایک آیت سیکھنا چاہتا تھا، کہتا تھا: یا رسول اللہ! مجھے سکھایئے، اس سے جو اللہ نے آپ کو سکھایا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس سے اعراض کیا، چہرے پر شکن آئی، منہ پھیرا اور اس کی بات کو ناپسند کیا اور دوسروں پر متوجہ ہوئے، جب رسول اللہ ﷺ نے ان سے سرگوشی پوری کر لی اور اپنے گھر لوٹ جانے لگے، اللہ پاک نے آپ کی بعض نگاہ کو روکا، پھر آپ نے اپنا سر جھکایا، پھر اللہ نے عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی آخر تک آیت نازل فرمائی۔ جب یہ اس کے بارے میں اتری تو نبی ﷺ نے اس کی عزت کی، اس کے ساتھ بات کی اور فرمایا: تمہاری کیا ضرورت ہے؟ کیا تم کوئی چیز چاہتے ہو؟ جب وہ ان کے پاس سے جاتا تو بھی آپ ﷺ کہا کرتے تھے: تمہیں کسی چیز کی حاجت ہے؟

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی سند غریب ہے اور اس کی سند پر اعتراض کیا گیا ہے، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بِاَیْدِیْ سَفَرَۃٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ نبطی زبان میں قراء ہیں۔

ابن جریر نے انہی سے کِرَامٍ بَرَرَۃٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: فرشتے۔

بخاری، مسلم وغیرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو قرآن پڑھتا ہے اور وہ اس میں ماہر ہے وہ لکھنے والے نیک معزز فرشتوں کے ساتھ ہوگا، اور جو قرآن پڑھتا ہے حالانکہ وہ اس پر مشکل ہے، اس کے لیے دوہرے اجر ہیں۔ ابن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اس سے مراد اس کا اپنی ماں کے پیٹ سے نکلنا آسان ہونا ہے۔

ابن المنذر نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے اللہ کے فرمان: فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: کھانے کے مدخل اور مخرج کو دیکھنا۔ ابن ابی الدنیا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: پاخانے کی طرف۔

ابن المنذر نے ان سے أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: بارش۔ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا فرمایا: بوٹیاں۔

ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے انہی سے اللہ کے فرمان: وَقَضْبًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: گیلی اور خشک ٹہنی۔ وَحَدَائِقَ غُلْبًا فرمایا: لمبے۔ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا فرمایا: تروتازہ پھل۔

عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے انہی سے نقل کیا ہے، فرمایا: حَدَائِقَ وہ ہیں جو لپٹے ہوئے ہوں۔ غُلْبٌ جو سخت ہوں۔ أَبّ جو زمین اگائے، جسے چوپائے کھاتے ہوں اور انسان نہ کھاتے ہوں۔

عبد بن حمید اور ابن المنذر نے انہی سے نقل کیا ہے، فرمایا: وَحَدَائِقَ غُلْبًا جنت میں ایک درخت کا سایہ پکڑا جائے گا وہ کچھ نہ اٹھائے گا۔ ابن جریر نے انہی سے نقل کیا ہے، فرمایا: اَلْأَبُّ گھاس اور چری جانے والی بوٹیاں ہیں۔

ابوعبید نے اپنے "فضائل" میں اور عبد بن حمید نے ابراہیم التیمی سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اَلْأَبُّ کے متعلق پوچھا گیا کہ یہ کیا ہے؟ فرمایا: کون سا آسمان مجھے سایہ دے گا اور کون سی زمین مجھے اٹھائے گی، اگر میں کتاب اللہ کے متعلق ایسی بات کہوں جو میں نہیں جانتا؟

عبد بن حمید نے عبداللہ بن یزید سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے وَأَبًّا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے متعلق سوال کیا؟ جب انہیں کچھ کہتے دیکھا تو ان کی طرف درے کے ساتھ متوجہ ہوئے۔ ❶

ابن سعد، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، حاکم اور انہوں نے اسے صحیح بھی کہا ہے، بیہقی نے شعب الایمان میں اور خطیب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، انہوں نے منبر پر فَاَنۡۢبَتۡنَا فِیۡهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّ عِنَبًا سے وَّ اَبًّا ﴿۳۱﴾ تک پڑھا، فرمایا: ان سب کو ہم جانتے ہیں، لیکن اَلۡاَبّ کیا ہے؟ پھر اپنے ہاتھ میں موجود لاٹھی کو چھوڑا اور فرمایا: اللہ کی قسم! یہ تکلف ہے، اگر تمہیں نہ معلوم ہو کہ اَبّ کیا ہے تو کیا حرج ہے؟ جو تم پر اس کتاب میں واضح کر دیا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور اس پر عمل کرو اور جس کو تم نہیں جانتے اسے اللہ کے سپرد کرو۔

ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: اَلصَّآخَّةُ قیامت کے ناموں میں سے ہے۔

ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: مُّسۡفِرَةٌ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: چمکنے والے۔ تَرۡهَقُهَا قَتَرَةٌ فرمایا: انہیں شدت اور ذلت ڈھانپے گی۔

ابن ابی حاتم نے انہی سے نقل کیا ہے، فرمایا: قَتَرَةٌ چہرے کی سیاہی ہے۔

---

❶ یہاں عبارت مکمل نہیں لگتی، ضرور کچھ حصہ محذوف ہے۔ واللہ اعلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورۃ التکویر

اس کی انتیس آیات ہیں، اور یہ بلا اختلاف مکی ہے۔

ابن ضریس، نحاس، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: سورت اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ مکہ میں نازل ہوئی۔ ابن مردویہ نے حضرت عائشہ اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴿۱﴾ وَ اِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ﴿۲﴾ وَ اِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ﴿۳﴾ وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ﴿۴﴾ وَ اِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ﴿۵﴾ وَ اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴿۶﴾ وَ اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ﴿۷﴾ وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ﴿۸﴾ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ﴿۹﴾ وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ﴿۱۰﴾ وَ اِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ﴿۱۱﴾ وَ اِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ﴿۱۲﴾ وَ اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ﴿۱۳﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاۤ اَحْضَرَتْ ﴿۱۴﴾ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَ الَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ﴿۱۷﴾ وَ الصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۹﴾ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴿۲۱﴾ وَ مَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾ وَ لَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴿۲۳﴾ وَ مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ﴿۲۴﴾ وَ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۲۵﴾ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿۲۸﴾ وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۹﴾

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ جب سورج لپیٹ دیا جائے گا۔ اور جب ستارے بے نور ہو جائیں گے۔ اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔ اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں بے کار چھوڑ دی جائیں گی۔ اور جب جنگلی جانور اکٹھے کیے جائیں گے۔ اور جب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سمندر بھڑکائے جائیں گے۔ اور جب جانیں ملائی جائیں گی۔ اور جب زندہ دفن کی گئی (لڑکی) سے پوچھا جائے گا۔ کہ وہ کس گناہ کے بدلے قتل کی گئی؟ اور جب اعمال نامے پھیلائے جائیں گے۔ اور جب آسمان کی کھال اتاری جائے گی۔ اور جب جہنم بھڑکائی جائے گی۔ اور جب جنت قریب لائی جائے گی۔ ہر جان، جان لے گی جو لے کر آئی۔ پس نہیں، میں قسم کھاتا ہوں ان (ستاروں) کی جو پیچھے ہٹنے والے ہیں! جو چلنے والے ہیں، چھپ جانے والے ہیں! اور رات کی جب وہ جانے لگتی ہے! اور صبح کی جب وہ سانس لیتی ہے! بے شک یہ یقیناً ایک ایسے پیغام پہنچانے والے کا قول ہے جو بہت معزز ہے۔ بڑی قوت والا ہے، عرش والے کے ہاں بہت مرتبے والا ہے۔ وہاں اس کی بات مانی جاتی ہے، امانت دار ہے۔ اور تمھارا ساتھی ہرگز کوئی دیوانہ نہیں ہے۔ اور بلاشبہ یقیناً اس نے اس (جبریل) کو (آسمان کے) روشن کنارے پر دیکھا ہے۔ اور وہ غیب کی باتوں پر ہرگز بخل کرنے والا نہیں۔ اور وہ ہرگز کسی مردود شیطان کا کلام نہیں۔ پھر تم کہاں جا رہے ہو؟ یہ اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ جہانوں کے لیے نصیحت ہے۔ اس کے لیے جو تم میں سے چاہے کہ سیدھا چلے۔ اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے، جو سب جہانوں کا رب ہے۔

اللہ کا فرمان ہے: اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ. الشَّمْسُ پر رفع ایک فعل محذوف کی وجہ سے ہے جس کی تفسیر بعد والا اشتغال کے طور پر کر رہا ہے، یہ بصریوں کے نزدیک ہے۔ رہے کوفی اور اخفش تو ان کے نزدیک یہ ابتداء کے طور پر مرفوع ہے۔

تکوِیر کا مطلب جمع ہے، یہ کَارَ الْعِمَامَةَ عَلٰی رَأْسِهٖ یَكُوْرُهَا سے ماخوذ ہے۔ زجاج کہتے ہیں: لپیٹا جائے گا جیسے عمامہ لپیٹا جاتا ہے، کہا جاتا ہے: كورت العمامة على رأسي أكورها كورا و كوّرتها تكويرا، جب تم عمامہ لپیٹو۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں: كُوِّرَتْ پگڑی لپیٹنے کی طرح ہے، لپیٹا جائے گا پھر اکٹھا کیا جائے گا۔ ربیع بن خثیم کہتے ہیں: كُوِّرَتْ کا مطلب ہے: اسے پھینکا جائے گا، اسی سے ہے كورته فتكور یعنی وہ گر گیا۔ مقاتل، قتادہ اور کلبی کہتے ہیں: اس کی روشنی چلی گئی، مجاہد کہتے ہیں: وہ بجھ گیا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کمزور ہوگیا۔ واحدی کہتے ہیں: مفسرین نے کہا ہے: سورج کے بعض حصے کو بعض کے ساتھ جمع کیا جائے گا، پھر اسے لپیٹا جائے گا اور اسے پھینکا جائے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ تکویر کا مطلب اس کے جسم کو لپیٹنا ہے، یا اس کی روشنی لپیٹنا ہے یا اس کو پھینکنا ہے۔

وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ﴿٢﴾: یعنی گریں گے، جھڑیں گے اور ٹوٹیں گے، انکدر الطائر من الھواء کہا جاتا ہے جب پرندہ ہوا سے گر جائے۔ اِنْکِدَاز کا اصل مطلب گرنا ہے۔ خلیل کہتے ہیں: انکدر القوم علیھم کا مطلب ہے کہ لوگ ان پر ٹولیاں بن کر آئے اور وہ ان پر گر گئے۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں: گر گیا جیسے عقاب گرتا ہے۔ کلبی اور عطاء کہتے ہیں: اس دن آسمان ستارے گرائے گا، آسمان پر کوئی ستارہ باقی نہ رہے گا مگر وہ زمین پر گر جائے گا، ایک قول ہے کہ اس کے اِنْکِدَار کا مطلب اس کی روشنی کا مٹ جانا ہے۔

وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ﴿٣﴾: یعنی زمین سے اٹھائے جائیں گے اور ہوا میں چلائے جائیں گے، اسی سے اللہ کا فرمان ہے: وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً۔

وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ﴿٤﴾: حاملہ اونٹنی کو عشار کہتے ہیں، جس کے پیٹ میں بچہ ہو، اس کا واحد عشراء ہے، وہ ایسی اونٹنی ہے جس کے حمل کو دس ماہ ہو چکے ہوں، پھر اس کا نام یہی رہتا ہے حتیٰ کہ بچہ پیدا ہو جائے۔

عشار کا خاص ذکر کیا گیا ہے کیونکہ عرب کے نزدیک یہ نفیس ترین اور عمدہ مال شمار کیا جاتا تھا۔

عُطِّلَتْ کا مطلب ہے اس کو بغیر چرواہے کے بے کار چھوڑا جائے گا، یہ تب ہوگا جب وہ بڑی ہولناکی دیکھیں گے۔ ایک قول ہے کہ یہ مثال کے طور پر ہے کیونکہ روز قیامت کوئی عشراء اونٹنی نہیں ہوگی، بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کے پاس اس دن عشراء اونٹنی ہو، یا عشار اونٹنیاں ہوں تو وہ روز قیامت کی ہولناکی کی مشغولیت میں ان کی طرف نہیں دیکھے گا، بحث کے آخر میں وہ بات آئے گی جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دنیا میں ہوگا۔ ایک قول ہے کہ عشار سے مراد بادل ہیں کیونکہ عرب اس کو بھی حاملہ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں، اسی سے اللہ کا فرمان ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا۔اس کی تعطیل سے مراد اس سے بارش نہ ہونا ہے۔

جمہور نے عُطِّلَتْ کو شد کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ ابن کثیر کی ایک روایت میں اس پر تخفیف ہے۔ایک قول ہے کہ گھر چھوڑے جائیں گے ان میں رہائش نہیں رکھی جائے گی، ایک قول ہے کہ جس زمین سے کھیتی کے بعد عشر نکالا جاتا تھا وہ چھوڑی جائے گی اور اس میں زراعت نہ کی جائے گی۔

وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ⑤: جو جنگلی درندے بھگائے جاتے ہیں وہ وحوش ہیں۔

حُشِرَتْ کا مطلب ہے کہ وہ اٹھائے جائیں گے تاکہ ایک دوسرے سے بدلہ لیا جائے، بے سینگ والی کے لیے سینگ والی سے بدلہ لیا جائے گا، ایک قول ہے کہ ان کے حشر سے مراد ان کی موت ہے، ایک قول ہے کہ آج انسانوں سے دور ہٹنے اور جنگلوں میں بھاگ جانے کے باوجود وہ اس دن ان کے ساتھ مل کر کھڑے ہوں گے۔ جمہور نے حُشِرَتْ تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ حسن اور عمرو بن میمون نے اسے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔

وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ⑥: یعنی آگ جلائی جائے گی وہ چنگاریوں والی ہو جائے گی، فراء کہتے ہیں: وہ بھری جائے گی اور ایک دریا کی طرح ہو جائے گی اور اس کا پانی زیادہ ہو جائے گا، یہی ربیع بن خثیم، کلبی، مقاتل، حسن اور ضحاک کا قول ہے۔ ایک قول ہے کہ اس کا میٹھا پانی کھارے پر اور کھارا میٹھے پر چھوڑا جائے گا حتیٰ کہ وہ بھر جائے۔ ایک قول ہے کہ پھاڑا جائے گا حتیٰ کہ ایک دریا ہو جائے گا۔

قتادہ اور ابن حبان سے مروی ہے کہ آیت کا مطلب ہے کہ وہ خشک ہو گا، اس میں کوئی قطرہ باقی نہیں رہے گا۔ کہا جاتا ہے سجرت الحوض أسجره سجرا جب تم اسے بھر دو۔ قشیری کہتے ہیں: یہ سجرت التنور أسجره سجرا کہا جاتا ہے جب تم تنور کو گرم کرو۔ ابن زید، عطیہ، سفیان، وہب وغیرہ کہتے ہیں: اسے بھڑکایا گیا، پس وہ آگ بن گئی۔ ایک قول ہے کہ اسے بھڑکایا گیا، حتیٰ کہ وہ خون کی طرح سرخ ہو گئی۔ یہ عرب کے قول عَيْنٌ سَجْرَاء سے ماخوذ ہے، یعنی سرخ۔ جمہور نے سُجِّرَتْ جیم کی شد کے ساتھ پڑھا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جبکہ ابن کثیر اور ابو عمرو نے اسے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔

وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝: یعنی نیک آدمی جنت میں نیک آدمی کے ساتھ ملایا جائے گا اور برا آدمی جہنم میں برے آدمی کے ساتھ ملایا جائے گا۔ عطاء کہتے ہیں: مومنوں کے نفوس حور عین کے ساتھ ملائے جائیں گے اور کافروں کے نفوس شیاطین کے ساتھ ملائے جائیں گے۔ ایک قول ہے کہ عمل میں ہر شکل کو اس کی شکل کے ساتھ ملایا جائے گا، یہ پہلے قول کی طرف لوٹتا ہے۔ ایک قول ہے کہ ہر آدمی اس کے ساتھ ملایا جائے گا جس کے ساتھ وہ مل کر رہتا تھا بادشاہ یا سلطان وغیرہ، جیسے اللہ کے فرمان: اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ میں ہے۔ عکرمہ کہتے ہیں: وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ سے مراد ہے کہ روحیں جسموں کے ساتھ ملائی جائیں گی۔ حسن کہتے ہیں: ہر آدمی اپنے گروہ کے ساتھ ملایا جائے گا۔ یہودی یہودی، عیسائی عیسائی، مجوسی مجوسی کے ساتھ، ہر وہ جو غیر اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ ایک دوسرے کے ساتھ ملیں گے، منافق منافق اور مومن مومن کے ساتھ۔ ایک قول ہے کہ بھٹکنے والا اس کے ساتھ ملایا جائے گا جس نے اسے بہکایا تھا وہ شیطان ہو یا انسان۔ مطیع شخص ان کے ساتھ ملایا جائے گا جنہوں نے اسے طاعت کی طرف بلایا تھا، انبیاء اور مومنین وغیرہ۔ ایک قول ہے کہ نفوس کو ان کے اعمال کے ساتھ ملایا جائے گا۔

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝: یعنی زندہ دفن کی گئی۔ عرب کی عادت تھی کہ جب ان کے ہاں بیٹی پیدا ہوتی اس کو عار یا حاجت کے ڈر سے زندہ دفن کرتے تھے، کہا جاتا ہے وَأَدَ، یَئِدُ، وَأْدًا فھو وَائِدٌ اس کا مفعول مَوْءُوْدٌ ہے۔ اس کی اصل ثقل سے ماخوذ ہے کیونکہ اسے دفن کیا جاتا ہے۔ اس پر مٹی ڈالی جاتی ہے وہ اسے بوجھل کرتی ہے پس وہ مر جاتی ہے، اسی سے وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ہے یعنی وہ اسے بوجھل نہیں کرتا۔ اسی سے متمم بن نویرہ کا قول ہے:

وَ مَوْءُوْدَةٌ مقبورة فی مفازة

”اور وہ زندہ دفن کی گئی اور جنگل میں قبر میں ڈالی گئی ہے۔“

اسی سے راجز کا قول ہے:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



سمیتها إذ ولدت تموت
والقبر صهر ضامن زمّیت

''میں نے اس کا نام رکھا جب وہ پیدا ہوئی، یہ مرے گی، اور قبر اس کا وباوقار اور ضمانت والا سسرال ہوگا۔''

جمہور نے مَوْءودَةُ دو ساکن واؤ کے درمیان ہمزہ پڑھا ہے، جیسے موعودہ ہے۔ بزی کی ایک روایت میں ہمزہ مضمومہ ہے، پھر واؤ ساکن ہے۔ اعمش نے مودة بروزن موزة پڑھا ہے۔ جمہور نے سُئِلَتْ مفعول (مجہول) کی بناء پر پڑھا ہے۔ حسن نے سین کی زیر کے ساتھ سَالَ یَسِیْلُ سے پڑھا ہے، جمہور نے قُتِلَتْ مفعول کے طور تخفیف سے پڑھا ہے، ابوجعفر نے تکثیر کے لیے اس پر شد پڑھی ہے۔ حضرت علی، ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے سَاَلَتْ فاعل کے طور پر پڑھا ہے اور قُتِلَتْ میں آخری تاء پر پیش پڑھی ہے۔ سُئِلَتْ کا مطلب ہے کہ جمہور کی قراءت کے مطابق سوال اس لڑکی کی طرف مبذول کیا جائے گا تاکہ اس کے قاتل پر کمال غیظ کا اظہار ہو حتیٰ کہ وہ خطاب اور سوال کیے جانے کا حق دار نہیں ہے۔ اس میں قاتل پر ڈانٹ اور سخت ڈپٹ ہے۔ حسن کہتے ہیں: اللہ نے اس کے قاتل پر ڈانٹ کا ارادہ کیا ہے کہ وہ بغیر کسی گناہ کے قتل کر دی گئی۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے مصحف میں اس طرح ہے: وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سَأَلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قَتَلْتَنِي۔

وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ﴿١٠﴾: یعنی اعمال کے صحیفے حساب کے لیے کھولے جائیں گے، کیونکہ وہ موت کے وقت لپیٹے جائیں گے اور حساب کے وقت کھولے جائیں گے، ہر انسان اپنے صحیفے پر رک جائے گا، پس وہ جانے گا جو اس میں ہے، تو کہے گا: مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا۔

نافع، عاصم، ابن عامر اور ابوعمرو نے نُشِرَتْ تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ باقیوں نے تکثیر کے طور پر تشدید پڑھی ہے۔

وَإِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ﴿١١﴾: کشط کا مطلب سخت چمٹے ہوئے کو چھڑانا ہے، پس آسمان کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کھینچا جائے گا جیسے مینڈھے سے کھال کھینچی جاتی ہے۔

قشط قاف کے ساتھ ہو تو یہ کشطکی ہی ایک لغت ہے، یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے۔ زجاج کہتے ہیں اکھیڑا جائے گا، جیسے چھت اکھیڑی جاتی ہے۔ فراء کہتے ہیں: ہلایا جائے گا پس لپیٹا جائے گا۔ مقاتل کہتے ہیں: کھولا جائے گا جو اس میں ہے۔ واحدی کہتے ہیں: کشط کا مطلب ہے کہ تمہارا کسی چیز کا کسی چیز سے اٹھانا جس کو اس نے ڈھانپا تھا۔

وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ ﴿۱۲﴾: یعنی اللہ کے دشمنوں کے لیے سخت جلائی جائے گی، جمہور نے سُعِرَتْ کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے کیونکہ اسے ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ بھڑکایا جائے گا۔ قتادہ نے کہا: اسے اللہ کے غضب نے بھڑکایا اور بنی آدم کی خطاؤں نے۔

وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ﴿۱۳﴾: یعنی متقین کے قریب کی جائے گی اور نزدیک کی جائے گی۔ حسن کہتے ہیں: وہ اس کے قریب کیے جائیں گے وہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹے گی۔ ابن زید کہتے ہیں: أُزْلِفَتْ کا مطلب ہے مزین کی جائے گی، پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے کیونکہ کلام عرب میں زُلْفَى قرب کے لیے ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ بارہ امور ہیں، ان میں سے چھ دنیا میں ہیں، وہ سورت کے شروع سے وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ تک ہیں، اور چھ امور آخرت میں ہیں جو کہ وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ سے یہاں تک ہیں، سب کا جواب اللہ کا فرمان: عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ أَحْضَرَتْ ہے۔ بنیاد یہ ہے کہ زمانہ دنیا سے آخر تک پھیلا ہوا ہے، لیکن یہ معنیٰ نہیں کہ وہ جانیں گے جو اس پھیلے ہوئے وقت کے اجزاء میں سے ہر جزء میں جانیں گے، بلکہ مراد یہ ہے کہ جان لیں گے جو صحیفے کھولنے پر حاضر کریں گے، یعنی جو انہوں نے اچھے یا برے عمل کیے۔

مَّآ أَحْضَرَتْ کا مطلب ہے کہ جو اعمال وہ حاضر کریں گے، مراد صحائف اعمال کی حاضری ہے، یا خود اعمال کی حاضری ہے، جیسا کہ مروی ہے کہ اعمال کو صورت دی جائے گی، ایسی صورت جو ان پر دلالت کرے گی اور ان کی پہچان کرائے گی۔ نَفْسٌ کا نکرہ نفوس سے مذکور فرد کے ثبوت علم کا فائدہ دیتا ہے، یا ان میں سے بعض کے لیے تاکہ بتایا جائے کہ اس کا ثبوت اس کے تمام افراد کے لیے ہے، ظہور سے اور وضوح سے، اس طرح کہ کسی ایک پر بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مخفی نہ رہے گا، اس کی دلیل اللہ کا یہ فرمان بھی ہے: يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا۔

ایک قول ہے، جائز ہے کہ یہ بتانے کے لیے ہو کہ اگر اس وقت نفوس میں سے کوئی نفس جان لے جو حاضر کیا گیا ہے تو ہر نفس پر واجب ہے، اپنے عمل کی اصلاح، اس ڈر سے کہ وہی ہے جس نے عمل کیا جو حاضر کیا گیا ہے، پس کیسے ہے ہر نفس کے لیے جو جان لے تیری بات کے طریقے پر جس کو تو نصیحت کرتا ہے: عنقریب تو اپنے فعل پر نادم ہوگا، بسا اوقات وہ انسان اپنے فعل پر نادم ہو چکا ہوتا ہے۔

فَلَآ أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿١٥﴾: لَا زائدہ ہے، جیسا کہ اس کی تحقیق اور اس کے متعلق اقوال کی تحقیق سورۃ القیامہ کے شروع میں گزر چکی ہے، یعنی میں خُنَّسْ کی قسم کھاتا ہوں، وہ ستارے ہیں، خُنَّسْ کا نام خَنَسَ سے ہے: جب کوئی پیچھے ہٹے، کیونکہ وہ دن سے چھپتے ہیں، مخفی ہو جاتے ہیں اور نظر نہیں آتے۔ وہ زحل، مشتری، مریخ، زہرۃ اور عطارد ہیں، جیسا کہ اہل تفسیر نے ذکر کیا ہے۔

ان کو دوسرے ستاروں میں سے خاص ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ سورج کے سامنے آتے ہیں اور چال کو روکتے ہیں۔

الصحاح والے کہتے ہیں: خنّس سب ستارے ہیں کیونکہ وہ غیب میں چھپ جاتے ہیں، یا اس لیے کہ وہ دن کو چھپ جاتے ہیں۔ یا کہا جاتا ہے کہ وہ چلتے والے سیارے ہیں نہ کہ ٹھہرے رہنے والے۔

فراء کہتے ہیں: یہ پانچ مذکور ستارے ہیں کیونکہ وہ اپنی چال میں چھپتے اور اوٹ میں جاتے ہیں، جیسے ہرن غار میں چھپتی ہے۔ ایک قول ہے کہ ان کا نام خنس ہے کیونکہ یہ پیچھے ہٹتے ہیں، کیونکہ یہ پھرنے والے کواکب ہیں جو لوٹتے ہیں اور سیدھے چلاتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ خَنَسَ عَنْهُ يَخْنِسُ خُنُوسًا کا مطلب ہے جب وہ پیچھے ہٹے۔ اَخْنَسَهُ غَيْرُهُ کا مطلب ہے جب وہ پیچھے جائے اور اس سے دور ہو جائے۔ خَنَسْ کا مطلب ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

23603
www.KitaboSunnat.com



چہرے کا ناک سے پیچھے ہونا جبکہ تھوڑی سی ناک بلند ہو۔

اَلْجَوَارِ کا مطلب ہے کہ وہ لوٹتے ہیں حتیٰ کہ سورج کی روشنی کے تحت چھپ جاتے ہیں، ان کے خنوس کا مطلب ان کا لوٹنا ہے اور ان کے کنوس کا مطلب ان کا سورج کی روشنی کے نیچے چھپنا ہے۔ ایک قول ہے کہ خنوس ان کا دن کو چھپنا اور کنوس ان کا غروب ہونا ہے۔

حسن اور قتادہ کہتے ہیں: وہ ستارے ہیں جو دن کو چھپتے اور غروب ہوتے ہیں، سب کا معنیٰ قریب قریب ہے، کیونکہ وہ دن کو نگاہ سے پیچھے ہٹتے ہیں کیونکہ وہ چھپے ہوتے ہیں اور نظر نہیں آتے۔ رات کو ظاہر ہوتے ہیں اور وقت غروب چھپتے ہیں۔

ایک قول ہے کہ اس سے مراد نیل گائے ہے کیونکہ اس کی صفت خنس کنس اور جوار سے ہوتی ہے۔ عکرمہ کہتے ہیں: خنس گائے ہے اور کنس ہرن ہے، جب وہ انسان کو دیکھتی ہے تو چھپتی ہے، پیچھے ہٹتی ہے، بند ہوتی ہے اور اپنی پناہ گاہ میں چلی جاتی ہے۔ ایک قول ہے کہ وہ فرشتے ہیں، پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس کے بعد رات اور صبح کا ذکر آرہا ہے۔ کنس کناس سے ماخوذ ہے، وہ جگہ جہاں جانور چھپتے ہیں، خنس خانس اور خانسہ کی جمع ہے جبکہ کنس کانس اور کانسہ کی جمع ہے۔

وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ﴿۱۷﴾: اہل لغت فرماتے ہیں: یہ اضداد میں سے ہے، کہا جاتا ہے عَسْعَسَ الَّيْلُ جب رات آئے اور عَسْعَسَ الَّيْلُ جب رات جائے۔

یہاں جانا مراد ہے، اس کی دلیل اللہ کا فرمان: وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ہے۔ فراء کہتے ہیں: مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ عَسْعَسَ کا مطلب جانا ہے، اسی طرح اس سے جوہری نے نقل کیا ہے، حسن کہتے ہیں: رات اپنے اندھیرے کے ساتھ آگئی۔ فراء کہتے ہیں: عرب لوگ عَسْعَسَ الَّيْلُ کہتے ہیں: جب رات آئے اور عَسْعَسَ الَّيْلُ جب رات جائے۔

یہ ان کی گزشتہ بات کے منافی نہیں ہے، کیونکہ اس میں انہوں نے مفسرین کے اجماع کی حکایت نقل کی ہے کہ انہوں نے متفقہ طور پر اس کا معنیٰ جانے کا بیان کیا ہے، اگرچہ وہ آنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اور جانے میں مشترک ہے۔

مبرد کہتے ہیں: یہ اضداد میں سے ہے، کہتے ہیں: دونوں معنے ایک ہی چیز کی طرف لوٹتے ہیں، وہ ہے شروع میں اندھیرے کا آغاز اور اس کے آخر میں اندھیرے کا اختتام، روبۃ بن العجاج نے کہا ہے:

یا هند ما اسرع ما تعسعسا

من بعد ما كان فتى سرعرعا

''اے ہند! کس قدر تیز ہے اس کا جانا اور آنا بعد اس کے کہ جوان تھا جلد آغاز کرنے والا۔''

امرؤالقیس نے کہا ہے:

عَسْعَسَ حتى لو يشاء أدنا

كان لنا من ناره مقبس

''اس نے رات تاخیر کی حتیٰ کہ اگر وہ چاہتا تو قریب کرتا ہمارے لیے اس کی آگ سے (شعلہ) حاصل ہو جاتا۔''

اسی کا قول ہے:

ألَمَّا على الربع القديم بعسعسا

''اس نے پرانے گھر میں رہنے پر اصرار کیا عَسْعَسَ کے ساتھ۔''

وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾: اصل میں تَنَفَّسَ کا مطلب پیٹ سے ٹھنڈی ہوا نکالنا ہے، صبح کا تنفس اس کا آنا ہے، کیونکہ وہ اپنی ہوا اور نسیم کے ساتھ آتی ہے، اس کو مجازاً اس کا سانس لینا بنا دیا۔ واحدی کہتے ہیں: تَنَفَّسَ کا مطلب ہے اس کی روشنی پھیل گئی حتیٰ کہ وہ دن ہو جاتا ہے، اسی سے ہے کہ جب دن زیادہ ہو جائے، کہا جاتا ہے: اس نے سانس لیا۔ ایک قول ہے کہ اِذَا تَنَفَّسَ وہ ہے کہ جب کھلے اور پھٹے، اسی سے ہے تَنَفَّسَتِ الْقَوْسُ جب کمان ٹوٹ جائے۔

پھر اللہ پاک نے جواب قسم کا ذکر کیا، لہٰذا فرمایا: اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ مراد حضرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جبرئیل ہیں، کیونکہ وہ اللہ پاک کی طرف سے اس کے پیغمبر ﷺ پر اترتے ہیں، قول کی اضافت حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف کی کیونکہ انہی کو یہ دے کر بھیجا گیا ہے، ایک قول ہے کہ اس آیت میں رسول سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں، پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے۔

پھر مذکور رسول کی صفت اوصافِ محمودہ کے ساتھ بیان کی گئی، لہٰذا فرمایا: ذِىْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِى الْعَرْشِ مَكِيْنٍ یعنی جس بات کا ان کو مکلف کیا گیا ہے اس کی ادائیگی پوری قوت کے ساتھ کرتے ہیں، جیسے فرمایا: شَدِيْدُ الْقُوٰى۔ عِنْدَ ذِى الْعَرْشِ مَكِيْنٍ کا مطلب ہے کہ وہ اونچی رفعت والا اور اللہ پاک کے ہاں مضبوط مرتبے والا ہے۔ یہ مَكِيْنٍ سے حال کے طور پر محل نصب میں ہے، اس کی اصل وصف ہے، جب یہ مقدم کیا گیا تو حال بن گیا۔ جائز ہے کہ رَسُوْلٍ سے نعت ہو، کہا جاتا ہے: مَكَنَ فُلَانٌ عِنْدَ فُلَانٍ مَكَانَةً یعنی وہ اس کے ہاں مقام و مرتبے والا ہو گیا، ابوصالح کہتے ہیں: اس کے عرش والے کے ہاں مرتبے میں سے ہے کہ وہ بلا اذن اس کے ہاں ستر شامیانوں تک چلا جاتا ہے۔

مُّطَاعٍ: کا مطلب ہے کہ وہ فرشتوں کے مابین مطاع ہے، وہ اس کی طرف لوٹتے ہیں اور وہ اس کی اطاعت کرتے ہیں۔

ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴿۲۱﴾: جمہور نے ثَمَّ میں زبر پڑھی ہے، اس بنیاد پر کہ یہ بعید کے لیے ظرف مکان ہے، اس میں عامل مُّطَاعٍ ہے یا بعد والا۔ مطلب یہ ہے کہ آسمانوں میں اس کی بات مانی جاتی ہے، یا ان میں وہ امین ہے، یعنی وہ وحی وغیرہ پر امانت دار ہے۔

ھُشیم، ابوجعفر اور ابوحیوۃ نے اس پر پیش پڑھی ہے کہ یہ عاطفہ ہے، اس کے ساتھ عطف رتبہ میں تراخی (پیچھے کرنے) کے لیے ہے کیونکہ اس کا مابعد اس کے ماقبل سے عظیم تر ہے۔ اور جس نے کہا ہے کہ رسول سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں، تو معنی یہ ہوگا کہ وہ امت تک تبلیغ رسالت میں قوت والے ہیں، مُّطَاعٍ کا مطلب ہے کہ ان کی اطاعت کرے گا جو اللہ کی اطاعت کرے گا، آپ ﷺ وحی پر امانت دار ہیں۔

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾: خطاب اہل مکہ سے ہے، ان کے صاحب سے مراد رسول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اللہ ﷺ ہیں، مطلب یہ ہے کہ اے اہل مکہ، حضرت محمد ﷺ مجنون نہیں ہیں۔ صاحب کا وصف اس لیے لایا گیا ہے تاکہ بتایا جائے کہ وہ اس کے معاملے کو جاننے والے ہیں، جس جنون وغیرہ کا یہ آپ پر الزام رکھتے ہیں، اس کا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ ان کی طرف سے آپ ﷺ پر افتراء ہے، حالانکہ انہیں علم بھی ہے کہ آپ لوگوں میں سے سب سے بڑھ کر صاحب عقل اور صاحب علم ہیں، یہ جملہ جوابِ قسم میں داخل ہے۔ اللہ پاک نے قسم کھائی ہے کہ قرآن کو لے کر حضرت جبرئیل علیہ السلام اترے، اور حضرت محمد ﷺ جیسے یہ کہتے ہیں، مجنون نہیں ہیں، اور آپ ﷺ قرآن کو اپنی جانب سے نہیں بناتے۔

وَ لَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ ﴿۲۳﴾: قسم محذوف کا جواب لام ہے، یعنی اللہ کی قسم حضرت محمد ﷺ نے جبرئیل کو افقِ مبین پر دیکھا ہے، یعنی مشرق کی جانب سورج کے طلوع ہونے کی جگہ پر، کیونکہ یہ افق اگر سورج اس سے طلوع ہوتا ہے تو وہ مبین ہے کیونکہ اسی طرف سے چیزیں دیکھی جاتی ہیں، ایک قول ہے کہ افق مبین آسمان کے کنارے اور اس کے جوانب ہیں، اسی سے شاعر کا قول ہے:

اخذنا بآفاق السماء علیکم
لنا قمراها والنجوم الطوالع

''ہم نے آسمان کے کناروں کو تمہارے خلاف پکڑا ہے، ہمارے لیے اس کے دو چاند (چاند و سورج) ہیں اور طلوع ہونے والے ستارے۔''

اللہ پاک نے وَ لَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ فرمایا ہے، حالانکہ آپ ﷺ نے اس کو کئی مرتبہ دیکھا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس کو اس مرتبہ اس کی صورت میں دیکھا ہے، اس کے چھ سو پر تھے۔

سفیان کہتے ہیں: آپ ﷺ نے اس کو مشرقی آسمان کے افق پر دیکھا تھا۔ ابن بحر کہتے ہیں: مغربی آسمان کے افق پر۔ مجاہد کہتے ہیں: آپ ﷺ نے اس کو اجیاد کی جانب دیکھا جو کہ مکہ کا مشرق ہے۔ الْمُبِیْنِ اُفق کی صفت ہے یہ ربیع کہتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ جس نے اس کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دیکھا ہے اس کی صفت ہے یہ مجاہد کہتے ہیں۔ ایک قول ہے، آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے پروردگار عزوجل کو دیکھا۔ اس بارے میں بات سورۃ النجم میں گزر چکی ہے۔

وَمَا هُوَ: یعنی حضرت محمد ﷺ۔

عَلَى الْغَيْبِ: یعنی آسمان کی خبر پر، اور اس چیز پر جو اہل مکہ کے علم سے غائب تھی اور آپ ﷺ اس پر مطلع ہوئے۔

بِضَنِينٍ ﴿٢٤﴾: اتہام والے، مطلب ہے کہ آپ ﷺ اللہ پاک کی طرف سے پہنچانے میں ثقہ ہیں۔ ایک قول بِضَنِينٍ کا ہے یعنی بخیل، یہ ضننت بالشیء اضن ضنا سے نکلا ہے، جب تم بخل کرو۔ مجاہد کہتے ہیں: جو کچھ آپ ﷺ جانتے ہیں اس میں تم پر بخل نہیں کرتے، بلکہ آپ ﷺ اللہ کی مخلوق کو اس کے احکام وکلام کی تعلیم دیتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں کہ وہ غیب پر ضنین نہیں ہیں، پہلا مفہوم زیادہ مناسب ہے۔

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَٰنٍ رَّجِيمٍ ﴿٢٥﴾: یعنی یہ قرآن ان شیاطین میں سے کسی شیطان کا قول نہیں ہے جو چوری سنتے ہیں، جنہیں ستاروں کے ساتھ مارا جاتا ہے۔

کلبی کہتے ہیں، فرمایا: قرآن شعر اور کہانت نہیں ہے، جیسے قریش سمجھتے ہیں۔ عطاء کہتے ہیں: شیطان سے مراد سفید شیطان ہے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کی شکل میں نبی ﷺ کے پاس آتا تھا تا کہ آپ کی آزمائش ہو۔

پھر اللہ پاک نے ان پر سخت ڈانٹ وڈپٹ کرتے ہوئے، فرمایا: فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ یعنی اس قرآن اور اس کی فرمانبرداری سے تم کدھر پھرتے جاتے ہو اس طرح قتادہ نے کہا ہے۔

زجاج کہتے ہیں: تم کس راہ پر چلتے ہو جو اس راہ سے زیادہ واضح ہو جو میں نے تمہیں بتا دیا ہے، کہا جاتا ہے: أَيْنَ تَذْهَبُ؟ اور إِلَى أَيْنَ تَذْهَبُ؟

فراء نے اہل عرب سے نقل کیا ہے: میں شام گیا، میں عراق نکلا، میں بازار چلا یعنی ان کی طرف، کہتے ہیں: ہم نے ان تین لفظوں کو سنا ہے پھر انہوں نے بنی عقیل میں سے کسی کا شعر پڑھا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تصیح بنا حنیفة اذ رأتنا
وأی الارض تذهب بالصیاح

"ہمارے ساتھ بنو حنیفہ چلتے ہیں، جب وہ ہمیں دیکھتے ہیں اور کونسی زمین کی طرف وہ چلتے ہیں چلنے کے ساتھ۔"

مراد ہے کہ وہ کس زمین کی طرف جاتے ہیں۔

اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۲۷﴾: تک محذوف کیا گیا ہے، یعنی قرآن نہیں ہے مگر سب مخلوق کے لیے ایک نصیحت اور ان کے لیے یاددہانی ہے۔ لِمَنۡ شَآءَ مِنۡكُمۡ اَنۡ يَّسۡتَقِيۡمَ کا ارشاد الۡعٰلَمِيۡنَ سے بدل ہے، اس میں حرف جار دہرایا گیا ہے، اَنۡ يَّسۡتَقِيۡمَ مشیت کا مفعول ہے، یعنی تم میں سے جو حق پر ایمان، استقامت اور طاعت چاہتا ہے۔

وَمَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۲۹﴾: یعنی تم استقامت نہیں چاہتے الا یہ کہ یہ اللہ کی مشیت چاہے، پس اللہ پاک نے انہیں بتایا ہے کہ اس کی طرف توفیق میں مشیت ہے۔

اور وہ اس پر قدرت اللہ کی مشیت اور اس کی توفیق کے بغیر نہیں پاتے۔ اسی طرح اللہ کا یہ فرمان بھی ہے: وَمَا كَانَ لِنَفۡسٍ اَنۡ تُؤۡمِنَ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ اور فرمان ہے: وَلَوۡ اَنَّنَا نَزَّلۡنَاۤ اِلَيۡهِمُ الۡمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الۡمَوۡتٰى وَحَشَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ كُلَّ شَىۡءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوۡا لِيُؤۡمِنُوۡۤا اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ اور فرمان ہے: اِنَّكَ لَا تَهۡدِىۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ۔ اس مفہوم کی آیات قرآنیہ بہت زیادہ ہیں۔

ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اندھیرا ہو جائے گا۔ وَاِذَا النُّجُوۡمُ انْكَدَرَتۡ فرمایا: بدل جائیں گے۔

ابن ابی حاتم اور دیلمی نے ابو مریم سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے فرمان: اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ کے متعلق فرمایا: جہنم میں لپیٹا جائے گا۔ وَاِذَا النُّجُوۡمُ انْكَدَرَتۡ فرمایا: جہنم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میں بجھیں گے، جو بھی اللہ کے سوا پوجے جاتے تھے پس وہ جہنم میں ہوں گے، سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کے، اگر وہ دونوں بھی اپنی عبادت پر راضی ہوتے تو وہ دونوں بھی ضرور اس میں داخل ہوتے۔

عبد بن حمید اور ابن المنذر نے ابو العالیہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: اس سورت کی چھ آیات دنیا میں ہیں، جنہیں لوگ دیکھتے ہیں اور چھ آخرت میں ہیں: اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ سے وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ تک نشانیاں دنیا میں ہیں، لوگ انہیں دیکھیں گے۔ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ سے وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ تک کی آیات آخرت میں ہوں گی۔

ابن ابی الدنیا نے ''کتاب الاہوال'' میں ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: چھ آیات روز قیامت سے قبل ہوں گی، لوگ اپنے بازاروں میں ہوں گے کہ اچانک سورج کی روشنی چلی جائے گی، پھر وہ اس حال میں ہوں گے کہ روئے زمین پر پہاڑ گریں گے، وہ ہلے گی، مضطرب اور مختلط ہوگی، جن انسان کی طرف اور انسان جنوں کی طرف گھبرا کر آئیں گے۔ چوپائے، پرندے اور درندے باہم خلط ملط ہو جائیں گے اور ایک دوسرے پر چڑھ دوڑیں گے۔ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ فرمایا: خلط ملط ہوں گے۔ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ فرمایا: ان کے مالک انہیں چھوڑیں گے۔ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ فرمایا: جن انسان سے کہیں گے: ہم تمہارے پاس خبر لاتے ہیں، وہ سمندر کی طرف جائیں گے تو وہ جھاگ بناتی آگ ہوگی، وہ اس حالت میں ہوں گے کہ ایک زمین ساتویں زمین تک یکدم پھٹ جائے گی اور ساتویں آسمان تک بھی۔ وہ اس حالت میں ہوں گے کہ اچانک ان کے پاس آندھی آئے گی پس وہ ان کو مار دے گی۔

فریابی، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن المنذر، حاکم اور انہوں نے اسے صحیح کہا ہے۔ اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: چوپایوں کا حشر ان کی موت ہے، ہر چیز اپنی موت پر اکٹھی کی جائے گی سوائے جن اور انس کے، پس وہ دونوں روز قیامت زندہ رہیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور خطیب نے المتفق والمفترق میں انہی سے اللہ کے فرمان: وَ اِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ہر چیز کا روز قیامت حشر ہو گا حتیٰ کہ چوپایوں کا بھی حشر ہو گا۔ بیہقی نے کتاب البعث میں انہی سے نقل کیا ہے، اللہ کے فرمان: وَ اِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ کے متعلق فرمایا: انہیں بھڑکایا جائے گا حتیٰ کہ وہ آگ ہو جائیں گے۔

طبرانی نے اسے سُجِّرَتۡ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اس کا پانی زمین کے پانی کے ساتھ مل جائے گا۔

عبدالرزاق، فریابی، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم اور انہوں نے اسے صحیح کہا ہے۔ ابن مردویہ، ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں اور بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں بواسطہ حضرت نعمان بن بشیر، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: وَ اِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: نیک آدمی نیک آدمی کے ساتھ جنت میں ملایا جائے گا اور برا آدمی برے آدمی کے ساتھ جہنم میں ملایا جائے گا۔ اسی طرح نفوس کو جوڑنا ہے، ایک روایت میں ہے، پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: اُحۡشُرُوا الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا وَ اَزۡوَاجَهُمۡ۔

اسی طرح ابن مردویہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ بزار، حاکم نے الکنیٰ میں اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اللہ کے فرمان: وَ اِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: قیس بن عاصم تمیمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، کہا: میں نے جاہلیت میں اپنی آٹھ بیٹیوں کو زندہ درگور کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: ہر ایک کی طرف سے ایک گردن/ غلام آزاد کر، اس نے کہا: میں اونٹوں والا ہوں، فرمایا: پس ہر ایک کی طرف سے ایک اونٹ ہدیہ کر۔

ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَ اِذَا الۡجَنَّةُ اُزۡلِفَتۡ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: قریب کی جائے گی۔

سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے، چند

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اسناد سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اللہ کے فرمان: فَلَآ اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ ستارے ہیں جو رات کو نکلتے ہیں اور دن کو چھپتے ہیں، پس وہ نہیں دیکھے جاتے۔

ابن ابی حاتم نے انہی سے فَلَآ اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ پانچ ستارے ہیں: زحل، عطارد، مشتری، بہرام اور زہرۃ، ان کے علاوہ کوئی چیز کہکشاں کو نہیں کھینچتی۔

ابن مردویہ نے اور خطیب نے کتاب النجوم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ سات ستارے ہیں: زحل، بہرام، عطارد، مشتری، زہرۃ، شمس اور قمر، ان کا خنوس ان کا رجوع ہے جبکہ ان کا کنوس ان کا دن کو چھپنا ہے۔

عبدالرزاق، فریابی، ابن سعد، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے چند اسناد سے اللہ کے فرمان: بِالۡخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الۡجَوَارِ الۡکُنَّسِ ﴿۱۶﴾ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ نیل گائے ہے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: وہ گائے ہیں جو سائے کی طرف جگہ پکڑتی ہیں۔

ابن المنذر نے انہی سے نقل کیا ہے، فرمایا: وہ خود کو درختوں کے تنوں کی طرف چھپاتی ہیں، وہ مخفی ہوتی ہیں۔

ابن جریر نے انہی سے نقل کیا ہے، فرمایا: وہ ہرن ہیں۔

ابن راہویہ، عبد بن حمید اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اللہ کے فرمان: الۡجَوَارِ الۡکُنَّسِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ ستارے ہیں۔

عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: بِالۡخُنَّسِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: گائے۔ الۡجَوَارِ الۡکُنَّسِ فرمایا: ہرن، کیا تم اسے سائے کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے اپنی گردن کو موڑتی ہیں اور نگاہ کو دور لے جاتی ہیں۔

ابواحمد الحاکم نے الکنیٰ میں ابوالعدبس سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: ہم حضرت عمر بن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، ان کے پاس ایک شخص آیا، کہا: اے امیر المومنین اَلْجَوَارِ الْكُنَّسِ کیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قریب پڑی چھڑی سے اس آدمی کے عمامہ پر مارا، اسے اس کے سر سے گرا دیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم خارجی ہو، اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر میں تمہیں گنجا پاتا تو میں ضرور تمہارے سر سے جوئیں گراتا۔ لیکن یہ روایت منکر ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں خارجی نہیں تھے اور نہ ہی اس وقت ان کا کوئی ذکر تھا۔

ابن جریر، ابن المنذر اور ابن حاتم نے چند اسناد سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جب چلی جائے۔ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ فرمایا: جب دن نکلتا ہے، طلوع فجر کے بعد۔

طبرانی نے ان سے اِذَا عَسْعَسَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اس کی سیاہی کا آنا۔ ابن المنذر نے ان سے اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: حضرت جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔

ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اللہ کے فرمان: وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا ان کے چھ سو پر تھے انہوں نے اُفق کو بند کیا ہوا تھا۔ طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: مراد یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو اس کی صورت میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا تھا۔

ابن مردویہ نے ان سے بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ساتواں آسمان۔

سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن مردویہ نے چند سندوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ وہ بِضَنِيْنٍ کو ضاد کے ساتھ پڑھتے تھے، فرمایا: اس کا مطلب بخیل ہے۔

سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِظَنِيْنٍ کی قراءت ظاء کے ساتھ نقل کی ہے، فرمایا: اس کا مطلب ہے کہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



ان پر اتہام نہیں ہے۔

دارقطنی نے الافراد میں، حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے، ابن مردویہ نے اور خطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم بِظَنِيْنٍ ظاء کے ساتھ پڑھتے تھے۔

ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: جب لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ آیت نازل ہوئی، لوگوں نے کہا: معاملہ ہمارے اختیار میں ہے، اگر ہم چاہیں تو سیدھے رہیں اور اگر چاہیں تو ہم سیدھے نہ رہیں، تو حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لے کر اترے، پس کہا: اے محمد! انہوں نے جھوٹ کہا ہے (بلکہ اصل یہ ہے کہ) وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورۃ الانفطار

اس کی انیس آیات ہیں اور یہ بلا اختلاف مکی ہے۔ ابن ضریس، نحاس اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: إِذَا السَّمَاءُ انفَطَرَتْ مکہ میں نازل ہوئی۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، عشاء کی نماز پڑھائی، اس کو لمبا کر دیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! کیا تم فتنہ پیدا کرنا چاہتے ہو؟ تم سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى اور وَالضُّحَى اور إِذَا السَّمَاءُ انفَطَرَتْ سے کہاں ہو، یہ اصل حدیث صحیحین میں ہے، لیکن اس میں إِذَا السَّمَاءُ انفَطَرَتْ کا ذکر نہیں ہے، اس کے بارے میں نسائی کی روایت منفرد ہے۔

سورۃ التکویر میں گزر چکا ہے کہ جسے خوشی ہو کہ وہ روز قیامت کو آنکھوں سے دیکھے وہ إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ اور إِذَا السَّمَاءُ انفَطَرَتْ اور إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ پڑھ لے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ○ إِذَا السَّمَاءُ انفَطَرَتْ ﴿١﴾ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انتَثَرَتْ ﴿٢﴾ وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ﴿٣﴾ وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ﴿٤﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ ﴿٥﴾ يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ﴿٦﴾ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ ﴿٧﴾ فِي أَيِّ صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ ﴿٨﴾ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالدِّينِ ﴿٩﴾ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ﴿١٠﴾ كِرَامًا كَاتِبِينَ ﴿١١﴾ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ﴿١٢﴾ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿١٣﴾ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ﴿١٤﴾ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ ﴿١٥﴾ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ ﴿١٦﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ﴿١٧﴾ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ﴿١٨﴾ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۖ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ ﴿١٩﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اور جب ستارے بکھر کر گر جائیں گے۔ اور جب سمندر پھاڑ دیے جائیں گے۔ اور جب قبریں الٹ دی جائیں گی۔ ہر شخص جان لے گا جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔ اے انسان! تجھے تیرے نہایت کرم والے رب کے متعلق کس چیز نے دھوکا دیا؟ وہ جس نے تجھے پیدا کیا، پھر تجھے درست کیا، پھر تجھے برابر کیا۔ جس صورت میں بھی اس نے چاہا تجھے جوڑ دیا۔ ہرگز نہیں، بلکہ تم جزا کو جھٹلاتے ہو۔ حالانکہ بلاشبہ تم پر یقیناً نگہبان (مقرر) ہیں۔ جو بہت عزت والے ہیں، لکھنے والے ہیں۔ وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔ بے شک نیک لوگ یقیناً بڑی نعمت میں ہوں گے۔ اور بے شک نافرمان لوگ یقیناً بھڑکتی آگ میں ہوں گے۔ وہ اس میں جزا کے دن داخل ہوں گے۔ اور وہ اس سے کبھی غائب ہونے والے نہیں ہیں۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ جزا کا دن کیا ہے؟ پھر تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ جزا کا دن کیا ہے؟ جس دن کوئی جان کسی جان کے لیے کسی چیز کا اختیار نہ رکھے گی اور اس دن حکم صرف اللہ کا ہوگا۔

اللہ کا فرمان ہے: اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ واحدی کہتے ہیں: مفسرین کا کہنا ہے کہ آسمان کا انفطار انشقاق ہی ہے، جیسے اللہ کا فرمان ہے: وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا۔ فطر کا مطلب پھٹنا ہے، کہا جاتا ہے: فَطَرْتُهُ فَانفَطَرَ، اسی سے فَطَرَ نَابٌ ہے جب اونٹ کا دانت نکل آئے۔ ایک قول ہے کہ انْفَطَرَتْ سے مراد یہاں پر آسمان سے فرشتوں کا نزول ہے، ایک قول ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے ٹوٹ جائے گا۔

وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ﴿۲﴾: یعنی وہ متفرق ہو کر گر جائیں گے، کہا جاتا ہے: نَثَرْتُ الشَّيْءَ اَنْثُرُهٗ نَثْرًا۔

وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ﴿۳﴾: یعنی بعض بعض میں پھاڑا جائے گا، تو وہ ایک سمندر ہو جائیں گے، اس کا میٹھا کھاری کے ساتھ مل جائے گا۔ حسن کہتے ہیں: فُجِّرَتْ کا مطلب ہے کہ اس کا پانی چلا جائے گا اور وہ خشک ہو جائے گا، یہ چیزیں قیامت سے پہلے ہوں گی، جیسا کہ اس سے پہلی سورت میں گزر چکا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَ اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ﴿۴﴾: یعنی اس کی مٹی الٹائی جائے گی اور اس میں موجود مردے نکالے جائیں گے، بعثر یبعثر بعثرۃ کہا جاتا ہے جب مٹی الٹائی جائے۔ بعثر المتاع کہا جاتا ہے جب اس کا نچلا اوپر کر دیا جائے، بعثرت الحوض بعثرۃ کہتے ہیں جب تم حوض کو گرا کر اس کا اوپر والا نیچے کر دو۔

فراء کہتے ہیں: بعثرت کا مطلب ہے کہ وہ اپنے اندر سے سونا اور چاندی نکال دے گی، یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ زمین میں موجود سونا اور چاندی وہ نکال باہر پھینکے گی۔

پھر اللہ پاک نے پچھلی باتوں کا جواب ذکر کیا، لہٰذا فرمایا: عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ مطلب ہے کہ وہ صحیفے کھلنے کے وقت جان لیں گے نا کہ قبروں سے اٹھتے وقت، کیونکہ قبروں سے نکل کر اہل جنت کے جنت میں جانے اور اہل جہنم کے جہنم میں جانے تک ایک ہی وقت ہے، نفس کو یہاں مفرد پڑھنے کے حوالے سے بات وہی ہے جو پہلی سورت میں گزر چکی ہے، یعنی اللہ کے فرمان: عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ کی تفسیر میں۔

مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ کا مطلب ہے کہ جو اس نے خیر یا شر کے عمل آگے بھیجے اور جو اچھے اور برے طریقے وہ پیچھے چھوڑ آیا، کیونکہ اس نے اچھے طریقوں میں سے جو طریقہ چھوڑا اس کا اس کو اجر ملے گا اور اس کا بھی جو اس پر عمل کریں گے۔ اور جو اس نے برے طریقوں میں سے طریقہ چھوڑا اس کو اس کا گناہ ہوگا اور اس کا بھی جس نے اس پر عمل کیا۔

قتادہ کہتے ہیں: جو اس نے معصیت آگے بھیجی اور جو طاعت پیچھے چھوڑی۔ ایک قول ہے کہ جو فرض آگے بھیجا اور جو فرض پیچھے چھوڑا۔ ایک قول ہے کہ اس کا اول عمل اور اس کا آخری عمل۔ ایک قول ہے کہ قبر سے اٹھتے وقت جو انسان نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا اس کا اجمالی علم اسے دے دیا جائے گا، کیونکہ مطیع شخص آثارِ سعادت دیکھے گا اور گنہ گار آثار شقاوت دیکھے گا، رہا تفصیلی علم تو وہ صحائف کھلنے پر حاصل ہوگا۔

یٰٓاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ ﴿۶﴾: یہ خطاب کافر کے لیے ہے، یعنی کس چیز نے تجھے دھوکے اور خداع میں رکھا حتیٰ کہ تم نے اپنے رب کریم کے ساتھ کفر کیا جس نے تجھ پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دنیا میں احسان کیا کہ تیری تخلیق اور تیرے حواس کو کامل بنایا، تجھے عاقل اور سمجھدار بنایا، تجھے رزق دیا اور تجھ پر ایسی نعمتیں کیں جن میں سے کسی کے انکار کی بھی تو قدرت نہیں رکھتا۔ قتادہ کہتے ہیں: اس پر مسلط اس کے شیطان نے اسے دھوکے میں رکھا۔ حسن کہتے ہیں: اسے اس کے خبیث شیطان نے دھوکے میں رکھا۔ ایک قول ہے کہ اس کی حماقت اور جہالت نے۔ ایک قول ہے کہ اللہ کی معافی نے اسے دھوکے میں رکھا کہ پہلی مرتبہ ہی اس نے اسے سزا نہیں دی، اس طرح مقاتل نے کہا ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝۷: یعنی تجھے نطفہ سے پیدا کیا اور تو کچھ بھی نہ تھا، تجھے پورا آدمی بنایا، تو سنتا، دیکھتا اور سمجھتا تھا، پھر تجھے برابر اور معتدل بنایا۔ عطاء کہتے ہیں: تجھے معتدل اور خوبصورت بنایا۔ مقاتل کہتے ہیں: دونوں کانوں، آنکھوں، ہاتھوں اور پاؤں میں تیری تخلیق معتدل بنائی، مطلب ہے کہ تیرے اعضاء کو درست بنایا۔

جمہور نے فَعَدَّلَكَ شد کے ساتھ پڑھا ہے۔ جبکہ عاصم، حمزہ اور کسائی نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابو حاتم اور ابو عبید نے پہلی قراءت کو اختیار کیا ہے۔ فراء اور ابو عبید کہتے ہیں: اس کی دلیل اللہ کا فرمان: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ہے۔ پہلی قراءت کا معنیٰ ہے کہ اللہ پاک نے اس کے اعضاء کو برابر بنایا ہے، ان میں کوئی کمی نہیں ہے اور دوسری قراءت کا مطلب ہے کہ اسے پھیرا اور جھکایا ہے جس صورت میں اس نے چاہا ہے اچھی یا بری، لمبا یا ٹھگنا۔

فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝۸: اس میں فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ. رَكَّبَكَ کے متعلق ہے، مَا زیادہ ہے، شَآءَ. صُوْرَةٍ کی صفت ہے، مطلب ہے کہ اس مختلف صورتوں میں سے جس صورت میں چاہا تجھے پیدا کر دیا، یہ جملہ فَعَدَلَكَ کے بیان کی طرح ہو جائے گا۔ مقدر عبارت ہوگی کہ اس نے تجھے برابر کیا، پھر جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا۔

جائز ہے کہ یہ ایک محذوف کے متعلق ہو کہ یہ حال ہے، یعنی اس نے تجھے جوڑا جس صورت میں حاصل ہوا۔ ابو حیان نے بعض مفسرین سے نقل کیا ہے کہ یہ عَدَّلَكَ کے متعلق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے۔اس پر اعتراض کیا گیا ہے کہ اَیِّ کو صدرِ کلام چاہیے،اس کا ماقبل اس میں عمل نہیں کر سکتا۔ مقاتل،کلبی اور مجاہد کہتے ہیں: جس مشابہت پر چاہا،باپ،ماں،ماموں یا چچا پر۔

مکحول کہتے ہیں: چاہا تو مذکر،چاہا تو مؤنث بنایا۔

كَلَّا: کا مطلب اللہ کے کرم سے دھوکے میں آنے پر ڈانٹ وڈپٹ ہے،اسے اللہ کے ساتھ کفر کا ذریعہ بنایا ہے اور اس کی نافرمانیوں کا،جائز ہے کہ یہ حَقًّا کے معنیٰ میں ہو۔

بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ﴿٩﴾: یہ ایک مقدر جملے سے اعراض ہے جس کی طرف کلام جارہا ہے،گویا کہ یہ ردع کے بعد کہا گیا ہے کہ تم اس پر سمجھتے نہیں بلکہ اس سے تجاوز کر کے اس سے بڑے گناہ تکذیب دین کی طرف جاتے ہو،وہ جزاء ہے،یا اہل اسلام کا دین ہے۔

ابن الانباری کہتے ہیں: الدِّيْنِ اور رَكَّبَكَ پر وقف اچھا ہے جبکہ كَلَّا پر اچھا نہیں ہے۔ مطلب ہے کہ اے اہل مکہ بلکہ تم دین کو جھٹلاتے ہو یعنی حساب کو۔ بَلْ اس چیز کی نفی کرتا ہے جو گزری ہو لیکن تحقیق اس کے خلاف ہو۔ بعث کا انکار ان کے ہاں معلوم تھا گو کہ اس کا ذکر نہیں آیا۔ فراء کہتے ہیں: ہرگز نہیں،معاملہ اس طرح نہیں جس طرح تو نے دھوکہ کھایا ہے۔ جمہور نے تُكَذِّبُوْنَ تاء کے ساتھ بصیغہ خطاب پڑھا ہے۔ جبکہ حسن،ابوجعفر اور شیبہ نے یاء کے ساتھ غائب کا صیغہ پڑھا ہے۔

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ﴿١٠﴾: کا جملہ تُكَذِّبُوْنَ کے فاعل سے حال کے طور پر محل نصب میں ہے،یعنی تم جھٹلاتے ہو جبکہ حال یہ ہے کہ تم پر وہ ہے جو تمہاری تکذیب کو دور کرے۔ جائز ہے کہ جملہ مستانفہ ہو وہ اس چیز کے بیان کا سیاق بتائے جو ان کی تکذیب کو باطل کرتا ہے۔ حَافِظِيْنَ نگہبان فرشتے ہیں جو بندوں پر ان کے اعمال محفوظ کرتے ہیں اور انہیں صحائف میں لکھتے ہیں۔ اللہ پاک نے ان کی صفت بتائی ہے کہ وہ اس کے ہاں عزت والے ہیں، بندوں کے اعمال لکھنے کا جو ان کو حکم دیا جاتا ہے وہ اس کام کو انجام دیتے ہیں۔

يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿١٢﴾: کا جملہ كَاتِبِيْنَ کی ضمیر سے حال کے طور پر منصوب ہے یا نعت کے طور پر،یا یہ مستانفہ ہے۔ رازی کہتے ہیں مطلب ان کے حال پر تعجب ہے،گویا فرمایا: تم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



روز جزا کو جھٹلاتے ہو، اللہ کے فرشتوں کو بھی جو تم پر موکل ہیں، تمہارے اعمال لکھتے ہیں حتیٰ کہ تمہارا ان پر روز قیامت حساب ہوگا، اس کی مثال اللہ کا یہ فرمان بھی ہے: اِذْ یَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ﴿۱۷﴾ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿۱۸﴾۔

پھر اللہ پاک نے دونوں فریقوں کا حال بیان کیا، لہٰذ فرمایا: اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ﴿۱۴﴾ جملہ مستانفہ ہے جو اپنے سیاق کے معنی کو ثابت کر رہا ہے، یہ اس طرح ہے جیسے اللہ نے فرمایا: فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ۔

يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۱۵﴾: یہ جہنم کی صفت ہے، جائز ہے کہ جار مجرور کے متعلق کی ضمیر سے حال کے طور پر منصوب ہو، یا یہ مستانفہ ہے جو مقدر سوال کا جواب ہے، گویا پوچھا گیا: ان کا کیا حال ہے؟ تو کہا گیا: يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ یعنی وہ یوم جزاء جسے وہ جھٹلایا کرتے تھے۔ يَّصْلَوْنَهَا کا مطلب ہے کہ وہ اس کی لپٹوں اور اس کی لُو کو خود محسوس کریں گے۔ جمہور نے يَّصْلَوْنَهَا کو مخفف مبنی بر فاعل پڑھا ہے، ایک قراءت شدّ کی ہے وہ مبنی بر مفعول ہے۔

وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ﴿۱۶﴾: یعنی وہ اس سے کبھی جدا نہ ہوں گے اور نہ اس سے غائب ہوں گے بلکہ وہ اسی میں رہیں گے۔ ایک قول ہے کہ وہ اس سے، اس سے قبل بالکل غائب نہ تھے بلکہ وہ اپنی قبور میں اس کی گرمی کا انکار کرتے تھے۔

پھر اللہ پاک نے اس دن کی عظمت بیان کی، لہٰذا فرمایا: وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۸﴾ یعنی جزاء اور حساب کا دن، اس کی تعظیم قدر کے لیے اسے دہرایا، تاکہ اس کی شان بڑی بتائی جائے اور اس کے معاملے کی ہولناکی واضح کی جائے، جیسے اللہ کے فرمان میں ہے: اَلْقَارِعَةُ ﴿۱﴾ مَا الْقَارِعَةُ ﴿۲﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ﴿۳﴾ اور فرمایا: اَلْحَآقَّةُ ﴿۱﴾ مَا الْحَآقَّةُ ﴿۲﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ﴿۳﴾۔

مطلب ہے کہ کس چیز نے اسے جاننے والا بنایا ہے کہ روز قیامت کیا ہے؟ کلبی کہتے ہیں: خطاب کافر انسان کو ہے۔

پھر اللہ پاک نے اس دن کی خبر دی، لہٰذا فرمایا: يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَالْاَمْرُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ابن کثیر اور ابوعمرو نے يَوْم پر رفع پڑھا ہے کہ یہ يَوْمُ الدِّيْنِ سے بدل ہے یا یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ ابوعمرو نے ایک روایت میں يَوْمٌ تنوین کے ساتھ پڑھا ہے، اضافت ختم کر کے۔ باقیوں نے اس پر زبر پڑھی ہے کہ یہاں معرب والا فتحہ ہے، اس میں اَعْنِيْ یا اُذْكُرْ مقدر ہوگا، تو یہ مفعول بہ ہو جائے گا۔ یا یہ فتحہ ہے مبنی والا کیونکہ اس کی اضافت جملے کی طرف ہے، یہ کوفیوں کی رائے ہے۔

لیکن یہ مبتداء محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے محل رفع میں ہے، یا یہ يَوْمُ الدِّيْنِ سے بدل ہے۔ زجاج کہتے ہیں: جائز ہے کہ یہ محل رفع میں ہو، لیکن یہ مبنی برفتحہ ہے، کیونکہ اس کی اضافت لَا تَمْلِكُ کی طرف ہے۔ اور جو غیر متمکن کی طرف مضاف ہو وہ مبنی برفتحہ ہوتا ہے گو وہ محل رفع میں ہو۔ یہ جو انہوں نے ذکر کیا ہے یہ خلیل اور سیبویہ کے نزدیک جائز ہے، جب اضافت فعل ماضی کی طرف ہو، اور اگر فعل مستقبل کی ظرف مضاف ہو تو ان دونوں کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ اس پر زجاج کی موافقت ابوعلی الفارسی اور فراء وغیرہ نے بھی کی ہے، مطلب ہے کہ نفسوں میں سے کوئی نفس کسی دوسرے نفس کے لیے نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوگا۔

وَالْاَمْرُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ﴿١٩﴾: اس اکیلے کے لیے، اس کے سوا معاملے کا کوئی مالک نہ ہوگا وہ جو کوئی بھی ہو۔ مقاتل کہتے ہیں: یعنی کافر جان کے لیے کسی نفع کا اختیار۔ قتادہ کہتے ہیں: وہاں کوئی کسی کے لیے کوئی فیصلہ نہ کرے گا اور نہ ہی کچھ بھی کر سکے گا سوائے رب العالمین کے۔ ایک مطلب ہے کہ اللہ پاک اس دن کسی کو کسی بھی معاملے کا اختیار نہ دے گا، جیسے اس نے انہیں دنیا میں اختیار دیا تھا، اسی طرح اللہ کا فرمان ہے: لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔

ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اس کا بعض بعض میں۔ اور وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ فرمایا: کھودی جائیں گی۔

ابن المبارک نے کتاب الزہد میں، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



مسعود رضی اللہ عنہ سے اللہ کے فرمان: عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جو اس نے خیر آگے بھیجی۔ اور جو سنت صالحہ پیچھے چھوڑی، جس پر بعد میں عمل کیا جاتا ہے، اس کو عمل کرنے والوں کی طرح اجر ملے گا، ان کے اجور میں کوئی بھی کمی نہ کی جائے گی۔ یا بری سنت چھوڑی جس پر اس کے بعد عمل کیا جاتا تھا، اس پر عمل کرنے والوں کی طرح بوجھ ہوگا، ان کے گناہوں سے کچھ بھی کمی نہ کی جائے گی۔

عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح روایت نقل کی ہے۔

حاکم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور اسے صحیح بھی کہا ہے، کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے خیر کا طریقہ جاری کیا، اس پر عمل کیا گیا تو اس کے لیے اس کا اجر ہوگا اور ان لوگوں کے اجور کی مثل بھی جو اس کی پیروی کریں گے، ان کے اجور میں کمی نہ کی جائے گی۔ اور جس نے شر کا طریقہ جاری کیا، اس پر عمل کیا گیا تو اس پر اس کا گناہ ہوگا اور اس کے پیروکاروں کے گناہ کی مثل بھی ہوگا، ان کے گناہوں سے کچھ کم نہ کیا جائے گا اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ۔

سعید بن منصور، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، انہوں نے یہ آیت پڑھی: مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ تو فرمایا: اللہ کی قسم! اسے اس کی جہالت نے دھوکے میں ڈالا۔

ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر دو حفاظت والے رات کو مقرر فرمائے ہیں اور دو حفاظت والے دن کو، وہ اس کا عمل اور اس کے قدموں کے نشان لکھتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورۃ المطفّفین

اس کی چھتیس آیات ہیں، قرطبی کہتے ہیں: یہ مکی ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ضحاک اور مقاتل کے قول کے مطابق۔ جبکہ مدنی ہے حسن اور عکرمہ کے قول کے مطابق مقاتل ہی کہتے ہیں: یہ مدینہ میں نازل ہونے والی پہلی سورت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ کہتے ہیں: یہ مدنی ہے سوائے آٹھ آیات کے، وہ اِنَّ الَّذِیۡنَ اَجۡرَمُوۡا سے سورۃ کے آخر تک ہیں۔

کلبی اور جابر بن زید کہتے ہیں: یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان نازل ہوئی ہے۔ نحاس اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: سورت مطففین مکہ میں نازل ہوئی۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

ابن ضریس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: مکہ میں سب سے آخری سورت مطففین نازل ہوئی ہے۔

ابن مردویہ نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، سیوطی فرماتے ہیں: سند صحیح ہے، فرمایا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینے آئے، وہاں کے رہنے والے سب لوگوں سے بڑھ کر برے ماپ والے تھے، اللہ تعالیٰ نے سورۃ المطففین نازل فرمائی، تو اس کے بعد انہوں نے اپنا ماپ اچھا کرلیا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ وَیۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِیۡنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیۡنَ اِذَا اکۡتَالُوۡا عَلَی النَّاسِ یَسۡتَوۡفُوۡنَ ۫﴿۲﴾ وَ اِذَا کَالُوۡہُمۡ اَوۡ وَّزَنُوۡہُمۡ یُخۡسِرُوۡنَ ؕ﴿۳﴾ اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّہُمۡ مَّبۡعُوۡثُوۡنَ ۙ﴿۴﴾ لِیَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ۙ﴿۵﴾ یَّوۡمَ یَقُوۡمُ النَّاسُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ؕ﴿۶﴾ کَلَّاۤ اِنَّ کِتٰبَ الۡفُجَّارِ لَفِیۡ سِجِّیۡنٍ ؕ﴿۷﴾ وَ مَاۤ اَدۡرٰکَ مَا سِجِّیۡنٌ ؕ﴿۸﴾ کِتٰبٌ مَّرۡقُوۡمٌ ؕ﴿۹﴾ وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِیۡنَ یُکَذِّبُوۡنَ بِیَوۡمِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



الدِّيْنِ ﴿۱۱﴾ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿۱۲﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ
الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾ كَلَّا بَلْ سکتۃ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ
لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۷﴾

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ بڑی ہلاکت ہے ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔ وہ لوگ کہ جب لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں۔ اور جب انھیں ماپ کر، یا انھیں تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ بے شک وہ اٹھائے جانے والے ہیں۔ ایک بڑے دن کے لیے۔ جس دن لوگ رب العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے۔ ہرگز نہیں، بے شک نافرمان لوگوں کا اعمال نامہ یقیناً دائمی سخت قید کے دفتر میں ہے۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ دائمی سخت قید کا دفتر کیا ہے؟ ایک کتاب ہے، واضح لکھی ہوئی۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ جو جزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔ اور اسے کوئی نہیں جھٹلاتا مگر ہر حد سے نکل جانے والا، سخت گناہ گار۔ جب اس کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ ہرگز نہیں، بلکہ زنگ بن کر چھا گیا ہے ان کے دلوں پر جو وہ کماتے تھے۔ ہرگز نہیں، بے شک وہ اس دن یقیناً اپنے رب سے حجاب میں ہوں گے۔ پھر بے شک وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں یقیناً داخل ہونے والے ہیں۔ پھر کہا جائے گا یہی ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔

اللہ کا فرمان ہے: وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ. وَيْلٌ مبتداء ہے، اس سے ابتداء کی گنجائش ہے جب یہ دعا ہو، اگر اس پر نصب آئے تو بھی جائز ہے۔ مکی کہتے ہیں: وَيْلٌ اور اس جیسے الفاظ میں پسندیدہ بات یہ ہے کہ اگر مضاف نہ ہوں تو مرفوع ہوں گے، نصب بھی جائز ہے، اور اگر مضاف یا معرف باللام ہو تو اس میں نصب پسندیدہ ہے، جیسے فرمایا: وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا۔

لِلْمُطَفِّفِيْنَ اس کی خبر ہے۔ مطفف کا مطلب کمی والا ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ ماپ یا وزن میں تھوڑی چیز لے لینا، یعنی معمولی اور حقیر کمی کر لینا۔ اہل لغت فرماتے ہیں: مطفف طفف سے ماخوذ ہے، وہ کم کو کہتے ہیں، تو مطفف وہ ہوا جو اپنے ساتھی کا حق ماپ یا تول میں کم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کردے۔ زجاج کہتے ہیں: ماپ اور تول میں کمی کرنے والے کو مطفف کہتے ہیں، کیونکہ وہ ماپ اور تول سے معمولی اور حقیر چیز مسلسل چوری کرتا رہتا ہے۔

ابوعبیدہ اور مبرد کہتے ہیں: مطفف وہ ہے جو ماپ اور تول میں کمی کرتا ہے۔ یہاں وَیْلٌ سے مراد سخت عذاب، نفس عذاب، شدید شر ہے یا یہ جہنم میں ایک وادی ہے۔ کلبی کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ مدینے آئے تو وہاں کے لوگ دوسروں کو ماپ اور وزن برا دیتے تھے اور اپنے لیے پورا لیتے تھے، پس یہ آیت نازل ہوئی۔

سُدی کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ مدینے آئے، وہاں ایک آدمی کو ابوجہینہ کہا جاتا تھا، اس کے پاس دو صاع تھے، ایک سے وہ ماپ کر لیتا تھا اور دوسرے سے دیتا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ فراء کہتے ہیں: اس آیت کے نزول کے بعد وہ آج تک سب لوگوں سے اچھے ماپ والے ہیں۔

پھر اللہ پاک نے وضاحت فرمائی کہ مطففین کون ہیں؟ لہٰذا فرمایا: اَلَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ یعنی ماپ پورا لیں گے، کیل پکڑیں گے، فراء کہتے ہیں: مطلب ہے اکْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ اس میں عَلٰی اور مِنْ ایک دوسرے کی جگہ پر آتے ہیں، اکتلت منك کا مطلب ہے استوفیت منك اور اکتلت علیك کا مطلب ہے اخذت ما علیك۔ زجاج کہتے ہیں: اکْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ کا مطلب ہے استوفوا علیهم الكیل، یہاں اتزنوا نہیں آیا، کیونکہ کیل اور وزن دونوں کے ساتھ بیع اور شراء ہے، ان میں سے ایک دوسرے پر دلالت کرتا ہے۔

واحدی کہتے ہیں: مفسرین کا قول ہے مراد وہ لوگ ہیں جب وہ اپنے لیے خریدتے ہیں تو ماپ اور وزن پورا لیتے ہیں اور جب بیچتے ہیں اور دوسروں کو تول کر دیتے ہیں تو کمی کرتے ہیں۔

وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ یُخْسِرُوْنَ ﴿۳﴾: کا بھی یہی مطلب ہے۔ یعنی كَالُوْهُمْ اور وزنوا لهم۔ لام کو حذف کر دیا گیا اور فعل کو مفعول کی طرف متعدی کر دیا گیا، یہ حذف اور ایصال کے باب سے ہے، اسی سے نَصَحْتُكَ اور نَصَحْتُ لَكَ ہے۔ اسی طرح اخفش،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کسائی اور فراء نے کہا ہے۔ فراء کہتے ہیں: میں نے ایک دیہاتی عورت کو کہتے ہوئے سنا: جب لوگ نکل گئے، ہم تاجر کے پاس گئے وہ ہمیں ماپ کر ایک مد اور دو مد اگلے موسم تک دیتا تھا، کہا: یہ اہل حجاز اور ان کے قریب رہنے والے قیس قبیلے کا قول ہے۔

زجاج کہتے ہیں: کَالُوا پر وقف جائز نہیں ہے حتیٰ کہ اسے ضمیر کے ساتھ ملایا جائے، بعض لوگ اسے تاکید بناتے ہیں، یعنی فعل میں چھپی ہوئی ضمیر سے تاکید، وہ کالوا یا وزنوا پر وقف جائز کہتے ہیں۔ ابوعبید کہتے ہیں: عیسیٰ بن عمر انہیں دو حرف بناتے تھے، اور کالوا اور وزنوا پر ٹھہرتے تھے، پھر کہتے: هُمْ يُخْسِرُوْنَ۔ کہتے ہیں: میں حمزہ کی قراءت بھی اسی طرح سمجھتا ہوں۔ ابوعبید کہتے ہیں: پسندیدہ بات یہ ہے کہ یہ دونوں طرف سے ایک ہی کلمہ ہوں، ایک خط ہو، اس لیے اس کو اہل علم نے بغیر الف کے لکھا ہے، اگر یہ قطعی ہوتے تو کالوا یا وزنوا الف کے ساتھ ہوتے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کِلْتُكَ اور وَزَنْتُكَ کا مطلب کلت لك اور وزنت لك ہو، یہ ایک عربی کلام ہے، جیسے کہا جاتا ہے: صِدْتُكَ اور صِدْتُ لَكَ، كَسَبْتُكَ اور كَسَبْتُ لَكَ، شَكَرْتُكَ اور شَكَرْتُ لَكَ وغیرہ۔

ایک قول ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہے اور مضاف الیہ اس کا قائمقام ہے، مضاف مکیل اور موزون ہے یعنی واذا کالوا مکیلھم یا وزنوا میزانھم، يُخْسِرُوْنَ کا مطلب ہے کہ وہ کم کرتے ہیں، جیسے اللہ کا فرمان: وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ۔ عرب خَسَرْتُ الْمِيْزَانَ اور أَخْسَرْتُهُ دونوں طرح کہتے ہیں۔ پھر اللہ پاک نے انہیں ڈرایا، لہٰذا فرمایا: اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ یہ جملہ مستانفہ ہے، یہ اس چیز کی ہولناکی بتانے کے سیاق میں ہے جو انہوں نے کمی اور برا کام کیا ہے، اس پر جراءت کی ان کی حالت پر اس میں تعجب بھی ہے، اُولٰٓئِكَ سے اشارہ مطففین کی طرف ہے، مطلب ہے کہ ان کے ذہن میں کوئی پروا نہیں کہ وہ اٹھائے جائیں گے اور اپنے فعل کے بارے میں پوچھے جائیں گے، ایک قول ہے کہ یہاں ظنّ بمعنیٰ یقین ہے، کہ یہ یقین نہیں رکھتے اور اگر یقین رکھتے تو ماپ اور تول میں کمی نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کرتے۔ ایک قول ہے کہ ظن اپنے معنیٰ میں ہی ہے، مطلب یہ ہے کہ یہ اگر بعث کا یقین نہیں رکھتے تھے تو انہوں نے اس کا گمان کیوں نہ کیا حتیٰ کہ اس میں تدبر کرتے، تحقیق کرتے اور جس چیز کے برے انجام کا ڈر ہے، اسے چھوڑ دیتے۔

لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۝: سے مراد روز قیامت ہے، اس کی عظمت کے ساتھ صفت بیان کی ہے کیونکہ وہ ایسا وقت ہے جس میں عظیم کام ہونے ہیں، مثلاً: بعث، حساب، عقاب، اہل جنت کا جنت میں جانا اور اہل نار کا نار میں جانا۔

پھر اللہ پاک نے اس دن کے متعلق خبر دی تو فرمایا: يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ظرف کا نصب پیچھے مذکور مَّبْعُوْثُوْنَ کی وجہ سے ہے، یا ایک فعل مقدر کی وجہ سے جس پر مَّبْعُوْثُوْنَ دلالت کر رہا ہے، یعنی یبعثون یوم یقوم الناس یا یہ لِيَوْمٍ کے محل سے بدل ہے، یا اَعْنِيْ کو مضمر بنایا گیا ہے، یا یہ محل رفع میں ہے کہ یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے، یا لِيَوْمٍ سے بدل کے طور پر محل جر میں ہے۔

ان دونوں صورتوں میں مبنی بر فتحہ اس لیے ہوگا کہ اس کی اضافت فعل کی طرف ہے۔

زجاج کہتے ہیں: يَوْمَ منصوب ہے مَّبْعُوْثُوْنَ کی وجہ سے، مطلب یہ ہے کہ کیا یہ گمان نہیں رکھتے کہ روز قیامت اٹھائے جائیں گے۔

يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ: کا مطلب ہے: جس دن لوگ رب العالمین کے حکم سے قبروں سے کھڑے ہوں گے، اس کی جزاء کے لیے یا اس کے حساب کے لیے، یا اس کے حکم اور اس کے فیصلے کے لیے۔ يَوْم کو عظمت کے ساتھ موصوف کرنے میں حالانکہ اس دن لوگ رب العالمین کے لیے خضوع کے ساتھ کھڑے ہوں گے، اور اللہ پاک کی صفت رب العالمین بیان کرنے میں تطفیف والے گناہ کی بڑائی بیان کرنا مقصود ہے، اس کے گناہ کی زیادتی اور اس کے عذاب کی شدت بتانا بھی مقصود ہے۔

يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ سے مراد ہے کہ جب لوگ اپنے کانوں کے لَو تک پسینے میں شرابور ہوں گے، ایک قول ہے کہ اپنے ذمے حقوق العباد کے لیے کھڑے ہوں گے، ایک قول ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پیغمبر اللہ کے سامنے فیصلے کے لیے کھڑے ہوں گے۔ لیکن پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے۔

كَلَّآ: یہ ڈانٹ اور ڈپٹ ہے مطففین کے لیے، جو بعث اور اس کے مابعد سے غافل ہیں۔

پھر جملہ مستانفہ ذکر کیا اور فرمایا: اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ابو حاتم کے نزدیک كَلَّآ بمعنی حَقًّا ہے، یہ اپنے مابعد سے متصل ہے، اس کا مطلب ہے حق ہے کہ فجار کی کتاب سجین میں ہے، سجین کی تفسیر اللہ پاک نے اپنے فرمان سے خود فرمائی ہے کہ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ﴿٨﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿٩﴾ اس طرح بتایا کہ وہ ایک مرقوم یعنی لکھی ہوئی کتاب ہے، ایک قول ہے کہ وہ کتاب ہے جو برے اعمال کی جامع ہے جو شیاطین، کافروں اور فاسقوں سے صادر ہوئے تھے۔ لفظ سِجِّيْنٌ اس کی ایک علامت ہے۔ قتادہ، سعید بن جبیر، مقاتل اور کعب کہتے ہیں: وہ ساتویں زمین کے نیچے ایک پتھر ہے جو ہلتا رہتا ہے، اس کے نیچے فجار کی کتاب رکھی جاتی ہے، یہی مجاہد کا قول ہے۔ اس قول کی بنیاد پر کلام میں مضاف محذوف ہوگا، مقدر عبارت: محل کتاب مرقوم ہوگی۔ ابوعبیدہ، اخفش، مبرد اور زجاج کہتے ہیں: لَفِيْ سِجِّيْنٍ جس اور سخت تنگی میں، مطلب ہے گویا وہ قید میں ہے، یہ بات ان کے مرتبے کی کمی اور ذلت پر دلالت کرنے کے لیے ہے۔

واحدی کہتے ہیں: ایک قوم نے ذکر کیا ہے کہ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ۔ سِجِّيْنٌ کی تفسیر ہے، لیکن یہ بعید ہے، کیونکہ جیسے ہم نے مفسرین سے بیان کیا ہے سجین کا کتاب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مناسب یہ ہے کہ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ میں مذکور کتاب کو بیان بنا دیا جائے اگر فرض کریں کہ وہ کتاب مرقوم ہے۔ یعنی مکتوب ہے اس کے حروف واضح ہیں۔ انتہیٰ

مناسب وہ ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔

مطلب یہ ہوگا کہ فجار/ گناہ گاروں کی کتاب جن میں مطففین بھی شامل ہیں، یعنی ان کے جو اعمال لکھے جاتے ہیں یا ان کے اعمال کی کتاب اس مدون کتاب میں ہے جس میں قبائح ہیں اور شر کے لیے خاص ہے اور وہ سجین ہے۔

پھر ذکر فرمایا: جو اس کی ہولناکی اور تعظیم پر دلالت کرے، لہٰذا فرمایا: وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سِجِّيْنٌ پھر یہ کہہ کر اس کی وضاحت کی كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ۔

زجاج کہتے ہیں: وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ کا مطلب ہے، یہ اس میں سے نہیں ہے جس کا علم آپ ﷺ کو اور آپ کی قوم کو ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: مَّرْقُوْمٌ کا مطلب ہے کہ ان کے لیے شر لکھا گیا ہے، گویا وہ بڑی علامت ہے جس کے ذریعے کافر پہچانا جائے گا، اسی طرح مقاتل نے کہا ہے۔

سِجِّيْنٌ کے نون کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، ایک قول ہے کہ یہ اصلی ہے اور یہ سِجْنٌ سے مشتق ہے، جس کا مطلب قید ہے، یہ مبالغے کا ایک وزن ہے جیسے خمیر سکیر اور فسیق سے مشتق ہے۔ اسی طرح ابوعبیدہ، مبرد اور زجاج نے کہا ہے۔ واحدی کہتے ہیں: یہ بات ضعیف ہے کیونکہ اہل عرب نہیں جانتے تھے کہ سجین کیا ہے، اس کا جواب دیا جائے گا کہ یہ ان ائمہ کی روایت ہے جو قابل حجت ہیں، اور اس کے لغت عرب سے ہونے کی دلیل ابن مقبل کا شعر ہے:

ورفقة يضربون البيض ضاحية
ضربا تواصت به الابطال سجينا

"اور چند دوست جو خود پر واضح ضرب لگاتے ہیں۔ ایسی ضرب جو بہادروں کو جیل میں پہنچا دے گی۔"

ایک قول ہے کہ نون لام کے بدلے میں ہے، یہ اصل میں سجیل ہے جو سجل سے مشتق ہے، جس کا مطلب کتاب ہے۔ ابن عطیہ کہتے ہیں: جس نے کہا کہ سِجِّيْنٌ ایک جگہ ہے تو كِتٰبٌ مرفوع ہے اس لیے کہ وہ اِنَّ کی خبر ہے، اور ظرف یعنی اللہ کا فرمان لَفِيْ سِجِّيْنٍ ملغیٰ ہے، یعنی اس پر عمل چھوڑا گیا ہے۔ اور جس نے اس کو کتاب سے تعبیر کیا ہے، تو كِتٰبٌ خبر ہوگی، مبتداء محذوف کی، مقدر عبارت هُوَ كِتٰبٌ ہوگی۔ اور یہ کلام سجین کی تفسیر کرے گا کہ وہ کیا ہے؟ ایسے ہی کہا ہے۔

ضحاک کہتے ہیں: مَّرْقُوْمٌ حمیری زبانی میں مہر زدہ ہے، رقم کا اصل مطلب لکھنا ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



شاعر کہتا ہے:

سارقم بالماء القراح اليكم
على بعدكم ان كان للماء راقم

''میں تمہارے لیے پانی، خالص پانی پر لکھوں گا۔ تم سے دوری پر ہی، اگر پانی کے لیے کوئی لکھنے والا ہو۔''

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ: یہ اللہ کے فرمان يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے متصل ہے، ان کے مابین جملہ معترضہ ہے، مطلب یہ ہے کہ روز قیامت کی ہلاکت اس شخص کے لیے ہے جس کی طرف سے بعث اور پیغمبروں کے لائے ہوئے پیغام کی تکذیب ظاہر ہوئی ہے۔

پھر اللہ پاک نے ان مکذبین کی وضاحت کی تو فرمایا: الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ موصول مکذبین کی صفت ہے یا اس سے بدل وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ہے، یعنی فاجر، ظالم، گناہ میں تجاوز کرنے والا اور اس کے اسباب سے مشغول رہنے والا۔

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا: جو حضرت محمد ﷺ پر اتاری گئی ہیں۔

قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ: یعنی ان کی باتیں اور ان کے باطل ہیں جو انہوں نے گھڑ لیے ہیں۔ جمہور نے اِذَا تُتْلٰى دو تاؤں کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ ابوحیوۃ، ابوالسماک، اشہب العقیلی اور سلمی نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

كَلَّا: حد سے بڑھنے والے گناہ گار کے لیے ڈانٹ اور ڈپٹ کا لفظ ہے، جو اس قرآن سے قول باطل میں مشغول ہے اور اس کو جھٹلاتا ہے۔

بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ⑭: کا فرمان اس سبب کا بیان ہے جس نے ان کو یہ کہنے پر ابھارا کہ یہ قرآن پہلوں کی کہانیاں ہے۔

ابوعبیدہ کہتے ہیں: رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ان کے دلوں پر ران اور رین غالب ہوا، جو بھی تجھ پر غالب آئے اور چڑھ جائے وہ رَانَ عَلَيْكَ اور رَانَ بِكَ ہے۔ فراء کہتے ہیں: وہ اس وجہ سے ہے کہ ان سے گناہ اور نافرمانیاں زیادہ ہو گئے تو اس نے ان کے دلوں کا احاطہ کر لیا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یہ ان پر رین ہے۔ حسن کہتے ہیں: وہ گناہ پر گناہ ہے حتیٰ کہ دل کو اندھا کر دیتا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: دل ہتھیلی کی طرح ہے، انہوں نے ہتھیلی کو کھولا، جب گناہ کرتا ہے تو بند ہوتا ہے، ایک انگلی بند کی، پھر ایک اور گناہ کرتا ہے تو اور بند ہوتا ہے، ایک اور انگلی بند کی، حتیٰ کہ سب انگلیاں بند کر لیں، حتیٰ کہ وہ دل پر مہر کر دیتا ہے، فرمایا: اہل علم کہا کرتے تھے کہ یہ رین ہے، پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی۔

ابوزید کہتے ہیں: آدمی کو رین ہوا، کا مطلب ہے کہ ایسی بات میں واقع ہوا، جس سے نہ وہ نکل سکتا ہے اور نہ وہ اس سے قبول کی جاتی ہے۔ ابو معاذ نحوی کہتے ہیں: رین یہ ہے کہ دل گناہوں سے سیاہ ہو جائے، طبع دل پر مہر ہے، وہ رین سے سخت ہے اور اقفال (تالا لگانا) طبع سے بھی سخت ہے۔

زجاج کہتے ہیں: رین زنگ کی طرح ہے جو دل پر باریک پردے کی طرح چڑھ جاتا ہے، اسی طرح غین ہے۔

پھر اللہ پاک نے ڈانٹ اور ڈپٹ کو دہرایا تو فرمایا: كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ایک قول ہے کہ كَلَّآ بمعنی حَقًّا ہے، یعنی حق ہے کہ بے شک وہ لوگ۔ یعنی کفار اپنے رب سے قیامت کے دن روکے جائیں گے، وہ اسے کبھی نہیں دیکھ سکیں گے۔ مقاتل کہتے ہیں: یعنی وہ پیشی اور حساب کے بعد اپنے رب کی طرف مومنوں کی طرح نہ دیکھ سکیں گے۔

حسین بن فضیل کہتے ہیں: جس طرح ان کو دنیا میں اپنی توحید سے اللہ نے پردے میں رکھا اسی طرح روز قیامت اپنی رؤیت سے پردے میں رکھے گا۔ زجاج کہتے ہیں: اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ روز قیامت اللہ عزوجل کو دیکھا جائے گا، اگر ایسا نہیں تو اس آیت میں کوئی فائدہ نہیں ہے، جبکہ اللہ پاک نے ہی فرمایا ہے: وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿٢٣﴾ اللہ پاک نے بتایا ہے کہ مؤمن دیکھیں گے اور اسی نے بتایا ہے کہ کافر اس سے روکے جائیں گے۔ ایک قول ہے کہ یہ ان کی ذلت کی ایک مثال ہے کہ جیسے کسی کو ذلیل کرنے کے لیے بادشاہ کے پاس جانے سے روکا جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قتادہ اور ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں: اس کا مطلب ہے کہ وہ ان پر نظر رحمت نہیں فرمائے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا۔

مجاہد کہتے ہیں: وہ اس کی عزت سے روکے جائیں گے، اسی طرح ابن کیسان نے کہا ہے۔

ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ﴿۱۶﴾: یعنی جہنم میں داخل ہونے والے، اس میں پکے رہنے والے اور اس سے نہ نکلنے والے ہیں۔ ثُمَّ مرتبہ میں تراخی کے لیے ہے، کیونکہ جہنم میں ملنا ذلیل کرنے سے اور عزت سے محرومی سے زیادہ سخت ہے۔

ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۷﴾: یعنی ان سے جہنم کے داروغے ڈانٹ و ڈپٹ کے طور پر کہیں گے: یہ ہے وہ جسے تم دنیا میں جھٹلاتے تھے، اب اسے دیکھو اور اس کا عذاب چکھ لو۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو قوم عہد توڑتی ہے اللہ ضرور ان پر ان کے دشمن کو مسلط کرتے ہیں، جو قوم ماپ اور تول میں کمی کرتی ہے، اللہ ضرور ان پر پیداوار بند کر دیتے ہیں اور وہ قحط سالی میں مبتلاء ہوتے ہیں۔

بخاری، مسلم وغیرہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ حتی کہ ان میں سے کوئی اپنے پسینے میں کانوں کی لو تک ڈوبا ہوگا۔

طبرانی، ابو الشیخ، حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی نے کتاب البعث میں حضرت ابن عمرو سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کے متعلق فرمایا: کیسے ہوگا جب تمہیں اللہ پچاس ہزار سال تک جمع رکھے گا جیسے ترکش میں تیر جمع ہوتے ہیں، اور وہ تمہاری طرف نہیں دیکھے گا۔

ابو یعلی، ابن حبان اور ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کے متعلق فرمایا: پچاس ہزار سال سے نصف یوم کی مقدار ہوگی، مومن کے لیے وہ آسان ہوگا جیسے سورج غروب ہونے کی طرف گرے اور غروب ہو جائے۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے: جب لوگوں کا حشر ہوگا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وہ چالیس سال کھڑے رہیں گے۔

ابن مردویہ نے اسے انہی کی حدیث سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔

طبرانی نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! روز قیامت لوگ اپنے رب کے سامنے کتنا کھڑے ہوں گے؟ فرمایا: ہزار برس، انہیں اجازت نہ دی جائے گی۔

ابن المبارک نے الزہد میں، عبد بن حمید اور ابن المنذر نے شمر بن عطیہ کی سند سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کعب الاحبار سے اللہ کے فرمان: كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ کے متعلق سوال کیا، انہوں نے کہا: فاجر کی روح کو آسمان کی طرف چڑھایا جاتا ہے، آسمان اسے قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے، اسے زمین کی طرف اتارا جاتا ہے، وہ اسے قبول کرنے سے انکار کرتی ہے، وہ سات زمینوں سے نیچے چلی جاتی ہے حتیٰ کہ سجین میں پہنچ جاتی ہے، وہ ابلیس کا رخسار ہے، ابلیس کے رخسار کے نیچے سے اس کے لیے ایک کتاب نکالی جاتی ہے، اس پر مہر لگائی جاتی ہے اور اسے ابلیس کے رخسار کے نیچے رکھ دیا جاتا ہے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ سجین زمینوں کے نیچے ہے۔

ابن جریر نے بواسطہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے: الفلق جہنم میں ایک ڈھانپا ہوا کنواں ہے اور سجین کھلا ہوا ہے، حافظ ابن کثیر نے فرمایا: یہ حدیث غریب اور منکر ہے، صحیح نہیں ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے: سجین ساتویں زمین کے نیچے ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس طرح مرفوعاً نقل کیا ہے۔ عبد بن حمید، ابن ماجہ، طبرانی اور بیہقی نے کتاب البعث میں حضرت عبدالرحمن بن کعب بن مالک سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا، ان کے پاس ام بشر بنت البراء آئی، کہا: اگر میرے بیٹے سے ملو تو اسے میری طرف سے سلام کہنا، انہوں نے کہا: ام بشر! اللہ تجھے معاف فرمائے، ہم اس سے کہیں بڑھ کر مشغول ہوں گے، وہ کہنے لگی: کیا تم نے رسول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اللہ ﷺ کا فرمان نہیں سنا: مؤمن کی روح جنت میں جس طرف چاہے جائے گی اور کافر کی روح سجین میں ہوگی، کہا کیوں نہیں۔ کہنے لگی: یہی تو وہ ہے۔ ابن المبارک نے اسی طرح سلمان سے نقل کیا ہے۔

احمد، عبد بن حمید، ترمذی نے اسے صحیح بھی کہا ہے، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں بواسطہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کا فرمان نقل کیا ہے: جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے، اس کے دل میں سیاہ نشان پڑ جاتا ہے، اگر توبہ کرے، رک جائے اور استغفار کرے اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر پھر کرے وہ بڑھ جاتا ہے حتیٰ کہ اس کے دل پر غلاف آ جاتا ہے، یہی وہ ران ہے جس کا اللہ پاک نے قران میں ذکر فرمایا ہے: كَلَّا بَلْ سكتة رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿۱۹﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۲۲﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ﴿۲۴﴾ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ﴿۲۵﴾ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ﴿۲۷﴾ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿۳۲﴾ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

ہرگز نہیں، بے شک نیک لوگوں کا اعمال نامہ یقیناً بہت ہی اونچے لوگوں کے دفتر میں ہے۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ بہت ہی اونچے لوگوں کا دفتر کیا ہے؟ ایک کتاب ہے، واضح لکھی ہوئی۔ جس کے پاس مقرب (فرشتے) حاضر رہتے ہیں۔ بے شک نیک لوگ یقیناً بڑی نعمت میں ہوں گے۔ تختوں پر (بیٹھے) دیکھ رہے ہوں گے۔ تو ان کے چہروں میں نعمت کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تازگی پہچانے گا۔ انھیں ایسی خالص شراب پلائی جائے گی جس پر مہر لگی ہوگی۔ اس کی مہر کستوری ہوگی اور اسی (کو حاصل کرنے) میں ان لوگوں کو مقابلہ کرنا لازم ہے جو (کسی چیز کے حاصل کرنے میں) مقابلہ کرنے والے ہیں۔ اور اس کی ملاوٹ تسنیم سے ہوگی۔ جو ایک چشمہ ہے، جس سے مقرب لوگ پییں گے۔ بے شک وہ لوگ جنھوں نے جرم کیے، ان لوگوں پر جو ایمان لائے، ہنسا کرتے تھے۔ اور جب وہ ان کے پاس سے گزرتے تو ایک دوسرے کو آنکھوں سے اشارے کیا کرتے تھے۔ اور جب اپنے گھر والوں کے پاس واپس آتے تو خوش گپیاں کرتے ہوئے واپس آتے تھے۔ اور جب انھیں دیکھتے تو کہا کرتے تھے بلاشبہ یہ لوگ یقیناً گمراہ ہیں۔ حالانکہ وہ ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔ سو آج وہ لوگ جو ایمان لائے، کافروں پر ہنس رہے ہیں۔ تختوں پر (بیٹھے) نظارہ کر رہے ہیں۔ کیا کافروں کو اس کا بدلہ دیا گیا جو وہ کیا کرتے تھے؟

كَلَّآ: جس عمل پر وہ تھے اس پر ڈانٹ ڈپٹ ہے، اس کو تاکید کے لیے دہرایا گیا ہے۔

اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿۱۸﴾: کا جملہ مستانفہ ہے، اپنے ضمن میں بیان رکھتا ہے، جائز ہے کہ كَلَّآ بمعنی حَقًّا ہو۔ اَبْرَارٌ فرمانبردار لوگ ہیں، ان کی کتاب ان کی حسنات کے صحائف ہیں۔ فراء کہتے ہیں: علیین بلندی کے بعد بلندی ہے جس کی کوئی انتہاء نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ علی کی جمع ہے جو علو سے ماخوذ ہے۔ زجاج کہتے ہیں: یہ مقامات و مکانات کی بلندی ہے۔ فراء اور زجاج کہتے ہیں: اس کا اعراب جمع کے اعراب کی طرح ہوگا کیونکہ یہ جمع کے صیغے پر ہے، اور اس کا اپنے لفظ سے کوئی واحد نہیں ہے، جیسے ثلاثین، عشرین اور قنسرین ہے۔

ایک قول ہے کہ یہ اس دیوانِ خیر کا علم ہے جس میں صالحین کے عمل مدون کیے گئے ہیں۔ واحدی نے مفسرین سے نقل کیا ہے کہ وہ ساتواں آسمان ہے۔

ضحاک، مجاہد اور قتادہ کہتے ہیں: مراد ساتواں آسمان ہے اس میں مومنوں کی ارواح ہیں۔ ضحاک کہتے ہیں: وہ سدرۃ المنتہیٰ ہے، اس پر اللہ کے امر سے ہر چیز کی انتہاء ہوتی ہے، اس سے وہ تجاوز نہیں کرتی۔ ایک قول ہے کہ وہ جنت ہے۔ قتادہ ہی کہتے ہیں: وہ ساتویں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



آسمان کے اوپر عرش کے دائیں پائے کے پاس ہے۔ ایک قول ہے کہ علیین ملائکہ کی صفت ہے کیونکہ وہ ملاء اعلیٰ میں ہیں، جیسے کہا جاتا ہے: فلان بنی فلان میں ہے، یعنی ان کے مجموعہ میں شامل ہے۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿۱۹﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾: یعنی اے محمد (ﷺ) آپ کو کیا معلوم کہ علیین کیا ہے، یہ علیین کی تعظیم اور تفخیم کی ایک جہت سے ہے، پھر اس کی تفسیر کی اور فرمایا: كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ یعنی لکھی ہوئی، اس میں کلام اس کلام کی طرح ہے، جو اللہ کے فرمان: وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ﴿۸﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۹﴾ کے تحت گزرا ہے۔

يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾: کا جملہ کتاب کی دیگر صفت ہے، مطلب ہے کہ ملائکہ اس لکھی ہوئی کتاب پر حاضر ہوتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ جو کچھ اس میں ہے روز قیامت اس کی گواہی دیں گے۔ وہب اور ابن اسحاق کہتے ہیں: یہاں مقَرَّبُوْنَ سے مراد حضرت اسرافیل ہیں، جب مومن نیکی کا عمل کرتا ہے، فرشتے اس صحیفے کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں، اس کا نور آسمانوں میں چمکتا ہے جیسے سورج کی روشنی زمین میں چمکتی ہے حتیٰ کہ اس کو حضرت اسرافیل تک پہنچایا جاتا ہے، پھر اس پر مہر لگا دی جاتی ہے۔

پھر اللہ پاک نے ان کی کتاب کے بعد جنت میں ان کا حال ذکر کیا، لہٰذا فرمایا: اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ یعنی اہل طاعت عظیم نعمتوں میں ہوں گے، جن کی شان کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔

عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾: اَرَائِكْ پلنگ یا تخت ہیں جو حجلہ (عروسی) میں ہوں، پیچھے گزر چکا ہے کہ پلنگ پر اَرِيْكَةَ کا اطلاق صرف اس وقت ہوگا جب وہ حجلہ میں ہو۔ حسن کہتے ہیں: ہمیں اَرَائِكْ کا علم نہیں تھا حتیٰ کہ ہمارے پاس یمن کا ایک آدمی آیا اس نے بتایا کہ اَرِيْكَةْ ان کے ہاں حجلہ ہے جب اس میں پلنگ ہو۔

يَنْظُرُوْنَ کا مطلب ہے وہ ان عزتوں کو دیکھیں گے جو اللہ نے ان کے لیے تیار کی ہیں، اسی طرح عکرمہ، مجاہد وغیرہ نے کہا ہے۔ مقاتل کہتے ہیں: وہ اہل نار کی طرف دیکھیں گے۔ ایک قول ہے کہ وہ اللہ کے چہرے اور اس کے جلال کی طرف دیکھیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ ﴿۲۴﴾: یعنی جب آپ انہیں دیکھیں گے تو پہچان لیں گے کہ وہ اہل نعمت سے ہیں کیونکہ آپ ان کے چہروں پر نور، حُسن، سفیدی، زینت اور رونق دیکھیں گے۔ یہ خطاب ہر دیکھنے والے پر صادق ہے، کہا جاتا ہے: اَنْضَرَ النَّبَاتُ جب بوٹی چمکے اور روشن ہو۔ عطاء کہتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ پاک نے ان کے جمال اور ان کے رنگوں میں وہ کچھ بڑھایا ہے جس کی کوئی صفت بیان نہیں کرسکتا۔

جمہور نے تَعْرِفُ میں تاء پر زبر اور راء پر زیر پڑھی ہے اور نَضْرَةَ پر نصب پڑھا ہے جبکہ ابوجعفر بن القعقاع، یعقوب، شیبہ، طلحہ اور ابن ابی اسحاق نے تاء پر پیش اور راء پر زبر مفعول کی بناء پر پڑھی ہے۔ اور نَضْرَةُ پر رفع نیابت کے طور پر آیا ہے۔ ❶

یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ ﴿۲۵﴾: ابوعبیدہ، اخفش، مبرد اور زجاج کہتے ہیں: رَّحِیْقٍ وہ شراب ہے جس میں کوئی ملاوٹ نہ ہو، اور نہ کوئی ایسی چیز ہو جو اسے خراب کرے، مَّخْتُوْمٍ وہ ہے جس کی مہر ہو۔ خلیل کہتے ہیں: رحیق شراب کی اعلیٰ قسم ہے۔ صحاح میں ہے: الرحیق صاف شراب اور چنیدہ قسم ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: وہ صاف، سفید اور عمدہ شراب ہے، اسی سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے: www.kitabosunnat.com

يسقون من ورد البريص عليهم
بردى يصّفق بالرحيق السلسل

''وہ پلاتے ہیں بریص، جو ان کے پاس آتے ہیں، اچھی کھجور جو عمدہ شراب کے ساتھ برتنوں میں انڈیلی جاتی ہے۔''

مجاہد کہتے ہیں: مَّخْتُوْمٍ مطین ہے گویا ان کا مطلب ہے کہ طین کی مہر ہوگی، معنی یہ ہے کہ ابرار لوگوں کی طرف سے مہر توڑنے سے پہلے کسی کا ان کو ہاتھ لگانا ممنوع ہوگا۔ سعید بن جبیر اور ابراہیم نخعی کہتے ہیں: اس کا ختام اس کا ذائقہ ہے، یہی اللہ کے فرمان: خِتٰمُهٗ مِسْكٌ کا مطلب ہے۔ یعنی اس کا آخری ذائقہ کستوری ہے، یعنی جب پینے والا اپنا منہ پینے

---

❶ یعنی وہ تُعْرَفُ سے نائب فاعل/مفعول ما لم یسم فاعلہ ہوگا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



کے آخر میں ہٹاتا ہے تو وہ کستوری کی سی خوشبو پاتا ہے۔ ایک قول ہے کہ اس کے کپ اور آب خورے طین کے بجائے کستوری سے مہر زدہ ہوں گے، گویا یہ اس کے کمال نفاست اور خوشبو کی عمدگی کی ایک تمثیل ہے۔

حاصل یہ ہے کہ مختوم اور ختام یا تو چیز کے ختام یعنی آخر سے نکلا ہے، یا یہ ختم سے ہے جب چیز پر مہر لگائی جائے جیسے چیزوں پر طین (پکی مٹی) وغیرہ سے مہر لگائی جاتی ہے۔

جمہور نے اسے خِتَامُهُ پڑھا ہے، جبکہ علی، علقمہ، شقیق، ضحاک، طاؤس اور کسائی نے خَاتَمُهُ پڑھا ہے، یعنی خاء اور تاء پر زبر اور ان دونوں کے درمیان الف ہے۔ علقمہ کہتے ہیں: کیا تم نہیں دیکھتے کہ عورت عطار کو کہتی ہے: اس کے آخر میں مسك رکھو یعنی ختام پر، خاتم اور ختام دونوں کا معنیٰ قریب ہے، لیکن خاتم اسم ہے اور ختام مصدر ہے۔ فراء نے اسی طرح کہا ہے۔ صحاح والے کہتے ہیں: ختام وہ طین ہے جس کے ساتھ مہر لگائی جائے، اسی طرح ابن زید نے کہا ہے، فرزدق کا قول ہے:

وبتن بجانبی مصرعات

وبت افض اغلاق الختام

''انہوں نے میرے پہلو میں دیوانگی میں رات گزاری اور میں نے رات گزاری کہ میں بند مہروں کو توڑتا تھا۔'' www.kitabosunnat.com

وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿٢٦﴾: یعنی رغبت کرنے والے رغبت کریں، ذٰلِكَ کے ساتھ اشارہ اس رَحِيْقٍ کی طرف ہے جو اس صفت کے ساتھ موصوف ہے، ایک قول ہے کہ فِيْ بمعنی اِلٰی ہے، یعنی عمل میں جلدی کرنے والوں کو اس طرف جلدی کرنی چاہیے، جیسے اللہ کا فرمان ہے: لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ تنافس کا مطلب ہے کسی چیز میں جھگڑا اور تنازع کرنا کہ دو میں سے ہر فرد دوسرے کے بجائے خود کو الگ کر لے اور واجب کر لے۔ کہا جاتا ہے: نفست الشیء علیه انفسه نفاسة، یعنی میں نے اس پر بخل کیا اور پسند نہیں کیا کہ وہ اس کی طرف جائے۔ بغوی کہتے ہیں: اس کی اصل نفیس چیز سے ہے جس پر لوگوں کے نفوس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حرص رکھتے ہیں، ان میں سے ہر ایک اسے اپنے لیے چاہتا ہے اور اپنے کو دوسروں پر ترجیح دیتا ہے یعنی اس پر بخل کرتا ہے۔

عطاء کہتے ہیں: معنیٰ یہ ہے کہ جلدی کرنے والے جلدی کریں۔ مقاتل بن سلیمان کہتے ہیں: تنازع کرنے والے تنازع کریں۔

وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ﴿۲۷﴾: یہ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ پر معطوف ہے، یہ رَحِيْقٍ کی دیگر صفت ہے۔ مطلب ہے کہ اس رحیق میں تسنیم ملائی جائے گی، وہ ایسی شراب ہے جو ان پر اوپر سے انڈیلی جائے گی، یہ جنت کی سب سے اعلیٰ شراب ہوگی۔ لغت میں تسنیم کا اصل مطلب بلندی ہے، وہ پانی کا ایک چشمہ ہے جو اوپر سے نیچے کی طرف بہتا ہے، اسی سے سَنَامُ الْبَعِيْرِ ہے چونکہ یہ اونٹ کے جسم میں بلند ہوتی ہے، اسی سے قبروں کی تسنیم (اونچائی) ہے۔

پھر وضاحت کی اور فرمایا: عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ. عَيْنًا پر نصب مدح کے طور پر ہے۔ زجاج کہتے ہیں: حال کے طور پر، اس کا حال ہونا جائز ہے باوجودیکہ یہ غیر مشتق اور جامد ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اللہ کے فرمان يَّشْرَبُ بِهَا سے متصف ہے۔ اخفش کہتے ہیں: یہ يُسْقَوْنَ سے منصوب ہے، یعنی يُسْقَوْنَ. عَيْنًا یا مِنْ عَيْنٍ۔ فراء کہتے ہیں: یہ تَسْنِيْمٍ کی وجہ سے منصوب ہے کہ یہ سنام سے مشتق مصدر ہے، جیسے اللہ کے فرمان: اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ يَّتِيْمًا لیکن پہلا زیادہ مناسب ہے۔ یہی مبرد کا قول ہے۔ ایک قول ہے کہ بِهَا میں باء زائد ہے، یعنی يَشْرَبُهَا یا یہ مِنْ کے معنی میں ہے، یعنی يَشْرَبُ مِنْهَا ابن زید کہتے ہیں: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ ایک چشمہ ہے جو عرش کے نیچے بہتا ہے۔ ایک قول ہے کہ اس سے خالص مقربین پئیں گے اور اس میں اصحاب الیمین کا پیالہ ملایا جائے گا۔

پھر اللہ پاک نے مشرکین کی بعض قباحتیں ذکر کیں، تو فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا وہ کفار قریش اور ان کے کفر پر موافقت کرنے والے ہیں۔

كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿۲۹﴾: یعنی وہ دنیا میں مومنوں سے مزاح اور ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ : یعنی جب مؤمن کفار کے پاس سے گزرتے ہیں اور وہ اپنی مجالس میں ہیں تو وہ يَتَغَامَزُونَ ہیں، یہ غمز سے ہے جس کا مطلب پلکوں اور ابروؤں کے ساتھ اشارے کرتے ہیں، ایک قول ہے کہ وہ اسلام پر انہیں عار دلاتے ہیں اور ان پر اس کا عیب لگاتے ہیں۔

وَإِذَا انْقَلَبُوا : یعنی کفار إِلَىٰ أَهْلِهِمُ اپنی مجالس سے۔

انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ﴿٣١﴾ : یعنی جس پر وہ ہیں اس پر تعجب کرتے ہیں، اس سے لذت پاتے ہیں، مؤمنوں کے ذکر سے خوش ہوتے ہیں، ان پر طعن، استہزاء اور ٹھٹھا کرتے ہیں۔ اِنْقِلَابْ انصراف کو کہتے ہیں۔

جمہور نے فَاكِهِينَ پڑھا ہے جبکہ حفص، ابن القعقاع، اعرج اور سلمی نے فَكِهِينَ بغیر الف پڑھا ہے۔ فراء کہتے ہیں: یہ دو لغات ہیں جیسے طمع اور طامع، حذر اور حاذر ہیں، اس کا بیان سورۃ الدخان میں گزر چکا ہے کہ فَكِهٌ اترانے والا اور شیخی والا ہے۔ فَاكِهٌ ناز ونعمت میں پلنے والا ہے۔

وَإِذَا رَأَوْهُمْ : یعنی جب کفار مسلمانوں کو کسی بھی جگہ دیکھتے۔

قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ﴿٣٢﴾ : حضرت محمد (ﷺ) کی اتباع میں اور جو کچھ آپ لائے ہیں اسے مضبوط تھامنے میں، موجودہ نعمتوں کے ترک میں۔ جائز ہے کہ معنیٰ یہ ہو کہ جب مسلمان کافروں کو دیکھتے تو وہ یہ بات کہتے تھے، جبکہ پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے۔

وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَافِظِينَ ﴿٣٣﴾ : کا جملہ قَالُوا کے فاعل سے حال کے طور پر محل نصب میں ہے، یعنی انہوں نے یہ کہا کہ وہ اللہ کی طرف سے مسلمانوں پر موکل بنا کر نہیں بھیجے گئے کہ وہ ان کے اعمال واحوال کی حفاظت کریں۔

فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا : اَلْيَوْمَ سے مراد روزِ آخرت ہے۔

مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ﴿٣٤﴾ : مطلب یہ ہے کہ مومنین اس دن کفار سے ہنسیں گے جب وہ انہیں ذلیل اور مغلوب دیکھیں گے کہ ان پر عذاب نازل ہوا ہے، جس طرح کفار دنیا میں ان سے ہنستے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عَلَى الْأَرَآئِكِ يَنظُرُونَ ﴿٣٥﴾: کا جملہ يَضْحَكُونَ کے فاعل سے حال کے طور پر محل نصب میں ہے، یعنی ان کی طرف دیکھتے ہوئے وہ ان سے ہنستے ہوں گے، وہ ان کی پریشان کن حالت بھی دیکھیں گے، الْأَرَآئِكِ کی تفسیر قریب ہی گزر چکی ہے۔

واحدی کہتے ہیں: مفسرین کا قول ہے: اہل جنت جب ارادہ کریں گے، وہ اپنی منازل سے اللہ کے دشمنوں کو دیکھیں گے، انہیں جہنم میں عذاب دیا جا رہا ہوگا، تو وہ ان پر ہنسیں گے جیسے وہ ان پر دنیا میں ہنستے تھے۔ ابو صالح کہتے ہیں: اہل نار سے کہا جائے گا: تم نکلو۔ ان کے لیے اس کے درروازے کھولے جائیں گے، جب وہ اسے دیکھیں گے کہ دروازے کھلے ہیں، وہ ان کی طرف نکلنے کے لیے جائیں گے، مؤمنین تختوں پر بیٹھے انہیں دیکھتے ہوں گے، جب وہ اس کے دروازوں کے پاس پہنچیں گے، وہ ان پر بند کیے جائیں گے، یہی اللہ کے فرمان: فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ سے مراد ہے۔

هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٣٦﴾: یہ جملہ مستانفہ ہے جو اس بات کا بیان ہے کہ کفار کے لیے جزاء واقع ہو چکی ہے، اس پر کہ جو وہ دنیا میں مؤمنوں پر ضحک کے ساتھ کرتے تھے اور انہیں استہزاء کرتے تھے۔ یہ استفہام تقریری ہے۔ ثُوِّبَ کا مطلب ہے أُثِيبَ۔ مطلب یہ ہے کہ کیا کفار کو اس کا بدلہ مل گیا ہے جو وہ مومنوں کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ ایک قول ہے کہ یہ جملہ يَنظُرُونَ سے محل نصب میں ہے۔ ایک قول ہے کہ یہاں قول مضمر ہے، ثواب وہ ہے جو بندے پر اس کے عمل کے مقابلے میں لوٹے، اس کا اطلاق خیر اور شر دونوں پر ہوتا ہے۔

ابن المبارک نے الزہد میں، عبد بن حمید نے اور ابن المنذر نے بواسطہ شمر بن عطیہ نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کعب الاحبار سے اللہ کے فرمان: إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ کے متعلق پوچھا، انہوں نے کہا: مؤمن کی روح جب قبض کی جاتی ہے اسے آسمان کی طرف چڑھایا جاتا ہے، اس کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں، ملائکہ خوشخبری کے ساتھ اس کا استقبال کرتے ہیں حتیٰ کہ اسے عرش تک پہنچایا جاتا ہے۔ فرشتے اوپر چڑھتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہیں، اس کے لیے عرش کے نیچے سے ایک صحیفہ نکالا جاتا ہے، اس پر لکھا جاتا ہے، مہر لگائی جاتی ہے اور اسے عرش کے نیچے رکھ دیا جاتا ہے، یہ یوم الدین میں حساب سے نجات کی نشانی ہوگی۔ ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جنت۔ اور یَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ کے متعلق فرمایا: آسمان والے۔

احمد، ابوداود، طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز کے پیچھے ہی نماز پڑھنا کہ ان دونوں کے مابین کچھ لغو نہ ہو یہ علیین میں کتاب ہے۔

ابن المنذر نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نَضْرَةَ النَّعِیْمِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: یہ جنت میں ایک چشمہ ہے جس سے وہ وضو اور غسل کریں گے، ان پر نعمتوں کی رونق چلتی ہوگی۔

عبد بن حمید، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ہناد، ابن المنذر اور بیہقی نے کتاب البعث میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: رحیق شراب ہے اور مختوم یہ ہے کہ وہ آخر میں کستوری کا ذائقہ پائیں گے۔

ابن ابی شیبہ، ہناد اور ابن المنذر نے انہی سے مَّخْتُوْمٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ملایا گیا۔ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ فرمایا: اس کا ذائقہ اور اس کی خوشبو۔ ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے کتاب البعث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مِنْ رَّحِیْقٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: شراب۔ اور مَّخْتُوْمٍ فرمایا: اس پر کستوری کی مہر لگائی جائے گی۔

فریابی، طبرانی، حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے اور بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے خِتٰمُهٗ مِسْكٌ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ کوئی مہر نہیں ہے جس کے ساتھ مہر لگائی جائے بلکہ اسے کستوری کے ساتھ ملایا جائے گا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمہاری کوئی عورت کہتی ہے: اس کو فلاں فلاں خوشبو کے ساتھ ملاؤ۔

ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے خِتٰمُهٗ مِسْكٌ کے متعلق نقل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کیا ہے، فرمایا: وہ چاندی کی طرح سفید شراب ہے، اس کے ساتھ ان کی شراب کے آخر میں ان پر مہر لگائی جائے گی، اگر دنیا والوں میں سے کوئی شخص اپنی انگلی اس میں ڈالے پھر اس سے نکالے، کوئی ذی روح نہ بچے گا مگر وہ ضرور اس کا ذائقہ پائے گا۔

عبدالرزاق، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، تسنیم کے متعلق فرمایا: وہ اہل جنت کی سب سے اعلیٰ شراب ہوگی، وہ صرف متقین کے لیے خالص ہوگی اور اصحاب الیمین کے لیے ملائی جائے گی۔

ابن المبارک، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ہناد، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے وَمِزَاجُهُۥ مِن تَسْنِيمٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جنت میں ایک چشمہ ہے جو اصحاب الیمین کے لیے ملایا جائے گا، اس سے خالص مقربین پئیں گے۔ ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، ان سے وَمِزَاجُهُۥ مِن تَسْنِيمٍ کے متعلق پوچھا گیا، فرمایا: یہ اس سے ہے جس کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورۃ الانشقاق

اس کی تیئس آیات ہیں، ایک قول ہے کہ پچیس آیات ہیں، اور یہ بلا اختلاف مکی ہے، ابن ضریس، نحاس، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: سورت الانشقاق مکہ میں نازل ہوئی۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

بخاری، مسلم وغیرہ نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی، انہوں نے اس میں اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ پڑھی پس سجدہ کیا، میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور سجدہ کیا ہے میں ہمیشہ اس میں سجدہ کرتا رہوں گا حتیٰ کہ میں ان سے جا ملوں۔

مسلم، اہل سنن وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ اور اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ میں سجدہ کیا۔

ابن خزیمہ نے، رویانی نے اپنی مسند میں اور ضیاء المقدسی نے المختارۃ میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر میں اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ اور اس طرح کی سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴿۱﴾ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ﴿۲﴾ وَ اِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ﴿۳﴾ وَ اَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَ تَخَلَّتْ ﴿۴﴾ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ﴿۵﴾ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ﴿۶﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ﴿۷﴾ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ﴿۸﴾ وَّ يَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿۹﴾ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ﴿۱۰﴾ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ﴿۱۱﴾ وَّ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



يَصْلٰى سَعِيْرًا ﴿١٢﴾ اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿١٣﴾ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ﴿١٤﴾ بَلٰٓى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ﴿١٥﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿١٦﴾ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿١٧﴾ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿١٨﴾ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿١٩﴾ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ﴿٢١﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٢﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ﴿٢٣﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢٤﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿٢٥﴾

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گا اور یہی اس کا حق ہے۔ اور جب زمین پھیلا دی جائے گی۔ اور اس میں جو کچھ ہے اسے باہر پھینک دے گی اور خالی ہو جائے گی۔ اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گی اور یہی اس کا حق ہے۔ اے انسان! بے شک تو مشقت کرتے کرتے اپنے رب کی طرف جانے والا ہے، سخت مشقت، پھر اس سے ملنے والا ہے۔ پس لیکن وہ شخص جسے اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا۔ سو عنقریب اس سے حساب لیا جائے گا، نہایت آسان حساب۔ اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوش خوش واپس آئے گا۔ اور لیکن وہ شخص جسے اس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا گیا۔ تو عنقریب وہ بڑی ہلاکت کو پکارے گا۔ اور بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا۔ بلاشبہ وہ اپنے گھر والوں میں خوش تھا۔ یقیناً اس نے سمجھا تھا کہ وہ کبھی (اپنے رب کی طرف) واپس نہیں لوٹے گا۔ کیوں نہیں! یقیناً اس کا رب اسے خوب دیکھنے والا تھا۔ پس نہیں، میں شفق کی قسم کھاتا ہوں! اور رات کی اور اس چیز کی جسے وہ جمع کرتی ہے! اور چاند کی، جب وہ پورا ہوتا ہے! کہ تم ضرور ہی ایک حالت سے دوسری حالت کو چڑھتے جاؤ گے۔ تو انھیں کیا ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتے۔ بلکہ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا جھٹلاتے ہیں۔ اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو کچھ وہ جمع کر رہے ہیں۔ پس انھیں ایک دردناک عذاب کی خوشخبری دے دے۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، ان کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴿١﴾: اللہ کے فرمان اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ کی طرح ہے کہ اس میں فعل کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مضمر بنانا یا نہ بنانا کس طرح ہے۔ واحدی کہتے ہیں: مفسرین کہتے ہیں: آسمان کا انشقاق علاماتِ قیامت میں سے ہے، اس کے انشقاق کا مطلب اس کا سفید بادلوں کے ساتھ پھٹنا ہے، جیسے اللہ کے فرمان: وَیَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ میں ہے۔ ایک قول ہے کہ وہ کہکشاں سے پھٹے گا اور کہکشاں آسمان کا دروازہ ہے۔

اِذَا کے جواب کے متعلق اختلاف کیا گیا ہے، فراء کہتے ہیں: وہ اَذِنَتْ ہے، واؤ زیادہ ہے، اسی طرح اَلْقَتْ ہے۔ ابن الانباری کہتے ہیں: یہ غلط ہے کیونکہ اہل عرب واؤ کو حَتّٰی اِذَا کے بغیر نہیں لاتے، جیسے فرمان ہے: حَتّٰی اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا اور لَمَّا کے ساتھ جیسے فرمایا: فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَیْنٰهُ ان دو کے علاوہ کسی کے ساتھ شامل نہیں کی جاتی۔

ایک قول ہے کہ اس کا جواب فَمُلٰقِیْهِ ہے، مطلب ہے أَنْتَ مُلَاقِیْهِ یہ اخفش کا قول ہے۔ مبرد کہتے ہیں: اس کلام میں تقدیم وتاخیر ہے، عبارت یوں ہوگی: یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰی رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ. اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ۔ مبرد ہی کہتے ہیں: فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ جواب ہے، یہی قول کسائی کا ہے، تو مقدر عبارت یوں ہوگی: اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ. فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فحکمه کذا۔ ایک قول ہے کہ وہ فاء پوشیدہ مان کر یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ ہے۔ ایک قول ہے کہ وہ قول پوشیدہ مان کر یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ ہے۔ یعنی اسے کہا جائے گا: اے انسان! ایک قول ہے کہ جواب محذوف ہے مقدر عبارت بُعِثْتُمْ ہے یا لاقی کل انسان عمله ہے۔ ایک قول ہے کہ وہ وہی ہے جس کی سورت التکویر میں صراحت کی گئی ہے یعنی: علمت نفس هذا۔ تب اِذَا کو شرطیہ سمجھا جائے گا۔ ایک قول ہے کہ وہ شرطیہ نہیں ہے، وہ ایک فعل محذوف کی وجہ سے منصوب ہے، وہ اُذْكُرْ ہے۔

یا یہ مبتداء ہے اور دوسرا اِذَا اس کی خبر ہے، واؤ زیادہ ہے، مقدر عبارت یوں ہوگی: وقت انشقاق السماء وقت مد الارض۔

وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا: کا مطلب ہے کہ اس نے انشقاق میں اس کی بات مان لی، وہ کسی چیز کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



غور سے سننا اور اس پر کان لگانا ہے۔

حُقَّتْ کا مطلب ہے کہ اس کے لیے سننا، ماننا اور فرمانبرداری حق ہے، اذن کو غور سے سننے میں استعمال کیا جاتا ہے، شاعر کا قول ہے:

صم اذا سمعوا خیرا ذکرت به
وان ذکرت بسوء عندهم أذنوا

”جب میرا خیر کے ساتھ ذکر ہو تو وہ سننے میں بہرے ہیں، اور جب میرا برائی سے ان کے ہاں ذکر ہو تو غور سے سنتے ہیں۔“

کسی اور کا قول ہے:

اِن یأذنوا ریبة طاروا بها فرحا
منّی وما أذنوا من صالح دفنوا

”اگر وہ شبہے کی بات سنیں وہ خوشی سے اسے لے اڑتے ہیں۔ اور اگر میرے متعلق اچھی بات سنیں تو وہ اسے دفن کر دیتے ہیں۔“

اس کے معنیٰ میں ایک قول ہے کہ اللہ پاک نے اسے انشقاق کا حکم دیا تو غور سے سننا اس کے لیے حق کر دیا، یعنی اس کے لیے اسے حقیقت بنا دیا۔ ضحاک کہتے ہیں: حُقَّتْ کا مطلب ہے، اطاعت ہے، اس کا حق ہے کہ وہ اپنے رب کی بات مانے کیونکہ اس نے اسے پیدا کیا ہے، کہا جاتا ہے: فُلَانٌ مَحْقُوقٌ بِکَذَا، اس کی اطاعت کا مطلب ہے اللہ نے جو اس سے ارادہ کیا ہے وہ اس سے انکار نہیں کرتی۔ قتادہ کہتے ہیں: اس کے لیے حق ہے کہ وہ یہ کرے، اسی سے کثیر کا قول ہے:

فان تکن العتبٰی فأهلا ومرحبا
وحقت لها العتبٰی لدینا وقلت

”اگر رضامندی ہے تو خوش آمدید ہے، ہمارے نزدیک رضامندی ہی اس کا حق ہے اور وہ کم ہے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



وَاِذَا الۡاَرۡضُ مُدَّتۡ ۝ : یعنی پھیلائی جائے گی جیسے چمڑا پھیلایا جاتا ہے اس کے پہاڑ کوٹے جائیں گے حتیٰ کہ ہموار و چٹیل میدان ہو جائے گی تم اس میں کوئی اونچ نیچ نہ دیکھو گے۔ مقاتل کہتے ہیں: چمڑا پھیلانے کی طرح برابر کی جائے گی، اس پر کوئی عمارت اور پہاڑ نہ رہے گا، سب اس میں شامل ہو جائیں گے۔ ایک قول ہے کہ مُدَّتۡ کا مطلب ہے کہ اس کی وسعت بڑھائی جائے گی، یہ مدد سے ہے جس کا مطلب زیادہ ہے۔

وَاَلۡقَتۡ مَا فِيۡهَا: یعنی اس میں جو خزانے اور مردے ہیں انہیں نکالے گی اور اپنی پشت پر پھینک دے گی۔

وَتَخَلَّتۡ ۝ : ان سے خالی ہو جائے گی۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں: اس کے اندر جو مردے ہیں انہیں پھینک دے گی اور جو اس کے اوپر زندہ ہیں ان سے خالی ہو جائے گی، اسی طرح اللہ کا فرمان: وَاَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَهَا ہے۔

وَاَذِنَتۡ لِرَبِّهَا: یعنی اسے جو پھینکنے اور خالی کرنے کا حکم فرمائے گا وہ سنے گی اور اطاعت کرے گی۔

وَحُقَّتۡ ۝ : یعنی اس کو غور سے سننے اور ماننے میں وہ حقیقت ہو جائے گی، دونوں فعلوں کے معنی کا بیان اس سے پہلے گزرا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الۡاِنۡسَانُ: مراد انسان کی جنس ہے، یہ مؤمن اور کافر کو شامل ہے ایک قول ہے کہ وہ کافر انسان ہے، پہلا زیادہ مناسب ہے جیسا کہ آگے جلد ہی تفصیل آرہی ہے۔

اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدۡحًا: کلام عرب میں کدح کا مطلب چیز میں کوشش اور محنت ہے، اس میں فرق نہیں کہ وہ چیز خیر ہو یا شر ہو، مطلب ہے کہ تو اپنے عمل میں یا اپنے رب کی ملاقات کی طرف کوشش کرنے والا ہے، یہ کدح جلدہ سے ماخوذ ہے، جب جلد کو چھیلا جائے، ابن مقبل نے کہا ہے:

وما الدهر الا تارتان فمنهما

أموت وأخرى ابتغى العيش أكدح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



"نہیں ہے زمانہ، مگر دو مرتبہ، ان دو میں سے ایک مرتبہ میں مرتا ہوں اور دوسری مرتبہ معیشت کی تلاش میں کوشش کرتا ہوں۔"

قتادہ، ضحاک اور کلبی کہتے ہیں: تو اپنے رب کے لیے عمل کرنے والا ہے۔

فَمُلٰقِيْهِ ﴿٦﴾: یعنی اپنے عمل کو ملنے والا ہے، مطلب ہے کہ وہ لامحالہ اپنے عمل کی جزاء کو ملنے والا ہے، اس پر لازم آنے والے ثواب وعقاب کو ملنے والا ہے۔ قتیبی کہتے ہیں: آیت کا مطلب ہے: تو کادح ہے یعنی اپنی معیشت میں محنت اور عمل کر کے اپنے رب کی ملاقات کی طرف جانے والا ہے، ملاقات کا مطلب ملنا ہے، یعنی تو اپنے رب کو اپنے عمل کے ساتھ ملنے والا ہے، ایک قول ہے کہ تو اپنے عمل کی کتاب کو ملنے والا ہے۔ کیونکہ عمل تو گزر چکا ہے۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ﴿٧﴾: وہ مؤمن لوگ ہیں۔

فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ﴿٨﴾: جس میں مناقشہ نہیں ہے۔ مقاتل کہتے ہیں: کیونکہ اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں اور اس پر حساب نہیں لیا جاتا۔ مفسرین کہتے ہیں: وہ یہ ہے کہ اس پر اس کی غلطیاں پیش کی جائیں گی، پھر اللہ انہیں بخش دے گا پس یہ آسان حساب ہے۔

وَّ يَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿٩﴾: یعنی وہ اپنے آسان حساب کے بعد اپنے اہل کی طرف پھر جائے گا جو اس کے خاندان میں سے جنت میں ہوں گے، یا دنیا والے اس کے اہل خانہ یعنی بیویاں اور اولاد، جو اس سے پہلے جنت میں پہنچ چکے تھے۔ یا جو اس کے لیے اللہ نے جنت میں حور عین اور مخلدون اولاد تیار کیے تھے۔ یا ان تمام کی طرف خیر اور عزت ملنے کی وجہ سے خوش اور مسرور ہو کر جائے گا۔

وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ﴿١٠﴾: کلبی کہتے ہیں: کیونکہ اس کا دایاں ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ باندھا ہوگا اور اس کا بایاں ہاتھ اس کے پیچھے ہوگا۔ قتادہ اور مقاتل کہتے ہیں: اس کے سینے کی ہڈیاں اور پسلیاں توڑی جائیں گی، پھر اس کا ہاتھ داخل کر کے اس کی کمر سے نکالا جائے گا، تو اس طرح وہ اپنی کتاب پکڑے گا۔

فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ﴿١١﴾: یعنی جب وہ اپنی کتاب پڑھے گا تو کہے گا: ہائے ہلاکت!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہائے ثبور! ثبور ہلاکت کو کہتے ہیں۔

وَّ يَصْلٰى سَعِيْرًا ﴿۱۲﴾: یعنی اس میں داخل ہوگا، اس کی آگ کی گرمی اور شدت محسوس کرے گا۔ ابوعمرو، حمزہ اور عاصم نے یاء پر زبر صاد کو ساکن اور لام پر تخفیف پڑھی ہے۔ جبکہ باقیوں نے یاء پر پیش، لام پر زبر اور شد پڑھی ہے۔ اسماعیل المکی نے ابن کثیر سے اس طرح نقل کیا ہے، اسی طرح خارجہ نے نافع سے۔ اسماعیل مکی نے ابن کثیر سے اس طرح بھی بیان کیا ہے کہ انہوں نے یاء پر پیش اور صاد کو ساکن أَصْلٰى يُصْلِيْ سے پڑھا ہے۔

اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿۱۳﴾: یعنی وہ دنیا میں اپنے اہل خانہ کے مابین اپنی خواہشات کی پیروی میں خوش تھا، اپنی شہوات پر اتراتے ہوئے، آخرت کی پروانہ کرتے ہوئے مسرور تھا، یہ جملہ اپنے ماقبل کی علت بتاتا ہے۔

اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ﴿۱۴﴾: کا جملہ بھی تعلیل ہے، کیونکہ وہ دنیا میں اپنے اہل میں مسرور تھا۔ مطلب ہے کہ اس خوشی کا سبب اس کا گمان تھا کہ وہ اللہ کی طرف نہیں لوٹے گا، نہ وہ حساب وعقاب کے لیے اٹھایا جائے گا کیونکہ وہ بعث کو جھٹلاتا تھا اور آخری گھر کا انکار کرتا تھا۔

اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ میں أَنْ ثقیلہ سے مخفف ہوا ہے، اپنے احاطے میں ظَنَّ کے دو مفعولوں کے قائم مقام کو رکھتا ہے۔

لغت میں حور کا مطلب رجوع ہے، حار یحور کہتے ہیں: جب لوٹ آئے۔ راغب کہتے ہیں: حور معاملے میں تردد ہے، اسی سے ہے نعوذ باللّٰہ من الحور بعد الکور، یعنی معاملے میں چلے جانے کے بعد تردد سے پناہ مانگنا۔ کلام کا محاورہ اس کا لوٹانا ہوتا ہے، محار مرجع اور لوٹنے کی جگہ ہے۔ عکرمہ اور داؤد بن ابی ہند کہتے ہیں: یحور حبشی زبان کا لفظ ہے، اس کا مطلب: وہ لوٹتا ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: کلام عرب میں حور رجوع ہے۔

اسی سے آپ ﷺ کا فرمان ہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ یعنی زیادہ کے بعد نقصان کی طرف لوٹنے سے۔ حُوْرٌ پیش کے ساتھ بھی ہے، ایک مثال ہے حُوْرٌ فِي مَحَارٍ اس کا مطلب نقصان پر نقصان ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



والذم یبقی وزاد القوم فی حور

"مذمت باقی رہتی ہے اور قوم کا زادراہ گھاٹے میں ہے۔"

حور کا مطلب ہلاکت بھی ہے، اسی سے راجز کا قول ہے:

فی بئر لا حور سری وما شعر

"کنویں میں نہ گھاٹا رات کو چلا اور نہ اس نے محسوس کیا۔"

ابوعبیدہ کہتے ہیں: مطلب بئر حور ہے، جبکہ لا زائدہ ہے۔

بَلٰٓی ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ﴿١٥﴾: بَلٰٓی. لَّنْ سے منفی پر اثبات کے لیے ہے، یعنی بلکہ وہ ضرور ضرور گھاٹا پائے گا اور ضرور ضرور اٹھایا جائے گا، پھر اس کی وجہ اس فرمان کے ذریعے بتائی گئی کہ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا یعنی اسے اور اس کے اعمال کو جاننے والا ہے، اس پر ان میں سے کوئی بھی مخفی نہیں ہے۔ زجاج کہتے ہیں: وہ اس کو پیدا کرنے سے پہلے ہی جاننے والا تھا کہ اس نے اسی کی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿١٦﴾: لا زائدہ ہے، جیسا کہ اس طرح کی عبارتوں میں گزر چکا ہے، ہم نے اس بارے میں اختلاف سورۃ القیامہ میں ذکر کر دیا ہے، اس کی طرف رجوع کریں۔

شَفَقْ وہ سرخی ہے جو غروب آفتاب کے بعد سے دوسری نماز عشاء تک رہتی ہے۔

واحدی کہتے ہیں: یہ مفسرین اور اہل لغت سب کا قول ہے۔

فراء کہتے ہیں: میں نے بعض عرب کو کہتے ہوئے سنا: اس پر رنگا ہوا کپڑا ہے گویا وہ شفق ہے، وہ سرخ رنگ کا کپڑا تھا، یہ قرطبی نے اکثر صحابہ، تابعین اور فقہاء سے نقل کیا ہے۔ اسد بن عمر اور ایک روایت کے مطابق امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ وہ سفیدی ہے، اس قول کی کوئی وجہ نہیں ہے، نہ لغت عرب اور نہ ہی شرع سے اس کی کوئی مضبوط بنیاد ملتی ہے۔

خلیل کہتے ہیں: شفق غروب آفتاب سے دوسری نماز عشاء تک کے وقت کی سرخی ہے۔

صحاح والے نے کہا ہے: شفق سورج کی بقیہ روشنی اور رات کے شروع میں نماز عشاء کے قریب تک کی سرخی ہے۔ لغت اور شرع کی کتب اسی کی مطابقت کرتی ہیں، اسی سے شاعر کا قول ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قم يا غلام اعنى غير مرتبك
على الزمان بكأس حشوها شفق

''اے غلام اٹھ اور مدد کر علاوہ رکنے کے زمانے پر، ایسے پیالے کے ساتھ جس میں سرخی بھری ہو۔''

کسی اور نے کہا ہے:

واحمر اللون كحمرة الشفق

''اور سرخ رنگ والا، جیسے شفق کی سرخی ہے۔''

مجاہد کہتے ہیں: شفق سارا دن ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ فرمایا: وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ۔ عکرمہ کہتے ہیں: وہ دن کا بقیہ حصہ ہے۔ ان دونوں نے یہ بات بعد میں اللہ کے فرمان وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ کی بنیاد پر کہی ہے، گویا اللہ نے روشنی اور اندھیرے کی قسم کھائی ہے حالانکہ اس کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ ہاں عکرمہ سے یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: شفق وہ ہے جو مغرب اور عشاء کے درمیان ہوتی ہے۔

اسد بن عمر سے رجوع بھی بیان کیا گیا ہے۔

وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾: اہل لغت کے نزدیک وَسَقَ چیز کو ایک دوسرے کے ساتھ ملانا ہے، استوقت الابل اس وقت کہا جاتا ہے جب اونٹ اکٹھے ہو جائیں اور مل جائیں۔ چرواہا يَسقُهَا یعنی ان کو جمع کرتا ہے۔

واحدی کہتے ہیں: مفسرین کا قول ہے: جو جمع کیا، شامل کیا، لپیٹا اور سمیٹا۔ مطلب ہے کہ اس نے دن کے تصرفات میں منتشر کو جمع کیا، اس کی صورت یہ ہے کہ جب رات آتی ہے تو ہر چیز اپنے ٹھکانے کی طرف جگہ پکڑتی ہے، اسی سے ضابی بن حارث البرجمی کا قول ہے:

فانى واياكم وسوقا اليكم
كقابض شيئا لم تنله انا مله

بے شک میں، خصوصاً تمہاری طرف ملنے میں گویا ایک چیز کو پکڑنے والا ہوں، جس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تک اس کی انگلیاں نہیں پہنچیں۔"

عکرمہ کہتے ہیں: وَمَا وَسَقَ یعنی جو چلایا کسی چیز کو اس طرف جہاں وہ جگہ پکڑتی ہے، اس کو سوق سے بنایا نہ کہ جمع سے۔ ایک قول ہے وَمَا وَسَقَ یعنی جو ڈھانپا اور ستر دیا گیا۔ ایک قول ہے وَمَا وَسَقَ یعنی جو اٹھایا گیا، ہر وہ چیز جو تم اٹھاتے ہو اسے وسق کرتے ہو، عرب کہتے ہیں: لا أحمله ما وسقت عيني الماء یعنی جو اس نے اٹھایا، وسقت الناقة تسق وسقا کا مطلب اونٹنی نے اٹھایا۔ قتادہ، ضحاک اور مقاتل بن سلیمان کہتے ہیں: وَمَا وَسَقَ اور جو اندھیرا اٹھایا گیا یا جو ستارے اٹھائے گئے۔ قشیری کہتے ہیں: حَمَلَ کا مطلب ہے جو شامل اور جمع کیا۔

رات اپنی ظلمت کے ساتھ ہر چیز کو اٹھاتی ہے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں: وَمَا وَسَقَ یعنی جو اس میں تہجد اور وقت سحر استغفار کے عمل کیے تھے، جبکہ پہلا معنی زیادہ مناسب ہے۔

وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾: یعنی جب اکٹھا اور کامل ہو جائے، فراء کہتے ہیں: اس کا اتساق اس کا بھرنا، اکٹھا ہونا اور تیرہویں، چودھویں رات سے سولہویں رات تک اس کا برابر رہنا ہے۔ یہ وسق سے باب افتعال ہے جس کا مطلب جمع ہے۔ حسن کہتے ہیں: اتسق ملا اور جمع ہوا۔ قتادہ کہتے ہیں: گول ہوا۔ وسقته فاتسق کہتے ہیں: جیسے وصلته فاتصل کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے: فلاں کا معاملہ متسق ہے یعنی اکٹھا اور منتظم ہے۔ اتسق الشیء کہتے ہیں، جب کوئی چیز پے در پے ہو۔

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾: یہ جواب قسم ہے۔ حمزہ، کسائی، ابن کثیر اور ابو عمرو نے لَتَرْكَبَنَّ باء پر زبر کے ساتھ پڑھا ہے کہ یہ ایک کو خطاب ہے، وہ نبی ﷺ ہیں یا ہر وہ شخص جو اس خطاب کے لیے درست ہو، یہ حضرت ابن مسعود، ابن عباس، ابو العالیہ، مسروق، ابو وائل، مجاہد، نخعی، شعبی اور سعید بن جبیر کی قراءت ہے۔ جبکہ باقیوں نے باء پر پیش پڑھی ہے کہ یہ جمع سب کے لیے خطاب ہے، مراد لوگ ہیں۔ شعبی اور مجاہد کہتے ہیں: اے محمد! آپ ایک آسمان کے بعد دوسرے آسمان پر ضرور سواری کریں گے۔ کلبی کہتے ہیں: یعنی آپ اس پر چڑھیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



گے، یہ پہلی قراءت کے مطابق ہے۔ ایک قول ہے کہ درجہ کے بعد درجہ، اللہ کے ہاں قرب اور رفعت منزلت میں رتبے کے بعد رتبہ۔ ایک قول ہے تو ایک حال کے بعد دوسرے حال پر ضرور سوار ہوگا، جو شدت میں پہلے حال کے مطابق ہوگا۔ ایک قول ہے کہ اے انسان! تو ایک حال سے دوسرے حال پر ضرور سوار ہوگا کہ تو نطفہ، پھر علقہ، پھر مضغہ، پھر زندہ، مردہ، غنی اور فقیر ضرور بنے گا۔ تو خطاب اس انسان سے ہے جو اللہ کے فرمان: يَاأَيُّهَا الْإِنسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا میں مذکور ہے۔

ابو عبید اورر ابو حاتم نے دوسری قراءت کو اختیار کیا ہے، ان دونوں نے کہا ہے، کیونکہ لوگوں کا معنیٰ سب سے بڑھ کر نبی ﷺ سے ملتا ہے۔

عمر نے لَتَرْكَبُنَّ یاء اور باء کی پیش کے ساتھ خبر دینے کے معنیٰ میں پڑھا ہے۔ ان سے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان دونوں نے غائب کے صیغے کے ساتھ باء پر زبر پڑھی ہے یعنی لیرکبن الانسان۔

حضرت ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان دونوں نے حرف مضارع کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ بھی ایک لغت ہے۔

اسے حرف مضارع کی زبر اور باء کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے کہ یہ نفس کو خطاب ہے۔ ایک قول ہے: آیت کا معنی یہ ہے کہ چاند ضرور ضرور احوال پر گزرے گا پہلے چھوٹا اورر پھر ماہِ کامل، لیکن یہ بعید معنی ہے۔

مقاتل کہتے ہیں: طَبَقًا عَن طَبَقٍ سے مراد موت وحیات ہے۔ عکرمہ کہتے ہیں: دودھ پینا، پھر چھوڑنا، پھر بچہ، پھر جوان اور پھر بوڑھا۔

عَن طَبَقٍ محل نصب میں ہے کیونکہ یہ طَبَقًا کی صفت ہے، یعنی ایک طبق جو دوسرے طبق سے آگے بڑھنے والا ہے۔ یا یہ لَتَرْكَبُنَّ کی ضمیر سے حال کے طور پر منصوب ہے، یعنی تجاوز کرنے والے یا تجاوز کرنے والا۔

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٢٠﴾: استفہام انکاری ہے، فاء مابعد کی ترتیب کے لیے ہے، کہ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سے پہلے احوال یوم قیامت پر انکار اور تعجب ہے، یا دیگر احوال پر، اس اختلاف کے مطابق جو پیچھے گزرا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کفار کے لیے کون سی چیز ہے کہ وہ حضرت محمد ﷺ اور آپ کے لائے ہوئے قرآن پر ایمان نہیں رکھتے، حالانکہ ان پر ایمان کے موجبات موجود ہیں۔

وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۱﴾: یہ جملہ شرطیہ ہے اور اس کا جواب حال کے طور پر محل نصب میں ہے، یعنی ان کے لیے کون سی چیز مانع ہے ان کے عدم سجود کی حالت میں اور قراءت قرآن پر ان کے عدم خضوع میں۔ حسن، عطاء، کلبی اور مقاتل کہتے ہیں: انہیں کیا ہے کہ وہ نماز نہیں پڑھتے۔ ابو مسلم کہتے ہیں: مراد خضوع اور عاجزی ہے۔ ایک قول ہے کہ مراد خود سجدہ ہی ہے جو سجدہ تلاوت کے طور پر معروف ہے۔

اس بات میں اختلاف ہے کہ آیا یہ مقام سجود تلاوت کے مقامات میں سے ہے یا نہیں؟ اس سورت کے آغاز میں سجدے پر دلیل گزر چکی ہے۔

بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۲﴾: یعنی حضرت محمد ﷺ کو جھٹلاتے ہیں اور اس کتاب کو جو آپ لے کر آئے ہیں جو اثبات توحید، بعث، ثواب اور عقاب پر مشتمل ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ﴿۲۳﴾: یعنی جو وہ اپنے دلوں میں تکذیب چھپاتے ہیں۔ مقاتل کہتے ہیں: وہ جو اپنے افعال چھپاتے ہیں۔ ابن زید کہتے ہیں: جو وہ اعمال صالحہ اور سیئہ جمع کرتے ہیں، یہ وِعَاءٌ سے ماخوذ ہے جس میں چیز جمع کی جاتی ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

الخير ابقى وان طال الزمان به

والشر أخبث ما أوعيت من زاد

''خیر زیادہ باقی رہنے والی ہے گو اس کا زمانہ لمبا ہو، اور شر زیادہ خبیث ہے گو کہ اس کا زادراہ جمع کیا جائے۔''

کہا جاتا ہے وَعَاہُ یعنی اس کی حفاظت کی، وعيت الحديث أعيه وَعْيًا، اسی سے ہے: أُذُنٌ وَاعِيَةٌ۔

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۴﴾: یعنی اس کو ان کے لیے بمنزلہ بشارت کر دیجیے، کیونکہ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ذات پاک کا اس بارے میں علم مذکورہ صورت پر ان کے لیے تعذیب کا موجب ہے۔ اَلِيْمٍ کا مطلب دکھ اور درد دینے والا ہے، یہ کلام ان کے لیے دھمکی کے قائم مقام آیا ہے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۲۵﴾: یہ مستثنیٰ منقطع ہے، یعنی لیکن وہ لوگ جنہوں نے اللہ پر ایمان اور عمل صالح کو جمع کیا ہے، ان کے لیے ان کے ہاں غیر ممنون اجر ہوگا، یعنی نہ کاٹا جانے والا۔ مننت الحبل کہا جاتا ہے، جب تم رسی کو توڑو، اسی سے شاعر کا قول ہے:

فترى خلفهن من سرعة الرجع
منينا كأنه أهباء

"پس تو دیکھے گا ان کے پیچھے، تیز لوٹنے کی وجہ سے ایک منین گویا کہ وہ غبار ہیں۔"

مبرد کہتے ہیں: منین غبار ہے، کیونکہ تو اس کو پیچھے سے کاٹتا ہے، ہر ضعیف آدمی منین یا ممنون ہے، ایک قول ہے کہ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ کا مطلب ہے کہ ان پر اس کا احسان نہیں جتلایا جائے گا، اگر مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ مراد ہو تو جائز ہے کہ مستثنیٰ متصل ہو۔

ابن ابی حاتم نے حضرت علی بن ابی طالب سے اللہ کے فرمان: اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جب وہ اس سے کلام فرمائے گا تو وہ سنے گی۔ ابن ابی حاتم نے انہی سے وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اطاعت کرے گی اور اطاعت کے ساتھ حق کرے گی۔

حاکم نے انہی سے نقل کیا ہے اور اسے صحیح بھی کہا ہے، فرمایا: سنے گی اور اطاعت کرے گی۔ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ فرمایا: روز قیامت۔ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا فرمایا: اس میں جو مردے ہیں وہ نکال دے گی۔ وَتَخَلَّتْ ان سے خالی ہو جائے گی۔

ابن المنذر نے انہی سے وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: سونے کے کنگن پھینکے گی۔

حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، سیوطی کہتے ہیں: جید سند کے ساتھ، فرماتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: روزِ قیامت زمین چمڑے کی طرح بچھائی جائے گی، پھر اس پر ابن آدم کے لیے اس کے دو قدموں کی جگہ کے علاوہ کچھ نہیں ہوگا۔

ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: عمل کرنے والا عامل۔ فَمُلٰقِيْهِ فرمایا: پس تو اپنے عمل کو ملنے والا ہے۔

بخاری، مسلم وغیرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں ہے کوئی جس کا حساب کیا جائے گا مگر وہ ضرور ہلاک ہو جائے گا، میں نے کہا: کیا اللہ نے نہیں فرمایا: فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۙ فرمایا: یہ حساب نہیں ہے، یہ تو پیشی ہے، لیکن جس کے حساب میں مناقشہ کیا گیا وہ ہلاک ہو جائے گا۔

احمد، عبد بن حمید، ابن جریر، حاکم اور انہوں نے اسے صحیح کہا ہے اور ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، کہتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو کسی نماز میں فرماتے ہوئے سنا: اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِيْ حِسَابًا يَّسِيْرًا، جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا، میں نے کہا: یا رسول اللہ! آسان حساب کیا ہے؟ فرمایا: یہ کہ اس کے نامہ عمل کو دیکھا جائے اور اس سے درگزر کر دیا جائے، کیونکہ جس کے حساب میں مناقشہ (مباحثہ) ہوا وہ ہلاک ہو جائے گا، پہلی حدیث کے بعض الفاظ میں ہے، اور یہ دیگر ہے، فرمایا: جس کے حساب میں مناقشہ ہوا اسے عذاب دیا جائے گا۔

بزار نے، طبرانی نے الاوسط میں، بیہقی اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین باتیں جس شخص میں ہوں، اللہ اس کا آسان حساب لے گا اور اسے اپنی رحمت سے جنت میں داخل کرے گا۔ (۱) تو اسے دے جو تجھے محروم رکھتا ہے۔ (۲) تو اسے معاف کر جو تجھ پر ظلم کرتا ہے۔ اور (۳) تو اس سے رشتے کا تعلق قائم رکھے جو تجھ سے تعلق توڑتا ہے۔ ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: يَدْعُوْا ثُبُوْرًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ہلاکت مراد ہے۔

ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے انہی سے اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ کے متعلق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نقل کیا ہے، فرمایا: وہ ہرگز نہیں لوٹے گا۔

سمویہ نے اپنے فوائد میں حضرت عمر بن خطاب سے نقل کیا، فرمایا: الشَّفَقْ سرخی ہے۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ عبدالرزاق اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: اَلشَّفَقْ سے سارا دن مراد ہے۔

سعید بن منصور اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جو جمع کیا۔ عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے انہی سے اللہ کے فرمان: وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جب برابر ہو جائے۔ عبد بن حمید اور ابن الانباری نے چند سندوں کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ان سے وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ کے متعلق پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا: اور جو جمع کیا، کیا تم نے یہ شعر نہیں سنا:

ان لنا قلائصا نقانقا
مستوسقات لو یجدن سائقا

''بے شک ہماری جوان اونٹنیاں ہیں، شتر مرغ کی طرح وہ اکٹھی ہو جاتی ہیں جب وہ کسی چرواہے کو پاتی ہیں۔''

عبد بن حمید نے انہی سے وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: تیرہویں رات کا چاند۔

عبد بن حمید نے حضرت عمر بن خطاب سے لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ایک حالت کے بعد دوسری حالت، یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ابو عبید نے قراءات میں، سعید بن منصور، ابن منیع، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ وہ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ پڑھتے تھے، یعنی تَرْكَبَنَّ میں باء پر زبر کے ساتھ، اور فرمایا: حالت کے بعد حالت سے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مُراد ہیں۔ طیالسی، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور طبرانی نے انہی سے نقل کیا ہے فرمایا: لَتَرْكَبُنَّ اے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



محمد (ﷺ)! آسمانوں پر آپ ضرور چڑھیں گے طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ۔

عبد بن حمید، ابن المنذر، حاکم نے الکنٰی میں، طبرانی، ابن مندہ اور ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے لَتَرْكَبُنَّ میں باء پر زبر پڑھی ہے اور فرمایا: اے محمد (ﷺ)! آپ ضرور ضرور ایک آسمان کے بعد دوسرے آسمان پر سواری کریں گے۔

عبدالرزاق، فریابی، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں ان سے لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: مراد آسمان ہے، وہ ٹوٹے گا، پھر پھٹے گا اور پھر سرخ ہو جائے گا۔

عبد بن حمید، ابن المنذر اور بیہقی نے ان سے اس آیت کے معنٰی کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: آسمان تلچھٹ کی طرح ہو جائے گا، اور سرخ چمڑے کی طرح ہو جائے گا اور واہیہ (کمزور) ہو جائے گا، پھر ٹوٹ جائے گا، تو اس کی ایک حالت کے بعد دوسری حالت ہوگی۔

ابن المنذر اور ابن ابی حاتم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ جو چھپاتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورت البروج

اس کی بائیس آیات ہیں اور یہ بلا اختلاف مکی ہے۔ ابن ضریس، نحاس، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ مکہ میں نازل ہوئی۔

امام احمد نے اس سند سے نقل کیا ہے، حدثنا عبدالصمد حدثنا زریق بن ابی سلمی حدثنا ابو المهزم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری نماز عشاء میں وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ اور وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ پڑھا کرتے تھے۔

طیالسی، ابن ابی شیبہ نے ''المصنف'' میں، احمد، دارمی، ابوداؤد، ترمذی اور انہوں نے اسے حسن بھی کہا ہے، نسائی، ابن حبان، طبرانی اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر میں وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ اور وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ پڑھا کرتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ﴿۱﴾ وَ الْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ﴿۲﴾ وَ شَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ ﴿۳﴾ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ﴿۵﴾ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ﴿۶﴾ وَّ هُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ﴿۷﴾ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴿۸﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَ لَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ﴿۱۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ﴿۱۱﴾ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَ يُعِيْدُ ﴿۱۳﴾ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿۱۴﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ﴿۱۵﴾ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۶﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ﴿۱۷﴾ فِرْعَوْنَ وَ ثَمُوْدَ ﴿۱۸﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ﴿۱۹﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ مُّحِيْطٌ ۝۲۰ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝۲۱ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝۲۲

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ قسم ہے برجوں والے آسمان کی! اور اس دن کی جس کا وعدہ دیا گیا ہے! اور حاضر ہونے والے کی اور جس کے پاس حاضر ہوا جائے! مارے گئے اس خندق والے۔ جو سراسر آگ تھی بہت ایندھن والی۔ جب وہ اس کے اوپر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور وہ اس پر جو وہ ایمان والوں کے ساتھ کر رہے تھے، گواہ تھے۔ اور انھوں نے ان سے اس کے سوا کسی چیز کا بدلہ نہیں لیا کہ وہ اس اللہ پر ایمان رکھتے ہیں جو سب پر غالب ہے، ہر تعریف کے لائق ہے۔ وہ کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اس کی ہے اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔ یقیناً وہ لوگ جنھوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو آزمائش میں ڈالا، پھر انھوں نے توبہ نہیں کی تو ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلنے کا عذاب ہے۔ بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہ رہی ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ بے شک تیرے رب کی پکڑ یقیناً بہت سخت ہے۔ بے شک وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور (وہی) دوبارہ پیدا کرے گا۔ اور وہی ہے جو بے حد بخشنے والا، نہایت محبت کرنے والا ہے۔ عرش کا مالک ہے، بڑی شان والا ہے۔ کر گزرنے والا ہے جو چاہتا ہے۔ کیا تیرے پاس ان لشکروں کی خبر پہنچی ہے؟ جو فرعون اور ثمود تھے۔ بلکہ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں۔ اور اللہ ان کے پیچھے سے (انھیں) گھیرنے والا ہے۔ بلکہ وہ ایک بڑی شان والا قرآن ہے۔ اس تختی میں (لکھا ہوا) ہے جس کی حفاظت کی گئی ہے۔

اللہ کا فرمان ہے: وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ، بروج کی تفسیر اللہ کے فرمان: جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا کے تحت گزر چکی ہے۔

حسن، مجاہد، قتادہ اور ضحاک کہتے ہیں: وہ ستارے ہیں، معنی یہ ہوگا کہ آسمان کی قسم! جو ستاروں والا ہے۔ عکرمہ اور مجاہد نے ہی کہا ہے: وہ آسمان میں محلات ہیں۔ منہال بن عمرو کہتے ہیں: اچھی تخلیق والے ہیں۔ ابو عبیدہ، یحییٰ بن سلام وغیرہ کہتے ہیں: وہ ستاروں کی منزلیں ہیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جو کہ بارہ ستاروں کے بارہ برج ہیں، اور وہ حمل، ثور، جوزاء، سرطان، اسد، سنبلۃ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو اور حوت ہیں۔ کلام عرب میں بروج کا مطلب محلات بھی ہے، اسی سے اللہ کا فرمان ہے: وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ستاروں کی ان منزلوں کو محلات کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ وہ انہی پر اترتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ وہ آسمان کے دروازے ہیں۔ ایک قول ہے کہ وہ چاند کی منزلیں ہیں۔

بَرَجَ کا اصل مطلب ظہور ہے، ان کا یہ نام ان کے ظہور کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔

وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝: یعنی جس کا وعدہ کیا گیا ہے، وہ روز قیامت ہے۔ واحدی کہتے ہیں: یہ تمام مفسرین کے قول کے مطابق ہے۔

وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝: شاہد سے مراد وہ مخلوقات ہیں جو اس دن شاہد یعنی حاضر ہوں گی، مشہود سے مراد اس دن دیکھے جانے والے عجائبات ہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کی ایک جماعت کا مذہب ہے کہ شاہد روز جمعہ ہے، اس دن ہر عمل کرنے والے کے عمل پر شہادت ہوتی ہے، جبکہ مشہود یوم عرفہ ہے کیونکہ حج کے موقع پر وہاں لوگ شاہد ہوتے ہیں اور اس میں فرشتے بھی حاضر ہوتے ہیں۔

واحدی کہتے ہیں: یہ اکثر کا قول ہے۔ قشیری نے حضرت ابن عمر اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ شاہد عید الاضحیٰ کا دن ہے۔ سعید بن مسیب کہتے ہیں: شاہد یوم ترویہ ہے اور مشہود یوم عرفہ ہے۔ نخعی کہتے ہیں: شاہد یوم عرفہ اور مشہود یوم نحر ہے۔ ایک قول ہے کہ شاہد اللہ پاک کی ذات ہے، یہ قول حضرت حسن اور سعید بن جبیر کا ہے، اس کا سبب اللہ کا فرمان ہے: وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا اور اللہ کا فرمان ہے: قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۭ قُلِ اللّٰهُ ڐ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ۔

ایک قول ہے کہ شاہد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا اور اللہ کا فرمان ہے: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا اور اللہ کا فرمان ہے: وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ایک قول ہے کہ تمام انبیاء شاہد ہیں، کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ۔

ایک قول ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ۔

ان تین اقوال کے مطابق مشہود یا امت محمد ہے، یا انبیاء کی امتیں ہیں اور یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت ہے۔

ایک قول ہے کہ شاہد حضرت آدم ہیں اور مشہود ان کی اولاد ہے۔ محمد بن کعب فرماتے ہیں: شاہد انسان ہے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا۔ مقاتل کہتے ہیں: انسان کے اعضاء شاہد ہیں، کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔

حسین بن المفضل کہتے ہیں: شاہد یہ امت ہے اور مشہود دیگر امتیں ہیں، کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ۔

ایک قول ہے کہ شاہد لکھنے والے فرشتے اور مشہود بنو آدم ہیں۔ ایک قول ہے کہ دن اور راتیں مراد ہیں۔ ایک قول ہے کہ شاہد مخلوقات ہیں جو اللہ عزوجل کے لیے وحدانیت کی شہادت دیتے ہیں۔ اور وحدانیت کی گواہی دیے جانے کے اعتبار سے مشہود اللہ پاک کی ذات ہے۔ شاہد اور مشہود کی تفسیر کے متعلق روایات اور ان میں حق کیا ہے کا بیان جلد ہی آگے آتا ہے۔ ان شاء اللہ

قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ ۝: یہ جواب قسم ہے، اس میں لام پوشیدہ ہے اور وہ ظاہر ہے، یہ قول فراء وغیرہ کا ہے۔ ایک قول ہے کہ مقدر عبارت لَقَدْ قُتِلَ ہے، لام اور قد کو حذف کر دیا گیا، اس طرح یہ جملہ خبریہ ہوگا۔ بظاہر یہ جملہ دعائیہ ہے، کیونکہ قُتِلَ کا مطلب لُعِنَ ہے، واحدی کہتے ہیں: یہ تمام مفسرین کے قول کے مطابق ہے، دعائیہ جواب قسم نہیں ہو سکتا۔ تو اس پر کہا جائے گا کہ جواب إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ ہے، ایک قول ہے کہ إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لَشَدِیۡدٌ ہے، یہ مبرد کا قول ہے۔

اس پر اعتراض لمبے فاصلے کا ہے۔ ایک قول ہے کہ وہ پوشیدہ ہے، اس پر اللہ کا فرمان: قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ دلالت کر رہا ہے۔ گویا کہ فرمایا: میں ان چیزوں کی قسم کھاتا ہوں کہ کفار قریش ملعون ہیں جیسے اصحاب الاخدود پر لعنت کی گئی تھی۔

ایک قول ہے کہ مقدر جواب لَتُبۡعَثُنَّ ہے، اس کو ابن الانباری نے اختیار کیا ہے۔

ابوالحاتم سجستانی اور ابن الانباری ہی کہتے ہیں: اس کلام میں تقدیم اور تاخیر ہے، عبارت یوں ہوگی: قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ. وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الۡبُرُوۡجِ اس پر اعتراض کیا گیا ہے کہ وَاللّٰهِ قَامَ زَيْدٌ کہنا جائز نہیں ہے۔

اُخْدُوْد زمین میں مستطیل اور عظیم کھودی گئی خندق ہے، اس کی جمع أخاويد ہے، اسی سے آنسوؤں کے چلنے کی جگہ کو خد (خسار) کہتے ہیں، تکیہ مخدۃ ہے کیونکہ اس پر رخسار رکھا جاتا ہے، تخدد، وجہ الرجل کہتے ہیں جب آدمی کے چہرے پر پھنسی کی وجہ سے جھریاں پڑ جائیں، اسی سے طرفہ کا قول ہے:

ووجه كأن الشمس القت رداء ها

عليه نقى اللون لم يتخدد

”اور چہرہ، گویا کہ سورج نے اپنی چادر ڈال دی ہے۔ اس پر، صاف رنگ والا، اس پر کیسے جھریاں پڑیں؟“ (1)

اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ کا بیان جلد ہی آتا ہے۔ ان شاء اللہ

جمہور نے النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ. النَّارِ پر زیر پڑھی ہے کہ یہ اُخْدُوْدِ سے بدل اشتمال ہے، کیونکہ اخدود اس پر مشتمل ہے۔ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ اس کی صفت ہے کہ وہ بہت بڑی آگ ہے، وَقُوْد: وہ ایندھن ہے جس کے ساتھ آگ جلائی جاتی ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ بدل کُلّ ہے بدل اشتمال نہیں ہے۔ ایک قول ہے کہ النَّارِ جوار (قرب) کی وجہ سے مجرور پڑھا

(1) لِمَ پر اسی طرح اعراب ہے، اگر لَمۡ ہوتو ”جھریاں نہیں پڑیں“ کا مفہوم ہوگا۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



گیا ہے۔ اس طرح کوفیوں سے بیان کیا گیا ہے، جمہور نے وَقُود کی واؤ پر زبر پڑھی ہے، جبکہ قتادہ، ابورجاء اور نصر بن عاصم نے اس پر پیش پڑھی ہے۔ اشہب عقیلی، ابوحیوۃ، ابوسماک عدوی، ابن سمیفع اور عیسیٰ نے النَّارِ پر پیش پڑھی ہے کہ یہ مبتداء محذوف کی صفت ہے، مطلب ہے هِيَ النَّارُ یا اس بنیاد پر کہ یہ ایک فعل محذوف کا فاعل ہے، یعنی أَحْرَقَتْهُمُ النَّارُ۔

اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝ : ظرف میں عامل قتل ہے، یعنی ان پر لعنت کی گئی جب وہ آگ کے اردگرد، اس کے قریب بیٹھے ہوئے تھے، وہ اس کے نزدیک تھے۔ مقاتل کہتے ہیں: مطلب ہے کہ آگ کے پاس بیٹھے ہوئے، ان پر کفر پیش کرتے تھے۔ مجاہد کہتے ہیں: وہ اخدود (خندقوں) کے پاس کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔

وَّ هُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝ : یعنی جنہوں نے خندقیں کھودیں وہ بادشاہ اور اس کے ساتھی تھے، مؤمنوں پر جو آگ پیش کی گئی اس فعل پر وہ شاہد تھے تاکہ وہ ان کے دین کی طرف لوٹیں۔

شُهُوْدٌ یعنی حاضر تھے، یا ان میں سے بعض بعض کے لیے بادشاہ کے ہاں شہادت دیتے تھے کہ اس کو جو حکم ملا، اس نے اس میں کوتاہی نہیں کی۔ ایک قول ہے کہ ان کے فعل پر روز قیامت شہادت دیں گے، پھر ان پر ان کی زبانیں، ہاتھ اور پاؤں گواہی دیں گے۔

ایک قول ہے کہ عَلٰی بمعنیٰ مَعَ ہے۔ مقدر عبارت ہے کہ وَهُمْ مَعَ مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ۔ زجاج کہتے ہیں: اللہ پاک نے ایک قوم کا قصہ بیان کیا ہے جن کی بصیرت اور ان کے ایمان کی حقیقت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ وہ صبر کر گئے اس بات پر کہ انہیں اللہ کے لیے جلا دیا گیا۔

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ : یعنی انہوں نے ان پر اعتراض نہیں کیا اور نہ ان پر عیب لگایا ہے۔

اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ : یعنی الا یہ کہ انہوں نے اللہ کو سچا مانا، جو ہر حال میں غالب اور محمود ہے۔ زجاج کہتے ہیں: سوائے ایمان کے، انہوں نے ان پر کسی گناہ کا انکار نہیں کیا، یہ ایسے ہی ہے جیسے فرمایا: هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ۔ یہ ذم کے مشابہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مدح کی تاکید کے باب سے ہے، جیسے شاعر نے کہا ہے:

لا عیب فیهم سوی ان النزیل بهم
یسلو عن الأهل والأوطان والحشم

”ان پر اس کے علاوہ کوئی عیب نہیں ہے کہ ان کا مہمان، اہل خانہ، وطن اور قرابت داروں سے بے پروا ہو جاتا ہے۔“

کسی اور کا قول ہے:

ولا عیب فیها غیر شکلة عینها
کذلك عتاق الطیر شکل عیونها

”اس عورت میں اس کے علاوہ کوئی عیب نہیں کہ اس کی آنکھ سرخ سفیدی مائل ہے۔
اسی طرح خوش شکل پرندے ہوتے ہیں، ان کی آنکھیں سرخ سفیدی مائل ہوتی ہیں۔“

جمہور نے نَقَمُوا میں نون پر زبر پڑھی ہے جبکہ ابوحیوہ نے اس پر زیر پڑھی ہے، البتہ زبر زیادہ فصیح ہے۔ پھر اللہ پاک نے اپنی ذات کی صفت اس طرح بیان کی ہے جو شان و عظمت پر دلالت کرتی ہے، لہٰذا فرمایا: الَّذِیۡ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ تو جس کی یہ شان ہے، پس وہی اس بات کا حق دار ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے اور اس کی توحید کو مانا جائے۔

وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَہِیۡدٌ ۝۹: ان کا مؤمنوں کے ساتھ جو فعل ہے، اللہ پر اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں ہے، اس میں اصحاب الاخدود کے لیے شدید وعید ہے، جن مومنوں کو انہوں نے اللہ کے دین کے لیے عذاب دیا ان کے لیے وعدہ خیر ہے۔

پھر اللہ پاک نے واضح فرمایا کہ اس نے ان لوگوں کے لیے عذاب تیار فرمایا ہے جنہوں نے مؤمنوں کے ساتھ جلانے والا فعل کیا، لہٰذا فرمایا: اِنَّ الَّذِیۡنَ فَتَنُوا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ لَمۡ یَتُوۡبُوۡا فَلَہُمۡ عَذَابُ جَہَنَّمَ وَلَہُمۡ عَذَابُ الۡحَرِیۡقِ یعنی انہوں نے ان کو آگ کے ساتھ جلایا، عرب کہتے ہیں: فتنت الشیء یعنی میں نے اسے جلایا، فتنت الدرهم و الدینار یعنی میں نے درہم اور دینار کو آگ میں ڈالا تاکہ ان کی عمدگی معلوم ہو۔ دینار مفتون

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



بھی کہا جاتا ہے اور سنار کو فتان بھی کہا جاتا ہے، اسی سے اللہ کا فرمان ہے: یَوۡمَ هُمۡ عَلَى النَّارِ يُفۡتَنُوۡنَ یعنی جلائے جاتے ہیں۔ ایک قول فَتَنُوا الۡمُؤۡمِنِيۡنَ کے معنی کے متعلق یہ ہے کہ انہوں نے ان کو ان کے دین کی آزمائش میں ڈالا تا کہ وہ اس سے رجوع کر لیں، پھر اپنے برے کام پر انہوں نے توبہ نہیں کی، نہ وہ اپنے کفر اور فتنے سے لوٹے، پس ان کے لیے عذاب جہنم ہے، یعنی ان کے لیے ان کے کفر کے سبب سے آخرت میں عذاب جہنم ہے۔

یہ جملہ محل رفع میں ہے کہ یہ اِنَّ کی خبر ہے، یا یہ لَهُمۡ کی خبر ہے، اور عَذَابُ جَهَنَّمَ اس کی بناء پر فاعل ہونے کے سبب مرفوع ہے، فاء مبتداء کو معنیٰ شرط میں لے جا رہی ہے، اس کا نسخ نقصان دہ نہیں ہے کہ یہ اخفش کے خلاف ہے۔

وَلَهُمۡ عَذَابُ الۡحَرِيۡقِ ﴿۱۰﴾: یعنی ان کے لیے ایک زائد عذاب ہے جو ان کے کفر والے عذاب سے الگ ہے، وہ آگ کا عذاب ہے جس طرح ان کی طرف سے مومنوں کے لیے ہوا تھا۔ ایک قول ہے کہ الحریق آگ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جیسے السعیر ہے۔ ایک قول ہے کہ ان کو جہنم میں زمہریر کا عذاب دیا جائے گا پھر انہیں الحریق کا عذاب دیا جائے گا۔ پہلا عذاب اس کی سردی کا ہے اور دوسرا عذاب اس کی گرمی کا ہے۔

ربیع بن انس کہتے ہیں: آگ کا عذاب انہیں دنیا میں بھی پہنچا کہ وہ آگ خندقوں سے نکل کر بادشاہ اور اس کے ساتھیوں تک بلند ہوگئی، اس نے ان کو جلا دیا، یہی کلبی کا قول ہے۔

پھر جو مومن آگ میں جلائے گئے، ان کے لیے جو کچھ اللہ پاک نے تیار فرمایا ہے اس کا ذکر کیا، تو فرمایا: اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اس آیت کا ظاہر عموم ہے، اس میں ایمان کی وجہ سے خندقوں میں جلائے جانے والے پہلے شامل ہیں، مطلب ہے کہ وہ ایمان اور عمل صالح کو جمع کرنے والے ہیں۔

لَهُمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِيۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ: یعنی ان کے لیے ایمان اور عمل صالح کے سبب سے ایسے باغات ہیں، جو اس صفت کے ساتھ متصف ہیں، ان باغات کے نیچے نہریں چلنے کی کیفیت کئی جگہ پر گزر چکی ہے، ہم نے واضح کیا ہے کہ باغات سے مراد اشجار ہیں، ان کے نیچے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نہریں چلنا واضح ہے، اگر اس سے مراد وہ زمین ہو جو باغات پر مشتمل ہے، تو نیچے کا مطلب اس کے ظاہری حصے کا اعتبار ہے، جو کہ درخت ہیں، کیونکہ انہوں نے اس کی سطح کو گھیرا ہوتا ہے۔

ذٰلِكَ کے ساتھ اللہ کی تیار کردہ نعمت کی طرف اشارہ ہے جو پیچھے گزری ہے، یعنی وہ مذکور جو ہے۔

الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ﴿۱۱﴾: جس کے برابر کوئی کامیابی نہیں، نہ اس کے قریب و نزدیک ہو سکتی ہے، الْفَوْزُ کا مطلب مطلوبہ کامیابی ہے۔

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿۱۲﴾: کا جملہ مستأنفہ ہے، جو نبی ﷺ کو خطاب کے لیے ہے، یہ نافرمانوں کو اللہ پاک کے ہاں سزا کی وضاحت کرنے والا ہے اور اطاعت کرنے والوں کی مغفرت بتانے والا ہے۔ یعنی اس کی جابروں اور ظالموں پر پکڑ سخت ہے۔ البطش سختی کے ساتھ پکڑنا ہے، اس کی شدت کے ساتھ صفت اس کے بڑھنے اور کئی گنا ہونے کے اعتبار سے ہے، اسی طرح اللہ کا فرمان ہے: اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ۔

اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَ يُعِيْدُ ﴿۱۳﴾: یعنی پہلے دنیا میں مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر انہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا، جمہور نے اسی طرح کہا ہے، ایک قول ہے کہ وہ کفار کے لیے دنیا میں آگ کا عذاب پہلے دے گا، پھر ان کے لیے اسے آخرت میں دہرائے گا، اس کو ابن جریر نے اختیار کیا ہے، جبکہ پہلا زیادہ مناسب ہے۔

وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿۱۴﴾: یعنی اپنے مؤمن بندوں کے گناہوں پر بالغ مغفرت والا ہے، انہیں ان کی وجہ سے رسوا نہیں کرے گا، اپنے فرمانبرداروں، اولیاء سے بہت محبت رکھنے والا ہے۔ مجاہد نے کہا: اپنے اولیاء سے (واد) محبت کرنے والا ہے، یہ فاعل کے معنی میں فعول ہے۔ ابن زید نے کہا: ودود کا مطلب رحیم ہے۔ مبرد نے اسماعیل القاضی سے نقل کیا ہے کہ ودود وہ ہے جس کی کوئی اولاد نہ ہو، انہوں نے یہ شعر پڑھا:

وارکب فی الروع عریانۃ
ذلول الجناح لقاحا ودودا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



''میں گھبراہٹ میں بغیر کجاوے کے سوار ہو جاتا ہوں۔ مطیع پہلوؤں والی اور بے اولاد اونٹنی پر۔''

یعنی جس کا کوئی بچہ نہیں جس کی طرف وہ شوق رکھتی ہو۔ ایک قول ہے کہ ودود بمعنی مودود ہے، یعنی جس کے ساتھ اس کے نیک بندے مودت اور محبت رکھتے ہوں، اسی طرح ازہری نے کہا ہے، کہا: جائز ہے کہ فعول بمعنی فاعل ہو، یعنی وہ ان کے لیے محب ہوگا، یہ دونوں صفتیں مدح کی ہیں، کیونکہ وہ بلند ذکر ذات اگر اپنے مطیع بندوں سے محبت فرمائے تو یہ اس کا فضل ہے اور اگر اپنے عارف بندوں کے ساتھ وہ محبت کرے تو یہ اس کے پیارے احسان سے ہے جو اس کے ہاں طے شدہ ہے۔

جمہور نے ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ آیت کو مجید کے رفع کے ساتھ پڑھا ہے کہ یہ ذُو کی صفت ہے، اس قراءت کو ابوعبید اور ابوحاتم نے اختیار کیا ہے، وہ دونوں کہتے ہیں: کیونکہ مَجد فضل وکرم کی انتہاء ہے، اور یہ صفتْ اللہ پاک کی ہی ہے۔ سوائے عاصم کے کوفیوں نے اس پر زیر پڑھی ہے کہ یہ عَرْش کی صفت ہے، اللہ پاک نے اپنے عرش کی کَرَمْ کے ساتھ صفت بیان کی ہے جیسا کہ سورۃ المومنون کے آخر میں ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ رَبِّكَ کی صفت ہے، ان دونوں [1] کے درمیان فاصلے پر کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ یہ اللہ پاک کی صفات ہیں، مکی نے کہا: یہ خبر کے بعد خبر ہے، جبکہ پہلا معنی زیادہ مناسب ہے۔

ذُو الْعَرْشِ کا مطلب ہے: بادشاہی والا، سلطنت والا، جیسے کہا جاتا ہے: فُلَانٌ عَلٰى سَرِيْرِ مُلْكِهِ، اسی سے شاعر کا قول ہے:

رَأَوْا عرشي تثلم جانباه
فلما أن تثلم أفردوني

''انہوں نے دیکھا کہ میرے تخت کے دونوں جانب رخنہ پڑ گیا ہے، جب رخنہ پڑ گیا تو انہوں نے مجھے (اس سے) تنہا کر دیا۔''

[1] یعنی موصوف اور صفت کے درمیان۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



کسی اور کا قول ہے:

ان يقتلوك فقد ثللت عروشهم
بعتيبة بن الحارث بن شهاب

''اگر تو انہیں قتل کر دے تو تو نے ان کے تختوں کو گرا دیا، عتیبہ بن حارث بن شہاب کی وجہ سے۔''

ایک قول ہے کہ مراد عرش کا خالق ہے۔

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ﴿١٦﴾: یعنی پہلے بنانا اور دہرانا۔ عطاء کہتے ہیں: جو وہ ارادہ کرتا ہے اسے کوئی چیز عاجز نہیں کرتی، اس کی طلب پر کوئی چیز انکار نہیں کرتی۔ فَعَّالٌ پر رفع اس لیے ہے کہ وہ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ فراء کہتے ہیں: یہ تکریر اور استئناف کی وجہ سے مرفوع ہے کیونکہ وہ نکرہ محضہ ہے۔ ابن جریر نے کہا: فَعَّالٌ مرفوع ہے کیونکہ وہ نکرہ محضہ ہے، یہ الغفور الودود کے اعراب کی اتباع میں ہے۔ فَعَّالٌ اس لیے فرمایا کہ وہ جو کرتا اور ارادہ فرماتا ہے وہ بہت کثرت سے ہوتا ہے۔

پھر اللہ پاک نے کافر جماعتوں کی خبر ذکر کی، تو فرمایا: هَلْ أَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ یہ جملہ مستانفہ ہے، پیچھے جو اللہ پاک کی شدید بطش گزری ہے، اسے بیان کرنے والا ہے، اور اس کے فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ کو بھی۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کے لیے تسلی بھی ہے، یعنی اے محمد (ﷺ)! کیا آپ کے پاس کافروں کی جماعتوں کی خبر آئی ہے، جنہوں نے جتھے بنا کر اپنے انبیا کو جھٹلایا۔ پھر ان کی وضاحت کی اور فرمایا: فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ یہ جُنود سے بدل ہے، مراد فرعون اور اس کی قوم ہے، ثمود سے مراد معروف قوم ہے، ان کی حدیث سے مراد، جو اُن کی طرف سے کفر و عناد ہوا اور جو اُن پر عذاب واقع ہوا، ان کا واقعہ مشہور ہے، اس کتاب عزیز میں کئی جگہ پر دہرا کے بیان کیا گیا ہے۔ ان دونوں گروہوں پر اکتفاء اس لیے کیا گیا کیونکہ ان دونوں کا معاملہ اہل کتاب اور مشرکین عرب کے ہاں مشہور تھا، ان دونوں کے ذریعے ان جیسوں پر دلالت کی گئی ہے۔ پھر ان کفار یعنی حضرت محمد ﷺ کے زمانے میں موجود کفار کی مثال کو گزشتہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مذکور کفار سے الگ کر دیا اور واضح فرمایا کہ یہ کفر اور تکذیب میں ان سے زیادہ سخت ہیں، لہٰذا فرمایا: بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ تَکْذِیْبٍ یعنی بلکہ یہ عرب کے مشرکین، آپ کی تکذیب میں سخت ہیں اور جو کچھ آپ لائے ہیں اس کی تکذیب میں بھی۔ اور انہوں نے اپنے سے پہلے کافروں سے عبرت نہیں پکڑی۔

وَّ اللّٰهُ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ مُّحِیْطٌ ﴿۲۰﴾: یعنی وہ قادر ہے کہ ان پر وہ اُتارے جو ان پر اتارا تھا، کسی چیز کے احاطے کا مطلب اس کو ہر طرف سے گھیرنا ہے، یہ مثال ہے کہ وہ نجات نہ پائیں گے کیونکہ احاطہ کرنے والے سے احاطہ کیے گئے کسی طرح چھوٹ نہ سکیں گے۔

پھر اللہ پاک نے ان کی تکذیبِ قرآن کا ردّ کیا، فرمایا: بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ یعنی ہم نے اسے شرف، کرم اور برکت میں مضبوط کیا ہے کیونکہ یہ اس چیز کا بیان ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے لیے دین و دنیا کے احکام سے مشروع فرمائی ہے، یہ ایسے نہیں ہے جیسے وہ کہتے ہیں کہ شعر، کہانت اور جادو ہے۔

فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾: یعنی ایک لوح میں لکھا ہوا ہے، وہ ام الکتاب ہے، جو اللہ کے ہاں محفوظ ہے کہ شیاطین اس تک نہیں پہنچ سکتے۔ جمہور نے مَّحْفُوْظٍ پر جر پڑھی ہے کہ یہ لَوْحٍ کے لام کی صفت ہے جبکہ نافع نے اس پر رفع پڑھا ہے کہ یہ قُرْاٰنٌ کی صفت ہے یعنی بلکہ یہ قرآن مجید ہے جو لوح میں محفوظ ہے۔ لَوْحَ کے لام کی زبر پر قراء کا اتفاق ہے سوائے یحییٰ بن یعمر اور ابن سمیفع کے، ان دونوں نے اس پر پیش پڑھی ہے۔ مقاتل کہتے ہیں: لوح محفوظ عرش کے دائیں جانب ہے۔ ایک قول ہے کہ لوح کے لام پر پیش ہے، اس سے مراد ساتویں آسمان کے اوپر ہوا ہے۔ ابوالفضل کہتے ہیں: لوح کے لام پر پیش ہو تو مراد ہوا ہے، اسی طرح ابن خالویہ نے کہا ہے۔ صحاح والے کہتے ہیں: لوح پر پیش ہو تو آسمان و زمین کے درمیان ہوا (خلا) مُراد ہے۔

ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ بُرُوْج آسمان میں محلات ہیں۔ ابن مردویہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ کے متعلق پوچھا گیا، فرمایا: ستارے۔ اور الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا کے متعلق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پوچھا گیا، تو بھی فرمایا: ستارے مراد ہیں۔ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ کے متعلق پوچھا گیا، فرمایا: محلات۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝ کے متعلق پوچھا گیا، فرمایا: اَلْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ روز قیامت ہے، شاہد روز جمعہ ہے، مشہود یوم عرفہ ہے، وہ حج اکبر ہے، جمعہ کے دن کو اللہ پاک نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے لیے عید بنایا ہے، اس کے ذریعے ان کو سب مخلوقوں پر فضیلت دی ہے، وہ اللہ کے ہاں دنوں کا سردار ہے، اس میں اعمال اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہیں، اس میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ بندہ مسلم اس میں نماز پڑھتا ہو اور اللہ سے کوئی خیر مانگتا ہو تو وہ اسے ضرور عطاء فرماتا ہے۔

عبد بن حمید، ترمذی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ روز قیامت ہے، الیوم المشھود یوم عرفہ ہے، شاہد یوم جمعہ ہے، سورج نہ طلوع ہوتا ہے اور نہ غروب ہوتا ہے اس سے افضل دن پر، اس میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ اس کے موافق ہو کر بندہ مؤمن اللہ سے خیر کی کوئی دعا کرتا ہو تو اللہ اُس کی وہ دُعا ضرور قبول فرماتے ہیں، اور جس چیز سے بھی پناہ مانگے اللہ اسے ضرور اس سے بچاتے ہیں۔

حاکم نے روایت کیا اور صحیح بھی کہا ہے، ابن مردویہ نے اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسے مرفوع بیان کیا ہے۔ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ کے متعلق فرمایا: شاہد یوم عرفہ اور یوم جمعہ ہے، مشہود ہی موعود ہے اور وہ روز قیامت ہے۔

عبد بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: اَلْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ روز قیامت ہے، المشھود یوم نحر ہے، اور شاہد یوم جمعہ ہے۔ ابن جریر، طبرانی اور ابن مردویہ نے شریح بن عبید کے واسطہ سے حضرت ابو مالک اشعری سے بیان کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ روز قیامت ہے، شاہد روز جمعہ ہے اور مشہود روز عرفہ ہے۔ ابن مردویہ اور ابن عساکر نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کے متعلق فرمایا: شاہد یوم جمعہ اور مشہود یوم عرفہ ہے۔

عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے اسی طرح موقوف نقل کیا ہے۔

سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت سعید بن مسیب سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک ایام کا سردار یوم جمعہ ہے، وہی شاہد ہے اور مشہود یوم عرفہ ہے، یہ مراسیل سعید بن مسیب میں سے ایک مرسل روایت ہے۔

ابن ماجہ، طبرانی اور ابن جریر نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر بروز جمعہ درود کی کثرت کرو، بے شک یہ مشہود دن ہے، اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

عبدالرزاق، فریابی، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: شاہد یوم جمعہ ہے، اور مشہود یوم عرفہ ہے۔

ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے ان سے وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ کے متعلق پوچھا، فرمایا: کیا تم نے مجھ سے پہلے بھی کسی سے پوچھا تھا؟ اس نے کہا: ہاں۔ میں نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے پوچھا تھا، ان دونوں نے فرمایا: یوم ذبح اور یوم جمعہ۔ فرمایا: نہیں بلکہ شاہد حضرت محمد ﷺ ہیں، پھر آیت پڑھی: وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا۔ اور مشہود روز قیامت ہے، پھر پڑھا: ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ۔

عبد بن حمید نے، طبرانی نے معجم اوسط اور صغیر میں اور ابن مردویہ نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، اُن سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا، فرمایا: شاہد میرے نانا رسول اللہ ﷺ ہیں، مشہود روز قیامت ہے، پھر تلاوت کی: اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا اور وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ۔

عبد بن حمید، نسائی، ابن ابی الدنیا، بزار، ابن جریر، ابن المنذر، ابن مردویہ اور ابن عساکر نے اپنی اسناد سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: اَلْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ روز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قیامت ہے، شاہد حضرت محمد ﷺ ہیں، اور مشہود بھی روز قیامت ہے، پھر اس آیت ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ کی تلاوت کی۔

ابن جریر نے انہی سے نقل کیا ہے، فرمایا: شاہد اللہ پاک ہے، اور مشہود روز قیامت ہے۔ ابن ابی حاتم نے انہی سے نقل کیا ہے، فرمایا: شاہد اللہ ہے۔

عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے انہی سے نقل کیا ہے، فرمایا: شاہد اللہ ہے اور مشہود روز قیامت ہے۔

میں کہتا ہوں صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی یہ تفاسیر مختلف ہیں جیسا کہ تم دیکھ رہے اور اسی طرح ان کے بعد تابعین کی تفاسیر بھی مختلف ہیں۔ ان میں سے جس نے بھی استدلال کیا ہے اس نے آیات سے استدلال کیا ہے جن میں اللہ نے ذکر فرمایا ہے کہ یہ چیز شاہد ہے یا مشہود ہے، تو اس نے اسے دلیل بنا لیا کہ شاہد اور مشہود سے مراد اس آیت میں مطلق ہے۔ حالانکہ یہ ایسی دلیل نہیں جس سے استدلال کیا جائے کہ اس مقام پر مذکور شاہد اور مشہود سے وہی مراد ہے، جو دوسری آیت میں ہے، ورنہ لازم آئے گا کہ یہاں وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ سے مراد وہ سب ہے جس پر اس کتاب عزیز میں یا سنت مطہرہ میں یہ لفظ بولا گیا ہے کہ وہ شہادت دیتا ہے یا شہادت دیا جاتا ہے۔

جن بعض سے انہوں نے دلیل لی ہے وہ باوجود اختلاف کے دیگر بعض سے بڑھ کر مراد نہیں ہے اور نہ ہی کسی قائل نے یہ کہا ہے۔ اگر تم کہو کہ کیا وہ مرفوع روایات جو حضرت ابو ہریرہ، ابو مالک، جبیر بن مطعم اور سعید بن مسیب کی مرسل حدیث سے مروی ہیں کہ ان میں شاہد اور مشہود کا تعین نہیں ہے؟

میں کہوں گا: الْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ کے متعلق تو ان مذکورہ روایات میں کوئی اختلاف نہیں آیا بلکہ سب متفق ہیں کہ اس سے مراد روز قیامت ہے۔ شاہد کے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی پہلی حدیث میں روز جمعہ ہے، ان کی دوسری حدیث میں وہ یوم عرفہ اور یوم جمعہ ہے۔ حضرت ابو مالک کی حدیث میں وہ روز جمعہ ہے۔ حضرت جبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وہ روز جمعہ ہے۔ اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سعید بن مسیب کی مرسل روایت میں بھی وہ روز جمعہ ہے، تو یہ احادیث اس پر متفق ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث میں اس سے یوم عرفہ مراد ہونے کا جو اضافہ ہے اس کا کوئی ضرر نہیں ہے۔

رہا مشہود، تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی پہلی حدیث میں وہ یوم عررفہ ہے، دوسری میں روز قیامت ہے، حضرت ابو مالک کی حدیث میں وہ یوم عرفہ ہے، حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وہ یوم عرفہ ہے، اسی طرح حضرت سعید کی روایت میں بھی، تو روایات میں اس کا یوم عرفہ ہونا متعین ہوگیا، یہ اس روایت سے بڑھ کر راجح ہیں جس میں اس کے روز قیامت ہونے کی صراحت ہے اس مجموعے سے جمہور صحابہ اور تابعین کے مذہب کا رجحان معلوم ہوگیا اور ان سے بعد والوں کا بھی کہ شاہد یوم جمعہ ہے، مشہود یوم عرفہ ہے اور اَلْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ کے متعلق ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اس کے روز قیامت ہونے پر اجماع ہے۔

عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، مسلم، ترمذی، نسائی اور طبرانی نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں کے بادشاہوں میں ایک بادشاہ تھا، اس بادشاہ کا ایک کاہن تھا جو اس کے لیے کہانت کرتا تھا، اس کاہن نے کہا: میرے لیے ایک ہوشیار، ذہین اور سمجھدار لڑکا دیکھو، میں اسے اپنا علم سکھا دوں، مجھے ڈر ہے کہ میں مر جاؤں گا، تو یہ علم تم سے منقطع ہو جائے گا اور تم میں اسے جاننے والا کوئی نہ ہوگا، انہوں نے اس کے لیے اس کی بتائی صفات کے مطابق ایک لڑکا دیکھا، اسے کاہن کے پاس جانے کا انہوں نے حکم دیا کہ وہ اس کے پاس آتا جاتا رہے، وہ لڑکا اس کے پاس آنے جانے لگا۔ اس لڑکے کی راہ میں ایک راہب اپنی جھونپڑی میں ہوتا تھا، یہ لڑکا اس راہب کے پاس سے گزرتے ہوئے ہر مرتبہ سوال کرنے لگا، وہ اس بات پر لگا رہا حتیٰ کہ اس نے بتا دیا کہ میں اللہ کا ایک بندہ ہوں۔ لڑکا اس راہب کے پاس ٹھہرنے لگا اور کاہن سے دیر کرنے لگا، کاہن نے لڑکے کے اہل خانہ کو پیغام بھیجا کہ لڑکا دیر سے آتا ہے اور کبھی نہیں آتا، لڑکے نے راہب کو یہ بات بتائی تو راہب نے اسے کہا: جب تجھے کہے کہ تو کہاں تھا؟ کہو: اپنے اہل میں۔ اور جب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تیرے اہل خانہ کہیں: تم کہاں تھے؟ انہیں بتاؤ کہ میں کاہن کے پاس تھا۔

وہ لڑکا اسی طرح کرتا رہا، حتیٰ کہ ایک دن وہ لوگوں کی ایک بڑی جماعت کے پاس سے گزرا جنہیں ایک چوپائے نے روک رکھا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ شیر تھا، لڑکے نے ایک پتھر پکڑا، کہا: اے اللہ! اگر جو کچھ راہب کہتا ہے وہ حق ہے تو میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میں اس چوپائے کو قتل کروں گا۔ اور اگر جو کچھ کاہن کہتا ہے وہ حق ہے تو میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میں اس کو قتل نہیں کروں گا۔

پھر اس نے پتھر پھینکا تو چوپائے کو قتل کر دیا، لوگوں نے کہا: اسے کس نے قتل کیا ہے؟ کہنے لگے لڑکے نے۔ لوگ پریشان ہو گئے اور کہنے لگے: اس لڑکے نے ایسا علم سیکھ لیا ہے جو علم کسی نے بھی نہیں سیکھا۔

ایک نابینے کو پتہ چل گیا، وہ اس کے پاس آیا، کہنے لگا: اگر تو میری نگاہ لوٹا دے تو میں تجھے اتنا اتنا انعام دوں گا۔ لڑکے نے کہا: میں تجھ سے یہ نہیں چاہتا، لیکن کیا اگر تیری نگاہ لوٹ آئے تو تو اس ذات پر ایمان لائے گا جس نے تیری نگاہ لوٹائی؟ اس نے کہا: ہاں۔ لڑکے نے اللہ سے دعا کی، اللہ نے اس کی نگاہ لوٹا دی، وہ نابینا ایمان لے آیا، ان کے معاملے کی خبر بادشاہ تک پہنچ گئی۔

بادشاہ نے ان کی طرف پیغام بھیجا، ان کو لایا گیا، کہا: میں تم میں سے ہر ایک کو ایسا قتل کروں گا کہ اس جیسا دوسرے کو قتل نہیں کروں گا، راہب اور اس شخص کو لایا گیا جو پہلے نابینا تھا، ان میں سے ایک کے سر پر آرا رکھا گیا، اسے قتل کر دیا گیا، دوسرے کو اور طریقے سے قتل کیا گیا۔

پھر لڑکے کے متعلق حکم دیا، کہا: اسے فلاں فلاں پہاڑ پر لے جاؤ اور اس کی چوٹی سے اسے گرا دو، وہ اسے اس پہاڑ پر لے گئے، جب وہ اس جگہ پر پہنچے جہاں سے گرانے کا انہوں نے ارادہ کیا تھا، وہ پہاڑ سے گرنے لگے، وہ سب گر کے مر گئے، ان میں سے صرف وہ لڑکا باقی بچا۔

پھر لڑکا واپس آ گیا، بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے سمندر پر لے جاؤ اور اس میں گرا دو، وہ اسے سمندر پر لے گئے، اللہ نے اس کے ساتھیوں کو غرق کر دیا اور لڑکے کو بچا لیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لڑکے نے بادشاہ سے کہا: تم مجھے ہرگز قتل نہیں کر سکتے حتیٰ کہ تم مجھے صلیب پر چڑھا کر تیر مارو۔ اور مجھے تیر مارتے ہوئے کہو: بسم اللّٰہ رب الغلام، اس کو حکم دیا گیا، صلیب پر چڑھایا گیا، پھر اسے تیر مارا اور کہا: بسم اللّٰہ رب الغلام تیر اس کی کنپٹی پر لگا، لڑکے نے تیر لگنے کی جگہ پر اپنا ہاتھ رکھا، پھر وہ شہادت پا گیا۔

لوگوں نے کہا: اس لڑکے نے وہ علم جانا ہے جو علم کسی نے بھی نہیں جانا، بے شک ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لاتے ہیں۔ بادشاہ سے کہا گیا: کیا تو پریشان ہو گیا ہے کہ تین بندے تیرے خلاف تھے، اب سارا جہان تیرے خلاف ہو گیا ہے، فرمایا: اس نے خندقیں کھودیں، ان میں ایندھن اور آگ ڈالی، پھر لوگوں کو جمع کیا اور کہا: جو اپنے دین سے پھر جائے ہم اسے چھوڑیں گے اور جو نہ پھرے ہم اسے آگ میں ڈالیں گے، وہ انہیں ان خندقوں (کھائیوں) میں پھینکنے لگا، فرمایا: اللہ فرماتے ہیں: قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ۙ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ ۙ﴿۵﴾ حتیٰ کہ الۡعَزِیۡزِ الۡحَمِیۡدِ ۙ﴿۸﴾ تک پہنچے۔

اس لڑکے کو دفن کر دیا گیا، پھر نکالا گیا۔ مذکور ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اسے نکالا گیا، اس کی انگلی اس کی کنپٹی پر تھی جیسے اس نے رکھی تھی جب اسے شہید کیا گیا تھا۔

اس واقعہ کے الفاظ ہیں جن میں کچھ اختلاف ہے، مسلم نے الصحیح کے آخر میں عن ہدبۃ بن خالد عن حماد بن سلمۃ عن ثابت عن عبدالرحمن بن ابی لیلی، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے اسے نقل کیا ہے۔ امام احمد نے عفان عن حماد کی سند سے ان سے نقل کیا ہے۔ نسائی نے عن احمد بن سلیمان عن حماد بن سلمۃ، ان سے نقل کیا ہے۔ ترمذی نے محمود بن غیلان سے۔ عبد بن حمید نے عن عبدالرزاق عن معمر عن ثابت، ان سے نقل کیا ہے۔

ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اللہ کے فرمان: قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ حبشہ کے لوگ تھے۔ ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: وہ بنی اسرائیل کے کچھ لوگ تھے، جنہوں نے زمین میں کھائیاں نکالیں، ان میں آگ جلائی، پھر ان کھائیوں پر مردوں اور عورتوں کو کھڑا کیا، پس ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پر پیش کیا۔

ابن المنذر نے اور حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ سے وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ تک یہ قسم ہے، اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ سے آخر تک کے لیے۔

ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ پہلے عذاب دے گا پھر اسے لوٹائے گا۔ ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: اَلْوَدُوْدُ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: حبیب۔ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ فرمایا: کریم۔

ابن المنذر نے ان سے اللہ کے فرمان: فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ لوحِ ذکر ہے، ایک لوح ہے جس میں ذکر ہے، اور یہ لوح نور کی ہے، اس کی مسافت تین سو برس کی ہے۔

ابن جریر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: بے شک لوح محفوظ وہ ہے جس کا اللہ نے قرآن میں ذکر کیا ہے: بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿۲۱﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾ وہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی پیشانی پر ہے۔

ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، سیوطی فرماتے ہیں اس کی سند جیّد ہے، فرمایا: اللہ پاک نے لوح محفوظ کو پیدا کیا ہے، گویا ایک سو برس کی مسافت ہے، تو مخلوقات کی تخلیق سے قبل قلم سے فرمایا: تو میرا میری مخلوق کے متعلق علم لکھ، پس لکھا (اور جاری ہوا) جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا۔ انتہیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورۃ الطارق

اس کی سترہ آیات ہیں اور یہ بلا اختلاف مکی ہے۔ ابن ضریس، نحاس، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ مکہ میں نازل ہوئی۔

احمد، بخاری نے اپنی تاریخ میں، طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت خالد العدوانی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ثقیف کے بازار میں دیکھا، آپ ﷺ جب ان کے پاس مدد طلب کرنے کو آئے، کمان یا عصا پر سہارا لیے کھڑے تھے، آپ ﷺ نے وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ پڑھی، میں نے آپ سے یہ مکمل سنی، کہتے ہیں: میں نے زمانہ جاہلیت میں یہ یاد کر لی تھی، پھر میں نے اسلام میں یہ پڑھی، ثقیف نے مجھے بلایا اور کہا کہ تم نے اس شخص سے کیا سنا ہے، میں نے یہ سورت پڑھی، تو ان کے ساتھی قریش کہنے لگے: ہم اپنے ساتھی کو زیادہ جانتے ہیں، اگر ہمیں پتہ ہو کہ وہ حق کہتے ہیں تو ہم آپ کی ضرور پیروی کرتے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ وَ السَّمَآءِ وَ الطَّارِقِ ﴿۱﴾ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ﴿۲﴾ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ﴿۳﴾ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ﴿۴﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ﴿۵﴾ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ﴿۶﴾ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَ التَّرَآئِبِ ﴿۷﴾ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ﴿۸﴾ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ﴿۹﴾ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّ لَا نَاصِرٍ ﴿۱۰﴾ وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿۱۱﴾ وَ الْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿۱۳﴾ وَّ مَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿۱۴﴾ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿۱۵﴾ وَّ اَكِيْدُ كَيْدًا ﴿۱۶﴾ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿۱۷﴾

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ قسم ہے آسمان کی اور رات کو آنے والے کی! اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ رات کو آنے والا کیا ہے؟ وہ چمکتا ہوا ستارہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نہیں کوئی جان مگر اس کے اوپر ایک حفاظت کرنے والا ہے۔ پس انسان کو لازم ہے کہ دیکھے وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا۔ وہ ایک اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔ جو پیٹھ اور پسلیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔ بے شک وہ اسے لوٹانے پر یقیناً قادر ہے۔ جس دن چھپی ہوئی باتوں کی جانچ پڑتال کی جائے گی۔ تو اس کے پاس نہ کوئی قوت ہوگی اور نہ کوئی مددگار۔ قسم ہے آسمان کی جو بار بار بارش برسانے والا ہے! اور زمین کی جو پھٹنے والی ہے! کہ بے شک یہ یقیناً ایک دوٹوک بات ہے۔ اور یہ ہرگز مذاق نہیں ہے۔ بے شک وہ خفیہ تدبیر کرتے ہیں، ایک خفیہ تدبیر۔ اور میں بھی خفیہ تدبیر کرتا ہوں، ایک خفیہ تدبیر۔ سو کافروں کو مہلت دے ،مہلت دے انھیں تھوڑی سی مہلت۔

اللہ پاک نے وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ کے ساتھ قسم کھائی ہے، وہ النَّجۡمُ الثَّاقِبُ ہے، جیسا کہ قرآن نے خود وضاحت کر دی ہے۔ واحدی کہتے ہیں: مفسرین نے کہا ہے: اللہ پاک نے آسمان اور طارق کی قسم کھائی ہے، اس سے مراد ستارے ہیں جو رات کو آتے ہیں، اور دن کو چھپتے ہیں۔ فراء کہتے ہیں: الطارق ستارہ ہے کیونکہ وہ رات کو طلوع ہوتا ہے جو بھی تمہارے پاس رات کو آئے پس وہ طارق ہے، اسی طرح زجاج اور مبرد نے کہا ہے، اسی سے امرؤ القیس کا قول ہے:

ومثلك حبلى قد طرقت و مرضعا
فألهيتها عن ذي تمائم محول

”تجھ جیسی حاملہ کے پاس میں رات کو آیا اور مرضعہ کے پاس، پس میں نے اسے ایک سالہ بچے سے غافل کر دیا۔“

اسی کا کہنا ہے:

أَلم تریانی کلما جئت طارقا
وجدت بها طيبا وان لم تطيب

”کیا تم دونوں نہیں دیکھتی کہ جب بھی میں رات کو آتا ہوں، میں اس (محبوبہ) میں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



خوشبو پاتا ہوں، گو اس نے خوشبو نہ لگائی ہو۔"

طارق کے متعلق اہل علم کا اختلاف ہے کہ آیا وہ ایک متعین ستارہ ہے یا النجم کی جنس ہے؟ ایک قول ہے کہ وہ زحل ہے۔ ایک قول ثریا ہے۔ ایک قول وہ ستارہ ہے جس کے ساتھ شیاطین کو مارا جاتا ہے۔ ایک قول ہے کہ وہ ستارے کی جنس ہے۔ صحاح والے کہتے ہیں: طارق نجم ہے جسے صبح کا ستارہ کہا جاتا ہے۔ اسی سے ہند بنت عتبہ کا قول ہے:

نحن بنات طارق
نمشی علی النمارق

"ہم طارق کی بیٹیاں ہیں، ہم بچھونوں پر چلتی ہیں۔"

یعنی ہمارا باپ بلندی میں چمکدار ستارے کی طرح تھا، طروق کی اصل آہستگی ہے، رات کا قصد کرنے والے کو طارق کا نام دیا گیا ہے کیونکہ اسے پہنچنے کے لیے آہستگی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک قوم کا قول ہے کہ طروق کبھی دن کو بھی ہوتا ہے، عرب کہتے ہیں: أتيتك اليوم طرقتين اس کا مرتبہ دو مرتبہ ہے۔

اسی سے آپ ﷺ کا فرمان ہے: اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں دن اور رات کے طوارق سے، سوائے اس کے جو خیر کے ساتھ آئے۔

پھر اللہ پاک نے وضاحت فرمائی کہ طارق کیا ہے، اس کی قسم کے ساتھ تعظیم کر کے اس کی مزید شان بڑھانا مقصود ہے، لہٰذا فرمایا: وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝ چمکدار ستارہ ثاقب ہے، اسی سے کہا جاتا ہے: ثقب النجم ثقوبا وثقابة، جب روشن ہو جائے، اس کا ثقوب اس کی روشنی ہے۔ اسی سے شاعر کا قول ہے:

أذاع به في الناس حتى كأنه
بعلياء نار أو قدت بثقوب

"اس کی لوگوں میں مشہوری کر دی یہاں تک کہ گویا وہ اونچی جگہ کی آگ پر ہے، جو ثقوب کے ساتھ جلائی گئی ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



واحدی کہتے ہیں: طارق کا اطلاق اس ہر کس پر ہے جو رات کو آئے، نبی ﷺ نہیں جانتے تھے کہ اس سے کیا مراد ہے، اگر اللہ پاک اپنے فرمان: النَّجْمُ الثَّاقِبُ کے ذریعے اسے واضح نہ فرماتے۔ مجاہد کہتے ہیں: ثاقب زینت دینے والا ہے۔

سفیان کہتے ہیں: قرآن میں جہاں بھی وَمَآ اَدْرٰىكَ فرمایا ہے، اللہ نے آپ ﷺ کو اس کی خبر دی ہے اور جس کے بارے میں وَمَا يُدْرِيْكَ فرمایا ہے اس کی اللہ نے آپ کو خبر نہیں دی ہے۔

النَّجْمُ الثَّاقِبُ پر رفع اس لیے ہے کہ یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے، جملہ مستانفہ ہے، جو مقدر سوال کا جواب ہے جو اس سے پہلے بڑھا ہے، گویا کہ پوچھا گیا کہ وہ کیا ہے؟ تو کہا گیا کہ وہ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ہے۔

اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ﴿۴﴾: یہ جواب قسم ہے، ان دونوں کے مابین جملہ معترضہ ہے۔ سورۃ ہود میں لَمَّا کے بارے میں قراء کا اختلاف گزر چکا ہے، جس نے اس کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے تو یہاں ان مثقلہ سے مخففہ ہوگا، اس میں ضمیر شان مقدر ہوگی اور یہ اس کا اسم بنے گا، لام فرق کرنے والا ہے، ما زیادہ ہے، یعنی بے شک شان یہ ہے کہ ہر نفس کے اوپر ضرور ایک حافظ ہے۔

جس نے اس کو شد کے ساتھ پڑھا ہے تو اِنْ نافیہ ہوگا، لَمَّا بمعنی اِلَّا ہوگا، یعنی نہیں ہے ہر نفس مگر اس پر ضرور ایک حافظ ہے۔ یہاں پر ابن عامر، عاصم اور حمزہ نے شد کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ باقیوں نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ ایک قول ہے کہ حافظ حفظہ فرشتے ہیں، جو نفس پر اس کا عمل، قول اور فعل اٹھاتے ہیں، وہ شمار کرتے ہیں، جو خیر و شر وہ کماتا ہے۔ ایک قول ہے کہ حافظ اللہ عزوجل ہے۔ ایک قول ہے کہ وہ عقل ہے جو انہیں اچھی باتوں کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ اور انہیں برائیوں سے روکتی ہے، پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے، کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ اور فرمایا: وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً اور فرمایا: لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ۔ حافظ درحقیقت اللہ عزوجل ہی ہے، جیسے فرمایا: فَاللّٰهُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حَفِیْظٌ حفظہ ملائکہ اس کے حفاظت کنندہ ہیں کیونکہ وہ اس کا حکم مانتے ہیں۔

فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝: فاء اس بات پر دلالت کے لیے ہے کہ ہر نفس پر ایک حافظ کا ہونا انسان کے لیے اس بات کا موجب ہے کہ وہ اپنی تخلیق کی ابتداء پر غور کرے، تا کہ وہ اس سے کم معاملے یعنی بعث پر اللہ کی قدرت جان لے۔ مقاتل کہتے ہیں: مراد بعث کو جھٹلانے والا ہے۔ مِمَّ خُلِقَ یعنی کس چیز سے اللہ نے اسے پیدا کیا ہے، مطلب ہے کہ وہ تفکر اور استدلال کی نظر سے دیکھے حتیٰ کہ اسے معلوم ہو جائے کہ جس نے اسے ایک نطفہ سے پیدا کیا ہے، وہ اس کے اعادہ پر قادر ہے۔

پھر اللہ پاک نے وضاحت کی اور فرمایا: خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ یہ جملہ مستانفہ ہے جو ایک پوشیدہ سوال کا جواب ہے، اَلْمَاءُ منی ہے، دفق کا مطلب گرانا ہے، کہا جاتا ہے: دفقت الماء یعنی میں نے اسے گرایا مَّآءٍ دَافِقٍ کہا جاتا ہے مراد مدفوق ہے، جیسے عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ سے مراد مَّرْضِیَّةٌ ہے۔

فراء اور اخفش کہتے ہیں: مَّآءٍ دَافِقٍ یعنی رحم میں گرایا جانے والا۔ فراء کہتے ہیں: اہل حجاز اپنے اکثر کلام میں فاعل کو مفعول کے معنی میں استعمال کرتے ہیں جیسے سِرٌّ کَاتِمٌ سے مراد مکتوم ہے۔ هَمٌّ نَاصِبٌ میں مراد منصوب ہے۔ لَیْلٌ نَائِمٌ وغیرہ۔ یعنی پانی سے جو اندفاق والا ہے، کہا جاتا ہے: دارع قایس نابل سے مراد ہوتا ہے ذو درع قوس اور نبل۔ اللہ پاک نے مرد اور عورت کا پانی مراد لیا ہے، کیونکہ انسان ان دونوں سے پیدا کیا گیا ہے، لیکن ان دونوں کے ملاپ کی وجہ سے انہیں ایک پانی قرار دے دیا۔

پھر اللہ نے اس پانی کی صفت بتائی، لہٰذا فرمایا: یَّخْرُجُ مِنْۢ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ یعنی مرد کی صلب اور عورت کے ترائب سے، ترائب تریبۃ کی جمع ہے، وہ سینے میں ہار کی جگہ ہے، بچہ تو دو پانیوں کے بغیر نہیں ہوتا۔ جمہور نے یَّخْرُجُ فاعل کے طور پر پڑھا ہے، جبکہ ابن ابی عبلہ اور ابن مقسم نے مفعول کی بناء پر پڑھا ہے۔

صلب کا مطلب پشت ہے، اس میں چند لغات ہیں۔ جمہور نے صاد پر پیش اور لام ساکن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پڑھا ہے۔ اہل مکہ نے صاد اور لام پر پیش پڑھی ہے۔ یمانی نے ان دونوں پر زبر پڑھی ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ صالب بروزن قالب ہے، اسی سے حضرت عباس بن عبدالمطلب کا قول ہے:

تنقل من صالب الی رحم

”تم منتقل کیے جاتے ہو صلب سے رحم کی طرف۔“

یہ ان کے مشہور اشعار میں سے ایک ہے، جو نبی ﷺ کی مدح میں کہے گئے۔ اس پر کلام، اللہ کے فرمان: الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔

ایک قول ہے کہ ترائب دو پستانوں کے مابین جگہ ہے، ضحاک کہتے ہیں: عورت کے ترائب دونوں ہاتھ، پاؤں اور آنکھیں ہیں۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں: وہ گلا ہے، مجاہد کہتے ہیں: وہ دونوں کندھوں اور سینے کے مابین جگہ ہے، انہی سے مروی ہے، فرمایا: وہ سینہ ہے۔ ان سے ایک قول یہ بھی مروی ہے کہ وہ ہنسلی کی ہڈی ہے۔ زجاج سے بیان کیا جاتا ہے کہ ترائب دل کا نچوڑ ہے، اسی سے بچہ ہوتا ہے۔ لغت میں مشہور ہے کہ وہ سینے اور گلے کی ہڈیاں ہیں، اسی سے درید بن صمہ کا قول ہے:

فان تدبروا نأخذكم فی ظهوركم
وان تقبلوا نأخذكم فی الترائب

”اگر تم پیٹھ پھیرو تو ہم تمہاری پشتوں سے پکڑیں گے اور اگر تم سامنے سے آؤ تو ہم تمہیں سینے پر ماریں گے۔“

عکرمہ کہتے ہیں: ترائب سینہ ہے، پھر یہ مصرع پڑھا:

نظام در علی ترائبها

”موتیوں کی لڑی ہے اس (محبوبہ) کے سینے پر۔“

صحاح والے کہتے ہیں: تریبة ترائب کا واحد ہے، وہ سینے کی ہڈیاں ہیں۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں: تریبة کی جمع تریب ہے، اسی سے مثقب العبدی کا قول ہے:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



ومن ذھب یلوح علی تریب
کلون العاج لیس بذی غضون

''اور سونے سے جو سینے پر چمکتا ہے، ہاتھی دانت کے رنگ کی طرح ہے، اس پر سلوٹیں نہیں ہیں۔''

امرؤالقیس کا قول ہے:

ترائبھا مصقولۃ کا لسجنجل

''اس (محبوبہ) کے سینے کی ہڈیاں چاندی کے ٹکڑے کی طرح صاف ہیں۔''

زجاج نے بیان کیا ہے کہ ترائب سینے کے دائیں چار پسلیاں ہیں اور سینے کے بائیں چار پسلیاں ہیں۔ قتادہ اور حسن کہتے ہیں: مطلب ہے کہ وہ مرد کی صلب اور عورت کی ترائب سے نکلتا ہے۔

فراء بیان کرتے ہیں کہ اس طرح کی بات عرب کرتے ہیں کہ مِنۢ بَیْنِ الصُّلْبِ کا مطلب مِنَ الصُّلْبِ ہو۔ ایک قول ہے کہ مرد کا پانی دماغ سے اترتا ہے، یہ آیت میں مراد کے خلاف نہیں ہے کیونکہ جب وہ دماغ سے اترتا ہے تو صلب اور ترائب کے درمیان اترتا ہے۔ ایک قول ہے کہ مطلب ہے کہ وہ تمام اجزاء بدن سے نکلتا ہے، یہ بھی آیت میں مراد معنی کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس کے صلب اور ترائب کے مابین سے نکلنے کی نسبت اس اعتبار سے ہے کہ اکثر اجزاء بدن صلب اور ترائب ہیں، نیز ان کے قریب اور ان کے اوپر کے حصے جن سے یہ پانی اترتا ہے۔

اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝: اِنَّهٗ کی ضمیر اللہ پاک کی طرف لوٹ رہی ہے کیونکہ اللہ کے فرمان خُلِقَ کی اس پر دلالت ہے۔ پیدا کرنے والا تو اللہ پاک ہے۔ رَجْعِهٖ کی ضمیر انسان کی طرف لوٹ رہی ہے، مطلب ہے کہ بے شک اللہ پاک انسان کو لوٹانے پر یعنی مرنے کے بعد دوبارہ اٹھانے پر ضرور قادر ہے۔ اسی طرح مفسرین کی جماعت نے کہا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ پانی کو آلہ تناسل میں لوٹانے پر۔ عکرمہ اور ضحاک کہتے ہیں کہ پانی کو صلب میں لوٹانے پر۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



مقاتل بن حیان کہتے ہیں: ارشاد ہے اگر میں چاہوں میں اسے بڑھاپے سے جوانی کی طرف، جوانی سے بچپن کی طرف اور بچپن سے نطفے کی طرف لوٹا دوں۔ ابن زید کہتے ہیں: وہ اس پانی کو روکنے پر قادر ہے کہ وہ نہ نکل سکے، پہلا معنٰی زیادہ واضح ہے، اس کو ابن جریر، ثعلبی اور قرطبی نے ترجیح دی ہے۔

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۙ﴿9﴾: ظرف میں عامل پہلی تفسیر کے مطابق رَجْعِهٖ ہے۔ ایک قول ہے کہ لَقَادِرٌ ہے۔ اس پر اعتراض کیا گیا ہے کہ اس میں قدرت کی تخصیص اس دن کے ساتھ لازم آئے گی۔ ایک قول ہے کہ اس میں عامل پوشیدہ ہے، یعنی یر جعه يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ۔

ایک قول ہے کہ اس میں عامل مقدر ہے اور وہ اُذْكُرْ ہے تو یہ مفعول بہ ہو جائے گا۔ جس نے کہا مراد پانی لوٹانا ہے اس کے مطابق ظرف میں عامل مقدر ہوگا اور وہ اُذْكُرْ ہے، تُبْلَى السَّرَآئِرُ کا مطلب ہے آزمائے جائیں گے اور پہچانے جائیں گے، اسی سے راجز کا قول ہے:

قد كنت قبل اليوم تزد رينى

فاليوم أبلوك و تبتيلنى

”آج سے پہلے تو ضرور مجھے حقیر سمجھتا تھا آج میں تمہاری خبر لوں گا اور تم میری خبر لو گے۔“

یعنی میں تمہیں آزماؤں گا، اور تم مجھے آزماؤ گے، میں تمہارا امتحان لوں گا، اور تم میرا امتحان لو گے۔

سرائر وہ ہیں جو دلوں میں چھپے عقائد، نیات وغیرہ ہیں۔ یہاں مراد اعمال کا پیش ہونا اور نامہ ہائے اعمال کا کھلنا ہے۔ اس وقت حسن قبیح سے اور پتلا موٹے سے واضح ہو جائے گا۔

فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ﴿10﴾: یعنی انسان کی اپنی ذات میں ایسی قوت نہیں ہوگی جس کے ذریعے وہ اللہ کے عذاب سے بچ جائے اور نہ کوئی مددگار جو اس پر اترے عذاب سے اس کی مدد کرے۔ عکرمہ کہتے ہیں: یہ بادشاہ ہیں جن کے پاس روز قیامت کوئی قوت اور ناصر نہ ہوگا۔ سفیان کہتے ہیں: قوت قبیلہ ہے اور ناصر حلیف ہے، جبکہ پہلا معنٰی زیادہ مناسب ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ⑪: رجع بارش ہے۔زجاج نے کہا: رجع بارش ہے کیونکہ وہ بار بار آتی اور جاتی ہے۔خلیل کہتے ہیں: بارش خود رجع ہے اور رجع بہار کی بوٹیاں بھی ہیں۔اہل لغت کہتے ہیں: رجع بارش ہے۔ المتنخل نے اپنی تلوار کی صفت میں کہا ہے:

ابیض کالرجع رسوب اذا

ما ثاخ فی محتفل یختلی

''وہ سفید ہے بارش کی طرح، گھس جانے والی ہے جب وہ دھنستی ہے قوم کے لشکر میں تو کاٹتی ہے۔''

واحدی کہتے ہیں: تمام مفسرین کے قول کے مطابق رجع بارش ہے، یہ جو انہوں نے سب مفسرین کی بات کی ہے یہ محل نظر ہے، کیونکہ ابن زید نے کہا: رجع سورج، چاند اور ستارے ہیں جو آسمان میں لوٹتے ہیں، ایک جانب سے طلوع ہوتے ہیں اور دوسری جانب کو غروب ہوتے ہیں۔بعض مفسرین نے کہا ہے: ذات الرجع ملائکہ والا، کیونکہ ملائکہ بندوں کے اعمال لے کر اس کی طرف لوٹتے ہیں، بعض نے کہا ہے: ذات الرجع کا مطلب نفع والا ہے۔

بارش کو رجع نام دینے کی وجہ قفال نے بتائی ہے کہ یہ ترجیع الصوت سے ماخوذ ہے، یعنی آواز کو دہرانا۔اسی طرح بارش ہے کہ وہ ایک مرتبہ کے بعد دوبارہ لوٹتی ہے لہٰذا اس کا نام رجع رکھ دیا گیا۔

ایک قول ہے کہ عرب گمان کرتے تھے کہ بادل زمینی سمندروں سے پانی اٹھاتے ہیں، پھر اسے زمین پر لوٹاتے ہیں۔ایک قول ہے عرب نے اس کا نام نیک فالی کے طور پر رکھا ہے تاکہ یہ ان پر بارش کے ساتھ لوٹے۔ایک قول ہے اس لیے کہ اللہ اسے ایک وقت کے بعد دوسرے وقت میں لوٹاتا ہے۔

وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ⑫: اس سے مراد ہے کہ زمین پھٹتی ہے بوٹیاں، پھل اور درخت نکلتے ہیں۔صدع پھٹنا ہے، کیونکہ وہ زمین کو پھاڑتا ہے اور وہ پھٹ جاتی ہے۔ابوعبیدہ اور فراء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کہتے ہیں: وہ بوٹیوں کے ساتھ پھٹتی ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: زمین ان راستوں والی، جو راستے پانی بناتا ہے۔ ایک قول ہے کہ کھیت والی کیونکہ وہ زمین کو پھاڑتا ہے۔ ایک قول ہے کہ میتوں والی کیونکہ بعث کے وقت وہ زمین پھاڑ کر نکلیں گی۔ حاصل یہ ہے کہ صدع اگر بوٹیوں کا نام ہو تو گویا فرمایا: زمین بوٹیوں والی۔ اور اگر اس سے مراد پھٹنا ہے تو گویا فرمایا: زمین پھٹنے والی جس سے بوٹیاں وغیرہ نکلتی ہیں۔

اللہ کا فرمان: اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ جواب قسم ہے، یعنی قرآن حق اور باطل میں سے ہر دو کی وضاحت کر کے ان دونوں کے مابین فیصلہ کرتا ہے۔

وَّ مَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿۱۴﴾: یعنی کھیل کے ساتھ نہیں اترا۔ وہ حقیقت ہے مزاح نہیں ہے۔ ہزل (مزاح) جد (اصل) کی ضد ہے، کمیت نے کہا:

تجد بنا في كل يوم و نهزل

''تو ہمارے ساتھ ہر روز اصل بات کرتا ہے جبکہ ہم مزاح کرتے ہیں۔''

اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿۱۵﴾: یعنی جو رسول اللہ ﷺ دین حق لے کر آئے ہیں اسے باطل کرنے کے لیے وہ مکر کرتے ہیں۔ زجاج نے کہا: وہ نبی ﷺ کو فریب دیتے ہیں اور اس کے خلاف ظاہر کرتے ہیں۔

وَّ اَكِيْدُ كَيْدًا ﴿۱۶﴾: یعنی میں انہیں وہاں سے ڈھیل دے رہا ہوں جہاں سے وہ نہیں جانتے، میں انہیں ان کے مکر کا بدلہ دیتا ہوں۔ ایک قول ہے کہ اس سے مراد وہ ہے جو اللہ نے انہیں بدر کے دن قتل اور قید میں مبتلاء کیا۔

فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ: یعنی ان کو پیچھے کرو، اللہ پاک سے ان کی ہلاکت جلدی طلب نہ کرو، اس پر راضی رہو جو اللہ آپ کے لیے ان کے معاملے کی تدبیر کرے۔ اَمْهِلْهُمْ بدل ہے، یہ مھل سے ہے، مھل اور امھل کا ایک ہی مطلب ہے جیسے نزل اور انزل ہے۔ امہال کا مطلب مہلت دینا ہے۔ تمهل فی الامر کا مطلب ہے ٹھہراؤ اختیار کیا۔

رُوَيْدًا ﴿۱۷﴾: کا نصب اس لیے ہے کہ یہ فعل مذکور کا مصدر موکد ہے، یا یہ مصدر محذوف کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



صفت ہے یعنی أمهلهم امهالا رویدا یعنی قریب یا قلیل۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں: کلام عرب میں روید رود کی تصغیر ہے اور انہوں نے مصرع پڑھا:

کانها ثمل یمشی علی رود

"گویا کہ وہ (محبوبہ) مست ہے جو آہستہ چلتی ہے۔"

یعنی ٹھہر کر۔ ایک قول ہے کہ یہ أرواد کی تصغیر ہے، تصغیر مرخم۔ رُوَیْد اسم فعل بھی ہے، جیسے روید زیدا کا مطلب ہے اس کو مہلت دے دو۔ یہ حال بھی آتا ہے جیسے سار القوم رویدا یعنی اس حال میں کہ لوگ آہستہ چلے، یہ معنی جوہری نے ذکر کیا ہے، اس کی بحث علم النحو میں مفصل ملتی ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: تیرے رب نے طارق کی قسم کھائی ہے، اور ہر وہ چیز جو تیرے پاس رات کو آئے پس وہ طارق ہے۔

ابن جریر نے انہی سے اللہ کے فرمان: اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ہر نفس جس پر فرشتے نگہبان ہیں۔ عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے العظمۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: النَّجْمُ الثَّاقِبُ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: چمکنے والا ستارہ، اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ فرمایا: اِلَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ۔

عبد بن حمید اور ابن المنذر نے ان سے يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جو گلے اور سینے کے مابین ہے۔ ابن ابی حاتم نے ان سے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: عورت کا ترپتہ، ہار کی جگہ ہے۔

ابن جریر اور ابن المنذر نے ان سے ہی نقل کیا ہے، فرمایا: ترائب عورت کے پستانوں کے درمیان ہے۔

حاکم نے ان سے نقل کیا ہے اور صحیح بھی کہا ہے، فرمایا: ترائب نچلی حصے میں دونوں جانب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کی چار پسلیاں ہیں۔

عبد بن حمید اور ابن المنذر نے انہی سے نقل کیا ہے، اِنَّهٗ عَلٰی رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ کے متعلق فرمایا: کہ بوڑھے کو جوان کر دے اور جوان کو بوڑھا کر دے۔

عبدالرزاق، فریابی، عبد بن حمید، بخاری نے اپنی تاریخ میں، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ نے ''العظمۃ'' میں حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے اور ابن مردویہ نے مختلف سندوں کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: بارش کے بعد بارش۔ وَ الْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ فرمایا: اس کا بوٹیوں سے پھٹنا۔

ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: پھٹ کر وادیاں (نالے) بہتے ہیں۔

ابن مندہ اور دیلمی نے حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے، وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ کے متعلق فرمایا: وہ اللہ کے حکم سے پھٹتی ہے، اموال و بوٹیاں نکالتی ہے۔

ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: حق۔ وَّ مَا هُوَ بِالْهَزْلِ فرمایا: باطل۔ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا فرمایا: قریب۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورۃ الاعلیٰ

اسے سورۃ سبح بھی کہا جاتا ہے، اس کی انیس آیات ہیں، جمہور کے قول کے مطابق یہ مکی ہے۔ضحاک کہتے ہیں: یہ مدنی ہے۔

ابن ضریس، نحاس، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: سورۃ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى مکہ میں نازل ہوئی۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ بخاری وغیرہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: سب سے پہلے ہمارے پاس، اصحاب نبی میں سے حضرت مصعب بن عمیر اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما آئے، وہ دونوں ہمیں قرآن پڑھاتے تھے، پھر حضرت عمار، بلال اور سعد رضی اللہ عنہم آئے، پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیس افراد کے ہمراہ آئے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے، میں نے اہل مدینہ کو کسی بات پر اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جتنا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر خوش ہوئے، حتیٰ کہ میں نے دیکھا، بچے اور بچیاں کہتے تھے: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو تشریف لائے ہیں، آپ ابھی نہ آئے تھے کہ میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى اس جیسی سورتوں کے ساتھ پڑھ چکا تھا۔

احمد، بزار اور ابن مردویہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سورۃ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى سے محبت فرماتے تھے، اسے احمد نے عن وکیع عن اسرائیل عن ثویر بن ابی فاختہ عن ابیہ عن علی کی سند سے نقل کیا ہے۔

احمد، مسلم اور اہل سنن نے حضرت نعمان بن بشیر سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى اور هَلْ أَتٰىكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ پڑھتے تھے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اگر وہ جمعہ کے دن کے موافق ہوتو ان دونوں کو اکٹھا پڑھتے تھے۔ ایک لفظ ہیں کہ کبھی وہ ایک دن میں اکٹھے ہو جاتے تو آپ ان دونوں کو پڑھتے۔ اس باب میں کئی احادیث ہیں۔

مسلم وغیرہ نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى پڑھا کرتے تھے۔

ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارقطنی، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى اور قُلْ يَاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور معوذتین پڑھا کرتے تھے۔

صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تم نے کیوں نہ نماز میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى اور وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا اور وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى کو پڑھا؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ﴿١﴾ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ﴿٢﴾ وَالَّذِيْ
قَدَّرَ فَهَدٰى ﴿٣﴾ وَالَّذِيْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ﴿٤﴾ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ﴿٥﴾ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ﴿٦﴾ اِلَّا
مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ﴿٧﴾ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ﴿٨﴾ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى
﴿٩﴾ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ﴿١٠﴾ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ﴿١١﴾ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ﴿١٢﴾ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ
فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿١٣﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿١٤﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿١٥﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ
الدُّنْيَا ﴿١٦﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿١٧﴾ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿١٨﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿١٩﴾

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ اپنے رب کے نام کی تسبیح کر جو سب سے بلند ہے۔ وہ جس نے پیدا کیا، پس درست بنایا۔ اور وہ جس نے اندازہ ٹھہرایا، پھر ہدایت کی۔ اور وہ جس نے چارا اگایا۔ پھر اس نے اسے سیاہ کوڑا کرکٹ کر دیا۔ ہم ضرور تجھے پڑھائیں گے تو تو نہیں بھولے گا۔ مگر جو اللہ چاہے۔ یقیناً وہ کھلی بات کو جانتا ہے اور اس بات کو بھی جو چھپی ہوئی ہے۔ اور ہم تجھے آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے۔ سو تو نصیحت کر، اگر نصیحت کرنا فائدہ دے۔ عنقریب نصیحت حاصل کرے گا جو ڈرتا ہے۔ اور اس سے علیحدہ رہے گا جو سب سے بڑا بدنصیب ہے۔ وہ جو سب سے بڑی آگ میں داخل ہوگا۔ پھر وہ نہ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میں مرے گا اور نہ زندہ رہے گا۔ بے شک وہ کامیاب ہوگیا جو پاک ہوگیا۔ اور اس نے اپنے رب کا نام یاد کیا، پس نماز پڑھی۔ بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت کہیں بہتر اور زیادہ باقی رہنے والی ہے۔ بے شک یہ بات یقیناً پہلے صحیفوں میں ہے۔ ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔

اللہ کا فرمان ہے: سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى یعنی اسے ہر اس بات سے پاکیزہ قرار دو جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے۔ سُدی کہتے ہیں: سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى یعنی اس کی تعظیم کرو، یہاں الاسم تعظیم کے مقصد کو اپنے اندر شامل کیے ہوئے ہے، جیسے لبید کے قول میں ہے:

الی الحول ثم اسم السلام علیکما

ومن یبك حولا کاملا فقد اعتذر

''سال تک، پھر تم دونوں پر سلام کا نام ہے، اور جو پورا سال روئے، اس نے اپنا عذر پیش کر دیا۔''

مطلب ہے کہ تم اپنے اعلیٰ رب کی تسبیح کرو۔ ابن جریر نے کہا: اپنے رب کے نام کی تنزیہ کر کہ اس کے سوا کسی کا یہ نام رکھا جائے، اس طرح یہ شامل کرنے والا نہیں ہے۔ ایک قول ہے مطلب یہ ہے کہ اپنے رب کے تسمیہ کی تنزیہ کرو، تیرا اس کا ذکر یوں ہو کہ تو اس کی تعظیم اور خشوع کے ساتھ ذکر کرے اور اس کے ذکر کا احترام کرو۔ حسن کہتے ہیں: سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى کا مطلب ہے کہ اس کے لیے نماز پڑھو۔ ایک قول ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اللہ کے ناموں کے ساتھ نماز پڑھو نہ کہ جیسے مشرکین سیٹی اور تالی کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ اپنے رب کے ذکر کے ساتھ اپنی آواز بلند کرو، اسی سے جریر کا قول ہے:

قبح الالہ وجوہ تغلب کلما

سبح الجمیج وکبروا تکبیرا

''اللہ نے تغلب کے چہرے برے کر دیئے جب بھی حجت میں غالب آنے والے تسبیح پڑھیں اور وہ تکبیر پڑھیں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



الْاَعْلَى رب کی صفت ہے، ایک قول ہے کہ اسم کی صفت ہے، پہلی بات زیادہ مناسب ہے۔

الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝۲: رب کی دیگر صفت ہے۔ زجاج کہتے ہیں: انسان کو برابر پیدا کیا۔ سَوّٰى کا مطلب ہے، اس کی قامت کو برابر کیا۔ ضحاک کہتے ہیں: اسے پیدا کیا تو اس کی تخلیق کو برابر کیا۔ ایک قول ہے کہ اجسام کو پیدا کیا اور افہام کو برابر کیا۔ ایک قول ہے کہ انسان کو پیدا کیا اور اسے ذمہ داری کے لیے تیار کیا۔

وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۝۳: یہ رب کی ایک اور صفت ہے یا اس سے پہلے والے موصول پر معطوف ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب، کسائی اور سلمی نے قَدَرَ تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ باقیوں نے شد کے ساتھ پڑھا ہے۔ واحدی کہتے ہیں: مفسرین کا قول ہے: چوپایوں سے مذکر اور مؤنث کی تخلیق مقدر کر دی، پھر مذکر کو ہدایت دی کہ وہ مؤنث کی طرف کس طرح آئے۔ مجاہد کہتے ہیں: انسان کو خیر اور شر اور سعادت وشقاوت کی راہ کی ہدایت دی۔

انہی سے مروی ہے کہ انہوں نے اس آیت کے معنیٰ کے متعلق فرمایا: سعادت اور شقاوت کو مقدر کیا، رشد اور ضلالت کی ہدایت دی، چوپایوں کو ان کی چراگاہوں کی ہدایت دی۔ ایک قول ہے کہ ان کے رزق اور روزی کو مقدر کیا، اگر انسان ہیں تو انہیں ذرائع معاش کی ہدایت دی اور اگر جانور ہیں تو انہیں چراگاہوں کی ہدایت دی۔ عطاء کہتے ہیں: ہر چوپائے کے لیے جو مناسب ہے وہ بنایا اور اس کی طرف اسے ہدایت دی۔

ایک قول ہے کہ اشیاء میں منافع پیدا کیے، انسان کو ان سے حصول کی صورت کی ہدایت عطاء فرمائی۔ سُدی کہتے ہیں: رحم مادر میں بچے کے ٹھہرنے کی مدت نو ماہ یا کم وبیش مقدر کی، پھر اسے رحم سے نکلنے کی ہدایت دی۔ فراء کہتے ہیں: یعنی مقدر کیا، پس ہدایت اور گمراہی دی، ان میں سے ایک کے ساتھ کفایت کی۔ اس آیت کی تفسیر میں جو ہم نے ذکر کیا ہے ان کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ کسی فرد یا افراد کا تعین نہ کیا جائے جس پر قَدَّرَ اور هَدٰى صادق آئے، الا یہ کہ دلیل ہو جو اس پر دلالت کرے۔ عدم دلیل کی صورت میں اس پر دونوں فعلوں پر صادق ہونے والا معنیٰ محمول ہوگا، بدل کے طور پر یا شمول کے طور پر۔ معنیٰ یہ ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اشیاء کی اجناس، انواع، صفات، افعال، اقوال اور ان کی مدتیں مقدر کی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو اس چیز کی ہدایت دی جو اس سے صادر ہو، جو مناسب ہو، جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا اسے آسان کر دیا اور اسے اس کے دین و دنیا کے امور الہام فرمائے۔

وَالَّذِیٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی ۝ : یہ رب کی ایک اور صفت ہے، یعنی اس نے گھاس پیدا کی اور جو سبز بوٹیاں جانور چرتے ہیں۔

فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی ۝ : یعنی اسے سبز ہونے کے بعد غثاء کر دیا، مطلب ہے کہ اسے کوٹا ہوا، خشک غثاء کوڑا کر دیا جو سیلاب کے اوپر ہوتا ہے۔ اَحْوٰی کا مطلب ہے اس کو سبز کرنے کے بعد کالا کر دیا، یہ اس طرح ہے کہ جب گھاس وغیرہ سوکھ جاتی ہے وہ کالی ہو جاتی ہے۔

قتادہ کہتے ہیں: غثاء خشک چیز ہے۔ گھاس اور سبزی جب سوکھ جائے اور ٹوٹ جائے اسے غثاء اور ھشیم کہا جاتا ہے، امرؤ القیس نے کہا:

كأن ذرا رأس المجيمر غدوة
من السيل والأغثاء فلكة معزل

”گویا انگیٹھی کے سر کی چوٹی صبح کے وقت سیلاب اور کوڑے سے چرخے کا دمڑکا ہے۔“

غُثَآءً پر نصب مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے ہے، یا حال کے طور پر ہے۔ اَحْوٰی اس کی صفت ہے۔ کسائی کہتے ہیں: یہ الْمَرْعٰی سے حال ہے، یعنی اسے شدید تری اور سبزے کے سبب سے کالا بنا کر نکالا، اس کے بعد فَجَعَلَهٗ غُثَآءً بنا دیا۔ اَحْوٰی حَوْۃ سے ماخوذ ہے، وہ سیاہی ہے جو سبزی مائل ہو۔ صحاح والے نے کہا: حوۃ ہونٹوں کی گندمی رنگت ہے، اسی سے ذی الرمۃ کا قول ہے:

لمياء في شفيتها حوة لعس
وفي اللثات وفي انيابها شنب

”وہ سیاہ ہونٹوں والی ہے، اس کے ہونٹوں پر سیاہی مائل سرخی ہے۔ اس کے مسوڑھوں اور داڑھوں میں چمک ہے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنۡسٰۤى ۙ‏ ﴿۶﴾: یعنی ہم جلد آپ کو قاری بنائیں گے، کہ ہم آپ کو قراءت الہام کریں گے، پس آپ جو پڑھیں گے اسے نہیں بھولیں گے۔ یہ جملہ مستانفہ ہے جو آپ ﷺ کے لیے خالص ہدایت کے بیان میں ہے، ہدایت عامہ کے بیان کے بعد، وہ ہے آپ ﷺ کو حفظ قرآن کی ہدایت دینا۔ مجاہد اور کلبی کہتے ہیں: جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی ﷺ پر وحی لے کر اترتے، حضرت جبرئیل علیہ السلام آخری آیت سے فارغ نہ ہوتے کہ نبی ﷺ بھول جانے کے خدشے سے اسے شروع سے پڑھنے لگتے، لہٰذا سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنۡسٰۤى نازل ہوئی۔

اور اللہ کا فرمان: اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ عام ترین مفاعیل سے مستثنیٰ مفرغ ہے، یعنی آپ نہیں بھولیں گے اس سے کچھ بھی جو آپ پڑھتے ہیں، سوائے اس کے جس کا بھولنا اللہ چاہے۔ فراء کہتے ہیں: اللہ پاک نے نہیں چاہا کہ حضرت محمد ﷺ کچھ بھی بھولیں، یہ ایسے ہے جیسے فرمایا: خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ایک قول ہے کہ جو اللہ چاہے تم بھول جاؤ پھر تمہیں اس کے بعد یاد آجائے، تب آپ بھولے لیکن یاد آ گیا، اور آپ کوئی چیز کلی طور پر نہیں بھولتے تھے۔ ایک قول ہے کہ اس میں نسخ کا معنی ہے، یعنی سوائے اس کے جسے اللہ منسوخ کرنا چاہے، اس سے جس کی تلاوت منسوخ کی جاتی ہے۔ ایک قول ہے کہ فَلَا تَنۡسٰۤى کا مطلب ہے کہ اس پر عمل نہ چھوڑو، سوائے اس کے جس کے بارے میں اللہ چاہے کہ اسے نسخ یا حکم اٹھانے کی وجہ سے آپ ترک کریں۔ ایک قول ہے معنی یہ ہے کہ سوائے اس کے جس کے اِنزال کو اللہ موخر کرنا چاہے۔ ایک قول ہے کہ فَلَا تَنۡسٰۤى میں لَا نہی کے لیے ہے۔ الف [1] فواصل کی رعایت کے لیے بڑھایا گیا ہے، جیسے اللہ کے فرمان: فَاَضَلُّوۡنَا السَّبِيۡلَا میں ہے، یعنی آپ اس کی قراءت سے غافل نہ ہوں اور اسے یاد رکھیں۔

اِنَّهٗ يَعۡلَمُ الۡجَهۡرَ وَمَا يَخۡفٰى ؕ‏ ﴿۷﴾: جملہ اپنے ماقبل کی علت بیان کر رہا ہے، یعنی وہ ظاہر اور باطن کو جانتا ہے، اعلان اور پوشیدہ کو جانتا ہے اس کا ظاہر عموم ہے، اس کے تحت درج ہوگا،

---

[1] یعنی نہی کی صورت میں آخر سے الف / کھڑی زیر کو گرنا چاہیے تھا، اس اشکال کا جواب دیا ہے اور اس کی مزید مثال بھی دی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جو کہا گیا ہے کہ جہر وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے قرآن میں سے حفظ کیا ہے، مخفی وہ ہے جو آپ ﷺ کے سینے سے منسوخ کر دیا گیا ہے۔ اس کے تحت وہ بھی شامل ہے جو کہا گیا ہے کہ جہر صدقے کا اعلان ہے اور مخفی اسے چھپانا ہے۔

اس کے تحت وہ بھی داخل ہے جو کہا گیا ہے کہ جہر آپ ﷺ کا حضرت جبرئیل کی قراءت کے ساتھ اونچی پڑھنا ہے اس ڈر سے کہ ذہن سے نہ نکل جائے۔ اور مخفی جو آپ ﷺ کے دل میں ہے، جو آپ کو جہر کی طرف بلاتا ہے۔

وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ﴿٨﴾: یہ سَنُقْرِئُكَ پر معطوف ہے، ان دونوں کے مابین کلام گویا جملہ معترضہ ہے۔ مقاتل کہتے ہیں: یعنی ہم آپ پر جنت کا عمل آسان کر دیں گے۔ ایک قول ہے کہ ہم آپ کو اس طریقے کی توفیق دیں گے جو آسان تر اور سہل تر ہے۔ ایک قول ہے: آسان شریعت کے لیے، وہ یکطرفہ آسان دین ہے۔ ایک قول ہے کہ ہم آپ پر وحی آسان کر دیں گے حتیٰ کہ آپ اسے محفوظ کریں گے اور اس پر عمل کریں گے۔ مناسب ہے کہ آیت کو عموم پر محمول کیا جائے، یعنی ہم آپ کو دین و دنیا کے ہر معاملے میں آسان طریقے کی توفیق دیں گے، جو بھی معاملات آپ کی طرف آئیں گے۔

فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ﴿٩﴾: یعنی اے محمد جو ہم نے آپ پر وحی کی ہے اس کے ساتھ لوگوں کو وعظ فرمائیے، انہیں خیر کی راہوں کی طرف راہنمائی فرمائیں اور انہیں شرائع دین کی طرف ہدایت دیں۔ حسن کہتے ہیں: مؤمن کے لیے یاددہانی اور کافر کے خلاف حجت ہے۔ واحدی کہتے ہیں: اگر نفع دے یا نہ دے، جبکہ دوسری حالت کا ذکر نہیں کیا، جیسے اللہ کا فرمان ہے: سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ الآیۃ۔ جرجانی کہتے ہیں: یاددہانی واجب ہے گو وہ نفع نہ دے، تو مطلب ہوگا کہ نصیحت نفع دے یا نفع نہ دے۔ ایک قول ہے کہ یہ ایک قوم کے لیے متعین طور پر خاص ہے ایک قول ہے کہ اِنْ بمعنیٰ مَا ہے، یعنی نصیحت کریں جب تک نصیحت نفع دے، کیونکہ نصیحت ہر حال میں نفع دینے والی ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ قَدْ کے معنیٰ میں ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ اِذْ کے معنیٰ میں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جو کچھ جرجانی اور واحدی نے کہا ہے وہ زیادہ مناسب ہے، ان سے پہلے یہی بات فراء اور نحاس نے کہی ہے۔ رازی کہتے ہیں: اللہ کا فرمان اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى دو حالوں میں سے اچھے پر تنبیہ کے لیے ہے، وہ اس نفع کا وجود ہے جس کی وجہ سے نصیحت مشروع کی گئی ہے، جو اِنْ کے ساتھ معلق ہو اس میں لازم نہیں آتا کہ اس کے نہ ہونے سے وہ چیز بھی نہ ہو، اس کی دلیل کئی آیات ہیں، ان میں سے ایک یہی آیت ہے، ان میں سے ایک اللہ کا فرمان ہے: وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ، اس سے اللہ کا یہ فرمان بھی ہے: فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ کیونکہ قصر خوف اور عدم خوف میں جائز ہے۔ اسی سے اللہ کا فرمان ہے: فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ اس گمان کے بغیر بھی مراجعت جائز ہے۔ اس شرط کے کچھ فوائد ہیں، ان میں سے کچھ حصہ گزرا ہے، نیز نصیحت کے ساتھ نفع اٹھانے پر ابھارنا، جیسے آدمی کسی کی راہنمائی کرتے ہوئے کہتا ہے: میں نے تیرے لیے وضاحت کردی ہے اگر تم سمجھتے ہو۔ اس میں نبی ﷺ کے لیے اس بات کی تنبیہ بھی ہے کہ انہیں نصیحت نفع نہیں دے گی، یا یہ دعوت کو دہرانے کے معنیٰ میں ہے، رہی پہلی دعا تو وہ عام ہے۔

پھر اللہ پاک نے جسے نصیحت نفع دیتی ہے اور جسے نفع نہیں دیتی کے درمیان فرق بیان کیا ہے، لہٰذا فرمایا: سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى یعنی آپ کے وعظ سے جلد ہی وہ نصیحت پکڑے گا جو اللہ سے ڈرتا ہے، وہ نصیحت کرنے سے خشیت اور صلاحیت میں بڑھ جائے گا۔

وَ يَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ﴿۱۱﴾: یعنی نصیحت سے اجتناب کرے گا اور اس سے دور ہٹے گا کافروں میں سے بہت بدبخت، جو اللہ کے ساتھ کفر پر اصرار کرتا ہے اور اس کی نافرمانیوں میں منہمک ہے۔ پھر اَشْقٰى کی صفت بتائی، لہٰذا فرمایا: الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى یعنی بڑی اور گھبراہٹ والی، کیونکہ وہ دوسری آگ سے زیادہ گرم ہے، حسن کہتے ہیں: النَّارَ الْكُبْرٰى جہنم کی آگ ہے اور دنیا کی آگ نار صغریٰ ہے۔ زجاج کہتے ہیں: وہ جہنم کا سب سے نچلا طبقہ ہے۔

ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿۱۳﴾: یعنی وہ اس میں نہیں مرے گا کہ جس عذاب میں وہ ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس سے راحت پا سکے اور نہ زندہ رہے گا ایسی حیات کے ساتھ جس سے وہ نفع اٹھائے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

الا ما لنفس لا تموت فیقتضی
عناها ولا تحیا حیاة لها طعم

”خبردار! کیا ہے نفس کے لیے کہ وہ نہیں مرتا، پس پوری ہو جائے اس کی مشقت اور نہ زندہ رہتا ہے ایسی زندگی جس کا ذائقہ ہو۔“

ثُمَّ مراتب شدت میں تراخی کے لیے ہے کیونکہ موت اور حیات کے مابین تردد بڑی آگ میں داخل ہونے سے بڑی پریشانی ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾: یعنی جو شرک سے پاک ہوا، اللہ واحد پر ایمان لایا اور اس کے احکامات پر عمل کیا۔ عطاء اور ربیع کہتے ہیں: جس کا عمل بڑھنے والا اور پاک ہونے والا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: عمل صالح کے ساتھ پاک ہو گیا۔ قتادہ، عطاء اور ابوالعالیہ کہتے ہیں: یہ آیت صدقہ فطر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ عکرمہ کہتے ہیں: بندہ کہا کرتا تھا: میں اپنی زکوٰۃ کو اپنی نماز کے آگے مقدم کروں گا۔ زکوٰۃ کا لغت میں اصل مطلب بڑھنا ہے۔ ایک قول ہے کہ آیت میں سب اموال کی زکوٰۃ مراد ہے۔ ایک قول ہے کہ اس سے مراد اعمال کی زکوٰۃ ہے، اس سے اموال کی زکوٰۃ مراد نہیں ہے، کیونکہ اموال میں اکثر زَكّٰی آتا ہے، تَزَكّٰی نہیں آتا۔

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾: اس کے معنی کے متعلق کہا گیا ہے: اپنے رب کا نام خوف کے ساتھ ذکر کیا، پس اس کی عبادت کی اور اس کے لیے نماز پڑھی، ایک قول ہے کہ اپنے رب کے نام کا ذکر اپنی زبان کے ساتھ کیا اور نماز پڑھی، یعنی پانچ نمازیں ادا کیں۔ ایک قول ہے کہ اپنا (قبر سے) اٹھایا جانا اور (حشر میں) کھڑا کیا جانا یاد کیا، پس اللہ کی عبادت کی، یہ پہلے قول کی طرح ہے۔ ایک قول ہے کہ نماز کے شروع میں تکبیر کے ساتھ اپنے رب کا نام ذکر کیا، کیونکہ وہ اس کے ذکر کے بغیر پوری نہیں ہوتی، تکبیر سے مراد بندے کا اللہ اکبر کہنا ہے۔ ایک قول ہے کہ عیدگاہ کی راہ میں اس نے اپنے رب کا نام ذکر کیا، پس نماز پڑھی۔ ایک قول ہے کہ زکوٰۃ کے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



بعد نفل نماز پڑھی۔ ایک قول ہے کہ یہاں نماز سے مراد نماز عید ہے جیسا کہ اس آیت میں تَزَکّٰی سے مراد زکوٰۃ فطر ادا کرنا ہے، لیکن اس قول کا بُعد مخفی نہیں رہنا چاہیے، کیونکہ یہ سورت مکی ہے اور زکوٰۃ فطر اور نماز عید مدینہ میں آکر فرض ہوئی ہے۔

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۱۶﴾: اس میں کلام مقدر سے اعراض کیا گیا ہے، اس پر سیاق دلالت کر رہا ہے، یعنی تم یہ نہیں کرتے بلکہ تم فانی دنیا کی لذات کو ترجیح دیتے ہو۔ جمہور نے تُؤْثِرُوْنَ کو تاء کے ساتھ خطاب کے صیغے سے پڑھا ہے، اس کی تائید حضرت ابیؓ کی قراءت بَلْ اَنْتُمْ تُؤْثِرُوْنَ بھی کرتی ہے۔ جبکہ ابوعمرو نے یاء کے ساتھ غائب کے صیغے سے پڑھا ہے۔ آیت سے کافر لوگ مراد ہیں، دنیا کی زندگی کو ترجیح دینے کا مطلب اس پر راضی ہونا، اس پر مطمئن ہونا اور آخرت سے کلیتاً اعراض ہے۔ ایک قول ہے کہ سب لوگ مؤمن اور کافر مراد ہیں، اس کو ترجیح دینے سے مراد اس سے زیادہ عام ہے، جس سے اکثر لوگ نہیں بچتے کہ وہ دنیا کے پہلو کو آخرت کے پہلو پر ترجیح دیتے ہیں اس کے منافع حاصل کرنے پر توجہ رکھتے ہیں، نیکیوں کے اہتمام سے بڑھ کر اس کا اہتمام کرتے ہیں۔

وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۱۷﴾: کا جملہ تُؤْثِرُوْنَ کے فاعل سے حال کے طور پر محل نصب میں ہے، مطلب ہے حال یہ ہے کہ آخری گھر جو کہ جنت ہے، وہ دنیا کی نسبت افضل اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ مالک بن دینار کہتے ہیں: اگر دنیا سونے کی بھی ہو وہ فنا ہو جائے گی، اگر آخرت ٹھیکری کی ہو وہ باقی رہے گی، تو لازم ہوتا کہ باقی رہنے والی ٹھیکری کو فانی ہونے والے سونے پر ترجیح دی جائے، لیکن جب آخرت سونا ہے جس نے باقی رہنا اور دنیا ٹھیکری ہے جس نے فنا ہونا ہے، تو پھر کیسے ہوگا؟

اِنَّ هٰذَا: کے فرمان سے اشارہ اس فلاح کی طرف ہے جو تزکیہ اختیار کرنے والے کے لیے گزر چکی ہے اور جو کچھ اس کے بعد ذکر ہوا ہے۔ ایک قول ہے کہ اس میں اشارہ پوری سورت کی طرف ہے۔

لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۸﴾: کا مطلب ہے کہ ان میں ثابت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿۱۹﴾: کا فرمان الصُّحُفِ الْاُوْلٰى سے بدل ہے۔ قتادہ اور ابن زید کہتے ہیں: اِنَّ هٰذَا کے فرمان سے وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى مراد ہے، وہ دونوں کہتے ہیں: اللہ عزوجل کی کتاب میں یہ بات پے در پے آئی ہے کہ آخرت دنیا کی نسبت سے خیر بھی ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ حسن کہتے ہیں: اللہ جل ثناءہ کی کتب میں پے در پے یہ بات آئی ہے، یہ پہلے صحیفوں میں بھی ہے، اس سے مراد قَدْ اَفْلَحَ سے آخر سورت تک کا حصہ ہے۔

جمہور نے لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى . صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى میں دونوں جگہ حاء پر پیش پڑھی ہے جبکہ اعمش، ہارون اور ابوعمرو کی ایک روایت میں ان دونوں پر سکون ہے۔

جمہور نے اِبْرَاهِيْمَ میں راء کے بعد الف اور ھا کے بعد یاء پڑھی ہے جبکہ ابوعمرو نے دونوں کو حذف کیا ہے اور ھاء پر زبر پڑھی ہے۔ [1]

ابوموسیٰ اور ابن زبیر نے اِبْرَاهَامْ دو الفوں کے ساتھ پڑھا ہے۔ [2]

احمد، ابوداود، ابن ماجہ، ابن المنذر اور ابن مردویہ نے حضرت عقبہ بن عامر الجہنی سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: جب فَسَبِّحْ بِاسْمِ ربك العظيم نازل ہوئی، فرمایا: اسے اپنے سجود میں رکھو۔ اس کی سند پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ احمد، ابوداود، طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ﴿۱﴾ پڑھتے تو سبحان ربی الاعلیٰ کہتے۔ ابوداود کہتے ہیں: اس میں وکیع کی مخالفت کی گئی ہے، اسے شعبہ نے ابواسحاق عن سعید کے واسطوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوف بیان کیا ہے۔

عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن جریر نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسے موقوف بیان کیا ہے کہ وہ جب سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ﴿۱﴾ پڑھتے تو سبحان ربی الاعلیٰ کہتے۔

---

[1] اس طرح اِبْرَهَمْ پڑھا جائے گا۔

[2] کتاب مقدس میں بھی اِبْرَاهَامْ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عبد بن حمید کے ایک لفظ ہیں کہ جب تو سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى پڑھے تو سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کہو۔

فریابی، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن الانباری نے المصاحف میں حضرت علی بن ابی طالب سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى آیت پڑھی تو سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى پڑھا، جبکہ آپ نماز میں تھے، ان سے پوچھا گیا، کیا آپ قرآن میں اضافہ کرتے ہیں؟ فرمایا نہیں۔ ہمیں ایک چیز کا حکم دیا گیا ہے، اس لیے میں نے یہ پڑھا ہے۔

فریابی، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے جمعہ میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى پڑھی تو سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کہا۔

سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور حاکم نے اسے حضرت سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے اور صحیح بھی کہا ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى پڑھتے ہوئے سنا تو سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کہا، اسی طرح یہ حضرت ابن بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت بھی ہے۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: جب وہ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى پڑھتے، تو سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کہتے۔

ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى پڑھا، تو سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کہا، جبکہ وہ نماز میں تھے۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: فَجَعَلَهٗ غُثَآءً کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: خشک۔ اَحْوٰى فرمایا: متغیر۔ ابن مردویہ نے ان سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھولنے کے خدشے سے قرآن کوشش کے ساتھ پڑھتے تھے، آپ سے کہا گیا: ہم اس متعلق آپ کو کفایت کریں گے اور سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى آیت نازل ہوئی۔

حاکم نے حضرت سعد بن ابووقاص سے اس طرح نقل کیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے حضرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: مگر جو میں چاہوں، میں آپ کو وہ بھلاؤں گا۔

ابن ابی حاتم نے انہی سے وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: خیر کے لیے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جنت۔ بزار اور ابن مردویہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى کے متعلق فرمایا: جس نے لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دی، شریکوں سے تعلق توڑا اور میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی دی۔ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى فرمایا: وہ پانچ نمازیں اور ان کی پابندی کرنا اور ران کے وقتوں کے ساتھ اہتمام کرنا ہے۔

ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: شرک سے۔ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فرمایا: اللہ کی توحید کو مانا۔ فَصَلّٰى فرمایا: پانچ نمازیں۔

بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا۔

بزار، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم نے الکنٰی میں، ابن مردویہ نے اور بیہقی نے اپنی سنن میں کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف عن ابیہ عن جدہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید پڑھنے سے قبل زکوٰۃ فطر ادا کرنے کا حکم فرماتے تھے، اور اس آیت کی تلاوت کرتے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾ ایک لفظ ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ فطر کے متعلق سوال کیا گیا، تو فرمایا: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى فرمایا: وہ زکوٰۃ فطر ہے۔ کثیر بن عبداللہ بہت ہی ضعیف ہے، اس کے متعلق ابوداود فرماتے ہیں: وہ جھوٹ کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ امام ترمذی نے اس کی سند سے حدیث کو صحیح کہا ہے اور انہوں نے اس میں خطاء کی ہے۔ لیکن اس کے لیے ابن مردویہ کی روایت شاہد ہے جو انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ وَذَكَرَ اسْمَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿١٥﴾ پھر عید الفطر کے دن عید گاہ کی طرف نکلنے سے قبل فطرانہ تقسیم فرماتے تھے۔

ان دونوں حدیثوں میں کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جو اس کے سبب نزول ہونے پر دلالت کرے، بلکہ ان دونوں میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی۔ آپ کا یہ فرمانا کہ یہ زکوٰۃ الفطر ہے، ممکن ہے کہ اس سے مراد ہو کہ اس سے ہے جس پر تزکّٰی صادق آتا ہے۔ ہم پیچھے بتا آئے ہیں کہ یہ سورت مکی ہے۔ اور مکہ میں نماز عید اور فطرانہ نہیں تھے۔

عبد بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: عید کی طرف نکلنے سے پہلے اس نے صدقہ فطر دیا۔ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى فرمایا: عید کے لیے نکلا اور نماز پڑھی۔ ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: یہ آیت نماز عید سے پہلے صدقہ فطر نکالنے کے متعلق ہے؟ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿١٤﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿١٥﴾۔

ابن ابی حاتم نے حضرت عطاء سے نقل کیا ہے، فرمایا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا، آپ کا کیا خیال ہے کہ اللہ کا فرمان قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى فطرانے کے متعلق ہے؟ فرمایا: میں نے یہ نہیں سنا، لیکن یہ ہر زکوٰۃ کے متعلق ہے۔ پھر میں نے ان سے دوبارہ پوچھا، فرمایا: اور تمام صدقات۔ ابن جریر، ابن المنذر، طبرانی اور بیہقی نے شعب الایمان میں عرفجہ ثقفی سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى پڑھوایا۔ جب وہ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا پر پہنچے تو قراءت چھوڑ دی، اور اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو گئے، پس فرمایا: ہم نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی ہے، لوگ خاموش ہو گئے، تو فرمایا: ہم نے دنیا کو ترجیح دی ہے کیونکہ ہم نے اس کی زینت، عورتیں، کھانا اور پینا دیکھ لیا ہے، اس نے ہم سے آخرت کو دور ہٹا دیا ہے، ہم نے اس جلدی والی کو اختیار کر لیا اور اس دیر والی کو چھوڑ دیا، اور فرمایا: بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا یاء کے ساتھ۔

بزار، ابن المنذر، حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿١٨﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿١٩﴾ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



متعلق نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ سب حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے صحائف میں ہے۔

سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ان سے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: یہ سورت حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے صحائف سے نقل کی گئی ہے۔

ایک لفظ ہیں کہ یہ سورت حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے صحائف میں ہے۔ عبد بن حمید، ابن مردویہ اور ابن عساکر نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: میں نے کہا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے کتنی کتب نازل کی ہیں؟ فرمایا: ایک سو چار کتابیں...... آخر تک حدیث۔

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورۃ الغاشیہ

اس میں چھبیس آیات ہیں اور یہ بلا اختلاف مکی ہے۔ ابن ضریس، نحاس، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: سورت الغاشیہ مکہ میں نازل ہوئی۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر کی حدیث گزر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى اور الغاشیہ کو عید کی نماز اور بروز جمعہ پڑھا کرتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝١ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝٢ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝٣ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝٤ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝٥ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝٦ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝٧ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝٨ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝٩ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝١٠ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۝١١ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝١٢ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۝١٣ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۝١٤ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۝١٥ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ۝١٦ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝١٧ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝١٨ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۝١٩ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۝٢٠ فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝٢١ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝٢٢ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ۝٢٣ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ۝٢٤ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ۝٢٥ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝٢٦

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ کیا تیرے پاس ڈھانپ لینے والی کی خبر پہنچی؟ اس دن کئی چہرے ذلیل ہوں گے۔ محنت کرنے والے، تھک جانے والے۔ گرم آگ میں داخل ہوں گے۔ وہ ایک کھولتے ہوئے چشمے سے پلائے جائیں گے۔ ان کے لیے کوئی کھانا نہیں ہوگا مگر ضریع سے۔ جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک سے کچھ فائدہ دے گا۔ کئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے۔ اپنی کوشش پر خوش۔ بلند جنت میں ہوں گے۔ وہ اس میں بے ہودگی والی کوئی بات نہیں سنیں گے۔ اس میں ایک بہنے والا چشمہ ہے۔ اس میں اونچے اونچے تخت ہیں۔ اور رکھے ہوئے آبخورے ہیں۔ اور قطاروں میں لگے ہوئے گاؤ تکیے ہیں۔ اور بچھائے ہوئے مخملی قالین ہیں۔ تو کیا وہ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے پیدا کیے گئے۔ اور آسمان کی طرف کہ وہ کیسے بلند کیا گیا۔ اور پہاڑوں کی طرف کہ وہ کیسے نصب کیے گئے۔ اور زمین کی طرف کہ وہ کیسے بچھائی گئی۔ پس تو نصیحت کر، تو صرف نصیحت کرنے والا ہے۔ تو ہرگز ان پر کوئی مسلط کیا ہوا نہیں ہے۔ مگر جس نے منہ موڑا اور انکار کیا۔ تو اسے اللہ عذاب دے گا، سب سے بڑا عذاب۔ یقیناً ہماری ہی طرف ان کا لوٹ کر آنا ہے۔ پھر بے شک ہمارے ہی ذمے ان کا حساب ہے۔

اللہ کا فرمان ہے: هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ مفسرین کی ایک جماعت نے کہا ہے: هَلْ یہاں قَدْ کے معنیٰ میں ہے، یہی قطرب کا قول ہے۔ یعنی اے محمد قَدْ جَاءَكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةُ وہ قیامت ہے، کیونکہ وہ تمام مخلوقات کو اپنی ہولناکیوں کے ساتھ ڈھانپ لے گی۔ ایک قول ہے کہ یہاں هَلْ کا اپنے استفہامی معنیٰ میں باقی رہنا، اس خبر پر تعجب دلانے کو اپنے ضمن میں لے رہا ہے، اس کو غور سے سننے کی طرف شوق دلانا زیادہ مناسب ہے۔ یہاں غاشیہ سے مراد قیامت ہے یہ اکثر مفسرین کا مذہب ہے۔ سعید بن جبیر اور محمد بن کعب کہتے ہیں: غاشیہ آگ ہے جو کفار کے چہروں کو ڈھانپے گی جیسے اللہ کے فرمان: وَّ تَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ میں ہے۔ ایک قول ہے کہ غاشیۃ اہل نار ہیں، کیونکہ وہ اسے ڈھانپیں گے اور اس میں داخل ہوں گے، پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے۔

کلبی کہتے ہیں: مطلب ہے کہ اگر آپ کے پاس غاشیہ کی حدیث نہیں آئی تو آپ کے پاس وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ تو آ چکی ہے، یہ جملہ مستأنفہ ہے جو ایک مقدر سوال کا جواب ہے، گویا کہ پوچھا گیا، وہ کیا ہے؟ یا یہ نحوی استئناف والا مستأنفہ ہے، یہ کَوْنٌ کے ضمن میں آنے والے معنیٰ کے بیان میں ہے۔ پھر چہرے مذکورہ صفت کے ساتھ متصف ہوں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وُجُوۡهٌ ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے، اگرچہ نکرہ ہے کیونکہ یہ مقام تفصیل میں واقع ہوا ہے، اس طرح کی مثال سورۃ القیامۃ اور سورۃ النازعات میں گزر چکی ہے۔

یَوۡمَئِذٍ پر تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے، یعنی یوم غشیان الغاشیۃ۔ اَلۡخَاشِعَة کا مطلب ذلیل اور جھکنے والے، ہر کمزور اور جھکنے والے کو خاشع کہا جاتا ہے۔ خشعت الاصوات کہا جاتا ہے جب آوازیں پست ہو جائیں۔ خشع فی صلوتہ جب بندہ نماز میں سر جھکائے اور عاجزی کرے۔ یہاں چہروں سے مراد چہروں والے ہیں۔ مقاتل کہتے ہیں: یعنی کفار، کیونکہ انہوں نے اللہ کی عبادت سے تکبر کیا۔ قتادہ اور ابن زید کہتے ہیں: آگ میں ذلیل ہونے والے۔ ایک قول ہے کہ مراد خاص طور پر یہود و نصاریٰ کے چہرے ہیں، پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے۔

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ﴿۳﴾: مطلب ہے کہ عمل کرنے والے، وہ پر مشقت عمل کرتے تھے۔ اہل لغت کہتے ہیں: جب کوئی آدمی کسی کام پر لگاتار جانفشانی سے قائم رہے تو کہا جاتا ہے: عمل یعمل عملا۔ ایک قول ہے کہ یہ عمل طوق اور زنجیریں کھینچنا نیز جہنم میں داخل ہونا ہے۔

نَّاصِبَةٌ یعنی تھکنے والے۔ نَصِبَ ینصِب نصبا زیر کے ساتھ پڑھتے ہیں جب کوئی تھک جائے۔ مطلب ہے کہ وہ آخرت میں جو اللہ کے عذاب سے ملیں گے تو تھکنے والے ہوں گے۔ ایک قول ہے عَامِلَةٌ دنیا میں ہے کیونکہ آخرت میں عمل نہیں ہے، یعنی وہ دنیا میں کفر و معاصی والے عمل کرتے ہیں اور اس میں تھکتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ وہ دنیا میں عَامِلَةٌ ہیں اور آخرت میں نَّاصِبَةٌ ہیں، پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے۔

قتادہ کہتے ہیں: عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ جنہوں نے دنیا میں اللہ کی فرمانبرداری سے تکبر کیا، اللہ نے انہیں عمل پر لگایا کہ وہ بوجھل زنجیریں کھینچتے، طوق اٹھاتے اور ننگے بدن و ننگے پاؤں عرصے تک کھڑے رہیں گے، اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہوگی۔ حسن اور سعید بن جبیر نے کہا: انہوں نے دنیا میں اللہ کے لیے نہ عمل کیا اور نہ وہ تھکے، اللہ نے انہیں جہنم میں کام پر لگایا اور انہیں تھکایا۔ کلبی کہتے ہیں: وہ اپنے چہروں کے بل جہنم میں گھسیٹے جائیں گے۔ یہ بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کہا ہے کہ وہ جہنم میں لوہے کا ایک پہاڑ اٹھانے کے پابند کیے جائیں گے، وہ اس میں تھک جائیں گے جیسے آدمی بہت زیادہ تھکتا ہے۔ زنجیریں اور طوق کھینچ کر اور جہنم میں گھس کر جیسے اونٹ کیچڑ میں گھستا ہے۔ جمہور نے عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ میں دونوں پر رفع پڑھا ہے کہ یہ مبتداء کی دو دیگر خبریں ہیں، یا مبتداء مقدر مانا گیا ہے اور یہ دونوں اس کی خبریں ہیں۔ جبکہ ابن محیصن، عیسیٰ، حمید اور ابن کثیر کی ایک روایت میں ان دونوں پر حال یا ذم کے طور پر نصب ہے۔

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ﴿٤﴾: مبتداء کی ایک اور خبر ہے، یعنی آگ میں داخل ہوں گے جو انتہائی زیادہ گرم ہوگی۔ کہا جاتا ہے۔ حمی النهار اور حمی التنور جب وہ دونوں بہت گرم ہو جائیں گے۔ کسائی کہتے ہیں: اشتد حمی النهار وحموہ دونوں کا ایک ہی معنیٰ ہے۔ جمہور نے تَصْلٰى تاء پر زبر کے ساتھ فاعل کے طور پر پڑھا ہے۔ جبکہ ابو عمرو، یعقوب اور ابوبکر نے اس پر پیش پڑھی ہے مفعول کے طور پر۔ ابو رجاء نے تاء پر پیش، صاد پر زبر اور لام پر شد پڑھی ہے۔ ان سب قرآءات کی رو سے ضمیر وُجُوْهٌ کی طرف لوٹنے والی ہے، مراد ان چہروں والے ہیں جیسا کہ گزر چکا۔

اسی طرح تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ﴿٥﴾: کی ضمیر بھی ہے۔ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ سے مراد ہے جو گرمی کی انتہاء کو پہنچا ہو۔ الآنی وہ جس پر گرمی کی حد ہوگئی ہو، یہ ایناء بمعنیٰ تاخر سے ہے، کہا جاتا ہے: آناہ یونیه ایناء جب اسے پیچھے کرے اور اسے بند کرے، جیسے اللہ کے فرمان: يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ میں ہے۔ واحدی کہتے ہیں: مفسرین نے کہا ہے: اگر اس سے ایک قطرہ دنیا کے پہاڑوں پر گر جائے تو وہ ضرور پگھل جائیں۔

جب اللہ پاک نے ان کی شراب کا ذکر کیا، ساتھ ہی پیچھے ان کے طعام کا ذکر کیا، لہٰذا فرمایا: لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ یہ کانٹے کی ایک قسم ہے جسے قریش کی زبان میں اگر تر ہو تو شبرق کہا جاتا ہے اور جب خشک ہو تو وہ ضریع ہے، اسی طرح مجاہد، قتادہ وغیرہ مفسرین نے کہا ہے۔

ایک قول ہے کہ یہ زہر قاتل ہے، جب خشک ہو تو کوئی چوپایہ نہ اس کے قریب جاتا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اور نہ اسے چرتا ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ ایسی چیز ہے جو چوپایوں کی روزی سے سمندر پھینکتا ہے اس کا نام ضریع ہے، یہ انسانوں کی روزی نہیں ہے، جب اونٹ یہ چرتے ہیں تو سیر نہیں ہوتے اور کمزوری سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ خلیل کہتے ہیں: ضریع سبز بدبودار بوٹی ہے جو سمندر پھینکتا ہے۔ جمہور اہل لغت اور تفسیر نے پہلی بات کہی ہے اسی سے ابوذویب کا قول ہے:

رعى الشبرق الريا حتى اذا ذوىٰ

وعاد ضريعا بان عنه النحائص

''اس نے چرایا تر شبرق کو حتیٰ کہ جب لپیٹا اور وہ ضریع بن گیا، تو اس سے موٹی اونٹنیاں دور ہو گئیں۔''

ہذلی اونٹنیوں اور ان کی بری چراگاہ کے ذکر میں کہتا ہے:

وحبسن فى هزم الضريع وكلها

قرناء دامية اليدين جرود

''وہ روکی گئی ہیں ضریع کے گھٹے پر جبکہ وہ ساری ہم جولیاں ہیں، ہاتھ زخمی ہیں اور کم دودھ دینے والیاں ہیں۔''

سعید بن جبیر کہتے ہیں: ضریع پتھر ہیں۔ ایک قول ہے کہ وہ جہنم میں ایک درخت ہے۔ حسن کہتے ہیں: وہ بعض عذاب ہے جسے اللہ نے چھپایا ہے۔ ابن کیسان کہتے ہیں: وہ کھانا ہے، جس کے پاس وہ عاجز اور ذلیل ہوں گے، نیز اس سے چھٹکارے کے لیے اللہ کی طرف گڑگڑائیں گے، اس کا نام اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ اسے کھانے والا اللہ کی طرف گڑگڑائے گا کہ اس کے کھردرے پن اور کراہت کی وجہ سے اس سے دور رکھا جائے۔ نحاس کہتے ہیں: یہ ضارع سے مشتق ہوگا جو کہ ذلیل ہے، یعنی جو اسے پیئے گا اسے عاجزی اور ذلت پہنچے گی، حسن نے بھی کہا ہے کہ وہ زقوم ہے۔ ایک قول ہے کہ وہ جہنم میں ایک وادی ہے۔ سورۃ الحاقہ میں گزرا ہے۔ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿۳۵﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿۳۶﴾

غِسْلِيْنٍ ضَرِيْعٌ کے علاوہ ہے، جیسا کہ گزر چکا ہے، دونوں آیتوں میں جمع اس طرح

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



ہے کہ جہنم کے درجات ہیں ان میں سے بعض کا کھانا ضَرِیْعٍ ہے اور بعض کا غِسْلِیْنٍ ہے۔

پھر اللہ پاک نے ضَرِیْعٍ کی صفت بتائی، لہٰذا فرمایا: لَّا یُسْمِنُ وَلَا یُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ یعنی ضَرِیْعٍ اپنے کھانے والے کو موٹا نہ کرے گا اور نہ اس کی بھوک دور کرے گا۔ مفسرین کہتے ہیں: جب یہ آیت اتری تو مشرکین نے کہا: ہمارے اونٹ ضَرِیْعٍ سے موٹے ہوں گے، تو یہ آیت اتری لَّا یُسْمِنُ وَلَا یُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ، ان کی یہ بات بھی جھوٹ قرار دی گئی کیونکہ اونٹ ضَرِیْعٍ نہیں کھاتے اور نہ ہی اس کے قریب جاتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ ان پر اس کا معاملہ مشتبہ ہو گیا انہوں نے اسے دیگر نفع مند بوٹیوں کی طرح سمجھ لیا۔

اہل نار کا حال بیان کرنے کے بعد اللہ پاک نے اہل جنت کا حال بیان کرنا شروع کیا، لہٰذا فرمایا: وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ یعنی نعمت اور خوشی والے وہ مومنوں کے چہرے ہیں، وہ نعمت والے ہو گئے کیونکہ انہوں نے اپنے معاملے کا انجام دیکھ لیا اور جو اللہ نے ان کے لیے خیر تیار کی ہے جو بیان سے بڑھ کر ہے، اسی طرح اللہ کا فرمان ہے: تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ۔ پھر فرمایا: لِّسَعْیِهَا رَاضِیَةٌ یعنی اپنے عمل کی وجہ سے جو انہوں نے دنیا میں عمل کیے، وہ راضی ہوں گے کیونکہ ان کو وہ اجر دیئے گئے جو ان کو راضی کریں اور اس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ یہاں چہروں سے مراد چہروں والے ہیں، جیسا کہ گزر چکا ہے۔

فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ﴿۱۰﴾: یعنی اونچی جگہ والی، وہ دوسری جگہوں سے بلند ہوگی، یا اس کی قدر بلند ہوگی، کیونکہ اس میں وہ کچھ ہوگا جو نفس چاہیں گے اور جن سے آنکھیں لذت اٹھائیں گی۔

لَّا تَسْمَعُ فِیْهَا لَاغِیَةً ﴿۱۱﴾: جمہور نے لَّا تَسْمَعُ تاء کی زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور لَاغِیَةً پر نصب پڑھا ہے، یعنی اے مخاطب تو نہیں سنے گا، یا وہ چہرے نہیں سنیں گے۔ ابن کثیر اور ابو عمرو نے یاء مضموم کے ساتھ مبنی بر مفعول پڑھا ہے۔ لَاغِیَةٌ پر بھی رفع ہوگا۔ نافع نے تاء پر پیش پڑھی ہے مفعول کے طور پر اور لَاغِیَةٌ پر رفع۔ فضل اور جحدری نے یاء پر زبر پڑھی ہے فاعل کے طور پر اور لَاغِیَةً پر نصب۔

لَغْوٌ گھٹیا کلام ہے، فراء اور اخفش کہتے ہیں: یعنی اس میں کوئی لغو کلمہ نہیں سنا جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ایک قول ہے کہ اس سے مراد کذب، بہتان اور کفر ہے، یہ قتادہ نے کہا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: یعنی گالی، فراء کہتے ہیں: تم نہ سنو گے کہ اس میں کوئی قسم کھانے والا جھوٹی قسم کھاتا ہو۔ کلبی کہتے ہیں: تم جنت میں نہ سنو گے کہ کوئی نیکی یا بدی کی قسم کھاتا ہو۔ فراء ہی کہتے ہیں: تم نہ سنو گے اہل جنت کے کلام میں کوئی فضول لفظ، کیونکہ وہ نہ بولیں گے مگر حکمت کے ساتھ اور اللہ کی تعریف کے ساتھ کہ جو اس نے ان کو دائمی نعمت بخشی ہے، یہ اقوال میں سب سے راجح ہے، کیونکہ نکرہ سیاق نفی میں عموم کے صیغوں سے ہے، اس لیے اس کو لغو کی کسی قسم کے ساتھ خاص کرنا درست نہیں ہوگا، مگر ایسے خاص کرنے والے کے ساتھ جو تخصیص کے لیے درست ہو۔

لَاغِيَةً یا تو موصوف محذوف کی صفت ہے یعنی کلمة لَاغِيَةً یا نفس لَاغِيَةً۔ یا یہ مصدر ہے یعنی لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَغْوًا۔

فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ﴿١٢﴾: سورۃ الانسان میں گزر چکا ہے کہ اس میں چشمے ہوں گے۔ یہاں عین عیون کے معنی میں ہے، جیسے اللہ کے فرمان: عَلِمَتْ نَفْسٌ میں ہے، جَارِيَةٌ کا مطلب ہے کہ ان کا پانی چلتا ہوگا، مختلف لذتوں کی شراب ٹپکتی ہوگی۔ کلبی کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ وہ چشمے پانی کے ہیں یا کسی اور کے۔

فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ﴿١٣﴾: یعنی اونچے، بلند سطح والے یا اونچی شان والے۔

وَّ أَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ﴿١٤﴾: گزر چکا ہے کہ أَكْوَابٌ کوب کی جمع ہے، وہ ایسا پیالہ ہے جس کی دستی نہ ہو۔ مَّوْضُوعَةٌ کا مطلب ہے کہ ان کے سامنے رکھے ہوں گے، وہ ان سے پئیں گے۔

وَّ نَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ﴿١٥﴾: نَمَارِقُ تکیے ہیں۔ واحدی کہتے ہیں یہ سب کا قول ہے۔ اس کا واحد نمرقة ہے، نون پر پیش کے ساتھ۔ فراء نے مزید بتایا ہے کہ عرب کے سماع سے نِمرقة زیر کے ساتھ بھی سنا گیا ہے۔ کلبی کہتے ہیں: تکیے ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر بچھے ہوں گے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وانا لنجری الکاس بین شروبنا
وبین ابی قابوس فوق النمارق

''اور بے شک ہم ضرور چلاتے ہیں پیالے اپنے پینے والوں کے درمیان اور ابوقابوس کے درمیان تکیوں/گدوں کے اوپر۔''

کسی اور نے کہا ہے:

کھول وشبان حسان وجوھھم
علی سرر مصفوفۃ ونمارق

''بوڑھے اور جوان، ان کے چہرے خوبصورت ہیں، صف میں لگے تکیوں پر اور گدوں پر۔''

صحاح والے کہتے ہیں: نمرق اور نمرقۃ چھوٹا تکیہ ہے، اسی طرح نِمرقۃ زیر کے ساتھ ایک لغت ہے جو یعقوبؒ نے بیان کی ہے۔

وَّ زَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ﴿۱۶﴾: یعنی بچھونے، اس کا واحد زربی اور زربیۃ ہے۔ ابوعبیدہ اور فراء کہتے ہیں: چٹائیاں جن پر باریک روئیں دار کپڑا ہو، اس کا واحد زربیۃ ہے، مبثوثۃ پھیلائے گئے، یہ قتادۃ کا قول ہے۔ عکرمہ کہتے ہیں: ایک دوسرے کے اوپر۔ واحدی کہتے ہیں: جائز ہے معنیٰ یہ ہو کہ وہ نشستوں پر متفرق پڑے ہیں، یہی قتیبی کا قول ہے۔ فراء کہتے ہیں: مَبْثُوْثَةٌ کا مطلب کثیرۃ ہے، بظاہر بَثّ کا مطلب پھیلانا ہے کثرت کے ساتھ، اسی سے ہے وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ۔

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۷﴾: استفہام ڈانٹ و ڈپٹ کے طور پر ہے، فاء ایک مقدر پر عطف کے لیے ہے، جیسا کہ اس جیسے الفاظ میں ہے، یہ بات کئی مرتبہ گزر چکی ہے، یہ جملہ بعث کے معاملے کو بیان کرنے اور اس پر استدلال کے لیے لایا گیا ہے۔ اسی طرح اس کا مابعد بھی ہے۔ كَيْفَ اس کے مابعد کی وجہ سے منصوب ہے، یہ جملہ محل جر میں ہے، کیونکہ الْاِبِلِ سے بدل اشتمال ہے، مطلب ہے: کیا یہ بعث کے معاملے کا انکار کرتے ہیں، اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وقوع کو بعید جانتے ہیں، کیا یہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے جو ان کا نمایاں چوپایہ ہے اور جن مخلوقات کا یہ مشاہدہ کرتے ہیں ان میں بڑا ہے۔

كَيْفَ خُلِقَتْ یعنی جس طرح کی اس کی عظیم جداگانہ تخلیق ہے اور بڑا جسم ہے، قوت زیادہ ہے اور صفات عجیب ہیں۔ ابو عمرو بن العلاء کہتے ہیں: اونٹ کو اس لیے خاص کیا گیا کیونکہ یہ چار پاؤں والا ہے، یہ بیٹھتا ہے تو اس پر بوجھ لادا جاتا ہے، باقی چار پاؤں والے جانوروں پر کھڑے ہی بوجھ لادا جاتا ہے۔ زجاج کہتے ہیں: انہیں متنبہ کیا کہ اس کی عظیم تخلیق کے باوجود اسے ایک بچے کے لیے تابع کر دیا، وہ اسے چلاتا ہے، بٹھاتا ہے اور اٹھاتا ہے۔ اس پر بوجھ لادا جاتا ہے جب وہ بیٹھا ہو، وہ اپنے سامان کے بوجھ کے ساتھ کھڑا ہو جاتا ہے، باربردار دیگر جانوروں میں یہ بات نہیں ہے، انہیں اس کی تخلیق کی عظمت دکھائی تاکہ اللہ تعالیٰ اس سے اپنی توحید پر دلالت کرے۔

حضرت حسن سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا اور انہیں کہا گیا کہ ہاتھی اعجوبہ ہونے میں اس سے بڑا ہے، فرمایا: ہاتھی کے ساتھ عربوں کا تعلق کم تھا، پھر وہ (گویا) خنزیر ہے، اس پر سواری نہیں کی جاتی، اس کا گوشت نہیں کھایا جاتا اور اس کا دودھ نہیں دوہا جاتا۔ اونٹ عرب کے معزز تر اور نفیس ترین اموال میں سے ہے، گٹھلیاں اور جنگلی دانے کھاتا ہے، دودھ دیتا ہے، باوجود عظیم الجثہ ہونے کے بچہ اس کی لگام تھامتا ہے اور اسے جہاں چاہتا ہے لے جاتا ہے۔

مبرد کہتے ہیں: یہاں اِبِل بادل کے عظیم ٹکڑے کے معنیٰ میں ہے، یہ اس کے خلاف ہے جو کچھ اہل تفسیر ولغت نے ذکر کیا ہے۔ اصمعی سے مروی ہے کہ جس نے خُلِقَتْ تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے، اس نے اونٹ مراد لیا ہے اور جس نے شد کے ساتھ پڑھا ہے اس نے بادل مراد لیا ہے۔

وَ اِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٨﴾: یعنی زمین کے اوپر بغیر ستونوں کے اس طرح اٹھایا گیا ہے کہ نہ کوئی فہم اسے سمجھ سکے اور نہ عقل اس کا ادراک کر سکے، ایک قول ہے کہ بلند کیا گیا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس تک کوئی چیز نہیں پہنچ سکتی۔

وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾: زمین پر میخیں گاڑی گئیں، انہیں پکا کیا گیا، وہ نہ ہلتی جلتی ہے اور نہ کوئی حرکت کرتی ہے۔

وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾: یعنی بچھائی گئی، سطح کا مطلب چیز کو بچھانا ہے، جب گھر کی چھت برابر ہو اسے سطح کہا جاتا ہے۔ جمہور نے سُطِحَتْ کو مفعول (مجہول) کے طور پر تخفیف سے پڑھا ہے۔ جبکہ حسن نے شد کے ساتھ پڑھا ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب، ابن سمیفع اور ابو العالیہ نے خُلِقَتْ، رُفِعَتْ، نُصِبَتْ اور سُطِحَتْ کو فاعل (معلوم) کے طور پر پڑھا ہے اور ان سب میں تاء پر پیش پڑھی ہے۔

پھر اللہ پاک نے اپنے پیغمبر ﷺ کو نصیحت کرنے کا حکم دیا، لہٰذا فرمایا: فَذَكِّرْ فاء اس کے مابعد کی ماقبل کے ساتھ ترتیب کے لیے ہے، یعنی اے محمد (ﷺ)! انہیں نصیحت کریں اور انہیں ڈرائیں۔

پھر نصیحت کی علت بیان کی، لہٰذا فرمایا: اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ یعنی آپ پر بس یہی ذمہ داری ہے۔ اور

لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾: مسیطر اور مصیطر سین اور صاد کے ساتھ ہے، جو چیز پر مسلط ہوتا کہ اس کی نگرانی کرے، اس کے احوال کا خیال رکھے۔ اسی طرح صحاح میں ہے، یعنی آپ ان پر مصیطر نہیں ہیں کہ آپ ان کو ایمان پر مجبور کریں، یہ آیت سیف کے ساتھ منسوخ ہے۔

جمہور نے بِمُصَيْطِرٍ صاد کے ساتھ پڑھا ہے، جبکہ ہشام اور ایک روایت میں قنبل نے سین کے ساتھ پڑھا ہے۔ خلف نے صاد کو زاء کے ساتھ اشمام کر کے پڑھا ہے۔ ہارون الاعور نے طاء پر زبر اسم مفعول کے طور پر پڑھا ہے۔

اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ﴿٢٣﴾: یہ مستثنیٰ منقطع ہے یعنی لیکن وہ جو وعظ اور تذکیر سے پھر گیا۔

فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ﴿٢٤﴾: وہ جہنم کا دائمی عذاب ہے، ایک قول ہے کہ یہ فَذَكِّرْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سے مستثنیٰ متصل ہے۔ یعنی ہر ایک کو نصیحت کریں سوائے اس کے جس کے ایمان میں آپ کا طمع ختم ہو گیا ہو اور وہ پھر جائے تو وہ عذابِ اکبر کا مستحق ہے۔ پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے۔

الْأَكْبَرَ اس لیے فرمایا کہ وہ دنیا میں بھوک، قتل، قحط اور قید سے عذاب دیئے گئے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فَإِنَّهُ يُعَذِّبُهُ اللَّهُ پڑھا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ نے أَلَا مَنْ تَوَلَّى پڑھا ہے، اس طرح کہ یہ أَلَا تنبیہ اور استفتاح والا ہوگا۔

إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾: یعنی مرنے کے بعد ان کا لوٹنا، أب، یؤوب کہا جاتا ہے جب لوٹے، اسی سے عبید بن الابرص کا قول ہے:

وکل ذی غیبة یؤوب
وغائب الموت لا یؤوب

"ہر غائب ہونے والا لوٹتا ہے، اور موت کا غائب نہیں لوٹتا۔"

جمہور نے إِيَابَهُمْ کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے، جبکہ ابو جعفر اور شیبہ نے شد کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں: شد جائز نہیں ہے اگر جائز ہوتی تو اس کی مثل صیام اور قیام میں جائز ہوتی۔ ایک قول ہے کہ یہ دو لغات ایک معنیٰ میں ہیں۔ واحدی کہتے ہیں: إِيَابَهُمْ کو شد کے ساتھ پڑھنا شاذ ہے، یہ زجاج کے علاوہ کسی نے جائز نہیں کہا۔

ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿٢٦﴾: یعنی بعث کے ساتھ ان کے اللہ کی طرف لوٹنے کے بعد ان کی جزاء۔ ثُمَّ مرتبہ میں تراخی کے لیے ہے کہ حساب کا مرتبہ شدت میں ایاب کے مرتبے کے بعد ہے۔

ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: الْغَاشِيَةِ قیامت کے ناموں میں سے ہے۔

ابن ابی حاتم نے انہی سے هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ ﴿١﴾ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: قیامت۔ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ﴿٢﴾ عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ ﴿٣﴾ فرمایا: عمل کرتے ہیں اور جہنم میں گرتے ہیں۔ تُسْقَىٰ مِنْ عَيْنٍ آنِيَةٍ ﴿٥﴾ فرمایا: وہ جس کا گرم ہونا طویل ہو گیا ہو۔ لَيْسَ لَهُمْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِیْعٍ ۙ﴿۶﴾ فرمایا: شبرق۔ ابن ابی حاتم نے انہی سے وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ خَاشِعَةٌ ۙ﴿۲﴾ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۙ﴿۳﴾ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: یہود ونصاریٰ مراد ہیں، وہ عاجزی کریں گے لیکن ان کا عمل انہیں نفع نہیں دے گا۔ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ؕ﴿۵﴾ فرمایا: اس کا جوش تیز ہوگیا۔ ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ان سے اللہ کے فرمان: تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۙ﴿۴﴾ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: گرم۔ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ؕ﴿۵﴾ فرمایا: جس کی گرمی کی انتہاء ہوگئی۔ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِیْعٍ ۙ﴿۶﴾ فرمایا: وہ جہنم کے درختوں میں سے ہے۔

عبد بن حمید نے انہی سے اِلَّا مِنْ ضَرِیْعٍ ۙ﴿۶﴾ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: خشک، شبرق۔ ابن جریر نے انہی سے لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ؕ﴿۱۱﴾ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: نہ وہ وہاں تکلیف دہ بات سنیں گے اور نہ باطل۔ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۙ﴿۱۳﴾ فرمایا: بعض بعض کے اوپر۔ وَّنَمَارِقُ فرمایا: نشستیں۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے انہی سے وَّنَمَارِقُ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: تکیے۔

ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ان سے لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۙ﴿۲۲﴾ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جبار۔ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ۙ﴿۲۳﴾ فرمایا: اس کا حساب اللہ پر ہے۔

ابوداؤد نے اپنے الناسخ میں انہی سے نقل کیا ہے کہ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۙ﴿۲۲﴾ پھر اسے منسوخ کیا اور فرمایا: فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ۔

ابن المنذر نے انہی سے اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ۙ﴿۲۵﴾ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ان کا لوٹنا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورۃ الفجر

اس کی تیس آیات ہیں، ایک قول ہے کہ انتیس آیات ہیں، یہ بلا اختلاف مکی ہے۔ ابن ضریس، نحاس نے اپنے ناسخ میں، ابن مردویہ اور بیہقی نے چند سندوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: وَالْفَجْرِ مکہ میں نازل ہوئی۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن زبیر اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے ایک نماز پڑھائی، ایک آدمی آیا، ان کے ساتھ نماز پڑھنے لگا، انہوں نے نماز لمبی کر دی، اس نے مسجد کے ایک کونے میں نماز پڑھی اور چلا گیا، یہ بات حضرت معاذ رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو کہا: وہ منافق ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو کہا: اے اللہ کے پیغمبر! میں نماز پڑھنے کے لیے آیا تو اس نے مجھ پر نماز لمبی کر دی، پس میں پھر گیا اور میں نے مسجد کے کونے میں نماز پڑھی، میں نے اپنے اونٹ کو چارہ ڈالا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! کیا تو فتنہ ڈالنے والا ہے؟ تو سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى. وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا. وَالْفَجْرِ. وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى سے کہاں ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالْفَجْرِ ﴿۱﴾ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴿۲﴾ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴿۳﴾ وَالَّيْلِ إِذَا يَسْرِ ﴿۴﴾ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ﴿۵﴾ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿۶﴾ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿۷﴾ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ﴿۸﴾ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿۹﴾ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۱﴾ فَأَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ﴿۱۲﴾ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ﴿۱۳﴾ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿۱۴﴾

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ قسم ہے فجر کی! اور دس راتوں کی! اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جفت اور طاق کی! اور رات کی جب وہ چلتی ہے! یقیناً اس میں عقل والے کے لیے بڑی قسم ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے عاد کے ساتھ کس طرح کیا۔ (وہ عاد) جو ارم (قبیلہ کے لوگ) تھے، ستونوں والے۔ وہ کہ ان جیسا کوئی شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا۔ اور ثمود کے ساتھ (کس طرح کیا) جنھوں نے وادی میں چٹانوں کو تراشا۔ اور میخوں والے فرعون کے ساتھ (کس طرح کیا)۔ وہ لوگ جو شہروں میں حد سے بڑھ گئے۔ پس انھوں نے ان میں بہت زیادہ فساد پھیلا دیا۔ تو تیرے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔ بے شک تیرا رب یقیناً گھات میں ہے۔

اللہ پاک نے ان اشیاء کی قسم کھائی ہے جیسے دوسری اشیاء کی قسم کھائی ہے، اپنی مخلوقات میں سے۔ جس فجر کی اللہ نے یہاں قسم کھائی ہے اس کے متعلق اختلاف کیا گیا ہے، ایک قول ہے کہ وہ معروف وقت ہے، اس کا نام فجر رکھا گیا ہے کیونکہ ہر روز سے دن کے ذریعے اندھیرا پھٹنے کا یہ وقت ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: یہ ماہ محرم کے پہلے دن کی فجر ہے، کیونکہ اس سے سال پھٹتا (نکلتا) ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: یوم نحر مراد ہے۔ ضحاک کہتے ہیں: ذی الحجہ کی فجر ہے، کیونکہ اللہ نے دنوں کو اس کے ساتھ ملایا ہے، لہٰذا فرمایا: وَ لَيَالٍ عَشْرٍ یعنی عشرہ ذی الحجہ کی راتیں، یہی سُدی کا اور کلبی کا قول ہے۔ ایک قول ہے کہ معنیٰ ہے نماز فجر کی یا فجر کے رب کی قسم پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے۔

اس قسم اور اس کے مابعد کا جواب، اللہ کا فرمان: اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿۱۴﴾ ہے، اسی طرح ابن الانباری نے کہا ہے۔ ایک قول ہے کہ وہ محذوف ہے اس پر سیاق کی دلالت کی وجہ سے۔ یعنی ہر ایک کو اپنے عمل کی جزا دی جائے گی، یا عذاب دیا جائے گا۔ ابوحیان نے اس کو مقدر کیا ہے، اس کے ساتھ جس پر پچھلی سورت کا آخری حصہ دلالت کرتا ہے، یعنی فجر کی قسم...... آخر تک۔ ان کا لوٹنا ہماری طرف ہے اور ان کا حساب ہم پر ہے، یہ بہت ہی ضعیف ہے، اس سے بھی زیادہ ضعیف اس کا قول ہے جس نے کہا کہ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ﴿۵﴾ جواب قسم ہے اور یہ کہ هَلْ بمعنیٰ قَدْ ہے۔ کیونکہ اس کو مقسم علیہ بنانا کبھی بھی درست نہیں ہوسکتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴿۲﴾: یہ جمہور مفسرین کے قول کے مطابق عشرہ ذی الحجہ ہے۔ضحاک نے کہا: یہ رمضان کے آخری دس دن ہیں۔ایک قول ہے کہ محرم کا عشرہ اول ہے، پہلی سے دس تک یعنی یوم عاشوراء تک۔جمہور نے لَيَالٍ کو تنوین کے ساتھ پڑھا ہے۔اور عَشْرٍ اس کی صفت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وَلَيَالِيْ عَشْرٍ اضافت کے ساتھ پڑھا ہے۔ایک قول ہے کہ مراد دس دنوں کی راتیں ہیں، اس طرح تو عشرۃ کہنا چاہیے تھا کیونکہ معدود مذکر ہے۔اس کا جواب دیا جائے گا کہ معدود محذوف ہو تو دونوں صورتیں جائز ہیں۔

وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴿۳﴾: شفع (جفت) اور وتر (طاق) ہر چیز کے شفع اور وتر کے لیے عام ہے، ایک قول ہے کہ راتوں کا شفع اور ان کا وتر۔قتادہ کہتے ہیں: شفع اور وتر نماز کا شفع اور وتر ہے، بعض نماز شفع ہے اور بعض وتر۔ایک قول ہے کہ شفع یوم عرفہ اور یوم نحر ہے جبکہ وتر یوم نحر کی رات ہے۔مجاہد اور عطیہ العوفی کہتے ہیں: شفع مخلوق ہے اور وتر اللہ واحد صمد ہے، یہی قول محمد بن سیرین، مسروق، ابوصالح اور قتادہ کا ہے۔ربیع بن انس اور ابوالعالیہ کہتے ہیں: وہ نماز مغرب ہے اس میں دو رکعتیں ہیں اور ایک رکعت ہے۔

ضحاک کہتے ہیں: شفع عشر ذی الحجہ ہیں اور وتر منیٰ کے تین دن ہیں، یہی قول عطاء کا ہے۔ایک قول ہے کہ وہ دونوں آدم وحواء ہیں کیونکہ حضرت آدم وتر تھے وہ حضرت حواء کے ساتھ شفع ہو گئے۔ایک قول ہے کہ شفع جنت کے آٹھ درجات ہیں اور وتر جہنم کے ساتھ طبقات ہیں، یہ قول حسین بن الفضل کا ہے۔ایک قول ہے کہ شفع صفا اور مروۃ ہیں، جبکہ وتر کعبہ ہے۔مقاتل کہتے ہیں: شفع ایام ولیالی ہیں اور وتر وہ دن ہے جس کے بعد رات نہیں، وہ روز قیامت ہے۔سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: وتر اللہ پاک کی ذات ہے، وہ اکیلا ہے اور شفع بھی وہی ہے کیونکہ فرمایا: مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ ...... الآیہ۔

حسن کہتے ہیں: الشَّفْعِ اور الْوَتْرِ سے مراد مکمل عدد ہے کیونکہ عدد ان دونوں سے خالی نہیں ہوتا۔ایک قول ہے کہ الشَّفْعِ مکہ اور مدینہ کی مسجدیں ہیں۔اور الْوَتْرِ بیت المقدس کی مسجد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے۔ ایک قول ہے کہ الشَّفْعِ حج قران [1] ہے اور الْوَتْرِ حج افراد ہے۔ ایک قول ہے کہ الشَّفْعِ حیوان ہے کیونکہ وہ مذکر اور مؤنث ہے اور الْوَتْرِ جماد ہے۔ ایک قول ہے الشَّفْعِ وہ ہے جس کا نام رکھا جائے اور الْوَتْرِ وہ ہے جس کا نام نہ رکھا جائے۔

آپ پر مخفی نہ رہے کہ ان اکثر اقوال میں جو واضح کمزوری اور ظاہر ضعف ہے، اس کے تعین میں محض ٹیڑھی رائے اور غلط دلی سوچ پر بھروسا کیا گیا ہے۔ جس پر اعتماد مناسب ہے، جس کو اختیار کرنا درست ہے، وہ جس پر کلام عرب میں شفع اور وتر کا معنٰی دلالت کرے۔ یہ دونوں معروف ہیں اور واضح ہیں، عرب کے نزدیک جوڑا شفع ہے اور اکیلا وتر ہے۔ آیت میں مراد یا تو خود عدد ہے یا معدوات پر جو صادق آئے کہ وہ شفع اور وتر ہیں۔ جب اس آیت کی تفسیر میں معدودات کی کسی چیز کی تعیین پر دلیل قائم ہوگی، اگر دلیل دلالت کرے کہ مراد وہ خود ہے کوئی اور نہیں تو درست ہے۔ اور اگر دلیل دلالت کرے کہ یہ اس سے ہے جس کو یہ آیت شامل ہوتی ہے۔ تو یہ دوسرے کو شامل کرنے میں مانع نہیں ہوگا۔

جمہور نے وَالْوَتْرِ کو واؤ کی زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ حمزہ، کسائی اور خلف نے اس پر زیر پڑھی ہے، یہی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کی قراءت ہے۔ یہ دو لغات ہیں، فتح قریش اور اہل حجاز کی لغت ہے جبکہ کسرہ تمیم کی۔ اصمعی کہتے ہیں: ہر فرد وتر ہے۔ اہل حجاز زبر لگاتے ہیں اور فرد میں وتر کہتے ہیں۔ یونس نے ابن کثیر سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے واؤ پر زبر اور تاء پر زیر پڑھی ہے۔ تو اس میں تیسری لغت کا احتمال ہوتا ہے۔ یہ احتمال بھی ہے کہ راء کی زیر تاء کی طرف منتقل کی گئی ہو، وصل کو وقف کے قائمقام کرنے کے لیے۔

وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ﴿۴﴾: جمہور نے يَسْرِ کو یاء کے حذف کے ساتھ وصل اور وقف کے طور پر پڑھا ہے، مصحف کے خط کی پیروی میں۔ نافع اور ابو عمرو نے وقف میں اسے حذف کیا ہے اور وصل میں ثابت رکھا ہے۔ ابن کثیر، ابن محیصن اور یعقوب کی قراءت وقف اور وصل میں اسے ثابت رکھنے کی ہے۔ خلیل کہتے ہیں: اس سے یاء گر جائے گی، آیات کے اختتام کی موافقت

---

[1] شاید یہاں ''اور حج تمتع'' کے الفاظ بھی ہوں لیکن مترجم کے ملحوظ نسخے میں نہیں ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میں۔ زجاج کہتے ہیں: مجھے حذف زیادہ پسند ہے کیونکہ یہ فاصلہ ہے اور فواصل میں یاؤں کو حذف کیا جاتا ہے۔ فراء کہتے ہیں: کبھی عرب یاء کو حذف کرتے ہیں اور اس کے ماقبل کی زیر سے کفایت پکڑتے ہیں، ان میں سے بعض نے یہ شعر پڑھا:

كفاك كف ما تليق درهما

جودا وأخرىٰ تعط بالسيف الدما

''تجھے روکا اس ہتھیلی نے جو نہیں روکتی ایک درہم بھی۔ سخاوت میں اور دوسری ہتھیلی میری تلوار کے ساتھ خون دیتی ہے۔''

ما تلیق کا مطلب مَا تُمْسِكُ ہے۔ مورج کہتے ہیں: میں نے اخفش سے پوچھا کہ یَسْرِ میں یاء گرانے کی حکمت کیا ہے؟ کہا: میں تمہیں جواب نہیں دوں گا حتیٰ کہ تو ایک سال میرے گھر کے دروازے پر سوئے، میں اس کے گھر کے دروازے پر ایک سال سوتا رہا۔ پھر کہا: لَيْلُ لَا يَسْرِي نہیں ہے بلکہ يُسْرٰى فِيْهِ ہے، یہ اپنی جہت سے پھیرا گیا ہے، جسے تم اس کی جہت سے پھیرتے ہو اس کے اعراب میں کمی کرتے ہو، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے فرمایا: وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا یہاں بَغِيَّةً نہیں کہا، کیونکہ یہ بَاغِيَةٌ سے پھیرا گیا ہے۔

اخفش کی یہ بات محل نظر ہے کیونکہ چیز کو اسباب میں سے کسی سبب سے اس کے معنیٰ سے پھیرنا اس بات کو مستلزم نہیں ہوتا کہ اس کا لفظ بعض اس چیز سے پھیر دیا جائے جس کا وہ مستحق ہے۔ اگر یہ درست ہو تو تمام مجازات عقلیہ اور لفظیہ میں یہ لازم آئے گا، اور لازم باطل ہے اور ملزوم بھی اس کی مثل ہے۔ یہاں اصل یاء کو ثابت رکھنا ہے، کیونکہ یہ فعل مضارع مرفوع کا لام کلمہ ہے، یہ علتوں میں سے کسی علت کے سبب سے حذف نہیں کیا جا سکتا، سوائے رسم مصحف کی پیروی کے اور آیات کے اواخر کی موافقت کے تاکہ فواصل کو قوافی کے قائمقام کر دیا جائے۔

وَالَّيْلِ إِذَا يَسْرِ کا مطلب ہے جب چلی جائے۔ جیسے فرمایا: وَالَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ اور وَالَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ۔ ایک قول ہے کہ يَسْرِ کا مطلب ہے ''جس میں چلا جائے'' جیسے لَيْلٌ نَائِمٌ اور نَهَارٌ صَائِمٌ کہا جاتا ہے، جیسے شاعر کے قول میں ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لقد لمتنا یا ام غیلان فی السریٰ

ونمت وما لیل المطی بنائم

''اے ام غیلان تم نے ہمیں رات چلنے کے متعلق ملامت کی ہے، تو سوئی رہی حالانکہ سواری کی رات سونے والی نہیں ہوتی۔''

یہی اخفش، قتیبی وغیرہ اہل معانی کا قول ہے، پہلا قول جمہور مفسرین کا ہے۔ قتادہ اور ابوالعالیہ کہتے ہیں: وَالَّيۡلِ اِذَا يَسۡرِ یعنی آئے اور متوجہ ہو۔ نخعی کہتے ہیں: برابر ہو۔ عکرمہ، قتادہ، کلبی اور محمد بن کعب کہتے ہیں: وہ خاص طور پر مزدلفہ کی رات ہے کیونکہ اس میں اللہ پاک کی فرمانبرداری کے لیے لوگوں کے اجتماع کی خصوصیت ہے۔

ایک قول لیلۃ القدر کا ہے کیونکہ اس میں رحمت سرایت کرتی ہے، راجح بات یہ ہے کہ ایک رات کے بجائے کسی دوسری رات کی تخصیص نہیں ہے۔

هَلۡ فِىۡ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِىۡ حِجۡرٍ ﴿۵﴾: یہ استفہام، اللہ پاک نے جس چیز کی قسم کھائی اس کی تعظیم ثابت کرنے اور ان ذکر کردہ امور میں اس کی بڑائی بیان کرنے کے لیے ہے۔

ذٰلِكَ کے ساتھ ان امور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، مذکر لفظ مذکور کی تاویل میں ہے، یعنی کیا اس مذکور میں جن کی ہم نے قسم کھائی ہے، قسم ہے۔ یعنی جن کی قسم کھائی گئی وہ حق دار ہیں کہ ان کے ساتھ خبروں کی تاکید کی جائے۔

لِّذِىۡ حِجۡرٍ یعنی عقل و دانش، تو جو عقل و دانش والا ہے وہ جان لے گا کہ اللہ پاک نے جو ان چیزوں کی قسم کھائی ہے، حق تھا کہ ان کی قسم کھائی جائے۔ اسی طرح اللہ کا فرمان ہے: وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عَظِيۡمٌ ۔ حسن کہتے ہیں: لِّذِىۡ حِجۡرٍ یعنی حلم والا۔ ابو مالک کہتے ہیں: لوگوں سے پردے والا۔

جمہور کہتے ہیں: حجر عقل ہے۔ فراء کہتے ہیں: سب ایک معنیٰ کی طرف لوٹتے ہیں، عقل والا، حلم والا اور ستر والا، سب عقل کے معنیٰ میں ہیں۔ حجر کا اصل مطلب روکنا ہے، جو خود کا مالک ہو اور اپنے آپ کو روک سکے اسے ''ذو حجر'' کہا جاتا ہے۔ اسی لیے پتھر کو حجر کہتے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



ہیں کیونکہ اپنی سختی کی وجہ سے وہ رکاوٹ ہوتا ہے۔ اسی سے ہے کہ حاکم نے فلاں پر حجر کیا یعنی اسے روک دیا۔ عرب کہتے ہیں: وہ حجر والا ہے جو وہ خود پر غالب اور نفس پر کنٹرول والا ہو۔

پھر اللہ پاک نے استشہاد کے طور پر ذکر فرمایا، جو اس کا عذاب کفار کے بعض گروہوں پر ان کے کفر، عناد اور پیغمبروں کی تکذیب کی وجہ سے آیا، تاکہ ہمارے نبی ﷺ کے زمانے کے کفار کو ڈرایا جائے اور انہیں خوف دلایا جائے کہ جیسا عذاب ان پر آیا تھا، ان پر بھی آسکتا ہے، لہٰذا فرمایا: اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿٦﴾ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿٧﴾: جمہور نے عَادٍ کا عطف بیان ہے۔ عَادْ سے مراد ان کے باپ کا نام ہے، اور اِرَمَ قبیلے کا نام ہے یا اس سے بدل ہے۔ اِرَمَ کو غیر منصرف علم اور تانیث کی وجہ سے بنایا ہے۔ ایک قول ہے کہ عاد سے مراد عاد کی اولاد ہے اور وہ پہلے عاد ہیں۔ ان کے بعد والوں کو دیگر عاد کہا جاتا ہے۔ تو اِرَمَ کا ذکر عطف بیان یا بدل کے طریقے پر ہوگا تاکہ دلالت ہو کہ وہ پہلے عاد ہیں دوسرے عاد نہیں ہیں۔ دونوں قولوں کے مطابق مضاف کو مقدر ماننا ضروری ہے، یعنی اہل ارم یا سبط ارم؟ ارم عاد کا جد ہے۔ کیونکہ وہ عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح ہے۔ حسن اور ابو العالیہ نے عاد کی ارم کی طرف اضافت کے ساتھ پڑھا ہے۔

جمہور نے اِرَمَ کو ہمزہ کی زیر اور راء و میم کی زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ حسن، مجاہد، قتادہ اور ضحاک نے أَرَمَ ہمزہ اور راء کی زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ معاذ نے راء پر سکون تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ اِرْمَ کو ذَاتِ الْعِمَادِ کی طرف اضافت کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔

مجاہد کہتے ہیں: جس نے ہمزہ پر زبر پڑھی ہے، اس نے انہیں اس ارم کے مشابہ کیا ہے جو کہ پہاڑ یا علم ہیں، اس کا واحد اَرَم ہوگا۔ اس کلام میں تقدیم و تاخیر ہے یعنی فجر کی قسم اور ایسے ایسے۔

www.kitabosunnat.com

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿١٤﴾ [1]: کیا آپ نے نہیں دیکھا، یعنی کیا آپ ﷺ کے علم تک بات نہیں پہنچی کہ تیرے رب نے عاد کے ساتھ کیا کیا، یہ رویت قلب کی رویت ہے۔ خطاب

[1] معلوم نہیں ہوتا کہ مؤلف نے یہ آیت مبارکہ یہاں کیوں لکھی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نبی ﷺ کو ہے یا اس ہر کس کے لیے جس کے لیے خطاب مناسب ہو، عاد وثمود کا معاملہ عرب کے ہاں مشہور تھا، کیونکہ ان کے علاقے دیار عرب سے متصل تھے۔ وہ اہل کتاب سے فرعون کا معاملہ بھی سنا کرتے تھے۔ مجاہد ہی کہتے ہیں: ارم امتوں میں سے ایک امت تھی۔

قتادہ کہتے ہیں: وہ عاد کا ایک قبیلہ تھا، ایک قول ہے کہ دو عاد تھے، پہلا اِرَمْ تھا، اسی سے قیس بن رقیات کا قول ہے:

مجدا تليدا بناه أولهم

ادرك عادا وقبله ارما

''پرانی بزرگی جو بنائی تھی ان کے پہلوں نے، اس نے عاد کو پایا اور اس سے قبل ارم کو۔''

معمر کہتے ہیں: اِرَمْ پر عاد وثمود اکٹھے ہوتے ہیں، کہا جاتا ہے، عاد ارم اور عاد ثمود۔ یہ دو قبیلے ارم کی طرف منسوب تھے۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں: وہ دو عاد تھے، پس پہلے ارم تھا۔ ذَاتِ الْعِمَادِ کا مطلب ہے قوت اور شدت والے، یہ أعمدة کی قوت سے ماخوذ ہے، اسی طرح ضحاک نے کہا ہے: قتادہ اور مجاہد کہتے ہیں: وہ موسم بہار میں چل کر جاتے تھے، جب بوٹیاں خشک ہو جاتیں اپنے گھروں کو لوٹ آتے تھے۔ مقاتل کہتے ہیں: ذَاتِ الْعِمَادِ سے مراد ان کی لمبائی ہے، ان میں سے ایک آدمی کا قد بارہ گز ہوتا تھا، کہا جاتا ہے: رجل طويل العماد یعنی لمبے قد والا آدمی۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں: رجل معمد کہا جاتا ہے جب بندہ لمبا ہو۔ مجاہد اور قتادہ کہتے ہیں: وہ اپنی قوم میں سردار ہوتے تھے، کہا جاتا ہے فلان اپنی قوم کا عمید یا عمود ہے یعنی ان کا سردار ہے۔ ابن زید کہتے ہیں: ذَاتِ الْعِمَادِ سے مراد ستونوں کے ساتھ عمارت کو مضبوط کرنا ہے۔ صحاح والے کہتے ہیں: عماد اونچی عمارتیں ہیں یہ مذکر اور مؤنث استعمال ہوتا ہے، عمرو بن کلثوم نے کہا:

ونحن اذا عماد الحى خرت

على الاحفاض نمنع من يلينا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



''ہم لوگ جب محلے کی کوئی عمارت گرتی ہے، کمزوروں پر، تو ہم اپنے قریب والوں کو بچاتے ہیں۔''

عکرمہ اور سعید المقبری کہتے ہیں: وہ دمشق ہے، اس کو ابن وہب اور اشہب نے امام مالک سے بیان کیا ہے۔ محمد بن کعب کہتے ہیں: وہ اسکندریہ ہے۔

الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ ﴿۸﴾: یہ عاد کی صفت ہے یعنی لمبائی، قوت اور شدت میں اس قبیلے جیسا پیدا نہیں کیا گیا، انہوں نے ہی کہا تھا: مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً، یا یہ بستی کی صفت ہے، اس کے قول کے مطابق جس نے کہا ہے کہ ارم ان کی بستی کا نام ہے، یا اس زمین کا جس میں وہ رہتے تھے۔ پہلا معنی زیادہ مناسب ہے۔

اس کی دلیل حضرت ابیؓ کی قراءت الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهُمْ فِی الْبِلَادِ بھی ہے۔ ایک قول ہے کہ ارم ہلاکت ہے۔ ضحاک کہتے ہیں: اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ یعنی انہیں ہلاک کر کے رمیم بنا دیا یہی شہر بن حوشب کا قول ہے۔

مفسرین کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ایک شہر کا نام ہے، اس کے محلات، گھر اور باغات سونے اور چاندی سے بنائے گئے ہیں، اس کی کنکریاں جواہرات ہیں، اس کی مٹی کستوری ہے، اس میں کوئی انس کرنے والا نہیں ہے، نہ اس میں کوئی بنو آدم رہنے والا ہے، وہ شہر ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے، کبھی یمن میں ہوتا ہے، کبھی شام میں، کبھی عراق میں اور کبھی دیگر ممالک میں۔ یہ خالص جھوٹ ہے، جس کو معمولی تمیز ہے، وہ اس سے متفق نہیں ہے۔ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اضافہ کیا ہے، کہتے ہیں: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں عبداللہ بن قلابہ اس شہر میں داخل ہوئے تھے، یہ جھوٹ پر جھوٹ اور افتراء پر افتراء ہے۔ اسلام اور اہل اسلام کو بہت بڑی پریشانی، بڑا نقصان اور بڑی مصیبت ایسے کذابوں اور دجالوں کی وجہ سے پہنچی ہے جو جھوٹ کی جرأت کرتے ہیں، کبھی بنی اسرائیل پر، کبھی انبیاء پر، کبھی صالحین پر اور کبھی رب العالمین پر۔

یہ شر بڑھ جاتا ہے اور اس میں بہت اضافہ ہوتا ہے، جب ایسے لوگ ان روایات کو لے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کر چلتے ہیں، جنہیں صحیح، ضعیف اور موضوع روایت کا فرق معلوم نہیں ہوتا، وہ اللہ کی پاک کتاب کی تفسیر وتصنیف میں ان مختلف خرافات کو، گھڑے ہوئے قصوں کو، خود ساختہ کہانیوں کو اللہ پاک کی کتاب میں داخل کرتے ہیں، انہوں نے تبدیلی، تحریف اور تغیر کیا ہے، ہم نے جو کچھ بتایا ہے ایسی بعض باتیں جو معلوم کرنا چاہیے، اسے میری کتاب پر غور کرنا چاہیے، جس کا میں نے نام "الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة" رکھا ہے۔ پھر اللہ پاک نے دوسرے قبیلے کا قبیلہ عاد پر عطف ڈالا، جو کہ ثمود ہے، لہٰذا فرمایا: وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝ وہ حضرت صالح کی قوم ہیں ان کا نام ان کے جدّ ثمود بن عابر بن ارم بن سام بن نوح کے نام پر رکھا گیا ہے۔

جَابُوا الصَّخْرَ: کا مطلب اسے کاٹا ہے۔ جوب قطع ہے، اسی سے جَابَ الْبِلَادَ ہے جب اسے قطع یعنی طے کرے۔ قمیص کی جیب کو قطع کہتے ہیں کیونکہ وہ جیب یعنی قطع ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: اول جس نے پہاڑوں اور چٹانوں کو کریدا وہ ثمود ہے، انہوں نے سترہ سو بستیاں بنائیں، وہ سب پتھروں میں ہیں، اسی سے اللہ پاک کا فرمان ہے: وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ وہ پہاڑوں کو کریدتے تھے، ان میں سرنگیں بناتے اور ان سرنگوں میں رہنے کے لیے گھر بناتے تھے۔

بِالْوَادِ. جَابُوا کے متعلق ہے یا محذوف کے کہ یہ الصَّخْرَ سے حال ہے، وہ وادی قریٰ ہے۔

جمہور نے ثَمُوْدَ کو غیر منصرف پڑھا ہے کہ یہ ایک قبیلے کا نام ہے، تو اس میں تانیث اور معرفہ ہے۔ یحیٰی بن وثاب نے اسے منصرف پڑھا ہے کہ یہ ان کے باپ کا نام تھا۔ جمہور نے بِالْوَادِ میں وصل اور وقف میں یاء کو حذف کیا ہے، مصحف کے خط کی پیروی میں، جبکہ ابن کثیر نے دونوں میں اس کو ثابت رکھا ہے۔ قنبل کی ایک روایت میں وصل میں اس کو ثابت رکھا ہے وقف میں نہیں۔

وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ۝: یعنی لشکروں والا، جن کے بہت خیمے تھے جو میخوں سے مضبوط کیے جاتے تھے۔ یا خود لشکروں کو میخیں بنایا ہے کہ وہ بادشاہ کو مضبوط کرتے تھے۔ جیسے میخیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



خیموں کو مضبوط کرتی ہیں۔ ایک قول ہے کہ ان کے پاس میخیں تھیں جن سے لوگوں کو عذاب دیتے تھے اور ان کے ساتھ انہیں باندھتے تھے، اس کا بیان سورۃ صٓ میں گزر چکا ہے۔

الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ ﴿۱۱﴾: موصول عاد، ثمود اور فرعون کی صفت ہے، یعنی ان میں سے ہر گروہ نے اپنے علاقوں میں سرکشی کی، تکبر اور فخر کیا۔ طغیان: حد سے تجاوز ہے۔

فَاَكْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ ﴿۱۲﴾: کفر، اللہ کی نافرمانیوں اور اس کے بندوں پر ظلم کے ساتھ، یہاں جائز ہے کہ موصول محل رفع میں ہو کہ یہ ایک مبتداء محذوف کی خبر ہے یعنی الَّذِیْنَ طَغَوْا یا ذم کے طور پر محل نصب میں ہے۔

فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ﴿۱۳﴾: یعنی ان گروہوں پر ڈالا اور پھینکا عذاب کا کوڑا، وہ ہے جس کے ذریعے انہیں عذاب دیا گیا۔ زجاج کہتے ہیں: ان کو مارنے سے جو عذاب کی آواز آئی، فلاں پر خلعت کا صب کیا، یعنی اس پر ڈالا، اسی سے نابغہ کا قول ہے:

فصب علیه اللّٰه احسن صنعهٖ
وكان له بين البرية ناصرا

''اللہ نے اس پر اپنی اچھی کاریگری القاء کی، اور وہ اس کے لیے مخلوق کے مابین مددگار ہو گیا۔''

اسی سے کسی اور کا قول ہے:

الم تر ان اللّٰه اظهر دينه
وصب على الكفار سوط عذاب

''یا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے اپنے دین کو غالب کیا ہے اور کفار پر عذاب کا کوڑا برسایا ہے۔''

سوط عذاب کا مطلب عذاب کا ایک حصہ ہے، سوط کے ذکر میں اس کی طرف اشارہ ہے جو اللہ نے ان پر بڑا عذاب اتارا ہے، وہ آخرت کی نسبت سے جو اللہ نے ان کے لیے عذاب تیار کیا ہے، کوڑے کی طرف ہے، جب اسے عذاب کرنے والی چیزوں کے ساتھ قیاس کیا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



جائے گا، ایک قول ہے کہ سوط کا ذکر ان پر اترنے والی شدت پر دلالت کے لیے ہے، ان کے نزدیک سوط وہ ہے جس کے ساتھ عذاب دیئے جانے کی انتہا ہو۔ فراء کہتے ہیں: وہ ایک کلمہ ہے جو عرب کی انواع عذاب میں سے ہر عذاب کے لیے ہے۔ اس کی اصل یہ ہے کہ سوط وہ ہے جس کے ساتھ ان کا عذاب ہے جس کے ساتھ ان کو عذاب دیا جائے گا، پس یہ ہر عذاب کے لیے جاری ہوگا جو بھی ان کے ہاں انتہائی عذاب ہے۔ ایک قول ہے کہ اس کا مطلب خون اور گوشت کا ملنا ہے، یہ ان کے قول ساطه، یسوطه سوطا سے ہے، جب اس کے ساتھ ملے، تو سوط چیز کے بعض کا بعض کے ساتھ ملنا ہے، اسی سے کعب بن زہیر کا قول ہے:

لكنها خلة قد سيط من دمها
فجع وولع واخلاف وتبديل

"لیکن وہ ایک خلعت، خصوصیت ہے جو اس کے خون کے ساتھ ملائی گئی ہے۔ درد مند ہونا، محبت والا ہونا، خلاف کرنا اور بدلنا ہے۔"

دیگر نے کہا ہے:

احارث انا لو تساط دماء نا
تز ايلن حتى لا يمس دم دما

"اے حارث اگر ہمارے خون ملائے جائیں وہ جدا ہوں گے حتیٰ کہ ایک خون دوسرے خون کو نہ چھوئے گا۔"

کسی اور نے کہا ہے:

فسطها ذميم الرأى غير موفق
فلست على تسويطها بمعان

"پس ملا اس کو، مذموم رائے والا، نہ توفیق دیا گیا پس میں اس کو ملانے پر مددگار نہیں ہوں۔"

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿۱۴﴾: ان لوگوں کا قول ہم پیچھے بتا آئے ہیں جنہوں نے کہا کہ یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جواب قسم ہے، درست بات یہ ہے کہ جواب محذوف ہے، یہ جملہ اپنے ماقبل کی علت بیان کرتا ہے، اس میں راہنمائی ہے کہ آپ ﷺ کی قوم کے کفار کو پہنچے گا جو ان کفار کو پہنچا تھا۔ لَبِالْمِرْصَادِ کا مطلب ہے کہ وہ ہر انسان کے عمل پر نگاہ رکھتا ہے حتیٰ کہ اسے خیر کا اچھا اور شر کا برا بدلہ دے گا۔

حسن اور عکرمہ کہتے ہیں: یعنی اس پر بندوں کی راہ ہے اس سے کوئی بھی نہ چھوٹے گا۔ رصد اور مرصاد راستہ ہے۔ اس کا بیان سورۃ برأت میں گزر چکا ہے۔ نیز اللہ کے فرمان: اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا کے تحت بھی گزر چکا ہے۔

فریابی، ابن جریر، ابن ابی حاتم، حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: وَالْفَجْرِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: دن کی فجر۔

ابن جریر نے ان سے نقل کیا ہے، فرمایا: مراد فجر کی نماز ہے۔ سعید بن منصور نے، بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن عساکر نے انہی سے نقل کیا ہے وَالْفَجْرِ کے متعلق فرمایا: وہ محرم ہے جو سال کی (پہلی) فجر ہے۔ ماہ محرم کے روزے کی فضیلت کے متعلق صحیح احادیث آئی ہیں، لیکن ان میں یہ دلالت نہیں کہ وہی آیت سے مراد ہے۔ نہ مطابقت میں، نہ ضمن میں لیتے ہوئے اور نہ لازم کرنے میں۔ احمد، نسائی، بزار، ابن جریر، ابن المنذر، حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: وَالْفَجْرِ ۝١ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝٢ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝٣ فرمایا: عشر عید الاضحیٰ کا دسواں دن ہے، وتر یوم عرفہ ہے، شفع یوم نحر ہے، ایک لفظ ہیں کہ یہ ذی الحجہ کی راتیں ہیں۔

عبد بن حمید نے حضرت طلحہ بن عبداللہ سے نقل کیا ہے کہ وہ اور ابوسلمہ بن عبدالرحمن، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گئے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں یوم عرفہ کی صبح کھانے پر بلایا۔ ابوسلمہ نے کہا: کیا یہ ان دس راتوں میں سے نہیں ہے جن کا اللہ نے قرآن میں ذکر کیا ہے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: تمہیں کیا معلوم ہے؟ کہا: میں شک نہیں کرتا۔ کہا: کیوں نہیں تم شک کرو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ان دس راتوں کی فضیلت میں احادیث آئی ہیں، لیکن ان میں کسی بھی طرح ایسی بات نہیں ہے جو دلالت کرتی ہو کہ قرآن والی راتوں سے یہی مراد ہیں۔ ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ رمضان کے آخری دس دن ہیں۔

احمد، عبد بن حمید، ترمذی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے اور ابن مردویہ نے حضرت عمران بن حصین سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شفع اور وتر کے متعلق سوال کیا گیا، فرمایا: وہ نماز ہے، کچھ شفع ہے اور کچھ وتر ہے۔ اس کی سند میں ایک آدمی مجہول ہے، اسی نے اسے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔

عمران بن عصام نے حضرت عمران بن حصین سے ایک مجہول راوی ساقط کر کے بیان کیا ہے، ترمذی اسے اس سند سے روایت کرنے کے بعد، جس میں آدمی مجہول ہے، کہتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے، ہم اسے قتادہ کی حدیث کے علاوہ نہیں جانتے۔

ابن کثیر فرماتے ہیں: میرے خیال میں اس کا حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ پر موقوف ہونا زیادہ مناسب ہے۔ واللہ اعلم

ابن جریر نے ان اقوال میں سے شفع اور وتر کے بارے میں سے کسی بھی چیز کو قطعی نہیں کہا ہے۔

عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر نے اس حدیث کو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ پر موقوف نقل کیا ہے، یہ ابن کثیر کی بات کو تقویت دیتی ہے۔

عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ہر چیز جو دو ہے، وہ شفع ہے، اور وتر ایک ہے۔

طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابو ایوب سے نقل کیا ہے، سیوطی فرماتے ہیں: ضعیف سند کے ساتھ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شفع اور وتر کے متعلق پوچھا گیا، فرمایا: دو دن اور ایک رات، عرفہ کا دن اور نحر کا دن۔ اور وتر نحر کی رات، جمع (مزدلفہ) کی رات ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ابن جریر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شفع دو دن ہیں، اور وتر تیسرا دن ہے۔

عبدالرزاق، سعید بن منصور، ابن سعد، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ان سے شفع اور وتر کے متعلق سوال کیا گیا، فرمایا: شفع اللہ کا فرمان: فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ہے۔ اور وتر تیسرا دن ہے۔ ایک قول ہے کہ وتر ایام تشریق میں سے درمیانہ ہے۔

عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں مختلف سندوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: شفع یوم نحر ہے اور وتر یوم عرفہ ہے۔

ابن جریر نے ان سے وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۚ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جب جائے۔

ابن المنذر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، انہوں نے وَالْفَجْرِ سے اِذَا يَسْرِ تک پڑھا، تو فرمایا: یہ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ پر قسم ہے۔

فریابی، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے شعب الایمان میں چند سندوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: عقل، دانش اور معرفت والے۔

ابن جریر نے ان سے اللہ کے فرمان: بِعَادٍ ۙ اِرَمَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ارم سے مطلب ہلاک ہونے والا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم کہتے ہو: اَرِمَ بَنُو فُلَانٍ، ذَاتِ الْعِمَادِ یعنی ان کی لمبائی ستونوں کی طرح تھی۔

ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت مقدام بن معدی کرب سے نقل کیا ہے، نبی کریم ﷺ کے پاس ذکر کیا گیا: اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ، فرمایا: ان میں سے ایک شخص بڑا پتھر لیتا، اسے اپنے کندھے پر اٹھاتا، کسی بھی محلے پر اسے گرا دیتا اور انہیں ہلاک کر دیتا۔ اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے۔ کیونکہ معاویہ بن صالح نے اسے اس شخص سے نقل کیا ہے جس نے اسے مقدام سے بیان کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: انہوں نے انہیں کریدا تھا۔

ابن جریر نے ان سے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ پہاڑوں کو کرید کر مکان بناتے تھے۔ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ کے متعلق نقل کیا ہے اور اسے صحیح بھی کہا ہے، فرمایا: فرعون نے اپنی بیوی کو چار میخیں گاڑ دیں، پھر اس کی پشت پر بڑی چکی پھینکی حتیٰ کہ وہ شہادت پا گئی۔

ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ سن رہا اور دیکھ رہا ہے۔

حاکم نے نقل کیا ہے اور صحیح بھی کہا ہے اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اللہ کے فرمان: إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: صراط کے پیچھے چند پل ہوں گے۔ ایک پل پر امانت ہوگی، ایک پل پر رحم ہوگا اور ایک پل پر رب عزوجل ہوں گے۔

فَأَمَّا الْإِنسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ ﴿١٥﴾ وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ﴿١٦﴾ كَلَّا ۖ بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ﴿١٧﴾ وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ﴿١٨﴾ وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا ﴿١٩﴾ وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿٢٠﴾ كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿٢١﴾ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿٢٢﴾ وَجِيءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ ۚ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ ﴿٢٣﴾ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي ﴿٢٤﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ ﴿٢٥﴾ وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ ﴿٢٦﴾ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِي جَنَّتِي ﴿٣٠﴾

پس لیکن انسان جب اس کا رب اسے آزمائے، پھر اسے عزت بخشے اور اسے نعمت دے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت بخشی۔ اور لیکن جب وہ اسے آزمائے، پھر اس پر اس کا رزق تنگ کر دے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔ ہرگز ایسا نہیں، بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔ اور نہ تم آپس میں مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو۔ اور تم میراث کھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جاتے ہو، سب سمیٹ کے کھا جانا۔ اور مال سے محبت کرتے ہو، بہت زیادہ محبت کرنا۔ ہرگز نہیں، جب زمین کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دی جائے گی۔ اور تیرا رب آئے گا اور فرشتے جو صف در صف ہوں گے۔ اور اس دن جہنم کو لایا جائے گا، اس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا اور (اس وقت) اس کے لیے نصیحت کہاں۔ کہے گا اے کاش! میں نے اپنی زندگی کے لیے آگے بھیجا ہوتا۔ پس اس دن اس کے عذاب جیسا عذاب کوئی نہیں کرے گا۔ اور نہ اس کے باندھنے جیسا کوئی باندھے گا۔ اے اطمینان والی جان! اپنے رب کی طرف لوٹ آ، اس حال میں کہ تو راضی ہے، پسند کی ہوئی ہے۔ پس میرے (خاص) بندوں میں داخل ہو جا۔ اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

جب اللہ پاک نے یہ ذکر فرمایا کہ وہ نگہبانی پر ہے، تو بندوں کے مختلف احوال بھی ذکر فرمائے کہ خیر پہنچتے وقت، شر پہنچتے وقت ان کے احوال کیا ہیں، ان کا مطمع نظر اور ان کا بڑا مقصد دنیا ہے، لہٰذا فرمایا:

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ: یعنی نعمتوں کے ساتھ اس کی آزمائش کرتا اور امتحان لیتا ہے۔

فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ: اسے مال کے ساتھ عزت دیتا ہے اور اس پر اس کا رزق وسیع کرتا ہے۔

فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ﴿15﴾: جو اس نے پایا اس پر خوشی سے اور جو دیا گیا اس پر مسرت سے، اس میں اللہ کا شکر کرنے والا نہیں ہے، نہ اس کے ذہن میں خیال آتا ہے کہ یہ اس کے رب کی طرف سے اس کا امتحان ہے، اس کے حال کی آزمائش ہے جو اس کے صبر اور جزع نیز نعمت کے شکر اور ناشکری پر مشتمل ہے۔ اِذَا مَا میں مَا زائدہ ہے۔

فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ: یہ آزمائش کی تفسیر ہے۔ اَكْرَمَنِ کا مطلب ہے کہ اس نے مجھے مال دے کر فضیلت بخشی ہے، مجھ پر زیادہ نعمت کی ہے کیونکہ میں اس کا حق دار ہوں، میں ہی اس کا مقام ہوں۔

الْاِنْسَانُ مبتداء ہے اور فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ اس کی خبر ہے۔ اس پر فاء داخل ہوا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تاکہ أَمَّا کو شرط کے معنیٰ میں لے جائے۔ ظرف مبتداء اور خبر کے درمیان ہے، اگرچہ وہ لفظاً مقدم ہے لیکن معنیٰ وہ موخر ہے، یعنی رہا انسان تو وہ کہتا ہے: میرے رب نے وقت آزمائش انعام کے ساتھ مجھے عزت دی ہے۔ کلبی کہتے ہیں: انسان سے مراد کافر ابیّ بن خلف ہے۔ مقاتل کہتے ہیں: یہ امیہ بن خلف کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ ایک قول ہے کہ عتبہ بن ربیعہ اور ابوحذیفہ بن المغیرہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

وَ اَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ: یعنی اسے آزماتا ہے اور اس کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جو آزمائے گئے کے ساتھ ہوتا ہے۔

فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ: یعنی اسے تنگی دیتا ہے وسعت اور کشادگی نہیں دیتا۔

فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ﴿۱۶﴾: یعنی مجھے ذلت دے دی ہے۔ یہ اس کافر کی صفت ہے جو اٹھائے جانے پر ایمان نہیں رکھتا، کیونکہ اس کے نزدیک عزت صرف دنیا اور اس کی وسعت ہے۔ دنیا نہ ملنا اس کے نزدیک بے عزتی ہے اور اس کی مراد زینت وغیرہ حاصل نہ کرسکنا بھی۔

رہا مومن تو وہ سمجھتا ہے کہ عزت اس چیز کا نام ہے کہ اللہ اسے نیکی کی توفیق دے کر عزت دے اور اسے عمل آخرت کی توفیق بخشے۔ احتمال ہے کہ انسان سے مراد عموم ہو، کیونکہ اسے اس بات پر تنبیہ نہیں ہے کہ جو خیر اس تک پہنچی ہے، اور دنیا میں جو شر اس تک پہنچا ہے، وہ امتحان اور آزمائش کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور دنیا ساری کی ساری اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے برابر بھی نہیں ہے اور اگر مچھر کے ایک پر کے برابر ہوتی تو وہ کافر کو اس سے پانی کا ایک گھونٹ نہ دیتے۔

نافع نے اَكْرَمَنِ اور اَهَانَنِ میں یاء کو ثابت کیا ہے، وصل حذف اور وقف کے طور پر۔ ابن کثیر نے بزی کی روایت کے مطابق نیز ابن محیصن اور یعقوب نے اسے وصل اور وقف میں ثابت کیا ہے۔ باقیوں نے وصل اور وقف میں اسے حذف کر کے پڑھا ہے۔ مصحف (قرآن پاک) کے رسم (الخط) کی پیروی میں اور آیات کے اواخر کی موافقت میں۔ اصل اس کا اثبات ہے کیونکہ یہ ایک اسم ہے، حذف سے شاعر کا قول ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ومن کاشح ظاهر غمره
اذا ما انتصب له انکرن

''اور دشمنی کرنے والا، کینہ ظاہر کرنے والا، جب میں اس کے مقابل آیا اس نے میرا انکار کیا۔''

یعنی انکرنی، جمہور نے فَقَدَرَ کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ ابن عامر نے شد کے ساتھ پڑھا ہے، یہ دو لغات ہیں۔ حرمیان اور ابوعمرو نے رَبِّیْ میں دونوں جگہ یاء پر زبر پڑھی ہے جبکہ باقیوں نے اسے ساکن پڑھا ہے۔

كَلَّا: جو انسان دونوں حالتوں میں کہتا ہے، اس کے کہنے پر یہ ڈانٹ اور ڈپٹ ہے، اللہ پاک کبھی بندے کے رزق میں وسعت دیتا ہے اور انسان کے لیے نعمتیں بڑھاتا ہے تو یہ اس کی عزت کے لیے نہیں ہوتا۔ کبھی اس پر تنگی کرتا ہے تو یہ اس کی بے عزتی کے لیے نہیں ہوتا۔ بلکہ امتحان اور آزمائش کے لیے ہے جیسا کہ پیچھے گزرا ہے۔

فراء کہتے ہیں: كَلَّا یہاں پر اس معنیٰ میں ہے کہ بندے کو اس طرح کا نہیں ہونا چاہیے بلکہ اسے غنیٰ اور فقر میں اللہ کی حمد کرنی چاہیے۔ پھر اللہ پاک انسان کے برے اقوال کے بیان سے، اس کے برے افعال کے بیان کی طرف آئے، لہٰذا فرمایا: بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ خطاب کی طرف جو کلام موڑا ہے، اس کا مقصد جمہور کی قراءت تاء والی کے ساتھ ڈانٹ اور ڈپٹ ہے۔ جبکہ ابوعمرو اور یعقوب نے یاء کے ساتھ خبر کے طور پر پڑھا ہے۔ اسی طرح اس کے بعد والے افعال میں بھی ان کا اختلاف ہے، جمہور نے تَحٰٓضُّوْنَ، تَاْكُلُوْنَ اور تُحِبُّوْنَ کو تاء کے ساتھ مخاطب کے طور پر پڑھا ہے جبکہ ابوعمرو اور یعقوب نے ان میں یاء پڑھی ہے، ان افعال میں انسان کے معنیٰ کے اعتبار سے ہے کیونکہ اس سے مراد جنس ہے، مطلب ہے بلکہ تمہارے افعال ہیں جو مذکور سے بڑھ کر قبیح ہیں، وہ یہ کہ تم اکرام یتیم چھوڑتے ہو، تم اس کا مال کھاتے ہو اور تم اپنے زائد اموال سے اسے روکتے ہو۔ مقاتل کہتے ہیں: یہ قدامہ بن مظعون کے متعلق نازل ہوئی، جو امیہ بن خلف کی پرورش میں ایک یتیم تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۱۸﴾: جمہور نے تَحُضُّوْنَ پڑھا ہے۔ حَضَّه على كذا سے، جب کوئی کسی کو ترغیب دلائے، اس کا مفعول محذوف ہے یعنی تم اپنے نفسوں کو نہیں ابھارتے یا ایک دوسرے کو اس پر ترغیب نہیں دیتے، نہ حکم دیتے ہو اور نہ راہنمائی کرتے ہو۔

کوفیوں نے تَحٰٓضُّوْنَ میں تاء اور حاء پر زبر پڑھی ہے جس کے بعد الف ہے، اس کی اصل تتحاضون ہے، ایک تاء کو حذف کر دیا گیا۔ یعنی تم میں سے بعض بعض کو ترغیب نہیں دیتے۔ کسائی کی ایک روایت میں اور سلمی نے تَحٰٓضُّوْنَ میں تاء پر پیش پڑھی ہے، یہ حض سے ہے، جس کا مطلب حث (ابھارنا) ہے۔

عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۱۸﴾: کا فرمان الٰہی: تَحٰٓضُّوْنَ کے متعلق ہے، یہ یا تو اسم مصدر ہے یعنی اِطْعَامُ الْمِسْكِيْنُ یا مَطْعُوْم کا اسم ہے اور یہ حذف مضاف پر ہے یعنی بَذْلِ طَعَامِ الْمِسْكِيْنَ یا اِعْطَاءِ طَعَامِ الْمِسْكِيْنَ۔

وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ: اس کا اصل وراث ہے، تاء کو واؤ مضموم کے ساتھ بدلا، جیسے تجاہ اور وجاہ ہے۔ اس سے مراد یتیموں کے اموال ہیں جن کے وہ اپنے قرابت داروں سے وارث بنتے ہیں، اسی طرح عورتوں کے اموال ہیں کیونکہ وہ عورتوں اور بچوں کو وارث نہیں بناتے تھے اور ان کے اموال کھاتے تھے۔

اَكْلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾: یعنی زیادہ کھانا۔ ایک قول ہے کہ لَّمًّا کا مطلب جَمِيْعًا ہے یہ لَمَمْتُ الطَّعَامَ سے نکلا ہے، جب تم کھانا سب کھا جاؤ۔ حسن کہتے ہیں: وہ اپنا حصہ اور یتیم کا حصہ کھاتا ہے۔ اسی طرح ابوعبیدہ نے کہا ہے۔ کلام عرب میں اللَّم کا اصل جمع ہے، لَمَمْتُ الشَّيْءَ أَلُمَّهُ لَمًّا کہتے ہیں: جب تم نے جمع کیا۔ اسی سے ہے: لَمَّ اللّٰهُ شِعْثَهٗ یعنی اللہ اس کے پراگندہ امور کو جمع کرے، اسی سے نابغہ کا قول ہے:

ولست بمستبق اخا لا تلمهٗ
على شعث، اى الرجال المهذب

''نہیں ہوں میں آگے بڑھنے والا، بھائی تو نہ اسے جمع کر تہذیب کیے گئے مردوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے کسی پراگندہ گروہ پر۔"

لیث کہتے ہیں: اللمّ سخت جمع ہے، اسی سے حجر ملموم ہے اور کتیبہ ملمومہ ہے، کھانے والا یَلِمّ الثَّرِیْدَ یعنی اسے جمع کرتا ہے پھر کھاتا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: اسے ریزہ ریزہ کرتا ہے۔ ابن زید کہتے ہیں: جب وہ اپنا مال کھالیتا ہے تو دوسرے کا مال جمع کرتا ہے اور اسے کھاتا ہے، وہ کھانے میں خبیث اور طیب کے متعلق نہیں سوچتا۔

وَّ تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾: یعنی بہت محبت، جم کا مطلب کثیر ہے، کہا جاتا ہے: جم الماء فی الحوض جب پانی زیادہ ہو اور جمع ہو۔ جَمَّةُ وہ جگہ ہے جہاں پانی اکٹھا ہوتا ہے۔

پھر اللہ پاک نے ان پر ڈانٹ اور ڈپٹ کو دہرایا، لہٰذا فرمایا: كَلَّآ یعنی اس طرح تمہارا عمل ہونا چاہیے۔ پھر اللہ پاک نے نئی بات شروع کی، لہٰذا فرمایا: اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ڈانٹ اور ڈپٹ کے بعد اس میں ان کے لیے ایک وعید ہے۔ دَكٌّ کا مطلب توڑنا اور کوٹنا ہے۔ یہاں معنیٰ ہے کہ وہ ہلائی جائے گی، ہلانے کے بعد پھر حرکت دی جائے گی۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں: اس کے پہاڑ کوٹے جائیں گے حتیٰ کہ برابر ہو جائیں گے۔ زجاج کہتے ہیں: یعنی اسے ہلایا جائے گا اور بعض کو بعض کے ساتھ کوٹا جائے گا۔ مبرد کہتے ہیں: یعنی بچھا دی جائے گی، اس کی بلندی ختم ہو جائے گی۔ دَكٌّ کا مطلب مرتفع کو توڑ کر بچھانا ہے۔ سورۃ الاعراف میں دَكٌّ کے متعلق بات گزر چکی ہے اور سورۃ الحاقہ میں بھی۔

مطلب ہے کہ ایک مرتبہ کے بعد دوبارہ کوٹی جائے گی۔ پہلے دَكًّا پر نصب اس لیے ہے کہ یہ فعل کا مصدر مؤکد ہے اور دوسرا دَكًّا پہلے کی تاکید ہے۔ اس طرح ابن عصفور نے کہا ہے۔ جائز ہے کہ اس کا نصب حال کے طور پر ہو یعنی اس حال میں کہ وہ ایک مرتبہ کے بعد دوبارہ کوٹی جائے گی۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ میں نے اسے حساب کا باب باب سمجھایا ہے اور اسے لکھنے میں حرف حرف سکھایا ہے۔ مطلب ہے کہ اسے دوبارہ کوٹا گیا حتیٰ کہ وہ اڑنے والے غبار کی طرح ہو گئی۔

وَّ جَآءَ رَبُّكَ: یعنی اس کا حکم اور اس کا فیصلہ آیا[1] اور اس کی نشانیاں ظاہر ہوئیں۔ ایک

[1] آیت مبارکہ کی تاویل کی یہاں کوئی ضرورت نہیں تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قول ہے کہ اس دن شبہات زائل ہو جائیں گے اور معارف ظاہر ہوں گے وہ ضروری ہوں گے، جیسے اس چیز سے شک ختم ہوتا ہے جس میں شک کیا جاتا تھا۔ ایک قول ہے کہ تیرے رب کا قہر اور اس کا سلطان آیا، اس کا منفرد حکم ہوگا، تدبیر اس کے ہاتھ میں ہوگی، وہاں کسی بندے کو وہ کچھ اختیار نہ دے گا۔

وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾: یہاں صَفًّا صَفًّا پر نصب حال ہونے کی وجہ سے ہے، یعنی صف بنانے والے، یا صفوں والے۔ عطاء کہتے ہیں: مراد ملائکہ کی صفیں ہیں اور ہر آسمان والوں کی الگ صف ہوگی۔ ضحاک کہتے ہیں: جب ہر آسمان والے زمین پر اتریں گے وہ صف بنا کر زمین اور زمین والوں کا احاطہ کریں گے، لہٰذا وہ سات صفیں ہوں گے۔

وَجِایْٓءَ یَوْمَىِٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ: یَوْمَىِٕذٍ جِیْٓءَ کی وجہ سے منصوب ہے اور بِجَهَنَّمَ قائمقام فاعل ہے۔ مکی نے جائز کہا ہے کہ یَوْمَىِٕذٍ قائمقام فاعل ہو، حالانکہ یہ درست نہیں ہے۔

واحدی کہتے ہیں: مفسرین کی ایک جماعت کا قول ہے کہ اسے ستر ہزار لگاموں کے ساتھ باندھ کر لایا جائے گا، ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچیں گے حتیٰ کہ اسے عرش کے بائیں ٹھہرایا جائے گا، کوئی مقرب فرشتہ اور کوئی نبی مرسل نہ باقی رہے گا مگر وہ سب گھٹنوں کے بل بیٹھیں گے، ہر کس کہے گا: اے رب میری جان! اے رب میری جان! یہ جو مفسرین کی جماعت سے انہوں نے نقل کیا ہے آگے رسول اللہ ﷺ تک اس کا مرفوع بیان آتا ہے۔ ان شاء اللہ

یَوْمَىِٕذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ: یہ یَوْمَىِٕذٍ پچھلے یَوْمَىِٕذٍ سے بدل ہے، یعنی جس دن جہنم کو لایا جائے گا انسان نصیحت پکڑے گا، یعنی عبرت پکڑے گا، اپنی کوتاہی یاد کرے گا، دنیا سے جو کفر اور معاصی اس نے آگے بھیجے اس پر نادم ہوگا، ایک قول ہے کہ دوسرا یَوْمَىِٕذٍ اللہ کے فرمان: اِذَا دُكَّتِ سے بدل ہے۔ ان دونوں میں عامل اللہ کا فرمان یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ ہے۔

وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾: یعنی اس کے لیے وعظ و نصیحت حاصل کرنا کیسے ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ مضاف کے حذف پر ہے، یعنی اس کے لیے نصیحت کا نفع کہاں ہے۔ زجاج کہتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہیں: وہ توبہ ظاہر کرتا ہے، لیکن اس کے لیے توبہ کہاں ہے؟

يَقُولُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ﴿٢٤﴾: یہ جملہ ایک مقدر سوال کے جواب میں مستأنفہ ہے، گویا کہ کہا گیا: انسان کیا کہتا ہے۔ جائز ہے کہ یہ يَتَذَكَّرُ سے بدل اشتمال ہو۔ مطلب ہے وہ تمنی کرے گا کہ اس نے خیر اور عمل صالح آگے بھیجے ہوتے۔

لِحَيَاتِيْ میں لام کا مطلب لأجل حیاتی ہے۔ مراد آخرت کی حیات ہے، وہ درحقیقت حیات ہے، کیونکہ وہ دائمی ہے منقطع نہیں ہوگی۔ ایک قول ہے کہ لام فِيْ کے معنیٰ میں ہے، مراد دنیا کی حیات ہوگی یعنی کاش میں نے دنیا کی اپنی حیات کے وقت عمل صالح کیے ہوتے جن سے میں آج نفع اٹھاتا، پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے۔ حسن کہتے ہیں: اسے معلوم ہو جائے گا کہ اس کا واسطہ ایسی زندگی سے پڑ رہا ہے جو لمبی ہے اور اس میں موت نہیں ہے۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ ﴿٢٥﴾: یعنی اس دن جب یہ وقت ہوگا، جو احوال بتائے گئے ہیں، تو کوئی اللہ کے عذاب کی طرح عذاب نہیں دے گا۔

وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ ﴿٢٦﴾: اس کے وثاق کی طرح۔ یا اللہ کے عذاب اور اس کے وثاق پر اس کے سوا کوئی نگہبان نہ ہوگا، کیونکہ حکم سب اللہ کا ہوگا۔ دونوں صورتوں کو مقدر مان کر عَذَابَهٗۤ اور وَثَاقَهٗۤ کی ضمیریں اللہ عزوجل کے لیے ہیں۔ یہ جمہور کی قراءت يُعَذِّبُ اور يُوْثِقُ مبنی برفاعل کی بنیاد پر ہے۔ کسائی نے مفعول کی بنیاد پر پڑھا ہے پھر دونوں ضمیریں انسان کی طرف لوٹیں گی، یعنی انسان کی طرح کسی کو عذاب نہ دیا جائے گا اور نہ اس کی طرح کسی کو باندھا جائے گا۔

انسان سے مراد کافر ہے، یعنی جو کافر نہیں ہے اسے کافر کی طرح عذاب نہیں دیا جائے گا۔ ایک قول ہے کہ ابلیس مراد ہے۔ ایک قول امیہ بن خلف کے متعلق ہے۔ فراء کہتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ اس معین کافر کی طرح کسی ایک کو بھی عذاب نہ دیا جائے گا۔ بیڑیوں اور طوقوں سے نہ جکڑا جائے گا، کوئی بھی اس طرح، کیونکہ یہ کفر وعناد میں انتہاء کو پہنچا ہے۔ ایک قول ہے، مطلب یہ ہے کہ اس کی جگہ پر کسی کو عذاب نہ دیا جائے گا اور نہ اس کی جگہ پر کسی کو باندھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جائے گا اور نہ کسی سے فدیہ لیا جائے گا، یہ ایسے ہے جیسے فرمایا: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔

عذاب بمعنی تعذیب ہے۔ وثاق بمعنی توثیق ہے۔ ابوعبید اور ابوحاتم نے کسائی کی قراءت کو اختیار کیا ہے، کہتے ہیں: دونوں جگہوں پر ھاء کافر کی ضمیر ہوگی، کیونکہ معروف ہے کہ اللہ کے عذاب کی طرح کوئی عذاب نہیں دے سکتا۔ ابوعلی الفارسی کہتے ہیں: جائز ہے کہ جماعت مفسرین کی قراءت کے مطابق ضمیر کافر کے لیے ہو کہ کوئی کسی کو عذاب نہیں دے سکتا جس طرح اس کافر کو عذاب دیا جاتا ہے۔

جب اللہ پاک نے ان اشقیاء کے حال کا بیان مکمل کیا تو کچھ حال سعداء کا ذکر کیا، لہٰذا فرمایا: يَاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ. مطمئنہ وہ ہے جو سکون والی ہے، ایمان اور اللہ کی توحید پر یقین رکھنے والی ہے، یقین کی ٹھنڈک/ گہرائی تک پہنچنے والی ہے، اس صورت میں کہ اس سے کوئی شک نہ ملا ہو اور نہ اس پر کوئی شبہ آتا ہو۔ حسن کہتے ہیں: وہ ایمان اور یقین رکھنے والی ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: اللہ کے فیصلے پر راضی رہنے والی، جسے معلوم ہے کہ اسے جو نہیں ملا وہ اسے ملنا ہی نہیں تھا۔ اور جو اسے ملا ہے وہ اس سے چھوٹ نہیں سکتا تھا۔

مقاتل کہتے ہیں: وہ ایمان اور اطمینان والی ہے۔ ابن کیسان کہتے ہیں: اللہ کے ذکر کے ساتھ مطمئن ہونے والی ہے۔ ایک قول ہے کہ اخلاص والی ہے۔ ابن زید کہتے ہیں: مطمئن ہونے والی ہے کیونکہ اسے موت اور قبر سے اٹھتے وقت جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

ارْجِعِيْ إِلٰى رَبِّكِ: یعنی اللہ کی طرف لوٹ جا۔

رَاضِيَةً: اس ثواب پر جو اس نے تجھے عطا فرمایا ہے۔

مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾: اس کے ہاں۔ ایک قول ہے کہ جو تجھے وعدہ دیا گیا ہے، اس کی طرف لوٹ جا۔ ایک قول ہے: اس کے حکم کی طرف۔ عکرمہ اور عطاء کہتے ہیں: ارْجِعِيْ إِلٰى رَبِّكِ کا مطلب ہے، تو اپنے جسم کی طرف لوٹ جا جس میں تو تھی۔ اس کو ابن جریر نے اختیار کیا ہے، اس کی دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت فَادْخُلِيْ فِيْ عَبْدِيْ مفرد کے ساتھ ہے، پہلا معنی زیادہ مناسب ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ: یعنی میرے نیک بندوں کی جماعت میں، تو من جملہ ان کے ہو جا۔ ان کے سلسلے سے منسلک ہو جا۔

وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ﴿۳۰﴾: ان کے ساتھ۔ ایک قول ہے "تو اپنے رب کی طرف لوٹ جا" اسے دنیا سے نکلتے وقت کہا جائے گا۔ اسے کہا جائے گا: میرے بندوں میں داخل ہو جا اور روز قیامت میری جنت میں داخل ہو جا۔ آیت سے مراد ہر مطمئن نفس ہے عموم کے طور پر۔

کسی متعین نفس کے بارے میں اس کا نزول اس بات کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ اعتبار عام لفظ کا ہوتا ہے نا کہ خاص سبب کا۔

عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: اَكْلًا لَّمًّا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: توڑ کر۔ حُبًّا جَمًّا فرمایا: سخت۔

ابن جریر نے انہی سے اَكْلًا لَّمًّا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: شدید۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے انہی سے اللہ کے فرمان: اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اس کا ہلایا جانا۔ مسلم، ترمذی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم کو اس دن لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی، ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے، جو اسے کھینچتے ہوں گے۔

ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اس کے لیے کیسے ہے؟ ابن ابی حاتم نے انہی سے اللہ کے فرمان: فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗ...... الآیہ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اللہ کے عذاب کے ساتھ کوئی عذاب نہیں دے گا اور اللہ کے وثاق کے ساتھ کوئی نہیں باندھے گا۔

ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور ضیاء نے المختارۃ میں انہی سے نقل کیا ہے، اللہ کے فرمان: يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ کے متعلق فرمایا: ایمان والی۔ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ فرمایا: اپنے جسم کی طرف۔ فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، عرض کی یا رسول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اللہ! یہ کس قدر اچھا ہے، فرمایا: خبردار! یہ عنقریب تجھے کہا جائے گا۔

عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت سعید بن جبیر سے اس طرح مرسل روایت نقل کی ہے۔

حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ابن جریر اور ابن المنذر نے انہی سے نقل کیا ہے، النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ کے متعلق فرمایا: تصدیق کرنے والی۔

ابن جریر نے انہی سے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: روز قیامت روحیں جسموں میں لوٹائی جائیں گی۔

ابن ابی حاتم نے انہی سے اللہ کے فرمان ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اس پر جو اسے ثواب عطا کیا گیا۔ مَّرْضِيَّةً اس کے عمل کی وجہ سے اس پر رضا ہوگی۔ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي مومنین مراد ہیں۔

ابن ابی حاتم اور طبرانی نے حضرت سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے طائف میں وفات پائی، ایک پرندہ آیا جس جیسی تخلیق نہیں دیکھی گئی تھی، وہ ان کی نعش میں داخل ہو گیا پھر اس کا وہاں سے نکلنا نہیں دیکھا گیا۔ جب انہیں دفن کیا گیا تو قبر کے کنارے پر یہ آیت تلاوت کی گئی: يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِي جَنَّتِي ﴿٣٠﴾ لیکن ہم نہیں جانتے تھے کہ یہ تلاوت کس نے کی۔

ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت عکرمہ سے اسی طرح روایت نقل کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورۃ البلد

اس کو سورۃ ''لَآ اُقۡسِمُ'' بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی بیس آیات ہیں اور یہ بلا اختلاف مکی ہے۔

ابن ضریس، نحاس، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: سورۃ لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۙ مکہ میں نازل ہوئی۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۙ ﴿۱﴾ وَ اَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۙ ﴿۲﴾ وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ ۙ ﴿۳﴾ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِىۡ كَبَدٍ ؕ ﴿۴﴾ اَيَحۡسَبُ اَنۡ لَّنۡ يَّقۡدِرَ عَلَيۡهِ اَحَدٌ‌ ۘ ﴿۵﴾ يَقُوۡلُ اَهۡلَكۡتُ مَالًا لُّبَدًا ؕ ﴿۶﴾ اَيَحۡسَبُ اَنۡ لَّمۡ يَرَهٗۤ اَحَدٌ ؕ ﴿۷﴾ اَلَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ عَيۡنَيۡنِ ۙ ﴿۸﴾ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيۡنِ ۙ ﴿۹﴾ وَهَدَيۡنٰهُ النَّجۡدَيۡنِ ۚ ﴿۱۰﴾ فَلَا اقۡتَحَمَ الۡعَقَبَةَ ۖ ﴿۱۱﴾ وَمَاۤ اَدۡرٰكَ مَا الۡعَقَبَةُ ؕ ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ۙ ﴿۱۳﴾ اَوۡ اِطۡعٰمٌ فِىۡ يَوۡمٍ ذِىۡ مَسۡغَبَةٍ ۙ ﴿۱۴﴾ يَّتِيۡمًا ذَا مَقۡرَبَةٍ ۙ ﴿۱۵﴾ اَوۡ مِسۡكِيۡنًا ذَا مَتۡرَبَةٍ ؕ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡمَرۡحَمَةِ ؕ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓـئِكَ اَصۡحٰبُ الۡمَيۡمَنَةِ ؕ ﴿۱۸﴾ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِنَا هُمۡ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡئَمَةِ ؕ ﴿۱۹﴾ عَلَيۡهِمۡ نَارٌ مُّؤۡصَدَةٌ ﴿۲۰﴾

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ نہیں، میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں! اور تو اس شہر میں رہنے والا ہے۔ اور جننے والے کی قسم! اور اس کی جو اس نے جنا! بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے۔ کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کبھی کوئی قادر نہیں ہوگا؟ کہتا ہے میں نے ڈھیروں مال برباد کر ڈالا۔ کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اسے کسی نے نہیں دیکھا؟ کیا ہم نے اس کے لیے دو آنکھیں نہیں بنائیں۔ اور ایک زبان اور دو ہونٹ۔ اور ہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نے اسے دو واضح راستے دکھا دیے۔ پھر (بھی) وہ مشکل گھاٹی میں نہ گھسا۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ وہ مشکل گھاٹی کیا ہے؟ (وہ) گردن چھڑانا ہے۔ یا کسی بھوک والے دن میں کھانا کھلانا ہے۔ کسی قرابت والے یتیم کو۔ یا مٹی میں ملے ہوئے کسی مسکین کو۔ پھر (یہ کہ) ہو وہ ان لوگوں میں سے جو ایمان لائے اور جنھوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی وصیت کی۔ یہی لوگ دائیں ہاتھ والے ہیں۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا وہی بائیں ہاتھ والے ہیں۔ ان پر (ہر طرف سے) آگ بند کی ہوئی ہوگی۔

اللہ کا فرمان ہے: لَآ اُقْسِمُ ، لا زائدہ ہے، مطلب ہے: میں قسم کھاتا ہوں۔

بِهٰذَا الْبَلَدِ: اس پر کلام لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔ قسم کے علاوہ کلام میں لا بڑھانے سے شاعر کا یہ قول ہے:

تذکرت لیلیٰ فاعترتنی صبابة
وکادضمیم القلب لایتصدع

”میں نے لیلیٰ کو یاد کیا تو مجھ پر اس کی محبت غالب آگئی۔ دل کی اصل، قریب تھی کہ وہ پھٹ جائے۔“

یعنی یتصدَّعُ پر لا زائدہ ہے۔ اسی سے اللہ کا فرمان ہے: مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ، مطلب ہے: أَنْ تَسْجُدَ۔ واحدی کہتے ہیں: مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ بلد الحرام کی قسم ہے جو کہ مکہ ہے۔ جمہور نے لَآ اُقْسِمُ پڑھا ہے، جبکہ حسن اور اعمش نے لَأُقسِمُ بغیر الف پڑھا ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ قسم کی نفی ہے، مطلب ہے کہ میں اس شہر کی قسم نہیں کھاتا، جب آپ اس سے نکل جانے کے بعد اس میں نہیں ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں: لَا منکر بعث پر ردّ ہے، پھر ابتداء کی اور فرمایا: اُقْسِمُ معنی ہے کہ معاملہ اس طرح نہیں ہے جیسے تم سمجھتے ہو، پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے۔ معنیٰ ہے کہ میں بلد الحرام کی قسم کھاتا ہوں جس میں آپ ٹھہرے ہوئے ہیں۔ واسطی کہتے ہیں: بلد سے مراد مدینہ ہے، یہ اجماع مفسرین کے خلاف ہے مزید یہ کہ یہ دعویٰ درست نہیں کیونکہ یہ سورت مکی ہے، مدنی نہیں ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ: کا جملہ معترضہ ہے، مطلب ہے کہ میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں۔

وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ۝: ان کے درمیان یہ جملہ معترضہ ہے۔ مطلب ہے کہ مشقتوں میں سے ہے کہ تجھ جیسے کی مجھ پر عظیم حرمت ہے کہ کوئی اس شہر کو حلال جانے جیسے وہ حرم کے علاوہ جگہ میں شکار حلال جانتا ہے۔ واحدی کہتے ہیں: حلّ حلال اور محل ایک ہی ہیں، یہ محرم کی ضد ہیں۔ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کے لیے فتح کے دن مکہ کو حلال کیا تھا، حتیٰ کہ آپ ﷺ نے قتال کیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا ہے: مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا اور میرے لیے بھی حلال نہ ہوا مگر دن کی ایک گھڑی۔

فرمایا: معنیٰ یہ ہے کہ اللہ نے جب مکہ کی قسم ذکر کی تو یہ اس کی عظیم قدر پر دلیل ہوگی حالانکہ وہ حرمت والا بھی ہے۔ اللہ نے اپنے نبی ﷺ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کے لیے اسے حلال کرے گا حتیٰ کہ وہ اس میں قتال کرے گا اور اس کے ہاتھ پر وہ فتح ہوگا، تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کے ساتھ وعدہ ہے کہ وہ اسے آپ کے لیے حلال کرے گا حتیٰ کہ آپ وہاں حلال ہوں گے۔ انتہیٰ

تو معنیٰ یہ ہوا کہ آپ اس شہر میں مستقبل میں حلال ہونے والے ہیں، جیسے اللہ کے فرمان: اِنَّكَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ میں ہے۔

مجاہد کہتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ آپ یہاں جو بھی کریں گے آپ کے لیے حلال ہے۔
قتادہ کہتے ہیں: آپ اس میں حلال ہیں گنہ گار نہیں ہیں۔ یعنی آپ اس شہر میں اس چیز کے مرتکب نہیں ہیں جس کا ارتکاب آپ پر حرام ہے۔ مشرکین کی طرح نہیں کہ وہ اس میں کفر اور معاصی کے مرتکب ہیں۔ ایک قول ہے، معنیٰ یہ ہے کہ میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں جبکہ آپ اس شہر میں اترنے والے اور اس میں مقیم ہیں۔ اور یہ آپ کے اترنے کا محل ہے۔

اس قول کی بنیاد پر کہ لَا نافیہ ہے، زائدہ نہیں ہے، معنیٰ یہ ہوگا کہ میں اس کی قسم نہیں کھاتا جبکہ آپ اس میں اترنے والے ہیں، آپ زیادہ حق دار ہیں کہ آپ کے ساتھ قسم کھائی جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اور اس قول کی بنیاد پر کہ لَا وہ زائدہ ہوگا کہ میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں جس میں آپ مقیم ہیں، یہ آپ کی عزت افزائی اور قدر بڑھانے کے لیے ہے، کیونکہ آپ کے یہاں اقامت گزیں ہونے سے یہ شہر بھی عظیم اور شریف ہوگیا ہے، جس شرف وعظمت پر یہ تھا اس سے یہ بڑھ گیا ہے، لیکن یہ جب ہے کہ لغت عرب میں طے ہوگیا ہے کہ لفظ حل حال کے معنی میں آتا ہے، جیسے جملہ معترضہ ہونا جائز ہے، اسی طرح اس کا حال کے طور پر محل نصب میں ہونا جائز ہے۔

وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ ﴿۳﴾: یہ بلد پر عطف ہے۔ قتادہ، مجاہد، ضحاک، حسن اور ابو صالح کہتے ہیں: وَ وَالِدٍ سے مراد حضرت آدم ہیں۔ وَّ مَا وَلَدَ یعنی جوان کی نسل سے اولاد ہوئی ہے ان کی قسم کھائی ہے، کیونکہ وہ اللہ کی مخلوق میں سے روئے زمین پر اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہیں، اس لیے کہ ان میں بیان، عقل اور تدبیر ہے۔ ان میں انبیاء، علماء اور صالحین ہیں۔

ابوعمران الجونی کہتے ہیں: وَالِدٍ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ وَّ مَا وَلَدَ ان کی اولاد ہے۔ فراء کہتے ہیں: مَا لوگوں سے تعبیر ہے جیسے اللہ کے فرمان مَا طَابَ لَكُمْ میں ہے۔ ایک قول ہے کہ وَالِدٍ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اولاد حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

عکرمہ اور سعید بن جبیر کہتے ہیں: وَ وَالِدٍ یعنی جس کا بچہ پیدا ہو، وَّ مَا وَلَدَ جو بانجھ ہو، جس کا بچہ پیدا نہ ہو، گویا کہ ان دونوں نے مَا نافیہ بنایا ہے جو کہ بعید ہے، یہ درست نہیں الا یہ کہ موصول کو مضمر مانیں یعنی ووالد والذی ما ولد۔ بصریوں کے نزدیک موصول کو مضمر بنانا جائز نہیں ہے۔ عطیہ العوفی کہتے ہیں کہ وہ ہر والد اور مولود میں تمام حیوانات میں عام ہے، ابن جریر نے اس کو اختیار کیا ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ﴿۴﴾: یہ جواب قسم ہے، انسان سے مراد یہاں نوع انسانی ہے۔ كَبَدٍ شدت اور مشقت ہے، کابدت الامر کہا جاتا ہے یعنی میں نے اس کی شدت محسوس کی۔ انسان ہمیشہ دنیا کی مشقتوں اور اس کی شدتوں کا سامنا کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ مرجاتا ہے، كَبَدٍ کا اصل معنیٰ شدت ہے۔

اسی سے ہے تکبد اللبن جب دودھ جم جائے اور سخت ہو جائے، کبد الرجل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کہتے ہیں: جب آدمی کے جگر میں درد ہو، پھر یہ ہر شدت اور مشقت میں استعمال ہونے لگا، اسی سے ابوالاصبغ کا قول ہے:

لی ابن عم لو أن الناس فی کبد
لظل محتجرا بالنبل یرمینی

''میرا ایک چچا زاد ہے اگر لوگ مشقت میں ہوں وہ رکاوٹ بنتا ہے تیروں کے ساتھ، وہ مجھ پر پھینکتا ہے۔''

حسن کہتے ہیں: وہ دنیا کے مصائب اور آخرت کے شدائد برداشت کرتا ہے، نیز وہ کہتے ہیں: وہ نعمت پر شکر اور تنگی پر صبر کا مظاہرہ کرتا ہے۔ وہ ان دونوں میں سے ایک حالت سے خالی نہیں ہوتا۔

کلبی کہتے ہیں: یہ آیت بنوجمح کے ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئی جسے ابواشدین کہا جاتا تھا، وہ عکاظ بازار والا چمڑا پکڑتا، اسے اپنے پاؤں کے نیچے رکھتا اور کہتا: جو مجھے اس سے ہٹائے گا اسے اتنا اتنا انعام ملے گا، اس کو دس آدمی کھینچتے حتیٰ کہ چمڑا پھٹ جاتا لیکن اس کے پاؤں نہیں ہلتے تھے، وہ نبی ﷺ کے دشمنوں میں سے تھا۔

اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۝ : اسی کے متعلق نازل ہوئی، یعنی اس کی قوت کی وجہ سے۔ اس بنیاد پر فِيْ كَبَدٍ کا مطلب ہوگا: جسمانی طور پر بہت مضبوط۔ ایک قول ہے کہ فِيْ كَبَدٍ کا مفہوم ہے کہ وہ بہادر دل والا اور مضبوط جگرے والا ہے۔

اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۝ : یعنی ابن آدم گمان کرتا ہے کہ اس پر کوئی قدرت نہیں رکھتا اور اس سے کوئی انتقام نہیں لے سکتا۔ یا ابواشدین سمجھتا ہے کہ اس پر کوئی قادر نہیں ہے۔ یہ اَنْ مثقلہ سے مخففہ ہے، اس کا اسم ضمیر شان مقدر ہے۔

پھر اللہ پاک نے اس انسان کی بات بتائی، لہٰذا فرمایا: يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا یعنی زیادہ، ایک دوسرے پر جمع کیا گیا۔ لیث کہتے ہیں: مال لبد وہ ہے جس کی کثرت کی وجہ سے اس کے خاتمے کا ڈر نہ ہو۔ کلبی اور مقاتل کہتے ہیں: وہ کہتا ہے: میں نے حضرت محمد ﷺ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عداوت میں بہت مال خرچ کیا ہے۔

مقاتل کہتے ہیں: یہ حارث بن عامر بن نوفل کے بارے میں نازل ہوئی، اس نے کوئی گناہ کیا، اس نے نبی ﷺ سے فتویٰ پوچھا، آپ ﷺ نے اسے کفارے کا حکم دیا، اس نے کہا: جب سے میں دین محمد میں داخل ہوا ہوں میرا مال نفقات اور کفارات میں چلا گیا ہے۔

جمہور نے لُبَدًا میں لام پر پیش اور باء پر زبر تخفیف کے ساتھ پڑھی ہے۔ مجاہد اور حمید نے لام اور باء پر پیش تخفیف کے ساتھ پڑھی ہے۔ ابوجعفر نے لام پر پیش اور باء پر زبر شد کے ساتھ پڑھی ہے۔ ابوعبیدہ نے کہا: لُبد تلبید سے فعل ہے، یہ کثیر مال ہے جو ایک دوسرے کے اوپر ہو، زجاج کہتے ہیں: یہ فعل کثرت کے لیے ہے۔ کہا جاتا ہے: رجل حطم جب بہت توڑنے والا ہو۔ فراء کہتے ہیں: اس کا واحد لبدۃ اور جمع لبد ہے، اس کا بیان سورۃ الجن میں گزر چکا ہے۔

اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۷﴾: یعنی کیا وہ گمان کرتا ہے کہ اسے کسی نے نہیں دیکھا، قتادہ کہتے ہیں: کیا وہ گمان کرتا ہے کہ اللہ پاک نے اسے نہیں دیکھا، اور نہ اس سے اس کے مال کے متعلق سوال کرے گا کہ اس نے وہ کہاں سے کمایا اور اسے کہاں پر خرچ کیا۔ کلبی کہتے ہیں: وہ جھوٹا تھا، اس نے جو کہا وہ خرچ نہیں کیا تھا، تو اللہ نے فرمایا: کیا وہ گمان کرتا ہے کہ اللہ نے اس سے یہ نہیں دیکھا، اس نے کیا یا نہ کیا، خرچ کیا یا خرچ نہ کیا۔ پھر اللہ پاک نے ان پر اپنی نعمتیں ذکر کیں تا کہ وہ عبرت پکڑیں، لہٰذا فرمایا: اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ان دونوں آنکھوں کے ساتھ وہ دیکھتا ہے۔

وَلِسَانًا: زبان جس کے ساتھ وہ بولتا ہے۔

وَّ شَفَتَیْنِ ﴿۹﴾: ہونٹ جن سے اس کے منہ کو ڈھانپا۔ زجاج کہتے ہیں: کیا ہم نے اس کے ساتھ اسے نہیں کیا جو دلالت کرے کہ اللہ اسے قبر سے اٹھانے پر قادر ہے۔ شَفَةٌ میں لام کلمہ محذوف ہے، اس کی اصل شَفْهَةٌ ہے، اس کی دلیل اس کی تصغیر شُفَیْهَةٌ ہے۔

وَ هَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ ﴿۱۰﴾: اونچائی میں راستے کو نجد کہتے ہیں۔ مفسرین کہتے ہیں: ہم نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس کے لیے خیر اور شر واضح کر دیا۔ زجاج کہتے ہیں: معنی یہ ہے کہ کیا ہم نے اسے خیر کی راہ اور شر کی راہ کی پہچان نہیں کرائی، دونوں واضح جیسے دو اونچے راستے واضح ہوتے ہیں۔ عکرمہ، سعید بن مسیب اور ضحاک کہتے ہیں: نجدین دو پستان ہیں کیونکہ وہ دونوں بچے کی حیات اور اس کے رزق کے لیے دو راستوں کی طرح ہیں، پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے۔ نجد کی اصل اونچی جگہ ہے، اس کی جمع نجود ہے، اسی سے نجد نام رکھا گیا کیونکہ وہ تہامہ کی پست جگہ سے بلند ہے، نجدین دو اونچے راستے ہیں، اسی سے امرؤ القیس کا قول ہے:

فریقان منهم قاطع بطن نخلة
واخر منهم قاطع نجد كبكب

''ان سے دو گروہ بطن نخلہ کو طے کرنے والے ہیں اور ان کا ایک اور گروہ نجد کبکب کو طے کرنے والا ہے۔''

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿١١﴾: اقتحام کا مطلب ہے خود کو بغیر دیکھے کسی چیز میں پھینکنا۔ اسی سے کہا جاتا ہے: قحم فی الأمر قحوما یعنی اس میں خود کو بلا دیکھے پھینک دیا، تقحیم النفس فی الشئ کا مطلب بلا رویت اس کو اس میں داخل کرنا۔ قحمة پیش کے ساتھ ہلاک کرنے والی ہے۔

عَقَبَۃ اصل میں پہاڑی راستہ ہے، اس کا یہ نام اس میں چلنے کی مشکل کی وجہ سے رکھا گیا ہے، یہ ایک مثال ہے جو اللہ پاک نے نفس کے مجاہدہ، خواہش، نیکی کے کاموں میں شیطان کی رکاوٹ کے متعلق ذکر کی ہے۔ اس کو ایسے کر دیا کہ جو صعود پر چڑھنے کا مکلف کیا جاتا ہے۔ فراء اور زجاج کہتے ہیں: اللہ پاک نے یہاں لَا ایک مرتبہ ذکر کیا ہے، عرب اس طرح کے موقع پر فعل ماضی کے ساتھ ایک لَا کو ذکر نہیں کرتے حتیٰ کہ وہ اسے دوسرے کلام کے ساتھ دہراتے ہیں، جیسے ارشاد ہے: فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی یہاں اکیلا اس لیے آیا ہے کہ کلام کا آخر اس کے معنیٰ پر دلالت کرتا ہے، تو جائز ہے کہ اللہ کا فرمان: ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا دہرانے کے قائمقام ہو جائے، گویا کہ فرمایا: نہ اس نے گھاٹی عبور کی اور نہ وہ ایمان لایا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مبرد اور ابوعلی الفارسی کہتے ہیں: لَا یہاں لَمْ کے معنیٰ میں ہے، یعنی فلم یقتحم العقبة، اسی طرح مجاہد سے بھی مروی ہے، اس وجہ سے اسے دہرانے کی ضرورت پیش نہیں آئی، اسی سے زہیر کا قول ہے:

وكان طوىٰ كشحا على مستكنة

فلا هو ابداها ولم يتقدم

''اس نے عاجزی پر پہلوتہی کی تھی۔ نہ اس نے اسے ظاہر کیا اور نہ آگے بڑھا۔''

اس کا مطلب ہے لَمْ یبدھا اور لم یتقدم۔ ایک قول ہے کہ یہ دعا کے قائمقام ہے، جیسے لوگ کہتے ہیں: لَا نَجَاءَ، ابوزید اور مفسرین کی ایک جماعت نے کہا ہے: یہاں کلام سے مراد استفہام ہے جو انکار کے معنی میں ہے۔ اس کی مقدر عبارت ہے: أَفلا اقتحم العقبة یا هلا اقتحم العقبة۔

پھر اللہ پاک نے عَقَبَۃُ کی وضاحت کی لہٰذا فرمایا: وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ یعنی کس چیز نے تمہیں بتایا ہے کہ اس کا اقتحام کیا ہے۔

فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾: یعنی وہ گردن آزاد کرنا ہے اور اسے قید کی تنگی سے چھڑانا ہے، جس چیز کو بھی تم نے چھوڑا، اس کو فکاك کیا، اسی سے فَكُّ الرَّهْنِ گروی چھڑانا اور فَكُّ الْكِتَابِ بھی ہے۔

اللہ پاک نے واضح فرمایا ہے کہ عَقَبَۃ وہ مذکورہ اعمال قرب ہیں جن کے ساتھ جہنم سے نجات ہوگی۔ حسن اور قتادہ کہتے ہیں: یہ پل کے علاوہ جہنم میں ایک شدید گھاٹی ہے، وہ اللہ کی فرمانبرداری کے ذریعے اسے عبور کر گئے۔ مجاہد، ضحاک اور کلبی کہتے ہیں: وہ صراط ہے جو جہنم پر رکھا جائے گا تلوار کی طرح تیز ہوگا۔ کعب کہتے ہیں: وہ پل کے نیچے آگ ہے۔ ایک قول ہے کہ اس کلام میں کچھ بات محذوف ہے، یعنی وَمَا اَدْرٰكَ مَا اِقْتِحَامُ الْعَقَبَةِ؟

ابوعمرو، ابن کثیر اور کسائی نے فَكَّ رَقَبَةً پڑھا ہے کہ یہ فعل ماضی ہے اور مفعولیت کی بناء پر رَقَبَةً پر نصب پڑھا ہے، اسی طرح انہوں نے اَطْعَمَ کو فعل ماضی پڑھا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



باقیوں نے فَكُّ اور اِطْعَامٌ دونوں کو مصدر کے طور پر پڑھا ہے، رَقَبَةٍ پر زیر اس کی طرف مصدر کی اضافت کی وجہ سے ہے۔ پہلی قراءت کی بنیاد پر یہ دونوں فعل اِقْتَحَمَ سے بدل ہوں گے یا اس کا بیان ہوں گے، گویا کہ کہا گیا: نہ اس نے چھڑایا اور نہ کھلایا۔ فَكُّ اصل میں بیڑی کو کھولنا ہے، آزادی کو فکاك کا نام دیا گیا کیونکہ غلامی قید کی طرح ہے، آزادی کیے گئے کو ''گردن'' کا نام دیا کیونکہ غلامی گویا کہ قیدی کی گردن میں باندھی گئی چیز کی طرح ہے۔

اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾: مَسْغَبَةٍ بھوک ہے، سغب بھوک ہے، ساغب بھوکا ہے۔ راغب کہتے ہیں: اس سے کہا جاتا ہے: سغب الرجل سغبا و سغوبا فھو ساغب وسغبان، مَسْغَبَةٍ اس سے مفعلہ کے وزن پر ہے اور ابوعبیدہ نے شعر پڑھا:

فلو کنت حرا یا ابن قیس ابن عاصم
لمابت شبعانا وجارك ساغبا

''اے ابن قیس بن عاصم! اگر تو آزاد آدمی ہوتا، تو تو سیر ہو کر رات نہ سوتا جبکہ تیرا پڑوسی بھوکا ہو۔''

نخعی کہتے ہیں: فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ یعنی جس میں کھانا مشکل ہے۔

يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾: یعنی قرابت والا۔ کہا جاتا ہے: فلاں میری قرابت والا اور مقربة والا ہے۔ یتیم اصل میں ضعیف ہے۔ کہا جاتا ہے یتم الرجل جب آدمی کمزور ہو۔ اہل لغت کے نزدیک یتیم وہ ہے جس کا باپ نہ ہو، ایک قول ہے کہ جس کا باپ اور ماں نہ ہو، اسی سے قیس بن ملوح کا قول ہے:

الی اللّٰہ اشکو فقد لیلٰی کما شکا
الی اللّٰہ فقد الوالدین یتیم

''لیلیٰ کی گمشدگی کا شکوہ میں اللہ کی طرف کرتا ہوں، جیسے اللہ کی طرف یتیم والدین کی گمشدگی کا شکوہ کرتا ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾: یعنی اس کے لیے کچھ نہیں ہے گویا وہ اپنے فقر کی وجہ سے مٹی کے ساتھ مل گیا، اس کے لیے مٹی کے سوا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے: ترب الرجل یترب تربا و متربة، جب وہ فقیر ہو جائے حتیٰ کہ تکلیف کی وجہ سے وہ مٹی سے مل جائے۔ مجاہد کہتے ہیں: وہ ایسا شخص ہے جسے لباس وغیرہ مٹی سے نہیں بچاتے۔ قتادہ نے کہا: وہ عیال دار ہے۔ عکرمہ نے کہا: وہ مقروض ہے۔ ابوسنان نے کہا: وہ آفت زدہ ہے۔ ابن جبیر نے کہا: وہ جس کا کوئی نہیں ہے۔ عکرمہ نے کہا: وہ دور ہے، اپنے وطن کی مٹی سے بعید ہے، پہلا معنی زیادہ مناسب ہے، اسی سے ہذلی کا قول ہے:

وكنا اذا ما الضيف حل بأرضنا
سفكنا دماء البدن فى تربة الحال

"اور ہم ہیں کہ جب ہماری زمین پر کوئی مہمان اترتا ہے، ہم اونٹوں کے خون بہاتے ہیں پردیسی کے حال پر۔"

جمہور نے ذِيْ مَسْغَبَةٍ کو يَوْمٍ کی صفت پڑھا ہے اور يَتِيْمًا، اِطْعٰمٌ کا مفعول ہے۔ حسن نے ذَا مَسْغَبَةٍ نصب کے ساتھ پڑھا ہے کہ یہ اِطْعٰمٌ کا مفعول ہے۔ یعنی يُطْعِمُوْنَ ذَا مَسْغَبَةٍ اور يَتِيْمًا سے بدل ہے۔

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ: یہ عطف ہے لَا کے منفی پر ثُمَّ آیا ہے تاکہ ایمان اور اس کے بلند مرتبے کی تراخی پر دلالت کرے۔ اس میں دلیل ہے کہ یہ قرب صرف ایمان کے ساتھ نفع دیتا ہے۔ ایک قول ہے: مطلب یہ ہے کہ "پھر ہے ان لوگوں کی طرف سے جو ایمان لائے" کہ یہ ان کے لیے نافع ہے، ایک قول ہے، معنی یہ ہے کہ اس نے یہ قرب اللہ کی رضا کے لیے حاصل کیا ہے۔

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ: یہ اٰمَنُوْا پر معطوف ہے۔ یعنی انہوں نے ایک دوسرے کو اللہ کی فرمانبرداری پر صبر کی وصیت کی اور اس کی معاصی سے بچنے پر اور انہیں جو بلائیں اور مصیبتیں پہنچتی ہیں۔

وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿۱۷﴾: یعنی اللہ کے بندوں پر رحمت کے ساتھ، جب وہ یہ کرتے ہیں تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یتیم اور مسکین پر رحم کرتے ہیں، صدقہ وغیرہ کے ساتھ خیر کے کام زیادہ کرتے ہیں۔

أُولَٰئِكَ : کے ساتھ اشارہ موصول کی طرف کیا گیا ہے، اس اعتبار سے کہ وہ ان مذکورہ صفات کے ساتھ متصف ہیں۔

أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ﴿١٨﴾: یعنی وہ دائیں جہت والے ہیں، یا اصحاب الیمین ہیں، یا وہ لوگ ہیں جن کے سیدھے ہاتھوں میں نامہائے اعمال دیئے جائیں گے اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں جو ہم پیچھے سورۃ الواقعہ میں ذکر کر آئے ہیں۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا: یعنی قرآن کے ساتھ، یا جو اس سے بھی زیادہ عام ہے، اس میں آیات تنزیلیہ شامل ہیں اور آیات تکوینیہ بھی جو بنانے والی پاک ذات پر دلالت کرتی ہیں۔

هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ﴿١٩﴾: یعنی اصحاب الشمال، یا اصحاب شؤم (نحوست والے)، یا وہ لوگ جنہیں ان کے نامہائے اعمال ان کے الٹے ہاتھوں میں دیئے جائیں گے، یا دیگر تفسیر جو گزر چکی ہے۔

عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿٢٠﴾: یعنی طے کی گئی اور بند کی گئی۔ کہا جاتا ہے: آصدت الباب اور أوصدته جب تو دروازے کو بند کرے اور مغلق کرے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

تحن الی اجبال مكة ناقتی

ومن دونها ابواب صنعاء مؤصدة

''مکہ کے پہاڑوں کی طرف میری اونٹنی شوق سے جاتی ہے اور اس کے آگے صنعاء کے دروازے بند کیے گئے ہیں۔''

جمہور نے مُّؤْصَدَةٌ کو واؤ کے ساتھ پڑھا ہے۔ جبکہ ابو عمرو، حمزہ اور حفص نے واؤ کی جگہ ہمزہ پڑھا ہے، یہ دو لغات ہیں اور معنیٰ ایک ہے۔

ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: لَا أُقْسِمُ بِهَٰذَا الْبَلَدِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: مکہ۔ وَأَنتَ حِلٌّ بِهَٰذَا الْبَلَدِ فرمایا: اس سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو اللہ نے آپ کے لیے حلال کر دیا کہ جسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



چاہیں قتل کر دیں اور جسے چاہیں زندہ چھوڑ دیں، آپ ﷺ نے ابن خطل کو باندھ کر قتل کرایا حالانکہ وہ کعبہ کے پردوں کو تھامے ہوئے تھا، نبی ﷺ کے بعد کسی بھی شخص کے لیے یہ حلال نہیں کیا گیا کہ وہ اس میں اس حرمت کے خلاف کام کرے جو حرمت اللہ نے پیدا کی ہے جو آپ ﷺ نے اہل مکہ کے ساتھ کیا اللہ نے اسے حلال کر دیا۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ان سے اللہ کے فرمان: لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: مکہ۔ وَ اَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِ فرمایا: اے محمد! تمہارے لیے حلال ہے کہ آپ اس میں قتال کریں، لیکن آپ کے علاوہ کسی کے لیے نہیں۔

ابن مردویہ نے حضرت ابو برزہ اسلمی سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: یہ آیت لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۙ﴿۱﴾ وَ اَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۙ﴿۲﴾ میرے بارے میں نازل ہوئی، میں نکلا، میں نے عبداللہ بن خطل کو کعبہ کے پردے تھامے ہوئے دیکھا، میں نے حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اس کی گردن ماری دی۔

حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ کے متعلق نقل کیا ہے، اور صحیح بھی کہا ہے، فرمایا: میں ان کے لیے اس میں حلال کرتا ہوں وہ جو چاہیں کریں۔ وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ فرمایا: وَالِدٍ سے مراد حضرت آدم اور وَّ مَا وَلَدَ سے مراد ان کی اولاد ہے۔

فریابی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ان سے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وَالِدٍ وہ ہے جس کی اولاد ہو وَّ مَا وَلَدَ وہ ہے جس کی اولاد نہ ہو، بانجھ مرد یا عورت ہوں۔ ابن جریر اور طبرانی نے انہی سے اللہ کے فرمان: لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: مکہ۔ وَ اَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِ فرمایا: مکہ۔ وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ فرمایا: حضرت آدم۔ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡ کَبَدٍ اعتدال اور برابری میں۔

ابن جریر نے انہی سے نقل کیا ہے: لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡ کَبَدٍ فرمایا: مشقت۔ ابن جریر نے انہی سے لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡ کَبَدٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: شدت۔

فریابی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ان سے ہی لَقَدۡ خَلَقۡنَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



الْإِنسَانَ فِي كَبَدٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اس کی ولادت کی شدت میں، اس کے دانتوں کا اگنا، اس کی معیشت اور اس کا ختنہ۔

سعید بن منصور، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے انہی سے لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي كَبَدٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اللہ نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے کہ وہ چار پاؤں پر چلتی ہے، سوائے انسان کے، اسے سیدھا پیدا کیا گیا ہے۔

ابن ابی حاتم نے اور ابو الشیخ نے العظمۃ میں انہی سے نقل کیا ہے: لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي كَبَدٍ کے متعلق فرمایا: اس کی ماں کے پیٹ میں کھڑا پیدا کیا ہے، اس پر ایک فرشتہ مقرر تھا، جب ماں لیٹتی یا سوتی تو وہ اس کا سر اٹھاتا تھا، اگر یہ نہ ہوتا تو وہ ضرور خون میں ڈوب جاتا۔

ابن جریر نے انہی سے اللہ کے فرمان: مَالًا لُّبَدًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: زیادہ۔ عبدالرزاق، فریابی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اللہ کے فرمان: وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ کے متعلق فرمایا ہے: خیر اور شر کا راستہ۔

ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ہدایت اور گمراہی۔ عبد بن حمید اور ابن جریر نے انہی سے نقل کیا ہے، فرمایا: خیر اور شر کا راستہ۔ ابن ابی حاتم نے سنان بن سعد کے واسطہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دو نجد ہیں، تو جو شر کا نجد بنایا گیا ہے وہ تمہیں خیر کے نجد سے بڑھ کر محبوب ہے۔ سنان بن سعد اس روایت کے ساتھ متفرد ہے، اسے سعد بن سنان بھی کہا جاتا ہے، یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ کہا ہے۔ امام احمد، نسائی اور جوزجانی فرماتے ہیں: یہ منکر الحدیث ہے۔ احمد فرماتے ہیں: میں نے اس کی حدیث اس کے اضطراب کی وجہ سے چھوڑ دی ہے، اس نے پندرہ احادیث روایت کی ہیں، وہ سب منکر ہیں، میں ان میں سے سوائے ایک کے کسی کو بھی (معروف) نہیں جانتا، اس کی حدیث حضرت حسن بصری کی حدیث کے مشابہ ہے، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مشابہ نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت حسن سے چند سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے، فرمایا: نبی ﷺ سے ہمارے لیے ذکر کیا گیا کہ آپ ﷺ یہ فرمایا کرتے تھے، یہ مرسل ہے۔ اور قتادہ نے بھی اسے مرسل بیان کیا ہے جسے ان سے ابن جریر نے نقل کیا ہے۔

اس کی شاہد وہ روایت ہے، جسے طبرانی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! وہ دو نجد ہیں، ایک خیر کا نجد اور دوسرا شر کا نجد۔ پس کس چیز نے شر کے نجد کو تمہارے ہاں خیر کے نجد سے زیادہ محبوب کر دیا ہے۔

اس پر استشہاد اس روایت سے بھی ہے، جسے ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے، فرمایا: وہ تو دو نجد ہیں، ایک خیر کا نجد اور دوسرا شر کا نجد، تمہارے نزدیک شر کا نجد خیر کے نجد سے زیادہ محبوب نہیں ہونا چاہیے۔ عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے مختلف سندوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: دو پستان۔

ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اللہ کے فرمان: فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ جہنم میں بہت پھسلنے والا پہاڑ ہے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: عقبہ جہنم ہے۔ عبد بن حمید نے انہی سے نقل کیا ہے، فرمایا: عقبہ جنت اور جہنم کے درمیان ہے۔ حاکم نے نقل کیا ہے اور صحیح بھی کہا ہے، ابن مردویہ نے اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، فرماتی ہیں: جب فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ نازل ہوئی، تو پوچھا گیا، یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کے پاس (غلام) نہیں ہے جسے وہ آزاد کرے، ہاں ہم میں سے کسی ایک کے پاس کالی لونڈی ہے جو اس کی خدمت کرتی ہے، اگر ہم انہیں زنا کا حکم دیں، وہ بچہ لائیں، ہم ان بچوں کو آزاد کریں گے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اگر اللہ کی راہ میں ایک کوڑے کا فائدہ دیا جائے، وہ اس سے زیادہ مجھے محبوب ہے کہ میں زنا کا حکم دوں، پھر بچے کو آزاد کروں۔

ابن مردویہ نے انہی سے، ان الفاظ سے نقل کیا ہے: اللہ کی راہ میں ایک کوڑے کا تعلق،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس سے زیادہ بڑے اجر والا ہے۔

کئی احادیث سے غلام آزاد کرنے کی فضیلت ثابت ہے، ان میں سے صحیحین وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک مومن غلام آزاد کیا، اللہ اس کے ہر عضو کے بدلے میں اس کا ہر عضو جہنم سے آزاد فرماتے ہیں حتیٰ کہ شرم گاہ کو شرم گاہ کے بدلے میں۔

فریابی، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: بھوک۔ عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ان سے ہی یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: قرابت والا۔ ذَا مَتْرَبَةٍ فرمایا: مٹی سے دور یعنی پردیسی، اپنے وطن سے دور۔

فریابی، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے۔ انہی سے اَوْ مِسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ دور کیا گیا ہے، جس کا کوئی گھر نہ ہو۔ حاکم کے لفظ ہیں، جسے مٹی سے کوئی چیز نہیں بچاتی۔ ایک اور لفظ ہیں: وہ شدت فقر سے مٹی کے ساتھ ملنے/ چمٹنے والا ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے، مِسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ کے متعلق فرمایا: جس کا ٹھکانہ گند پھینکنے کی جگہیں ہوں۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ کے متعلق نقل کیا ہے، کہ اس سے مراد سب لوگوں کی رحمت ہے۔

عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ان سے مُّؤْصَدَةٌ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جس کے دروازے بند ہوں۔

فریابی، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مُّؤْصَدَةٌ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: بند کی گئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورۃ الشمس

اس کی پندرہ آیات ہیں اور یہ بلا اختلاف مکی ہے۔

ابن ضریس، نحاس، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: وَالشَّمْسِ وَضُحٰـهَا مکہ میں نازل ہوئی۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

احمد، ترمذی نے اسے حسن بھی کہا ہے اور نسائی نے حضرت بریدہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء میں وَالشَّمْسِ وَضُحٰـهَا اور اس کی مثل سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح میں گزر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو فرمایا: تم کیوں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى . وَالشَّمْسِ وَضُحٰـهَا . وَالْفَجْرِ . وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى کے ساتھ نماز نہیں پڑھاتے؟

طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صبح کی نماز میں وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى اور وَالشَّمْسِ وَضُحٰـهَا پڑھنے کا حکم فرمایا۔ بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم نماز چاشت کی دو رکعتوں میں وَالشَّمْسِ وَضُحٰـهَا اور وَالضُّحٰى دو سورتیں پڑھا کریں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَ الشَّمْسِ وَ ضُحٰـهَا ۝۱ وَ الْقَمَرِ اِذَا تَلٰـهَا ۝۲ وَ النَّهَارِ اِذَا جَلّٰـهَا ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰـهَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰـهَا ۝۵ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰـهَا ۝۶ وَنَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰىهَا ۝۷ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا ۝۸ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝۹ وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝۱۰ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَا ۝۱۱ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۝۱۲ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَ سُقْيٰهَا ۝۱۳ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۝۱۴ وَلَا يَخَافُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عُقْبٰهَا ﴿١٥﴾

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ قسم ہے سورج کی! اور اس کی دھوپ کی! اور چاند کی جب وہ اس کے پیچھے آئے! اور دن کی جب وہ اس (سورج) کو ظاہر کر دے! اور رات کی جب وہ اس (سورج) کو ڈھانپ لے! اور آسمان کی اور اس ذات کی جس نے اسے بنایا! اور زمین کی اور اس ذات کی جس نے اسے بچھایا! اور نفس کی اور اس ذات کی جس نے اسے ٹھیک بنایا! پھر اس کی نافرمانی اور اس کی پرہیزگاری (کی پہچان) اس کے دل میں ڈال دی۔ یقیناً وہ کامیاب ہو گیا جس نے اسے پاک کر لیا۔ اور یقیناً وہ نامراد ہو گیا جس نے اسے مٹی میں دبا دیا۔ (قوم) ثمود نے اپنی سرکشی کی وجہ سے جھٹلا دیا۔ جب اس کا سب سے بڑا بدبخت اٹھا۔ تو ان سے اللہ کے رسول نے کہا اللہ کی اونٹنی اور اس کے پینے کی باری (کا خیال رکھو)۔ تو انھوں نے اسے جھٹلا دیا، پس اس (اونٹنی) کی کونچیں کاٹ دیں، تو ان کے رب نے انھیں ان کے گناہ کی وجہ سے پیس کر ہلاک کر دیا، پھر اس (بستی) کو برابر کر دیا۔ اور وہ اس (سزا) کے انجام سے نہیں ڈرتا۔

اللہ پاک نے ان امور کی قسم کھائی ہے اور اسے اختیار ہے کہ اپنی مخلوقات میں سے جس کی چاہے وہ قسم کھائے۔ ایک قوم نے کہا ہے کہ ان امور اور ان جیسوں کی قسم میں سے جو گزر گئی ہے اور جو آگے آئیں گی، ان میں مضاف محذوف ہے، یعنی وَ رَبِّ الشَّمْسِ وَرَبِّ الْقَمَرِ اسی طرح دیگر بھی ہیں۔ لیکن اس طرف جانے کی کوئی مجبوری نہیں ہے اور نہ ہی اس کا کوئی موجب ہے۔ وَضُحٰـهَا یہ دوسری قسم ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: وَضُحٰـهَا اس کی روشنی اور اس کی چمک ہے۔ الضُّحٰی کی سورج کی طرف اضافت ہے، کیونکہ یہ اس کی بلندی کے وقت ہوتی ہے، اسی طرح کلبی نے کہا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: ضُحٰـهَا اس کا سارا دن ہے۔ فراء کہتے ہیں: الضُّحٰی سے مراد دن ہے۔ مبرد کہتے ہیں: الضُّحٰی سائے کے خلاف ہے، وہ روئے زمین پر نور آفتاب ہے، اس کی اصل ضَحَيْ ہے، اہل علم نے یاء کو ثقیل سمجھا تو انہوں نے اسے الف سے بدل دیا۔

ایک قول ہے کہ اہل عرب کے ہاں معروف ہے کہ ضَحْیٰ جب سورج طلوع ہوا اور اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے بعد بھی تھوڑا سا وقت ہے، جب زیادہ ہو جائے تو مد کے ساتھ ضَحَآء بن جاتا ہے۔ مبرد کہتے ہیں: ضُحٰی اور ضحوۃ دونوں ضحّ سے مشتق ہیں، وہ نور ہے، تو الف اور واؤ کو حاء سے بدل دیا گیا۔

جواب قسم کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ کیا ہے؟ ایک قول ہے کہ وہ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ہے، یہ زجاج وغیرہ نے کہا ہے۔ زجاج کہتے ہیں: لام کلمہ حذف ہو گیا ہے کیونکہ کلام لمبا ہو گیا ہے تو کلام کا طول اس کے عوض میں ہو گیا ہے۔ ایک قول ہے کہ جواب محذوف ہے، یعنی وَالشَّمْسِ، وَكَذَا لَتُبْعَثُنَّ ایک قول ہے کہ مقدر عبارت یوں ہوگی: اللہ اہل مکہ پر عذاب مسلسل جاری رکھیں گے، ان کے رسول اللہ ﷺ کو جھٹلانے کی وجہ سے، جیسے ثمود پر عذاب جاری رکھا گیا کیونکہ انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝۹: اللہ کے فرمان: فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا کے تابع کلام ہے استطراد کے طور پر [1] اور اس کا جواب قسم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایک قول ہے کہ اس میں بغیر حذف کے تقدیم و تاخیر ہے۔ اصل عبارت یوں ہوگی: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا، وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا، وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا لیکن پہلا معنی زیادہ مناسب ہے۔

وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ۝۲: یعنی اس کے پیچھے آئے، کیونکہ وہ اس کے غروب کے بعد طلوع ہوتا ہے۔ تلا یتلو تلوا کہتے ہیں: جب کوئی پیچھے آئے۔ مفسرین کہتے ہیں: یہ مہینے کے پہلے نصف میں ہوتا ہے جب سورج غروب ہوتا ہے، چاند نور میں اس کے تابع ہوتا ہے اور روشنی میں اس کے پیچھے آتا ہے۔ زجاج کہتے ہیں: اس کے پیچھے آتا ہے جب وہ گول ہوتا ہے، تو وہ نور اور روشنی میں سورج کے پیچھے آتا ہے، یعنی جب اس کی روشنی کامل ہوتی ہے تو وہ روشنی دینے میں سورج کے تابع ہوتا ہے، وہ روشنی دینے میں اس کی طرح ہو جاتا ہے اور یہ سفید راتوں میں ہوتا ہے۔ [2]

---

[1] استطراد کا مطلب کلام کو اس طرح بیان کرنا ہے کہ اس سے دوسرا کلام لازم آ جائے۔

[2] سفید راتیں چاند کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں راتیں ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ایک قول ہے جب چاند کا طلوع سورج کے طلوع کے پیچھے ہوتا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: یہ چاند کی پہلی رات ہوتا ہے کہ جب سورج غروب ہوا چاند فوراً دیکھا جاتا ہے۔ ابن زید کہتے ہیں: جب مہینے کے پہلے نصف میں سورج غروب ہوتا ہے چاند طلوع میں اس کے پیچھے ہوتا ہے اور مہینے کے دوسرے نصف میں غروب میں اس کے پیچھے ہوتا ہے۔

فراء کہتے ہیں: تَلٰىهَا کا مطلب ہے اس سے کچھ لے لیا، یعنی چاند سورج کی روشنی سے کچھ لیتا ہے۔

وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ۝۳: یعنی جب سورج چمکے، کیونکہ دن کے پھیلاؤ کے وقت سورج پورا چمکتا ہے گویا کہ دن نے اسے چمکایا حالانکہ دن کو سورج نکالتا ہے۔ ایک قول ہے کہ ضمیر ظلمت کی طرف لوٹ رہی ہے یعنی وہ اندھیرے پر پھیل گیا، گو کہ ظلمت کا پیچھے ذکر نہیں آیا، اس لیے کہ معنی معروف ہے۔ فراء کہتے ہیں: ٹھنڈی ہوگئی سے مراد ہے کہ ہماری صبح ٹھنڈی ہوگئی، جبکہ پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے۔ اسی سے قیس بن الخطیم کا قول ہے:

تجلت لنا كالشمس تحت غمامة

بدا حاجب منها وضنت بحاجب

"وہ (محبوبہ) ہمارے لیے بادل کے نیچے آنے والے سورج کی طرح ظاہر ہوئی۔

جس کا ایک کنارہ کھلا ہے اور ایک کنارے کی اس نے کنجوسی کی ہے۔"

ایک قول ہے کہ اس نے زمین میں حیوانات وغیرہ کو روشن کر دیا، پہلے وہ رات کے پردے میں چھپے ہوئے تھے۔ ایک قول ہے دنیا پر پھیل گیا۔ ایک قول ہے کہ زمین پر پھیل گیا۔

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا ۝۴: یعنی جب سورج کو ڈھانپتی ہے، اس کی روشنی چلی جاتی ہے، وہ غائب ہو جاتی ہے، اور آفاق میں اندھیرا ہو جاتا ہے۔ ایک قول ہے کہ آفاق کو ڈھانپتی ہے، گو کہ ان کا پہلے ذکر نہیں ہوا لیکن یہ معروف بات ہے، جبکہ پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا جائز ہے کہ مَا مصدریہ ہو یعنی آسمان کی قسم اور اس کے بنانے کی قسم۔ جائز ہے کہ یہ موصولہ ہو یعنی جس نے اسے بنایا ہے اس کی قسم۔ مَا کو مَنْ پر ترجیح وصف کے ارادے سے دی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے، مقصد عظمت بڑھانا ہے، گویا کہ فرمایا: عظیم الشان قادر کی قسم جس نے اسے بنایا ہے۔
پہلے معنی کو فراء اور زجاج نے ترجیح دی ہے۔

اس شخص کی بات کی کوئی وجہ نہیں ہے جس نے کہا ہے کہ اس کو مصدر یہ بنانا نظم و ترتیب کو خراب کرنے والا ہے۔ دوسرے قول کو ابن جریر نے ترجیح دی ہے۔

وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ۝: اس مَا کے متعلق کلام پچھلے والے مَا کی طرح ہے۔ طَحٰىهَا کا مطلب اسے بچھایا ہے، یہ عام مفسرین کا قول ہے، جیسے اللہ کے فرمان: دَحٰىهَا کے متعلق ہے، وہ کہتے ہیں: طَحٰىهَا اور دَحٰىهَا کا ایک ہی مطلب ہے، یعنی اسے ہر طرف بچھا دیا۔ طَحْوٌ کا مطلب بچھانا ہے، ایک قول ہے کہ طَحٰىهَا کا مطلب اسے تقسیم کیا ہے، ایک قول اسے پیدا کیا ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

وما یدری جذیمة من طحاها
ولا من ساکن العرش الرفیع

"جذیمہ قبیلے کو کیا معلوم کہ کس نے اس زمین کو بچھایا ہے، اور کون ہے جو بلند عرش کا ساکن ہے۔"

جبکہ پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے۔

طَحْوٌ کا مطلب جانا بھی ہے۔ ابو عمرو بن العلاء کہتے ہیں: طَحَا الرَّجُلُ جب وہ زمین میں جائے، کہا جاتا ہے: مَا اَدْرِیْ اَیْنَ طَحَا؟ کہا جاتا ہے: طَحَا بِهٖ قَلْبُهٗ جب اس کا دل اسے لے جائے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

طحابك قلب فی الحسان طروب
بعید الشباب عصر حان مشیب

"تیرا دل تجھے لے گیا وہ حسینوں میں مست ہے، جوانی سے تھوڑا دور، بڑھاپے کا زمانہ آن پہنچا ہے۔"

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝: اس مَا میں کلام اُسی طرح ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ سَوّٰىهَا کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مطلب اسے پیدا کیا، بنایا اور اس کے اعضاء برابر کیے۔ عطاء کہتے ہیں: مراد تمام مخلوق جن وانس ہے۔ نکرہ شان بڑھانے کے لیے ہے، ایک قول ہے کہ نفس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۞: یعنی اسے ان دونوں کا حال بتایا اور سمجھایا ہے کہ ان میں کیا حسن اور قبح ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: اسے بدی اور نیکی، طاعت اور معصیت کی راہ کی پہچان کرائی ہے۔ فراء کہتے ہیں: فَأَلْهَمَهَا یعنی اسے راہ خیر اور راہ شر کی پہچان کرائی ہے جیسے فرمایا: وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ۔

محمد بن کعب کہتے ہیں: جب اللہ اپنے بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتے ہیں اسے خیر کا الہام کرتے ہیں، وہ اس پر عمل کرتا ہے۔ اور جب شر کا ارادہ کرتے ہیں اسے شر الہام کرتے ہیں تو وہ اس پر عمل کرتا ہے۔ ابن زید کہتے ہیں: یہ اس میں رکھ دیا کہ اسے نیکی کی توفیق دی اور اسے برائی کی رسوائی دی، یہ معنیٰ زجاج نے اختیار کیا ہے، اس نے الہام کو توفیق اور رسوائی پر محمول کیا ہے۔ واحدی کہتے ہیں: الہام کی تفسیر کی یہ بھی ایک صورت ہے کیونکہ وضاحت، تعلیم اور تعریف الہام سے کم تر ہے جبکہ الہام دل میں ڈالا جاتا ہے اور اس میں ودیعت ہوتا ہے۔

جب اللہ پاک اپنے بندے کے دل میں کوئی چیز ڈالتے ہیں، اس پر وہ چیز لازم کرتے ہیں۔ کہتے ہیں: یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ اللہ پاک نے مومن میں اس کا تقویٰ اور کافر میں اس کا گناہ بنایا ہے۔

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا: یعنی تحقیق وہ کامیاب ہوا جس نے اپنے نفس کو پاک کیا، اسے ہر مطلوب کے ساتھ نمو اور برتری تقویٰ کے ذریعے دی اور ہر محبوب پر اس نے کامیابی پائی۔ ہم پیچھے بتا آئے ہیں کہ یہی راجح طور پر جواب قسم ہے۔ زکوٰۃ کی اصل نمو اور بڑھنا ہے، اسی سے ہے: زَكَا الزَّرْعُ جب فصل زیادہ ہو جائے۔

وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا ۞: یعنی گھاٹے میں گیا جس نے اسے گمراہ کیا اور بہکایا۔ اہل لغت کہتے ہیں: دَسَّاهَا کی اصل دَسَّسَهَا ہے یہ تدسیس سے ہے، جس کا مطلب ایک چیز کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دوسری چیز میں چھپانا ہے، اس آیت میں دَسّٰىهَا کا مطلب ہے اسے چھپایا، مہمل کیا، نیکی اور عمل صالح میں اسے مشہور نہیں کیا، عرب کے سخی اونچی جگہوں پر ٹھہرتے تھے تاکہ ان کی جگہ مشہور ہو، پھر ان کے پاس مہمان آتے۔

جبکہ عرب کے کمینے گھاٹیوں اور پست زمینوں میں اترتے تاکہ آنے والوں پر ان کی جگہیں مخفی رہیں، ایک قول ہے کہ دَسّٰىهَا کا مطلب اسے بہکایا ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

وانت الذی دسیت عمرا فأصبحت

حلائله منه ارامل ضیّعا

''تو ہی وہ ہے جس نے عمرو کو بہکایا ہے، پس اس کی بیویاں اس سے بیوہ اور ضائع ہوگئی ہیں۔''

ابن الاعرابی کہتے ہیں: وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا یعنی جس نے خود کو صالحین میں چھپایا حالانکہ وہ ان کی جماعت میں سے نہیں ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ⑪: طَغْوٰی طغیان سے اسم ہے جیسے دَعْوٰی دعا سے ہے۔ واحدی کہتے ہیں: مفسرین نے کہا ہے: ثمود نے اپنے طغیان کے ساتھ جھٹلایا، یعنی انہیں طغیان نے تکذیب پر آمادہ کیا۔ طغیان کا مطلب گناہوں میں حد سے تجاوز ہے۔ باء سببیت کے لیے ہے۔ ایک قول ہے کہ ثمود نے اپنے طَغْوٰی یعنی اس عذاب کو جھٹلایا جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا۔ عذاب کا نام طغوٰی رکھا گیا ہے کیونکہ وہ ان پر غالب آگیا تھا۔ اس مفہوم کے مطابق باء تعدیہ والی ہوگی۔ محمد بن کعب کہتے ہیں: بِطَغْوٰىهَآ یعنی ان سب نے۔

جمہور نے بِطَغْوٰىهَآ میں طاء پر زبر پڑھی ہے۔ جبکہ حسن، جحدری، محمد بن کعب اور حماد بن سلمہ نے طاء پر پیش پڑھی ہے۔ پہلی قراءت کے مطابق یہ مصدر بمعنی طغیان ہوگا، واؤ کو یاء کے ساتھ اس لیے بدلا ہے تاکہ اسم اور صفت کے درمیان فرق ہو کیونکہ عرب اکثر اسماء میں یاء کو بدلتے ہیں جیسے تقویٰ اور سرویٰ۔ دوسری قراءت کے مطابق یہ رجعی، حسنیٰ وغیرہ کی طرح مصدر ہوگا۔ ایک قول ہے کہ یہ دو لغات ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



إِذِ انْبَعَثَ أَشْقٰهَا ﴿١٢﴾: ظرف میں عامل كَذَّبَتْ ہے یا بِطَغْوٰهَآ ہے، یعنی جب ثمود کا سب سے بڑا بد بخت اٹھا، وہ قدار بن سالف تھا، اس نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹیں۔ انْبَعَثَ کا مطلب ہے کہ اس کام کے لیے وہ آمادہ ہوا اور اُسے انجام دینے لگا، کہا جاتا ہے: بعثته علی الامر فانبعث له، اس کا بیان سورۃ الاعراف میں گزر چکا ہے۔

فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ یعنی حضرت صالح علیہ السلام نے۔

نَاقَةَ اللّٰهِ: زجاج کہتے ہیں: نَاقَةَ اللّٰهِ اس مفہوم میں منصوب ہے کہ اللہ کی اونٹنی کو چھوڑ دو۔ فراء کہتے ہیں: انہیں اس سے ڈرایا، تو ہر تحذیر (ڈراوا) منصوب ہوتا ہے۔

وَسُقْيٰهَا ﴿١٣﴾: اس کا نَاقَةَ پر عطف ہے، یہ اس کا پانی پینا ہے۔ کلبی اور مقاتل کہتے ہیں: حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے کہا تھا: اللہ کی اونٹنی کو چھوڑو، اس کی ٹانگیں نہ کاٹو اور اس کا پینا چھوڑ دو۔ وہ نہر سے اس کا پینا تھا، تو اس کے پینے کے دن اس پر تنگی نہ کرو، انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو اپنے لیے اس ڈراوے پر جھٹلایا۔

فَعَقَرُوْهَا: یعنی سب سے بڑے بد بخت نے اس کی ٹانگیں کاٹیں، سب کی طرف ٹانگیں کاٹنے کی نسبت اس لیے کی گئی ہے کیونکہ وہ سب اس کے فعل پر راضی تھے۔ قتادہ کہتے ہیں: اس نے اس کی ٹانگیں تب کاٹی تھیں جب ان کے چھوٹے، بڑے، مرد اور عورتیں سب اس پر راضی ہو گئے تھے۔ فراء کہتے ہیں: ٹانگیں کاٹنے والے دو تھے، عرب کہتے ہیں: هذان افضل الناس اور هذان خير الناس، اس لیے أَشْقَيَاهَا نہیں فرمایا۔

فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ﴿١٤﴾: یعنی ان کو ہلاک کیا اور ان پر عذاب مسلط کیا۔ دَمْدَمَة کا اصل مطلب عذاب کو دہرانا اور دوگنا کرنا ہے۔ دَمْدَمتُ علی الشئ کا مطلب ہے میں نے اس پر بند کر دیا۔ دَمْدَم عليه القبر کا مطلب ہے اس پر قبر بند کر دی۔ ناقة مدمومة جب اونٹنی پر چربی چڑھ جائے۔ دَمْدَمَة جڑ سے اکھیڑ کر ہلاک کرنا ہے، اسی طرح مؤرج نے کہا ہے۔ صحاح والے نے کہا ہے: دَمدمت الشئ جب تم کسی چیز کو زمین کے ساتھ ملا دو اور اسے پیس کر رکھ دو۔ دمدم اللّٰه عليهم یعنی اللہ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ان کو ہلاک کیا۔

ابن الاعرابی کہتے ہیں: دَمْدَمَ جب پورا عذاب دیا۔

فَسَوّٰىهَا ﴿۱۴﴾: کی ضمیر دمدمة کی طرف لوٹ رہی ہے، یعنی ان پر دمدمة برابر ہو گیا۔ ایک قول ہے کہ ضمیر الْاَرْضِ / زمین کی طرف لوٹ رہی ہے، یعنی ان پر زمین برابر کر دی اور انہیں مٹی کے نیچے کر دیا۔ ایک قول ہے کہ ضمیر امت یعنی ثمود کی طرف لوٹ رہی ہے۔

فراء کہتے ہیں: امت کو برابر کر دیا، ان کے ہر چھوٹے اور بڑے پر عذاب اترا، یعنی ان کے درمیان برابری کر دی۔

جمہور نے دمدم میں دو دالوں کے درمیان میم پڑھی ہے، جبکہ ابن زبیر نے فَدَهْدَمَ دو دالوں کے مابین ھاء پڑھا ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: یہ دو لغات ہیں، جیسے کہا جاتا ہے: اِمتقع لونه اور اهتقع لونه۔

وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿۱۵﴾: یعنی اللہ نے ان کے ساتھ یہ کیا بغیر کسی انجام اور اعتراض کے خوف کے۔ عُقْبٰهَا کی ضمیر فعلة [1] کی طرف لوٹ رہی ہے یا دمدمة کی طرف جس پر دَمْدَمَ کی دلالت ہے۔

سُدی، ضحاک اور کلبی کہتے ہیں: کلام کونچیں کاٹنے والے کی طرف لوٹ رہا ہے نہ کہ اللہ پاک کی طرف۔ یعنی جس نے کونچیں کاٹنے کا کام کیا، وہ اپنے اس کام کے انجام سے خوفزدہ نہ ہوا۔

ایک قول ہے کہ اللہ کے پیغمبر ﷺ اپنی قوم کی ہلاکت کے انجام سے نہیں ڈرتے، نہ انہیں کسی ضرر کا ڈر ہے، جو قوم پر عذاب کی وجہ سے ان پر لوٹے گا کیونکہ انہوں نے تو اپنی قوم کو ڈرا دیا تھا، جبکہ پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے۔ جمہور نے وَلَا يَخَافُ واوَ کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ نافع اور ابن عامر نے اسے فاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے اور اسے صحیح بھی کہا ہے کہ اللہ کے فرمان: وَضُحٰىهَا کے متعلق انہوں نے فرمایا: اس کی روشنی۔ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا فرمایا: اس کے پیچھے

[1] یعنی اس فعل کو فعلة مؤنث تعبیر کر کے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



آئے۔ وَالنَّهَارِ إِذَا جَلّٰهَا فرمایا: اس کو روشن کرے۔ وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنٰهَا فرمایا: اللہ نے آسمان بنایا۔ وَالْأَرْضِ وَمَا طَحٰهَا فرمایا: اسے بچھایا۔ فَأَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا فرمایا: اسے نیکی اور نافرمانی سکھائی۔

ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ان سے وَالْأَرْضِ وَمَا طَحٰهَا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اسے تقسیم کیا۔ فَأَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا فرمایا: خیر اور شر سے۔

حاکم نے انہی سے نقل کیا ہے اور صحیح بھی کہا ہے۔ فَأَلْهَمَهَا کے متعلق فرمایا: اسے اس کی نیکی اور اس کا گناہ الہام کر دیا۔

احمد، عبد بن حمید، مسلم، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن مردویہ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ آپ کا کیا خیال ہے کہ آج جو لوگ عمل کرتے ہیں اور اس میں کوشش کرتے ہیں، یہ چیز ان پر لکھی گئی ہے اور سابقہ تقدیر میں گزر چکی ہے، یا آئندہ اس میں سے ہے جو ان کے پاس کا اُن کا نبی لایا ہے اور ان پر اس (دین) کے ساتھ حجت پکڑی گئی ہے؟ فرمایا: کیوں نہیں یہ اس میں سے ہے جو ان پر فیصلہ کیا جا چکا ہے۔ پوچھا تو پھر لوگ کیوں عمل کرتے ہیں؟ فرمایا: جسے اللہ نے دو میں سے ایک مرتبے کے لیے پیدا کیا ہے، وہ اپنے عمل کے ساتھ اس کے لیے تیاری کرتا ہے، اس کی تصدیق اللہ کی کتاب میں آئی ہے: وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝ فَأَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝ اس سے اگلی سورت میں بھی اس طرح کی حدیث آئے گی۔

ابن ابی شیبہ، احمد اور نسائی نے حضرت زید بن ارقم سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے: اے اللہ! میرے نفس کو اس کا تقویٰ دے دے، اور اسے پاک کر دے، تو بہتر ہے جو اسے پاک کرے، تو اس کا ولی ہے اور تو اس کا مولیٰ ہے۔

اسے ابن المنذر، طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے نقل کیا ہے، انہوں نے یہ بھی زیادہ کیا ہے کہ آپ ﷺ جب یہ آیت وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝ فَأَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝ تلاوت کرتے تو یہ پڑھتے۔ انہوں نے یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ آپ ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



صبح کی نماز میں یہ پڑھتے تھے۔ حضرت زید بن ارقم کی حدیث مسلم نے بھی نقل کی ہے۔ اس طرح کی روایت احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے۔

ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فرمان: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا کے متعلق نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: وہ تحقیق کامیاب ہوگیا جس کا نفس اللہ نے پاک کر دیا۔ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا فرماتے ہیں: تحقیق ناکام ہوا وہ شخص جس کے نفس کو اللہ نے دبایا اور اسے گمراہ کر دیا۔ لَا يَخَافُ عُقْبٰهَا فرمایا: وہ کسی ایک کی ڈانٹ سے نہیں ڈرتا۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے انہی سے نقل کیا ہے، وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا فرمایا: اس کے متعلق تدبیر کی۔

ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور دیلمی نے جویبر عن ضحاک کے واسطہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے فرمان: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا الآیہ کے متعلق فرماتے ہوئے سنا ہے: وہ نفس کامیاب ہوا جسے اللہ نے پاک کر دیا، اور وہ نفس ناکام ہوا جسے اللہ نے ہر خیر سے ناکام کر دیا، اس کی سند میں جویبر راوی ضعیف ہے۔

ابن جریر نے انہی سے بِطَغْوٰىهَآ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: عذاب کا نام ہے جو ان پر طغوٰی آیا ہے، فرمایا: ثمود نے اپنے عذاب کو جھٹلایا۔

بخاری، مسلم وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن زمعہ سے ذکر کیا ہے، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا تو اونٹنی کا ذکر کیا اور اس شخص کا ذکر کیا جس نے اس کی ٹانگیں کاٹی تھیں، فرمایا: اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا اس کے لیے ایک مضبوط، سخت اور اپنی قوم کا طاقت ور آدمی کھڑا ہوا جیسے ابو زمعہ ہے۔

احمد، ابن ابی حاتم، بغوی، طبرانی، ابن مردویہ، حاکم اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے، حضرت عمار بن یاسر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا میں تمہیں لوگوں میں سے سب سے بڑا بدبخت نہ بتاؤں؟ کہا کیوں نہیں۔ فرمایا: دو آدمی ہیں ایک قوم ثمود میں گدھے جیسا جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹیں اور دوسرا جو تجھے اس بارے میں نقصان دے، یعنی ان کا سر، حتیٰ کہ اس سے یہ تر ہو جائے، یعنی ان کی داڑھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورۃ اللیل

اس کی اکیس آیات ہیں، اور جمہور کے نزدیک یہ سورت مکی ہے، ایک قول ہے کہ مدنی ہے، ابن ضریس، نحاس اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: سورۃ وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی مکہ میں نازل ہوئی۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر میں وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی اور اس جیسی سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دوپہر کی نماز پڑھائی، تو آواز بلند کی اور وَالشَّمۡسِ وَضُحٰهَا. وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی پڑھی۔ حضرت ابیؓ بن کعب رضی اللہ عنہ نے ان سے گزارش کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو نماز میں کسی (نئی) چیز کا حکم دیا گیا ہے؟ فرمایا: نہیں، لیکن میں نے چاہا کہ تمہارے لیے مقرر کردوں۔ ایک حدیث پیچھے گزر چکی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے کیوں نہ سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى. وَالشَّمۡسِ وَضُحٰهَا اور وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی کے ساتھ نماز پڑھائی۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: یہ سورت وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی سخاوت اور بخل کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی ۙ﴿۱﴾ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی ۙ﴿۲﴾ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالۡاُنۡثٰۤی ۙ﴿۳﴾ اِنَّ سَعۡیَكُمۡ لَشَتّٰی ؕ﴿۴﴾ فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰی وَاتَّقٰی ۙ﴿۵﴾ وَصَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰی ۙ﴿۶﴾ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلۡیُسۡرٰی ؕ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنۡۢ بَخِلَ وَاسۡتَغۡنٰی ۙ﴿۸﴾ وَكَذَّبَ بِالۡحُسۡنٰی ۙ﴿۹﴾ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلۡعُسۡرٰی ؕ﴿۱۰﴾ وَمَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى ﴿۱۱﴾ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ﴿۱۲﴾ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ﴿۱۳﴾ فَاَنْذَرْتُكُمْ
نَارًا تَلَظّٰى ﴿۱۴﴾ لَا يَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى ﴿۱۵﴾ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۶﴾ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿۱۷﴾ الَّذِيْ
يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ﴿۱۹﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿۲۰﴾ وَ
لَسَوْفَ يَرْضٰى ﴿۲۱﴾

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے! اور دن کی جب وہ روشن ہو! اور اس کی جو اس نے پیدا کیا نر اور مادہ! بے شک تمھاری کوشش یقیناً مختلف ہے۔ پس لیکن وہ جس نے دیا اور (نافرمانی سے) بچا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو سچ مانا۔ تو یقیناً ہم اسے آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے۔ اور لیکن وہ جس نے بخل کیا اور بے پروا ہوا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو جھٹلا دیا۔ تو یقیناً ہم اسے مشکل راستے کے لیے سہولت دیں گے۔ اور اس کا مال اس کے کسی کام نہ آئے گا جب وہ (گڑھے میں) گرے گا۔ بلاشبہ ہمارے ہی ذمے یقیناً راستہ بتانا ہے۔ اور بلاشبہ ہمارے ہی اختیار میں یقیناً آخرت اور دنیا ہے۔ پس میں نے تمھیں ایک ایسی آگ سے ڈرا دیا ہے جو شعلے مارتی ہے۔ جس میں اس بڑے بدبخت کے سوا کوئی داخل نہیں ہوگا۔ جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا۔ اور عنقریب اس سے وہ بڑا پرہیزگار دور رکھا جائے گا۔ جو اپنا مال (اس لیے) دیتا ہے کہ پاک ہو جائے۔ حالانکہ اس کے ہاں کسی کا کوئی احسان نہیں ہے کہ اس کا بدلہ دیا جائے۔ مگر (وہ تو صرف) اپنے اس رب کا چہرہ طلب کرنے کے لیے (دیتا ہے) جو سب سے بلند ہے۔ اور یقیناً عنقریب وہ راضی ہو جائے گا۔

اللہ کا فرمان ہے: وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى یعنی اپنے اندھیرے سے روشن چیز کو ڈھانپ لیتی ہے۔ زجاج کہتے ہیں: رات افق کو اور آسمان و زمین کے مابین کو ڈھانپ لیتی ہے، پس دن کی روشنی چلی جاتی ہے۔ ایک قول ہے کہ زمین کو ڈھانپتی ہے، جبکہ پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے۔ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى یعنی دن ظاہر ہوا، کھل گیا، رات کے اندھیرے کے چلے جانے پر واضح ہو گیا، یہ طلوع آفتاب کے ساتھ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰٓى ۝: مَا یہاں پر موصولہ ہے، یعنی وہ ذات جس نے مذکر اور مؤنث کو پیدا کیا، مَنْ سے مَا کو تعبیر بنایا، تا کہ وصفیت پر دلالت ہو اور مقصود شان بڑھانا ہے۔ یعنی اس عظیم قادر کی قسم جس نے مذکر اور مؤنث کی دو صنفیں پیدا کیں۔

حسن اور کلبی کہتے ہیں: اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اس ذات کی قسم جس نے مذکر اور مؤنث کو پیدا کیا، تو اس طرح اپنی ذات کی قسم کھائی ہے۔

ابو عبیدہ کہتے ہیں: وَمَا خَلَقَ سے مراد وَمَنْ خَلَقَ ہے۔ مقاتل کہتے ہیں: یعنی مذکر اور مؤنث کو پیدا کیا تو اس طرح مَا مصدریہ ہوگا۔ کلبی اور مقاتل کہتے ہیں: مراد حضرت آدم وحواء ہیں۔ جبکہ ظاہر عموم ہے۔ جمہور نے وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰٓى پڑھا ہے، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰی کو مَا خَلَقَ کے بغیر پڑھا ہے۔

اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝: یہ جواب قسم ہے یعنی تمہارا عمل مختلف ہے، کسی کا عمل جنت کے لیے ہے اور کسی کا جہنم کے لیے ہے۔ جمہور مفسرین کہتے ہیں: سعی سے مراد عمل ہے۔ کوئی اپنی جان چھڑانے میں کوشش کر رہا ہے اور کوئی اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے کی کوشش میں ہے۔ شَتّٰی یہ شتیت کی جمع ہے، جیسے مَرْضٰی اور مریض ہے، مختلف چیزوں کو شتی کہتے ہیں، کیونکہ وہ ایک دوسرے سے دور ہوتی ہیں۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝: یعنی اپنا مال خیر کی راہوں میں خرچ کیا اور اللہ کی حرام کردہ باتوں سے بچا، جن سے اس نے منع فرمایا ہے۔

وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝: یعنی پیچھے سے اللہ سے ڈرا۔ مفسرین کہتے ہیں: یعنی جس نے تنگ دستوں کو دیا۔ قتادہ کہتے ہیں: اللہ کا حق ادا کیا جو اس پر لازم تھا۔ حسن کہتے ہیں: اپنے دل کی سچائی دی۔ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى سے مراد لا الٰہ الا اللہ ہے، یہی ضحاک اور سلمی کا قول ہے۔

مجاہد کہتے ہیں: بِالْحُسْنٰى سے مراد جنت ہے۔ زید بن اسلم کہتے ہیں: نماز زکوٰۃ اور روزہ، جبکہ پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: بِالْحُسْنٰى سے مراد اللہ کا وہ وعدہ ہے جو ثواب کا وعدہ اس سے فرمایا ہے۔ حسن کہتے ہیں: پیچھے سے عطاء کرتا ہے، یہ معنیٰ ابن جریر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نے اختیار کیا ہے۔

فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝: یعنی عنقریب ہم اسے اچھی خصلت کے لیے تیار کریں گے، وہ عمل خیر ہے۔ مطلب ہے کہ ہم اس کے لیے خیر کی راہ میں خرچ اور اللہ کی فرمانبرداری کا عمل آسان کر دیں گے۔ واحدی کہتے ہیں: مفسرین کا کہنا ہے: یہ آیات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئیں، انہوں نے اہل مکہ کے ہاتھوں سے چھ مؤمنوں کو خرید لیا، جنہیں وہ اللہ کے لیے عذاب دیتے تھے۔

وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝: یعنی اپنے مال میں بخل کیا اور اسے خیر کی راہوں میں خرچ کیا۔ وَاسْتَغْنٰى کا مطلب ہے کہ اجر وثواب میں زُہد (بے پروائی) اختیار کی، یا آخرت کی نعمتوں کے مقابل دنیا کی شہوتوں کے ساتھ بے پروائی اختیار کی۔

وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝: یعنی پیچھے سے اللہ عزوجل کو جھٹلایا۔ مجاہد کہتے ہیں: جنت کو۔ انہی سے مروی ہے، فرمایا: لا الٰہ الا اللہ کو۔

فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝: یعنی ہم اسے تنگی والی خصلت کے لیے تیار کریں گے، اس کے لیے وہ آسان کریں گے حتیٰ کہ اس پر اسباب خیر وصلاح مشکل ہو جائیں گے، وہ ان کے کرنے سے کمزور ہوگا تو یہ بات اسے جہنم تک پہنچائے گی۔ مقاتل کہتے ہیں: اس پر خیر عطاء کرنا مشکل ہوتا ہے۔ ایک قول ہے کہ عسریٰ شر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ شر عذاب تک پہنچاتا ہے اور تنگی عذاب میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم اسے شر کے لیے جلد تیار کریں گے کہ اسے اس کے سامنے چلائیں گے۔ فراء کہتے ہیں: سَنیسرُہٗ کا مطلب سَنُھَیئُہٗ ہے۔ عرب کہتے ہیں: سیرت الغنم جب بکری بچہ جنم دے یا وہ جنم کے لیے تیار ہو۔ شاعر کہتا ہے:

هما سيدانا يزعمان وانما
يسودانا ان يسرت غنماهما

''وہ دونوں ہمارے سردار ہیں، وہ گمان کرتے ہیں، اور سوائے اس کے نہیں وہ ہم پر سرداری کرتے ہیں کہ ان کی بکریاں بچے دیتی ہیں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّى ﴿١١﴾: یعنی اس سے وہ مال کچھ کفایت نہ کرے گا جس کا اس نے بخل کیا تھا، یا وہ کونسی چیز ہے جو اسے بچائے گی جب وہ گرے گا، یعنی ہلاک ہوگا۔ کہا جاتا ہے ردی الرجل یردی ردی وتردی یتردی جب وہ ہلاک ہو۔ قتادہ، ابو صالح اور زید بن اسلم کہتے ہیں: اذا تردی جب وہ جہنم میں گرے گا۔ کہا جاتا ہے، ردی فی البئر وتردی جب بندہ کنویں میں گر جائے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ما ادری این ردی یعنی میں نہیں جانتا کہ وہ وہ کہاں گیا۔

إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ﴿١٢﴾: یہ جملہ مستانفہ ہے اور اپنے ماقبل کو ثابت کرنے والا ہے۔ یعنی ہمارے ذمے بیان ہے۔ زجاج کہتے ہیں: ہم پر لازم ہے کہ ہم گمراہی کی راہ سے ہدایت کی راہ واضح کریں۔ قتادہ کہتے ہیں: اللہ پر بیان ہے، یعنی اپنے حرام، فرمانبرداری اور نافرمانی کا بیان۔

فراء کہتے ہیں: جو ہدایت کی راہ پر چلا، اسے راہ دکھانا اللہ کے ذمے ہے، کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: وَعَلَى اللهِ قَصْدُ السَّبِيلِ فرمایا: جو اللہ کا ارادہ کرے پس وہ سیدھی راہ پر ہے۔ فراء ہی کہتے ہیں: بے شک ہم پر ہدایت ہے اور گمراہ کرنا۔ گمراہ کرنے کو حذف کیا گیا جیسے اللہ کا فرمان ہے: سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ ایک قول ہے، معنٰی یہ ہے کہ ہم پر اس ہدایت کا ثواب ہے جو ہدایت ہم نے اسے دی ہے۔

وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ ﴿١٣﴾: یعنی سب کچھ جو آخرت میں ہے اور سب کچھ جو دنیا میں ہے ہمارے لیے ہے، ہم اس میں جیسے چاہیں تصرف کرتے ہیں۔ جس نے ان دونوں کا ارادہ کیا یا ان میں سے ایک کا، اس کو یہ ہم سے مانگنا چاہیے، ایک قول ہے، معنی یہ ہے کہ بے شک ہمارے لیے آخرت کا ثواب ہے اور دنیا کا ثواب بھی۔

فَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ ﴿١٤﴾: یعنی میں نے تمہیں اس آگ سے ڈرایا اور خوف دلایا ہے جو بھڑکتی اور شعلے مارتی ہے۔ اس کی اصل تَتَلَظّٰی ہے، دو تاؤں میں سے ایک کو تخفیف کے لیے حذف کر دیا گیا۔ اصل کے مطابق عبید بن عمیر، یحیٰی بن یعمر اور طلحہ بن مصرف نے پڑھا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ﴿١٥﴾: یعنی وہ اس میں ملے گا لازم ملنا، ہمیشگی کی صورت میں، جو بڑا بدنصیب ہے اور وہ کافر ہے۔ گو کہ اس میں دیگر نافرمان بھی داخل ہوں گے لیکن ان کا ملنا اس کے ملنے کی طرح نہیں ہوگا، يَصْلٰىهَآ سے مراد یدخلھا ہے، یا وہ اس کا صَلٰی پائے گا یعنی اس کی گرمی پائے گا۔ پھر اس بڑے بدبخت کی صفت بتائی تو فرمایا:

الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿١٦﴾: یعنی اس نے حق کو جھٹلایا جو پیغمبر لے کر آئے اور اس نے فرمانبرداری اور ایمان سے منہ پھیرا۔ فراء کہتے ہیں: اِلَّا الْاَشْقَى یعنی سوائے اس کے جو اللہ جل ثناءہ کے علم میں بدبخت ہوگیا، وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ظاہر کے رد کے ساتھ اس نے نہیں جھٹلایا بلکہ جس فرمانبرداری کا اسے حکم دیا گیا تھا اس میں کوتاہی کی، پس اسے تکذیب کر دیا، جیسے تم کہتے ہو: فلاں دشمن سے ملا، پس اس نے جھٹلایا، جب وہ واپس آجائے اور اس کی پیروی سے پھر جائے۔ زجاج کہتے ہیں: یہی آیت ہے جس کی بنیاد پر مرجئہ نے کہا ہے جو بھی کہا ہے۔ انہوں نے گمان کیا ہے کہ کافر کے بغیر کوئی جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔ حالانکہ اہل جہنم کے مراتب ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ منافقین جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں ہوں گے۔ اللہ پاک نے جس کے ساتھ بھی عذاب کی جس جنس کا وعدہ کیا ہے، وہ حق دار ہے کہ اسے وہ عذاب دیا جائے گا، اللہ نے فرمایا ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ اگر ہر وہ شخص جس نے شرک نہیں کیا، اسے عذاب نہ دیا جائے تو يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ کہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

کشاف والے نے کہا ہے: یہ آیت مومنوں میں سے بڑے اور مشرکین میں سے بڑے، دونوں کی حالت کے بیان میں موازنہ کرتی ہے کہ ان دونوں کی حالت باہم مخالف ہے۔ تو کہا گیا: الْاَشْقَى اسے جہنم میں داخلے کے ساتھ خاص کیا گیا، گویا جہنم صرف اس کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ پھر الْاَتْقَى کہا گیا، اسے نجات کے ساتھ خاص کیا گیا، گویا جنت صرف اس کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ ایک قول ہے کہ الْاَشْقَى سے مراد ابوجہل اور امیہ بن خلف ہے جبکہ الْاَتْقَى سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ﴿١٧﴾: اس سے کفر سے بچنے والا دور کیا جائے گا جو بہت زیادہ بچنے والا ہے۔ واحدی کہتے ہیں: تمام مفسرین کے نزدیک الْأَتْقَى سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ انتہیٰ

بہتر یہ ہے کہ الْأَشْقَى اور الْأَتْقَى کو مذکور دو صفات سے متصف ہر شخص پر محمول کیا جائے، معنیٰ یہ ہوگا کہ اس میں پورے طور پر داخل وہ ہوگا جو پورا بدبخت ہے اور وہ کافر ہے۔ اس سے پورے طور پر دور وہ کیا جائے گا اور وہ بچایا جائے گا کہ وہ اس کے پاس بھی نہیں پھٹکے گا چہ جائیکہ وہ اس میں داخل ہو، جو تقویٰ میں کامل ہے۔ اس سے بعض نافرمان مسلمانوں کے اس میں غیر لازم دخول کی نفی نہیں ہوتی، اور نہ اس شخص کے اس سے دور ہونے کی نفی ہوتی ہے، اتنا دور کہ جتنا زیادہ کامل وہ دور کیا جاتا ہے جو اس سے تقویٰ اختیار کرنے والا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ مرجئہ نے لَا يَصْلٰهَآ اِلَّا الْأَشْقَى سے جو یہ بات اختیار کی ہے، اپنے زعم کے مطابق الْأَشْقَى کافر ہے، کیونکہ اُسی نے جھٹلایا ہے اور وہ پھر گیا ہے اور نافرمان مسلمانوں کی طرف سے تکذیب واقع نہیں ہوئی؟

اسے کہا جائے گا تو وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى کے متعلق کیا کہتا ہے، یہ فرمان الٰہی تو بتا رہا ہے کہ جہنم سے صرف کامل تقویٰ والا بچے گا، تو جو نافرمان مسلمانوں کی طرح تقویٰ میں کامل نہیں ہے، کیا وہ جہنم سے بچنے والوں میں سے نہیں ہوگا؟ اگر تم الْأَتْقَى کی کسی طرح بھی تاویل کرو گے تو وہی تاویل تمہیں الْأَشْقَى میں بھی کرنا پڑے گی، اس کے ساتھ تم یہ دلیل بھی لے لو، اور ایسے ہو جاؤ جیسے شاعر نے کہا ہے:

علیٰ اننی راض بان احمل الھوٰی
واخرج منہ لا علیّ ولا لیہ

”میں اس بات پر راضی ہوں کہ میں محبت اٹھاؤں اور اس سے اس حال میں نکلوں کہ وہ نہ میرے خلاف ہو اور نہ میرے حق میں ہو۔“

ایک قول ہے کہ الْأَشْقَى اور الْأَتْقَى سے مراد شقی اور تقی ہے، جیسے طرفہ بن العبد نے کہا ہے:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



تمنى رجال ان اموت وان امت

فتلك سبيل لست فيها بأوحد

''کچھ لوگوں کی خواہش ہے کہ میں مر جاؤں، اور اگر میں مروں، تو یہ وہ راہ ہے جس پر میں اکیلا نہیں ہوں۔''

یہاں اوحد سے مراد واحد ہے۔ لیکن آپ پر مخفی نہ رہے کہ اشقی کی تکذیب کے یہ منافی نہیں ہے کیونکہ یہ صرف کافر ہی کرتا ہے۔ اس قائل کا جو ارادہ ہے کہ نافرمان مسلمانوں کو دو صفوں میں شامل کیا جائے یہ قول اس طرح پورا نہیں ہوتا۔

پھر اللہ پاک نے الْاَتْقَى کی صفت بیان کی، لہٰذا فرمایا: الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یعنی وہ دیتا ہے اور اسے خیر کی راہوں پر خرچ کرتا ہے۔ یَتَزَكّٰى، یُؤْتِیْ کے فاعل سے حال کے طور پر محل نصب میں ہے۔ یعنی اس حال میں کہ وہ طلب کرتا ہے کہ وہ اللہ کے ہاں پاکیزہ ہو، اس سے دکھاوا اور سناوا مطلوب نہ ہو، یہاں پر جائز ہے کہ یہ یُؤْتِیْ سے بدل ہو اور صلے کے حکم میں اس کے ساتھ داخل ہو۔

جمہور نے یَتَزَكّٰى تَزَكّٰی سے مضارع پڑھا ہے، جبکہ علی بن حسین بن علی نے تَزَكّٰی میں تاء کو زاء میں مدغم کر کے پڑھا ہے۔

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ﴿۱۹﴾: یہ جملہ مستأنفہ ہے، یہ اپنے ماقبل کو بیان کر رہا ہے کہ تَزَكّٰی اس انداز میں ہو کہ اس صورت میں اخلاص ہو جس میں خلوص کے منافی چیز کا شائبہ تک نہ ہو، یعنی وہ ان میں سے نہیں ہے جو اپنے مال کا صدقہ لوگوں میں سے کسی کے خود پر احسان کی وجہ سے دیتا ہے یا اسے اس پر بدلہ کے لیے دیتا ہے، بلکہ اس کا مقصد تو صرف یہ ہے کہ وہ اپنے صدقے سے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے۔ آیت کا مطلب ہے کہ اس پر لوگوں میں سے کسی کا بھی احسان نہیں ہے کہ جس کی حالت اسے جزاء دینا ہو، حتیٰ کہ وہ اپنا مال جو دیتا ہے اس کے دینے کا مقصد اس کا بدلہ دینا ہو۔

تُجْزٰۤى مضارع مفعول (مجہول) فواصل کی رعایت سے فرمایا ہے۔ اصل میں ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یجزیھا ایاہ یا یجزیہ ایاھا ہے۔

اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿۲۰﴾: جمہور نے مستثنیٰ منقطع ہونے کی وجہ سے اسے منصوب پڑھا ہے، کیونکہ نعمت کی جنس کے تحت اس کا اندراج نہیں ہو سکتا، مطلب یہ ہے لکن ابتغاء وجه ربه الاعلی، جائز ہے کہ اس کے منصوب ہونے کی وجہ معنیٰ میں مفعول لہ ہونا ہو، یعنی لا یؤتی الا لابتغاء وجه ربه لا لمکافأة نعمة۔

فراء کہتے ہیں: یہ تاویل کے طور پر منصوب ہے یعنی میں نے تجھے یہ تیری طلب جزاء پر نہیں دیا بلکہ طلب رضائے الٰہی پر دیا ہے۔ یحییٰ بن وثاب نے اسے نِعْمَةٌ کے محل سے بدل کے طور پر مرفوع پڑھا ہے۔ کیونکہ وہ محل رفع میں ہے فاعلیت کی بنیاد پر یا ابتداء (مبتداء) ہونے کی وجہ سے۔ مِنْ زیادہ ہے، رفع تمیم قبیلے کی لغت ہے کیونکہ وہ منقطع میں بھی بدل جائز سمجھتے ہیں، وہ اسے متصل کے قائمقام بناتے ہیں۔ مکی کہتے ہیں: فراء نے ابتغاء میں رفع نعمة کے محل سے بدل کے طور پر جائز کہا ہے، جبکہ یہ ایک بعید بات ہے۔ اور وہ ایک عام لغت ہے۔ جمہور نے بھی ابتغاء کو مد کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ ابن ابی عبلة نے اسے قصر (الف مقصورہ) کے ساتھ پڑھا ہے۔

الْاَعْلٰى رب کی صفت ہے۔

وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ﴿۲۱﴾: یہ لام قسم کی بنیاد ہے، یعنی اللہ کی قسم وہ ضرور راضی ہوگا اس سے جو ہم اسے عزت اور عظیم جزاء عطاء کریں گے۔

جمہور نے يَرْضٰى کو مبنی بر فاعل (معروف) پڑھا ہے، جبکہ مبنی بر مفعول (مجہول) بھی پڑھا گیا ہے۔

ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جب وہ اندھیرا کرے۔

ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن عساکر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اُن کا فرمان نقل کیا ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف اور ابیّ بن خلف سے ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



چادر اور دس اوقیہ کے عوض میں خرید لیا، پھر انہیں آزاد کر دیا تو اللہ نے وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰى سے اِنَّ سَعۡيَكُمۡ لَشَتّٰى تک سورت نازل فرمائی، حضرت ابوبکر کی سعی اور امیہ نیز ابی کی کوشش۔ یہاں تک کہ فرمایا: وَكَذَّبَ بِالۡحُسۡنٰى فرمایا: لا الٰہ الا اللہ مراد ہے۔ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلۡعُسۡرٰى کے متعلق فرمایا: جہنم مراد ہے۔

سعید بن جبیر، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰى کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: بچے ہوئے سے دیا۔ وَاتَّقٰى فرمایا: اپنے رب سے ڈرا۔ وَصَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰى فرمایا: پیچھے سے (غائبانہ) اللہ سے ڈرتا ہے۔ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلۡيُسۡرٰى فرمایا: اللہ کی طرف سے خیر کے لیے۔ وَاَمَّا مَنۡۢ بَخِلَ وَاسۡتَغۡنٰى فرمایا: اپنے مال کے ساتھ اس نے بخل کیا اور اپنے رب سے بے پروائی اختیار کی۔ وَكَذَّبَ بِالۡحُسۡنٰى پیچھے سے اللہ کی طرف، فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلۡعُسۡرٰى فرمایا: اللہ کی طرف سے شر سے۔ ابن جریر نے انہی سے وَصَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰى کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: پیچھے سے یقین کر لیا۔

ابن جریر نے انہی سے وَصَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰى کا معنیٰ نقل کیا ہے، فرمایا: اس نے لا الٰہ الا اللہ کی تصدیق کی۔ وَاَمَّا مَنۡۢ بَخِلَ وَاسۡتَغۡنٰى فرمایا: جسے اللہ نے غنی کیا، لیکن اس نے زکوٰۃ میں بخل کیا۔

ابن جریر اور ابن عساکر نے عامر بن عبداللہ بن زبیر سے نقل کیا ہے، فرمایا: حضرت ابوبکر اسلام لانے پر مکہ میں غلاموں کو آزاد کرتے تھے، وہ اسلام قبول کرنے والی عورتوں اور بوڑھیوں کو آزاد کرتے تھے۔ ان کے والد نے ان سے کہا: اے میرے بیٹے! میں دیکھتا ہوں کہ تو کمزور لوگوں کو آزاد کراتا ہے، اگر تو مضبوط مردوں کو آزاد کرے، وہ تیرے ساتھ کھڑے ہوں گے، تجھے دشمن سے بچائیں گے اور تیرا دفاع کریں گے، فرمایا: اے میرے باپ! میں جو اللہ کے پاس اجر ہے صرف وہ چاہتا ہوں، فرماتے ہیں: ہمارے بعض اہل خانہ نے مجھے بتایا ہے کہ یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے: فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰى وَاتَّقٰى ۝۵ لا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۙ﴿۶﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ؕ﴿۷﴾۔

عبد بن حمید، ابن مردویہ اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۙ﴿۵﴾ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۙ﴿۶﴾ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۙ﴿۸﴾ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۙ﴿۹﴾ فرمایا: ابوسفیان بن حرب مراد ہے۔

بخاری، مسلم، اہل السنن وغیرہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: ہم ایک جنازہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کا ٹھکانہ جنت سے اور اس کا ٹھکانہ جہنم سے لکھ دیا گیا ہے۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم بھروسہ نہ کریں؟ فرمایا: عمل کرو، ہر ایک کے لیے آسان ہوگا جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ اگر وہ اہل سعادت میں سے ہے، تو اسے عمل اہل سعادت کی آسانی دی جائے گی۔ اور اگر وہ اہل شقاوت میں سے ہے تو اسے عمل اہل شقاوت کی طرف سہولت دی جائے گی، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۙ﴿۵﴾ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۙ﴿۶﴾ اسے لِلْعُسْرٰى تک مکمل کیا۔

احمد، مسلم وغیرہ نے حضرت جابر بن عبداللہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت سراقہ بن مالک نے کہا: یا رسول اللہ! کس چیز میں ہم عمل کریں؟ کیا اس چیز میں جس میں تقدیریں ثابت ہوگئی ہیں اور اس میں قلمیں چل چکی ہیں، یا اس چیز میں جو عمل مستقبل میں ہے؟ فرمایا: بلکہ اس چیز میں جس میں تقدیریں ثابت ہوگئی ہیں اور اس میں قلمیں چل چکی ہیں۔ سراقہ نے کہا: تو پھر عمل کس بات میں ہے، اے اللہ کے رسول! فرمایا: عمل کرو، ہر ایک کو آسانی دی جائے گی، جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت: فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى سے فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى تک پڑھی۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث اس سے پچھلی سورت میں گزر چکی ہے، اس باب میں کئی احادیث صحابہ کی ایک جماعت کے واسطوں سے مروی ہیں۔

ابن جریر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: تم سب ضرور ضرور جنت میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



داخل ہو جاؤ گے سوائے اس کے جس نے انکار کیا، لوگوں نے کہا: کون ہے جو جنت میں داخل ہونے سے انکار کرتا ہے؟ تو انہوں نے پڑھا: الَّذِیْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰی۔

سعید بن منصور، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: اس امت سے کوئی باقی نہ رہے گا مگر اللہ اسے جنت میں داخل کریں گے، سوائے اس کے جو اللہ کی اطاعت سے نکل گیا، جیسے بدکا، برا اونٹ اپنے مالکوں کے ہاتھ سے نکلتا ہے، پس جس شخص نے میری تصدیق نہیں کی، تو اللہ فرما رہے ہیں۔ لَا یَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى ۙ﴿۱۵﴾ الَّذِیْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰی ؕ﴿۱۶﴾ جو کچھ محمد (ﷺ) لائے ہیں اس نے اس کی تکذیب کی اور ان سے وہ پھر گیا۔

احمد، حاکم اور ضیاء نے حضرت ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، ان سے نرم ترین کلمے کے متعلق سوال کیا گیا، جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہو، کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: خبردار! تم سب جنت میں داخل ہو جاؤ گے، سوائے اس کے جو اللہ کی فرمانبرداری سے نکل گیا، جیسے اونٹ اپنے مالک کی نافرمانی کرتا ہے۔

احمد، ابن ماجہ اور ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہنم میں صرف کوئی بدبخت داخل ہوگا۔ پوچھا گیا، بدبخت کون ہے؟ فرمایا: جو اللہ کی کوئی فرمانبرداری نہیں کرتا اور وہ اللہ کی کوئی نافرمانی نہیں چھوڑتا۔

احمد اور بخاری نے ان سے ہی نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری ساری امت روز قیامت جنت میں داخل ہوگی، سوائے اس کے جس نے انکار کیا، لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! انکار کون کرے گا؟ فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگیا اور جس نے میری نافرمانی کی پس تحقیق اس نے انکار کیا۔

ابن ابی حاتم نے عروہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سات آدمی آزاد کیے تھے، ان سب کو اللہ کے لیے عذاب دیا جاتا تھا۔ بلال، عامر بن فہیرہ، نہدیہ، اس کی بیٹی، زنیرہ، ام عیسیٰ اور بنو مومل کی ایک لونڈی، ان کے بارے میں ہی وَ سَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى آخر تک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سورت نازل ہوئی ہے۔

حاکم نے عامر بن عبداللہ بن زبیر سے نقل کیا ہے اور اسے صحیح بھی کہا ہے، جو ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں، انہوں نے اس روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ ان کے بارے میں فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی سے وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ﴿۱۹﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿۲۰﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ﴿۲۱﴾ تک سورت نازل ہوئی۔

بزار، ابن جریر، ابن المنذر، طبرانی، ابن مردویہ اور ابن عساکر نے ان سے اسی طرح ایک اور سند سے نقل کیا ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورۃ الضحیٰ

اس کی اکیس آیات ہیں اور بلا اختلاف یہ مکی سورت ہے۔ ابن ضریس، نحاس، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ وَالضُّحٰی مکہ میں نازل ہوئی۔

حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے، ابن مردویہ نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابوالحسن المقری کی سند سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: میں نے عکرمہ بن سلیمان سے سنا، وہ کہتے ہیں: میں نے اسماعیل بن قسطنطین پر پڑھا، جب میں وَالضُّحٰی پر پہنچا تو فرمایا: اللہ اکبر کہو، پھر ختم کرو۔ انہیں عبداللہ بن کثیر نے خبر دی کہ انہوں نے مجاہد پر پڑھا، انہوں نے اس کا حکم دیا۔

مجاہد نے انہیں بتایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں اس کا حکم دیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے انہیں اس کا حکم دیا۔ حضرت ابی نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کا حکم دیا تھا۔

ابوالحسن المقری جن کا ذکر آیا ہے، یہ احمد بن محمد بن عبداللہ بن ابی بزہ المقری ہیں، ابن کثیر فرماتے ہیں: اس سنت کے ساتھ ابوالحسن احمد بن محمد بن عبداللہ البزی متفرد ہیں جو ابوالقاسم بن ابی بزہ کی اولاد سے ہیں، یہ قراءات میں امام تھے۔ لیکن حدیث میں ابوحاتم الرازی نے انہیں ضعیف کہا ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے ان سے روایت نہیں لی۔

اسی طرح ابوجعفر العقیلی کہتے ہیں: یہ منکر الحدیث ہیں۔

ابن کثیر فرماتے ہیں: اس موقع پر تکبیر اور اس کی کیفیت کے متعلق قراء میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا: وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى کے آخر میں آدمی تکبیر کہے گا۔ دیگر نے وَالضُّحٰی کے آخر میں کہا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تکبیر کی کیفیت ان میں سے بعض کے نزدیک یہ ہے کہ وہ اللہ اکبر کہے گا اور اسی پر رک جائے گا۔ بعض کہتے ہیں: اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ اللہ اکبر کہے گا۔

وَالضُّحٰی کے شروع میں تکبیر کی مناسبت انہوں نے یہ بتائی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر وحی میں تاخیر ہوئی اور اس مدت میں بند بھی ہوئی، پھر آپ کے پاس فرشتہ آیا، اس نے وَالضُّحٰی ① وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ② آخر سورت تک وحی نازل کی، تو خوشی اور مسرت سے آپ ﷺ نے تکبیر کہی۔ انہوں نے یہ روایت کسی سند کے ساتھ ذکر نہیں کی حتیٰ کہ اس پر صحت اور ضعف کا حکم لگایا جائے۔

بخاری، مسلم وغیرہ نے حضرت جندب بن عبداللہ البجلی سے نقل کیا ہے، فرمایا: نبی ﷺ بیمار ہوئے اور دو یا تین راتیں قیام نہ کیا، تو ایک عورت آپ ﷺ کے پاس آئی وہ کہنے لگی: میرا خیال ہے، اے محمد! آپ کا شیطان آپ کو چھوڑ گیا ہے، وہ دو یا تین راتیں آپ کے قریب نہیں آیا تو اللہ تعالیٰ نے وَالضُّحٰی ① وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ② مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ③ سورت نازل فرمائی۔

فریابی، عبد بن حمید، سعید بن منصور، ابن جریر، طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت جندب سے نقل کیا ہے، فرمایا: جبرئیل علیہ السلام نے نبی ﷺ پر دیر کی، تو مشرکین نے کہا: وہ محمد (ﷺ) کو چھوڑ گیا ہے، تو مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی نازل ہوئی۔

طبرانی نے حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: جبرئیل علیہ السلام نبی ﷺ سے رک گئے، تو آپ کے چچا کی بیٹیوں میں سے کسی نے کہا: میں دیکھتی ہوں کہ تیرے ساتھی نے تجھ پر ناراضی کی ہے۔ تو وَالضُّحٰی نازل ہوئی۔ ترمذی نے اسے نقل کیا ہے اور صحیح بھی کہا ہے اور ابن ابی حاتم نے بھی حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، اس میں ہے کہ ایک عورت نے کہا: میں خیال کرتی ہوں کہ آپ کے شیطان نے آپ کو چھوڑ دیا ہے، تو وَالضُّحٰی نازل ہوئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالضُّحٰی ① وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ② مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ③ وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی ④ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ⑤ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰی ⑥ وَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ قسم ہے دھوپ چڑھنے کے وقت کی! اور رات کی جب وہ چھا جائے! نہ تیرے رب نے تجھے چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا۔ اور یقیناً پیچھے آنے والی حالت تیرے لیے پہلی سے بہتر ہے۔ اور یقیناً عنقریب تیرا رب تجھے عطا کرے گا، پس تو راضی ہو جائے گا۔ کیا اس نے تجھے یتیم نہیں پایا، پس جگہ دی۔ اور اس نے تجھے راستے سے ناواقف پایا تو راستہ دکھا دیا۔ اور اس نے تجھے تنگدست پایا تو غنی کر دیا۔ پس لیکن یتیم، پس (اس پر) سختی نہ کر۔ اور لیکن سائل، پس (اسے) مت جھڑک۔ اور لیکن اپنے رب کی نعمت، پس (اسے) بیان کر۔

یہاں الضُّحٰی سے مراد پورا دن ہے، کیونکہ آگے وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى فرمایا ہے، جب لیل کے مقابلے میں الضُّحٰی آئے گا تو اس بات پر دلالت کرے گا کہ اس سے مراد پورا دن ہے بعض حصہ نہیں ہے۔ یہ اصل میں سورج کے بلند ہونے کے وقت کا نام ہے جیسا کہ اللہ کے فرمان: وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا میں گزر چکا ہے۔ بظاہر اس سے مراد ضحیٰ کا وقت بغیر تعین کے ہے۔ قتادہ، مقاتل اور جعفر صادق کہتے ہیں: اس سے مراد وہ ضحیٰ/ چاشت ہے جس میں اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام فرمایا۔

وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى: سے مراد معراج کی رات ہے۔ ایک قول ہے کہ الضُّحٰی سے مراد وہ وقت ہے جب جادوگر سجدے میں گر گئے تھے، جیسا کہ اللہ کے فرمان: وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى میں ہے۔ ایک قول ہے کہ مقسم بہ مضاف مقدر ہے جیسا کہ اس کے نظائر/ ہم مثلوں میں گزر چکا ہے۔ یعنی رب ضحیٰ کی قسم۔ یا مقدر یہ ہے کہ ضحیٰ کی روشنی کی قسم۔ اس کی کوئی وجہ نہیں ہے، اللہ پاک کو اختیار ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں سے جس کی چاہے قسم کھائے۔ ایک قول ہے کہ ضحیٰ نور جنت ہے اور لیل جہنم کا اندھیرا ہے۔ ایک قول ہے کہ ضحیٰ عارفین کے دلوں کا نور ہے اور لیل کافرین کے دلوں کی سیاہی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَالَّيۡلِ اِذَا سَجٰى: یعنی رات ٹھہر جائے۔ اسی طرح قتادہ، مجاہد، ابن زید، عکرمہ وغیرہ نے کہا ہے۔ کہا جاتا ہے: لیلة ساجية یعنی ساکن ہے۔ آنکھ کا جھپکنا جب ٹھہر جائے، اسے ساجیہ کہا جاتا ہے۔ سجا الشئ يسجو سجوا کہا جاتا ہے جب چیز ساکن ہو جائے۔

عطاء کہتے ہیں: سَجَا جب اندھیرے کے ساتھ ڈھانپ لے۔ ثعلب نے ابن الاعرابی سے نقل کیا ہے، سَجَا اس کا اندھیرا اپھیل گیا۔ اصمعی کہتے ہیں: رات کا سَجَوہ اس کا دن کو ڈھانپ لینا ہے۔ جیسے آدمی کو کپڑے سے ڈھانپا جاتا ہے۔ حسن کہتے ہیں: وہ اپنے اندھیرے کے ساتھ چھا گئی۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں: آ گئی۔ مجاہد ہی کہتے ہیں: برابر ہو گئی۔ پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے، اسی پر جمہور اہل لغت اور مفسرین ہیں، اس کے سکون کا مطلب اس کے اندھیرے کا ٹھہرنا اور اس کی برابری ہے۔

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ: یہ جواب قسم ہے، یعنی اس نے الوداع ہونے والے کی طرح تجھ سے تعلق نہیں توڑا۔ جمہور نے مَا وَدَّعَكَ میں دال پر شد تودیع سے پڑھی ہے، وہ ہے چھوڑنے والے کا رخصت کرنا۔ حضرت ابن عباس، عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ان کے بیٹے ہاشم، ابن ابی عبلہ اور ابو حیوۃ نے اس پر تخفیف پڑھی ہے، یہ عرب کے وَدَعَهُ کہنے سے ہے، یعنی اسے چھوڑ دیا۔ اسی سے شاعر کا قول ہے:

سل امیری ما الذی غیرہ

عن وصالی الیوم حتی ودعہ

”میرے امیر سے پوچھو اسے کس چیز نے بدلا ہے، آج کے دن میرے وصال سے، حتیٰ کہ اس نے اسے چھوڑ دیا۔“

الوداع میں تودیع زیادہ بلیغ ہے، کیونکہ جس نے تجھے چھوڑتے ہوئے تودیع کی، اس نے تجھے چھوڑنے میں مبالغہ کیا۔ مبرد نے کہا: عرب کہتے رہتے ہیں: ودع ولا وذر، واؤ کے ضعف کی وجہ سے جب وہ مقدم کی جائے، وہ ترک کے ساتھ اس سے بے پروا ہو گئے۔

ابو عبیدہ کہتے ہیں: وَدَّعَكَ تودیع سے ہے، جیسے چھوڑنے والا تودیع کرتا ہے۔ زجاج کہتے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



ہیں: مطلب یہ ہے کہ وحی بند نہیں ہوئی، ہم اس سورت کے شروع میں اس آیت کا سبب نزول پہلے بیان کر آئے ہیں۔

وَ مَا قَلٰی ۝۳: قلی کا مطلب بغض ہے، کہا جاتا ہے: قلاه يقليه قلاء، زجاج کہتے ہیں: اور وہ تجھ سے ناراض نہیں ہوا، اللہ نے قلیٰ فرمایا ہے، قلاک نہیں فرمایا، تاکہ آیات کے اواخر کی موافقت ہو، مطلب ہے کہ وہ تجھ سے ناراض نہیں ہوا، امرؤ القیس کا قول اسی سے ہے:

ولست بمقلي الخلال ولا قالي

"نہ تو مجھ سے ناراض ہونے والا ہے عادات پر اور نہ چھوڑنے والا ہے۔"

وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝۴: لام محذوف قسم کا جواب ہے، یعنی آپ کے لیے دنیا کے مقابلے میں جنت بہتر ہے، حالانکہ آپ ﷺ کو دنیا میں شرف نبوت بخشا گیا، جس کے نزدیک ہر شرف چھوٹا ہو جاتا ہے اور اس کی نسبت سے دنیا میں ہر عزت کمزور ہو جاتی ہے، لیکن جب دنیا ساری تکالیف سے بھرپور ہے، عوارض بشریہ کے ساتھ دبی ہوئی ہے، ان کے ساتھ زندگی گزارنا، سوئے ہوئے کے خوابوں کی طرح ہے، یا وہ ڈھلتا سایہ ہے، تو یہ آخرت کی نسبت سے کچھ بھی نہیں ہے۔ جب یہ آخرت کی راہ ہے اور اللہ نے اپنے نیک بندوں کے لیے جو عظیم خیر تیار کی ہے اس کے حصول کا سبب ہے کہ اس میں وہ ایسے نیک کام کرتے ہیں جو جنت کی کامیابی حاصل کرنے کے موجب ہیں، تو اس حیثیت سے اس دنیا میں بھی مجموعی طور پر خیر ہے۔

وَ لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝۵: اس لام کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ لام ابتداء ہے، جو مضمون جملہ کی تاکید کے لیے خبر پر داخل ہوا ہے، اور مبتداء محذوف ہے، مقدر عبارت ولانت سوف يعطيك آخر تک ہوگی، یہ لام قسم کے لیے نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مضارع پر نون تاکید کے ساتھ ملے بغیر داخل نہیں ہوتا۔ ایک قول ہے کہ یہ قسم کے لیے ہے۔ ابو علی الفارسی کہتے ہیں: یہ لام وہ نہیں ہے جو تم اِنَّ زَيْدًا لقائمٌ میں بولتے ہو بلکہ یہ وہ لام ہے جو تم لَا قُوْمَنَّ میں بولتے ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سَوْفَ تاکید کے دونوں میں سے ایک کی نیابت میں آیا ہے، گویا کہ فرمایا: وَلَيُعْطِيَنَّكَ۔ ایک قول ہے، مطلب یہ ہے کہ آپ کا رب آپ کو جلد ہی دنیا میں فتح اور آخرت میں ثواب دے گا، جس پر آپ راضی ہو جائیں گے۔ ایک قول ہے کہ حوض اور شفاعت دے گا۔ ایک قول ہے کہ سفید موتی کے ایک ہزار محلات، جن کی مٹی کستوری ہوگی، اس میں اور اقوال بھی ہیں۔ ظاہر معنیٰ یہ ہے کہ اللہ پاک آپ ﷺ کو دنیا و آخرت دونوں کی خیر عطاء کریں گے جس پر آپ ﷺ راضی ہو جائیں گے۔ ان میں سے آپ کے ہاں اہم ترین اور مقدم تر، آپ کی امت کے حق میں آپ کی سفارش قبول کرنا ہے۔

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۞: اللہ پاک نے آپ ﷺ پر جن متعدد نعمتوں کا فیضان فرمایا، ان کا بیان یہاں سے شروع ہوتا ہے، یعنی آپ کو یتیم پایا، آپ کا باپ نہیں تھا، تو آپ کو جگہ دی، یعنی آپ کو ٹھکانہ دیا جس میں آپ جگہ پکڑتے ہیں۔

جمہور نے فَاٰوٰى میں ہمزہ کے بعد الف پڑھا ہے، آواہ یؤویہ سے رباعی فعل۔ جبکہ ابوالاشہب نے فَأَوَى ثلاثی پڑھا ہے۔ یہ یا تو رباعی کے معنیٰ میں ہے یا یہ أَوَى لَه سے ہے جب کوئی رحم کرے۔ مجاہد سے اس آیت کا معنی مروی ہے کہ کیا آپ ﷺ کو آپ کے شرف میں اکیلا نہیں پایا کہ آپ کی کوئی مثال نہیں ہے، پس اللہ نے آپ کو جگہ دی، ایسے اصحاب کے ساتھ جو آپ کی حفاظت اور آپ کا احاطہ کرتے ہیں۔ يَتِيْمًا کو ان کے قول درِ یتیم سے بنایا ہے لیکن یہ بہت بعید مفہوم ہے۔

ہمزہ انکار نفی کے لیے ہے، اور نفی کو بلیغ ترین صورت میں ثابت کرنے کے لیے ہے، گویا کہ فرمایا: قَدْ وَجَدَكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى۔ وجود بمعنیٰ علم ہے۔ يَتِيْمًا اس کا دوسرا مفعول ہے۔[1] ایک قول ہے کہ یہ مصادفہ بایکدیگر پانے والے کے مفہوم میں ہے، اور يَتِيْمًا اس کے مفعول سے حال ہے۔

---

[1] کیونکہ وَجَدَ اُن افعال میں سے ہے جو دو مفعول چاہتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝: یہ مضارع منفی پر معطوف ہے۔ ❶ ایک قول ہے کہ یہ اس پر معطوف ہے جو پچھلے کلام کا مقتضاء ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ قَدْ وَجَدَكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى، وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى۔ ضَلَالٌ یہاں غفلت کے معنیٰ میں ہے جیسے اللہ کے فرمان: لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى اور وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ میں ہے۔

مطلب ہے کہ آپ سے جو امر نبوت مراد تھا، اس سے آپ کو بے توجہ پایا۔ یہ معنیٰ زجاج نے اختیار کیا ہے۔ ضَآلًّا کے معنیٰ میں ایک قول ہے کہ آپ قرآن اور شرائع کو نہ جانتے تھے پس اللہ نے آپ کو یہ بتا دیا۔

کلبی، سُدی اور فراء کہتے ہیں: آپ ﷺ کو گمراہ قوم میں پایا، ان کو آپ کے لیے ہدایت دے دی۔ ایک قول ہے کہ آپ ﷺ کو قبلہ تلاش کرنے والا پایا، تو آپ کو اس کی راہ دے دی، جیسے اللہ کے فرمان: قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا میں ہے۔ تو ضلال بمعنی طلب ہوگا۔ ایک قول ہے کہ آپ کو آپ کی قوم کے بارے میں ضائع پایا تو آپ کو اس کی طرف ہدایت دی تو ضلال بمعنی ضیاع ہوگا۔ ایک قول ہے کہ آپ کو ہدایت کا محبّ پایا تو اس کی طرف ہدایت دی، اس طرح ضلال بمعنی محبت ہوگا۔ اسی سے شاعر کا قول ہے:

عجبا لعزة فی اختیار قطیعتی
بعد الضلال فحبلها قد اخلقا

”عزۃ پر تعجب ہے کہ میرے قطع تعلق کو اختیار کرتی ہے، محبت کے بعد، پس اس کی رسی پرانی ہوگئی ہے۔“

ایک قول ہے کہ آپ ﷺ کو مکہ کی گھاٹیوں میں سرگرداں پایا تو آپ ﷺ کو ہدایت دی، یعنی آپ کو آپ کے دادا عبدالمطلب کی طرف لوٹا دیا۔

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝: یعنی آپ کو فقیر پایا کہ آپ کے پاس مال نہ تھا تو آپ ﷺ کو غنی کر دیا، عال الرجل یعیل علیة، کہا جاتا ہے جب کوئی فقیر ہو، اسی سے احیحۃ بن

❶ یعنی اَلَمْ يَجِدْ پر۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



الجلاح کا قول ہے:

فما یدری الفقیر متی غناہ

وما یدری الغنی متی یعیل

''فقیر کو کیا معلوم کہ اس کا غنیٰ کب ہے، اور غنی کو کیا معلوم کہ وہ کب فقیر ہو جائے گا۔''

یعیل کا مطلب یفتقر ہے۔ کلبی کہتے ہیں: فَاَغْنٰی یعنی آپ کو جو رزق دیا اس پر آپ ﷺ کو راضی کیا۔ اس کو فراء نے اختیار کیا ہے، کہتے ہیں کیونکہ آپ کثرت ﷺ سے غنی نہیں تھے بلکہ اللہ پاک نے جو کچھ آپ کو عطاء فرمایا: اس پر آپ کو راضی کر دیا اور یہی غنی کی حقیقت ہے۔ اخفش کہتے ہیں: عَآىِٕلًا کا مطلب عیال دار ہے، اسی سے جریر کا قول ہے:

اللّٰہ انزل فی الکتاب فریضۃً

لابن السیل وللفقیر . العائل

''اللہ نے اپنی کتاب میں فریضہ نازل کیا ہے، مسافر کے لیے اور عیال دار فقیر کے لیے۔''

ایک قول ہے کہ اللہ نے آپ کو جو فتوحات عطاء کی ہیں، ان کے ساتھ غنی کر دیا، یہ بات محل نظر ہے، کیونکہ یہ سورت مکی ہے۔ [1]

ایک قول ہے کہ حضرت خدیجہ بنت خویلد کے مال کے ساتھ۔ ایک قول ہے کہ آپ کو دلائل و براہین میں فقیر پایا تو آپ ﷺ کو ان کے ذریعے سے غنی کر دیا۔

جمہور نے عَآىِٕلًا پڑھا ہے، جبکہ محمد بن سمیفع اور یمانی نے عَیِّلًا یاء مشدد پر زیر کے ساتھ پڑھا ہے، جیسے سید ہے۔

پھر اللہ پاک نے آپ ﷺ کو یتیموں اور فقیروں کے متعلق نصیحت کی، لہٰذا فرمایا: فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ⑨ یعنی اسے قہر کی صورتوں میں سے کسی بھی صورت کے ساتھ کبھی نہ ڈانٹو۔

[1] اور فتوحات اس کے بعد مدینہ میں حاصل ہوئی تھیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



مجاہد کہتے ہیں: تم یتیم کو حقیر نہ جانو، پس تحقیق آپ بھی یتیم تھے۔ اخفش کہتے ہیں: آپ اس پر ظلم مسلط نہ کریں، آپ اسے اس کا حق دیں اور اپنی یتیمی کو یاد کریں۔

زجاج اور فراء کہتے ہیں: اس کے مال پر اسے مغلوب نہ کریں کہ آپ کمزوری کی وجہ سے اس کا حق لے جائیں۔ اسی طرح عرب یتیموں کے حق میں کرتے تھے کہ ان کے اموال لے لیتے اور ان کے حقوق پر ظلم کرتے۔

رسول اللہ ﷺ یتیم کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے، اس کے ساتھ نیکی کرتے اور یتامیٰ کے متعلق نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ جمہور نے فَلَا تَقْهَرْ قاف کے ساتھ پڑھا ہے، جبکہ حضرت ابن مسعود، نخعی، شعبی اور اشہب عقیلی نے تکْھَرْ کاف کے ساتھ پڑھا ہے، عرب لوگ قاف اور کاف کو ایک دوسرے کی جگہ پر لاتے ہیں۔ نحاس کہتے ہیں: کَھَرَہٗ کہا جاتا ہے جب اس پر شدت اور سختی کرے۔ ایک قول ہے کہ قھر غلبہ ہے اور کھر ڈانٹنا ہے۔ ابوحیان کہتے ہی: یہ ایک لغت ہے یعنی کاف کی قراءت جمہور کی قراءت کی طرح۔ یتیم تقھر کی وجہ سے منصوب ہے۔

وَ اَمَّا السَّآىِٕلَ فَلَا تَنْهَرْ ؁۱۰: نھرہ اور انتھرہ کہا جاتا ہے جب بندہ دوسرے کا سامنا ایسے کلام کے ساتھ کرے جس کے ذریعے سے اسے ڈانٹتا ہو، یہ سائل کو ڈانٹنے اور اس سے سخت کلامی پر ممانعت ہے، لیکن اس پر تھوڑا سا خرچ کرے یا اسے اچھے طریقے سے جواب دے۔ واحدی کہتے ہیں: مفسرین کا کہنا ہے کہ مراد دروازے پر آنے والا سائل ہے، فرمایا: جب وہ تم سے مانگے اسے نہ ڈانٹو، آپ بھی فقیر تھے، یا تو اسے کھلائیں اور یا اسے اچھے انداز سے جواب دیں۔ قتادہ کہتے ہیں: اس کا مطلب سائل کو نرمی اور رحمت سے جواب دینا ہے۔ ایک قول ہے کہ سائل وہ ہے جو دین کے متعلق سوال کرتا ہے، اسے سخت زبان اور تنگ دلی کے ساتھ جواب نہ دیں، اسے نرمی اور آہستگی سے جواب دیں۔ اسی طرح سفیان نے کہا ہے، سائل تَنْهَرْ کی وجہ سے منصوب ہے، مقدر عبارت یوں ہوگی کہ جیسی بھی صورت ہو آپ یتیم کو نہ ڈانٹیں اور نہ سائل کو جھڑکیں۔

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾: اللہ پاک نے اپنی نعمتوں کے بیان کا آپ کو حکم فرمایا، ان کا لوگوں میں اظہار کریں، ان کے مابین انہیں مشہور کریں، بظاہر نعمت عموم پر ہے، اس کے افراد میں سے کسی فرد اور اس کی انواع میں سے کسی نوع کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

مجاہد اور کلبی کہتے ہیں: نعمت سے مراد یہاں قرآن ہے۔ کلبی کہتے ہیں: اللہ نے آپ پر جو نعمتیں فرمائی ہیں، ان میں قرآن عظیم ترین ہے، تو آپ کو اس کے پڑھنے کا حکم فرمایا: فراء کہتے ہیں: آپ اسے پڑھتے تھے اور اسے بیان بھی کرتے تھے۔ مجاہد ہی کہتے ہیں: نعمت سے مراد وہ نبوت ہے جو اللہ نے آپ کو عطا فرمائی، یہ بات زجاج نے بھی اختیار کی ہے، فرمایا: جو پیغام آپ ﷺ کو دیا گیا ہے وہ پہنچائیں اور اس نبوت کو بیان کریں جو اللہ نے آپ کو دی ہے، یہ نعمتوں میں سے جلیل القدر ہے۔

مقاتل کہتے ہیں: یعنی اپنے اوپر ہونے والی اس نعمت کا شکر کریں جو اس سورت میں ذکر کی گئی ہے، ضلالت کے بعد ہدایت۔ یتیم کی دلی تسلی اور فقر کے بعد غنیٰ، پس ان نعمتوں کا شکر کریں۔ اللہ کی نعمت کا بیان شکر ہے، جار مجرور حَدِّث کے متعلق ہیں۔ فاء ان کے متعلق ہونے میں مانع نہیں ہے۔

یہ جو منہیات رسول اللہ ﷺ کے لیے ہیں، یہ نواہی آپ ﷺ کے لیے اور آپ ﷺ کی امت کے لیے ہیں، کیونکہ آپ ان کے لیے نمونہ ہیں، اس امت کے افراد میں سے ہر فرد، ان نواہی کے افراد میں سے ہر فرد سے روکا گیا ہے۔ ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جب آئے۔

ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ان سے اِذَا سَجٰى کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جب جائے۔ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ فرمایا: تجھے نہیں چھوڑا۔ وَمَا قَلٰى فرمایا: وہ تجھ پر ناراض نہیں ہوا۔

طبرانی نے الاوسط میں اور بیہقی نے الدلائل میں ان ہی سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر پیش کیا گیا جو میری امت کے لیے میرے بعد مفتوح ہوگا، تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اللہ تعالیٰ نے وَلَلۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لَّكَ مِنَ الۡاُوۡلٰى نازل فرمائی۔

ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے، ابن مردویہ، بیہقی اور ابو نعیم نے انہی سے نقل کیا ہے، فرمایا: رسول اللہ ﷺ پر پیش کیا گیا، جو آپ ﷺ کی امت پر آپ کے بعد مفتوح ہوگا، آپ اس پر خوش ہو گئے، تو اللہ نے آپ ﷺ پر وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰى نازل فرمائی، اللہ نے آپ کو جنت میں ایک ہزار محلات دیئے جو موتیوں سے ہیں، اس کی مٹی کستوری ہے، ہر محل میں ازواج اور خدام ہوں گے جو لائق ہیں۔

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰى کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: آپ ﷺ کی رضا یہ ہے کہ آپ کی ساری امت جنت میں داخل ہو جائے۔ ابن جریر نے انہی سے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: حضرت محمد (ﷺ) کی رضا میں سے ہے کہ آپ کے اہل بیت میں سے ایک شخص بھی جہنم میں داخل نہ کیا جائے۔

خطیب نے التلخیص میں ایک اور سند سے انہی سے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: حضرت محمد ﷺ اس بات پر راضی نہیں ہوں گے کہ آپ کی امت میں سے ایک شخص بھی جہنم میں ہو۔

اس کی دلیل وہ روایت ہے جو مسلم نے حضرت ابو عمرو سے نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول فَمَنۡ تَبِعَنِىۡ فَاِنَّهٗ مِنِّىۡ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ آخر تک آیت پڑھی، پھر اپنے ہاتھ بلند کیے اور کہا: اے اللہ! میری امت، میری امت اور رونے لگے۔ اللہ نے فرمایا: اے جبرئیل! حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ، ان سے کہو: بے شک ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں راضی کریں گے اور ہم آپ کو پریشان نہیں کریں گے۔

ابن المنذر، ابن مردویہ اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں حرب بن سریج سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: میں نے ابو جعفر محمد بن علی بن حسین سے کہا: آپ کا کیا خیال ہے کہ یہ شفاعت جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اہل عراق بیان کرتے ہیں، کیا یہ حق ہے؟ فرمایا: ہاں اللہ کی قسم! مجھے محمد بن حنفیہ نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اپنی امت کے لیے سفارش کروں گا، حتیٰ کہ میرے پروردگار مجھے آواز دیں گے: اے محمد (ﷺ)! کیا تم راضی ہو گئے؟ میں کہوں گا: ہاں میرے رب میں راضی ہو گیا۔

پھر میری طرف متوجہ ہو کر کہا: اے عراق والو! تم کہتے ہو کہ اللہ کی کتاب میں سب سے زیادہ امید والی آیت يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ہے۔ میں نے کہا: بے شک ہم یہ کہتے ہیں۔ فرمایا: ہم اہل بیت کہتے ہیں۔ اللہ کی کتاب میں سب سے بڑھ کر امید والی آیت وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ہے، اور وہ شفاعت ہے۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم اہل بیت کے لیے اللہ نے آخرت کو دنیا کے مقابلے میں پسند فرمایا ہے، وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔

عسکری نے المواعظ میں، ابن مردویہ اور ابن نجار نے حضرت جابر بن عبداللہ سے نقل کیا ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، وہ چکی پیس رہی تھیں، انہوں نے اونٹ کی کھال کی چادر اوڑھ رکھی تھی، جب آپ نے ان کی طرف دیکھا، تو فرمایا: دنیا کی کرواہٹ کو آخرت کی نعمتوں کے بدلے میں جلدی لے لو، تو اللہ نے وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى نازل فرمائی۔

ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے، ابن مردویہ، بیہقی، ابو نعیم اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے ایک سوال کیا، میں چاہتا ہوں کہ کاش میں نے یہ سوال نہ کیا ہوتا، میں نے کہا: مجھ سے پہلے انبیاء تھے، کسی کے لیے ہوا مسخر کی گئی، کوئی مردے زندہ کرتا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا ہم نے آپ کو یتیم نہیں پایا پس آپ کو جگہ دی؟ کیا ہم نے آپ کو ضال نہیں پایا پس آپ کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہدایت دی؟ کیا ہم نے آپ کو عیال دار نہیں پایا کہ آپ کو غنی کر دیا؟ کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھولا؟ کیا میں نے آپ سے آپ کا بوجھ نہیں اتارا؟ کیا میں نے آپ کا ذکر بلند نہیں کیا؟ میں نے کہا: میرے رب کیوں نہیں!

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ پر وَالضُّحٰی نازل ہوئی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا رب مجھ پر احسان فرماتا ہے اور میرا رب حق دار ہے کہ وہ احسان فرمائے۔

ابن مردویہ نے ان سے ہی اللہ کے فرمان: وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: آپ کو گمراہوں کے مابین پایا تو آپ کو ان کی گمراہی سے نکال لیا۔

ابن ابی حاتم نے حضرت حسن بن علی سے اللہ کے فرمان: وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کے بارے میں نقل کیا ہے، فرمایا: جو بھی خیر آپ نے معلوم کی ہے۔

ابن ابی حاتم نے انہی سے آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جب آپ کوئی خیر پائیں تو اپنے بھائیوں سے بیان کریں۔

عبداللہ بن احمد نے زوائد المسند میں، بیہقی نے شعب الایمان میں، خطیب نے المتفق میں، سیوطی کہتے ہیں بسند ضعیف حضرت نعمان بن بشیر سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر ارشاد فرمایا: جو تھوڑے کا شکر نہیں کرتا، وہ زیادہ کا شکر نہیں کرتا۔ جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا، وہ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا۔ اللہ کی نعمت کو بیان کرنا شکر ہے۔ اسے چھوڑنا کفر ہے اور جماعت رحمت ہے۔

ابوداود، ترمذی نے اسے حسن بھی کہا ہے، ابویعلی، ابن حبان، بیہقی اور ضیاء نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس پر کوئی آزمائش آئی، اس نے اس کا ذکر کیا تو اس نے (اللہ کا) شکر کیا، اور اگر اسے چھپایا تو اس نے اس کے ساتھ کفر کیا۔

بخاری نے الادب المفرد میں، ابوداود اور ضیاء نے انہی سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو کوئی عطیہ دیا گیا، اس نے وہ پالیا تو اسے چاہیے کہ اس کا بدلہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دے اور اگر نہیں پایا تو اس کی تعریف کرے۔ جس نے اس پر تعریف کی پس اس نے اس (اللہ) کا شکر ادا کیا اور جس نے اسے چھپایا پس اس نے اس کا کفر کیا۔ اور جس نے خود کو ایسی چیز آراستہ ظاہر کیا جو اسے نہیں دی گئی، پس وہ دو جھوٹے کپڑے پہننے والے کی طرح ہے۔

احمد نے، طبرانی نے معجم اوسط میں اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو کوئی نیکی بخشی گئی اسے چاہیے کہ وہ اس کا بدلہ دے اور اگر استطاعت نہ رکھے تو اس کا ذکر کرے، پس جس نے اس کا ذکر کیا تو اس نے اس کا شکر کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورۃ الانشراح

اس کی آٹھ آیات ہیں اور یہ بلا اختلاف مکی ہے۔ ابن ضریس، نحاس، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: اَلَمْ نَشْرَحْ مکہ میں نازل ہوئی، مزید فرمایا: کہ وَالضُّحٰی کے بعد نازل ہوئی۔

ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، فرماتی ہیں: سورت اَلَمْ نَشْرَحْ مکہ میں نازل ہوئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝۱ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝۲ الَّذِیْۤ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝۳ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝۴ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝۵ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝۶ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝۷ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝۸

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ کیا ہم نے تیرے لیے تیرا سینہ نہیں کھول دیا۔ اور ہم نے تجھ سے تیرا بوجھ اتار دیا۔ وہ جس نے تیری پیٹھ توڑ دی۔ اور ہم نے تیرے لیے تیرا ذکر بلند کر دیا۔ پس بے شک ہر مشکل کے ساتھ ایک آسانی ہے۔ بے شک اسی مشکل کے ساتھ ایک اور آسانی ہے۔ تو جب تو فارغ ہو جائے تو محنت کر۔ اور اپنے رب ہی کی طرف پس رغبت کر۔

شرح صدر کا مطلب ادراک سے روکنے والی چیز دور ہٹا کے سینہ کھولنا ہے۔ استفہام جب نفی پر داخل ہو تو اسے ثابت کرتا ہے، تب معنیٰ یہ ہو گیا کہ تحقیق ہم نے آپ کے لیے آپ کا سینہ کھول دیا ہے، سینے کو اس لیے خاص کیا ہے کیونکہ یہ نفس میں علوم و ادراکات کا محل ہے، مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان جتلانا ہے، آپ کا سینہ کھولنے اور اس میں وسعت کرنے کے ساتھ، حتیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کہ آپ نے ادا کیا جو کچھ آپ نے دعوت میں فرمایا، اور آپ قادر ہوئے جو قادر ہوئے نبوت کے بوجھوں کو اٹھانے اور وحی کی حفاظت پر، اس بارے میں بات اللہ کے اس فرمان: أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِ کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ﴿٢﴾: یہ گزشتہ کے معنیٰ پر معطوف ہے، اس کے لفظ پر نہیں۔ یعنی تحقیق ہم نے آپ کا شرح صدر کیا اور ہم نے اتارا..... آخر تک۔ اسی سے جریر کا قول ہے، وہ عبدالملک بن مروان کی مدح کرتا ہے:

ألستم خير من ركب المطايا
وأندى العلمين بطون راح

''کیا تم ان میں بہتر نہیں ہو جو سواریوں پر سوار ہوئے، دنیا میں بڑی مجلس والے، خوشی والے قبائل۔''

www.kitabosunnat.com

یعنی تم سواریوں پر سوار ہونے والوں میں سب سے بہتر ہو اور مجلس میں سب سے بڑھ کر ہو..... آخر تک۔

جمہور نے نَشْرَحْ میں حاء پر سکون جزم کے ساتھ پڑھا ہے۔ جبکہ ابوجعفر العباسی نے اس پر زبر پڑھی ہے۔ زمخشری کہتے ہیں: شاید یہ مخرج میں حاء اور اس کے زیادہ اشباع والے حرف کے درمیان ہے، سننے والے نے سمجھا کہ اس نے اس پر زبر پڑھی ہے، ابن عطیہ کہتے ہیں: اصل میں أَلَمْ نَشْرَحَنْ نونِ خفیفہ کے ساتھ تھا، پھر اس کا الف میں ابدال اور پھر تخفیف کے طور پر اس کا حذف ہے، جیسے ابوزید نے شعر پڑھا ہے:

من اى يوميّ من الموت افر
ايوم لم يقدر ام يوم قدر

''میں اپنے دو دنوں میں سے کس میں موت سے بھاگتا ہوں۔ کیا وہ دن جو مقدر نہیں ہے یا وہ دن جو مقدر ہو گیا تھا۔''

اس میں لَمْ يقدر کے راء پر زبر پڑھی گئی ہے، اس کی مثل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اضرب عنك الهموم طارقها

ضربك بالسيف قونس الفرس

”تو دور کر خود سے دکھوں کو، ان میں رات کو آنے والا، جیسے تو تلوار مارتا ہے گھوڑے کے کانوں کے درمیان ہڈی پر۔“

اس میں اِضْرَبَ میں باء پر زبر ہے، یہ مجزوم بَلَمْ کی تاکید کے جواز کی بنیاد پر ہے، یہ بہت ہی کم ہے، جیسے کسی نے کہا ہے:

يحسبه الجاهل ما لم يعلما

شيخا على كرسيه معمّما

”جاہل اسے سمجھتا ہے جب تک وہ جانتا نہیں ہے، ایک بزرگ ہے جو اپنی کرسی پر پگڑی باندھا گیا سردار ہے۔“

اس قراءت کی بنیاد چار اصولوں پر رکھی گئی ہے اور وہ سب ضعیف ہیں۔

پہلا: لَمْ کے ساتھ مجزوم کی تاکید اور یہ ضعیف ہے۔

دوسرا: اسے الف میں بدلنا، یہ وقف کے ساتھ خاص ہے، تو وصل کو وقف کے قائمقام بنانا بھی ضعیف ہے۔

تیسرا: الف کو حذف کرنا اور یہ بھی ضعیف ہے، کیونکہ یہ خلاف اصل ہے۔

بعض نے اس کو ان بعض عرب کی لغت کے مطابق بیان کیا ہے جو لَمْ کے ساتھ نصب اور لَنْ کے ساتھ جزم دیتے ہیں، اسی سے شاعر کا قول ہے:

فی کل ما همّ امضیٰ رأیه قدما

ولم یشاورَ فی اقدامه احدا

”ہر چیز میں جو اہم ہو، اس نے اپنی رائے مقدم کر دی اور اپنے اقدام پر اس نے کسی سے مشورہ نہ کیا۔“

اس میں یُشَاوِرَ کی راء پر زبر ہے۔ بعض عرب کی یہ لغت میرے خیال میں صحیح نہیں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



ہے، اگر صحیح ہو تو یہ معتبر لغات میں سے نہیں ہے، یہ اس نظریے کے خلاف ہے جس پر تمام لغت عرب ہے۔

بہر حال! اس شخص کی قراءت باوجود شدید جور، مزید ظلم، کثرت جبروت اور قلت علم کے حقیقت بھی نہیں ہے کہ جس میں دلچسپی رکھی جائے۔

وِزْرَ: ذنب ہے، یعنی ہم نے آپ سے اتار دیا، جس پر آپ زمانہ جاہلیت میں تھے۔ حسن، قتادہ، ضحاک اور مقاتل کہتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ سے اتار دیا جو آپ سے زمانہ جاہلیت میں گزر چکا، یہ ایسے ہے جیسے اللہ نے فرمایا: لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔

پھر اس وزر کی صفت بتائی تو فرمایا: الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ مفسرین فرماتے ہیں: یعنی اس نے آپ کی پشت کو بوجھل کر دیا۔ زجاج کہتے ہیں: اسے بوجھل کر دیا حتیٰ کہ اس کی آواز سنی گئی یعنی نقیض۔ اس کے مفہوم کی مثال ہے کہ اگر وہ کوئی بوجھ اٹھائے تو اس کی پشت سے نقیض سنی جاتی ہے۔

اہل لغت کہتے ہیں: انقض الحمل ظهر الناقة، جب اس اونٹنی کی آواز سنی جائے، اسی سے جمیل کا قول ہے:

وحتى تداعت بالنقيض حباله
وهمت بواني زوره أن تحطّما

''حتیٰ کہ ایک دوسرے کو آواز کے ساتھ اس کی رسیاں بلانے لگیں۔ اور اس کی جھوٹ کی بنیادوں نے ارادہ کیا کہ وہ گر جائیں۔''

عباس بن مرداس کا قول ہے:

وانقض ظهري ما تطويت منهم
وكنت عليهم مشفقا متحنّنا

''میری کمر کو بوجھل کیا جو میں نے ان سے لپیٹا یا بھوک اٹھائی اور میں ان پر مہربانی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اور نرمی کرنے والا تھا۔"

قتادہ کا قول ہے کہ نبی ﷺ کے بعض ذنوب تھے، جنہوں نے آپ ﷺ کو بوجھل کیا تھا، اللہ نے آپ کے لیے وہ بخش دیئے۔ ایک قوم کا مذہب ہے کہ یہ نبوت کے بوجھوں کی تخفیف ہے جس کے معاملے کی ادائیگی بوجھ ڈالتی تھی، اللہ نے آپ ﷺ پر وہ آسان کیے حتیٰ کہ وہ آسان ہو گئے، اسی طرح ابوعبیدہ وغیرہ نے کہا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے وَحَلَلْنَا عَنْكَ وِقْرَكَ پڑھا ہے۔

پھر اللہ پاک نے آپ ﷺ پر اپنے احسان اور کرامت کا ذکر کیا، تو فرمایا: وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ حسن کہتے ہیں: وہ اس طرح ہے کہ جہاں بھی اللہ کا ذکر ہوگا، ساتھ آپ ﷺ کا ذکر ضرور ہوگا۔ قتادہ کہتے ہیں: اللہ نے آپ کا ذکر دنیا و آخرت میں بلند کر دیا ہے، کوئی خطیب، شہادت دینے والا اور اذان والا نہیں ہے، مگر وہ پکارتا ہے: اشهد أن لا اله الا الله وأشهد أن محمدا رسول الله، مجاہد کہتے ہیں: وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ یعنی اذان کے ساتھ۔ ایک قول ہے اس کا مطلب پہلے انبیاء علیہم السلام پر نازل کردہ کتب میں آپ ﷺ کا ذکر ہے۔ اور ہم نے انہیں آپ کے متعلق بشارت دینے کا بھی حکم فرمایا۔

ایک قول ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کا ذکر آسمانوں میں فرشتوں کے ہاں بلند کر دیا ہے اور زمین میں مومنوں کے ہاں۔

بظاہر آپ ﷺ کے ذکر کی یہ بلندی، جس کا اللہ نے آپ ﷺ پر احسان فرمایا ہے، ان تمام امور کو شامل ہے، ان میں سے ہر ایک رفع ذکر کے اسباب میں سے ہے، اسی طرح آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے اللہ عزوجل کی طرف سے خبر دی ہے کہ جس نے آپ ﷺ پر ایک مرتبہ درود پڑھا، اللہ اس کے بدلے میں اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں، اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی اطاعت کا حکم بھی ان الفاظ میں فرمایا ہے: وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا نیز فرمایا: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ان کے علاوہ بھی آیات ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بہر حال! آپ کا ذکر جمیل آسمانوں اور زمینوں میں بھر پور ہے، اللہ نے اس کے لیے سچی زبان اور ذکر حسن پیدا کیا ہے اور ثناء صالح، بھی جو اس کے بندوں میں سے کسی اور کے لیے نہیں بنائے گئے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔

اللہ آپ پر درود وسلام نازل فرمائے اور آپ کی آل پر، اس تعداد کے مطابق کہ جتنا آپ پر ہر زبان و ہر زمان میں درود پڑھنے والے درود پڑھتے ہیں، حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے:

اغر علیه للنبوة خاتم
من اللّٰه مشهود یلوح ویشهد
وضم الا له اسم النبی مع اسمه
اذا قال فی الخمس المؤذن اشهد
وشق له من اسمه لیجله
فذو العرش محمود وهذا محمد

''آپ پر نبوت کی مہر بہت چمکنے والی ہے اللہ کی طرف سے مشہود ہے، چمکتی ہے اور شہادت دیتی ہے۔ الٰہ نے نبی کا نام اپنے نام کے ساتھ جوڑ دیا ہے، جب موذن پانچ اذانوں کے لیے اشہد کہتا ہے۔ آپ کے نام کو اپنے نام سے مشتق کیا ہے تا کہ آپ کو عزت دے، پس عرش والا محمود ہے اور یہ (فرش والا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔''

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۙ: یعنی تنگی کے ساتھ آسانی ہے، شدت کے ساتھ نرمی ہے، دکھ کے بعد سکھ ہے، اس میں اللہ پاک کی طرف سے وعدہ ہے کہ ہر تنگی آسان ہوگی، ہر سخت نرم ہوگا اور ہر درشت سست ہوگا۔

پھر اللہ پاک نے اس وعدے کو پکا اور ثابت کرنے کے لیے دہرایا، الفاظ بھی وہی استعمال کیے، لہٰذا فرمایا: اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا یعنی پہلے مذکور عسر کے ساتھ ایک اور یسر ہوگا۔

کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ جب معرف لفظ دوبارہ آئے تو دوسرا عین اول ہوتا ہے، اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سے مراد جنس ہو یا عہد ہو۔ [1] نکرہ کے برخلاف کہ اگر وہ دوبارہ آئے تو اس میں غالب طور پر دوسرا فرد پہلے مذکور فرد کے علاوہ ہوگا۔ اس لیے نبی ﷺ نے اس آیت کے معنیٰ میں فرمایا ہے کہ ایک عسر دو یسروں پر ہرگز غالب نہیں آئے گا۔

واحدی کہتے ہیں: یہ نبی ﷺ کا فرمان ہے، صحابہ کا اور مفسرین کا بھی کہ عسر ایک ہے اور یسر دو ہیں۔ زجاج کہتے ہیں: عسر کا ذکر الف لام کے ساتھ آیا ہے، پھر اس کا دوبارہ ذکر آیا ہے تو معنیٰ یہ ہوگا کہ عسر کے ساتھ دو یسر ہیں۔ ایک قول ہے کہ یسر میں نکرہ تعظیم اور شان کے لیے ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں یہ دہرایا نہیں گیا۔

جمہور نے عسر اور یسر میں دونوں جگہوں پر سین کو ساکن پڑھا ہے، جبکہ یحییٰ بن وثاب، ابوجعفر اور عیسیٰ نے ہر جگہ سین پر پیش پڑھی ہے۔

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝: یعنی جب آپ اپنی نماز سے، تبلیغ سے یا سفر سے فارغ ہوں تو کھڑے ہو جایئے، یعنی دعا میں کوشش کریں، اللہ سے اپنی حاجت مانگیں، یا عبادت میں کھڑے ہوں۔ نصب کا مطلب تعب (تھکاوٹ) بھی ہے۔ نصب ینصب نصبا کہتے ہیں جب بندہ تھک جائے۔

قتادہ، ضحاک، مقاتل اور کلبی کہتے ہیں: جب آپ فرض نماز سے فارغ ہو جائیں تو اپنے رب کی طرف دعا میں کوشش کریں اور اس کی طرف سوال میں رغبت کریں وہ آپ کو عطا فرمائے گا، اسی طرح مجاہد نے کہا ہے، شعبی فرماتے ہیں: جب آپ تشہد سے فارغ ہو جائیں تو اپنی دنیا اور آخرت کے لیے دعا کریں اسی طرح زہری نے کہا ہے۔ کلبی کہتے ہیں: جب آپ تبلیغ رسالت سے فارغ ہو جائیں تو کھڑے ہو جائیں یعنی اپنے لیے، مومنین اور مومنات کے لیے استغفار کریں۔

حسن اور قتادہ کہتے ہیں: جب آپ اپنے دشمن کے ساتھ جہاد سے فارغ ہو جائیں تو اپنے رب کی عبادت کے لیے کھڑے ہو جائیں، مجاہد ہی کہتے ہیں: جب آپ اپنی دنیا سے

---

[1] یعنی معرف باللام پر ال جنس والا ہو یا عہدی ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فارغ ہو جائیں تو اپنی نماز میں کھڑے ہو جائیں۔

وَ اِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴿۸﴾: زجاج کہتے ہیں: یعنی اپنی رغبت اکیلے اللہ کی طرف رکھیں، عطاء کہتے ہیں: مراد ہے کہ جہنم سے ڈرتے ہوئے اور جنت کا شوق رکھتے ہوئے اللہ کی طرف عاجزی کریں، مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ اس ذات پاک کی طرف رغبت رکھیں گے کسی اور کی طرف نہیں وہ جو کوئی بھی ہو۔ حاجت صرف اس سے طلب کی جائے، اپنے تمام معاملات میں بھروسہ صرف اس پر کیا جائے۔

جمہور نے فَارْغَبْ پڑھا ہے جبکہ زید بن علی اور ابن ابی عبلہ نے فَرَغِّبْ غین پر شد کے ساتھ پڑھا ہے، یعنی لوگوں کو اللہ کی طرف رغبت دلائیں اور جو اس کے پاس خیر ہے اس کا انہیں شوق دلائیں۔

ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اللہ نے آپ ﷺ کا اسلام کے لیے شرح صدر فرمایا۔

ابویعلی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، ابن مردویہ اور ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی ﷺ سے نقل کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے، کہا: آپ کا رب فرماتا ہے: آپ جانتے ہیں کہ آپ کے رب نے آپ کا ذکر کیسے بلند کیا ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے پیغمبر ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں، فرمایا: جب میرا ذکر ہوگا، آپ کا ذکر میرے ساتھ ہوگا۔ ابن جریر کی سند اس طرح ہے: حدثنا یونس، اخبرنا ابن وهب اخبرنا عمرو بن الحارث عن دراج عن ابی الهیثم عن ابی سعید، ابویعلی نے بواسطہ ابن لہیعہ اسے دراج سے نقل کیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے اسے یونس بن عبدالاعلیٰ کے واسطہ سے ان سے نقل کیا ہے۔

ابن عساکر نے بواسطہ کلبی عن ابی صالح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ آخر تک آیات کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اللہ کا ذکر نہ ہوگا، مگر آپ ﷺ کا ذکر بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ضرور ساتھ ہوگا۔

بزار، ابن ابی حاتم، طبرانی نے اوسط میں، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک بل/سوراخ تھا، فرمایا: اگر تنگی اس بل/سوراخ میں آجائے تو آسانی بھی ضرور آئے گی، اس پر داخل ہوکر اسے نکال باہر کرے گی، تو اللہ نے فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ نازل فرمائی۔

ابن نجار نے ان سے اسی طرح مرفوع روایت نقل کی ہے۔

طبرانی اور ابن مردویہ نے بھی ان سے اسی طرح مرفوع بیان کیا ہے، سیوطی فرماتے ہیں: اس کی سند ضعیف ہے۔

عبدالرزاق، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن ابی الدنیا نے ''الصبر'' میں ابن المنذر نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً نقل کیا ہے، فرمایا: اگر عسر ایک بل میں داخل ہو جائے ضرور اس کے پیچھے یسر بھی اس میں داخل ہو جائے گا اور اسے باہر نکال دے گا، ہرگز ایک عسر دو یسروں پر غالب نہیں آئے گا، اللہ فرماتے ہیں: فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝۔

بزار کہتے ہیں: ہم نہیں جانتے کہ اسے عائذ بن شریح کے علاوہ کسی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہو، اس کے بارے میں ابوحاتم رازی کہتے ہیں: اس کی حدیث میں ضعف ہے۔

لیکن شعبہ نے اسے معاویہ بن قرۃ سے ایک شخص کے واسطے سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً نقل کیا ہے۔

عبدالرزاق، ابن جریر، حاکم اور بیہقی نے حضرت حسن سے نقل کیا ہے، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز خوش اور مسرور ہوکر باہر تشریف لائے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے، اور فرما رہے تھے: ایک عسر دو یسروں پر ہرگز غالب نہیں آئے گا، فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ اور یہ ایک مرسل روایت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس طرح کی ایک مرفوع مرسل روایت قتادہ سے بھی نقل کی گئی ہے۔ عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے مختلف سندوں کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ آخر تک آیات کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جب آپ نماز سے فارغ ہو جائیں تو دعا میں کوشش کریں، اللہ سے سوال کریں اور اس کی طرف رغبت فرمائیں۔

ابن مردویہ نے ان سے ہی نقل کیا ہے، فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو جائیں اور تشہد پڑھ لیں تو اپنے رب کی طرف کوشش فرمائیں اور اس سے اپنی حاجت کا سوال کریں۔

ابن ابی الدنیا نے ''الذکر'' میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ فرمایا: دعا کی طرف وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ فرمایا: سوال کے بارے میں ہے۔

ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ان سے فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرائض سے فارغ ہو جائیں تو قیام اللیل میں کھڑے ہو جائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورۃ التین

اس کی آٹھ آیات ہیں اور جمہور کے قول کے مطابق یہ سورت مکی ہے۔ قرطبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ یہ مدنی ہے۔

لیکن وہ روایت اس کے خلاف ہے، جسے ابن الضریس، نحاس، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: سورۃ التین مکہ میں نازل ہوئی۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔ بخاری، مسلم، اہل سنن وغیرہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشاء پڑھائی، اس کی دو میں سے ایک رکعت میں وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ پڑھی، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر حسین آواز کسی کی نہیں سنی اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر قراءت ہی۔

خطیب نے انہی سے نقل کیا ہے، فرمایا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز مغرب پڑھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ پڑھی۔ ابن ابی شیبہ نے المصنف میں، عبد بن حمید نے اپنی مسند میں اور طبرانی نے حضرت عبداللہ بن یزید سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب میں وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ پڑھی۔

ابن قانع، ابن سکن اور شیرازی نے ''الالقاب'' میں حضرت زرعہ بن خلیفہ سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یمامہ سے حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر اسلام پیش کیا، تو ہم نے اسلام قبول کر لیا، جب ہم نے صبح کی نماز پڑھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ اور اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ پڑھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ وَ التِّیۡنِ وَ الزَّیۡتُوۡنِ ۙ﴿۱﴾ وَ طُوۡرِ سِیۡنِیۡنَ ۙ﴿۲﴾ وَ ہٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِیۡنِ ۙ﴿۳﴾
لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ ۫﴿۴﴾ ثُمَّ رَدَدۡنٰہُ اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَہُمۡ اَجۡرٌ غَیۡرُ مَمۡنُوۡنٍ ؕ﴿۶﴾ فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعۡدُ بِالدِّیۡنِ ؕ﴿۷﴾ اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِاَحۡکَمِ
الۡحٰکِمِیۡنَ ٪﴿۸﴾

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ قسم ہے انجیر کی! اور زیتون کی! اور طور سینین کی! اور اس امن والے شہر کی! بلا شبہ یقیناً ہم نے انسان کو سب سے اچھی بناوٹ میں پیدا کیا ہے۔ پھر ہم نے اسے لوٹا کر نیچوں سے سب سے نیچا کر دیا۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے تو ان کے لیے ختم نہ ہونے والا اجر ہے۔ پس اس کے بعد کون سی چیز تجھے جزا کے بارے میں جھٹلانے پر آمادہ کرتی ہے؟ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے؟

اکثر مفسرین کہتے ہیں: التِّیۡنِ وہ انجیر ہے جو لوگ کھاتے ہیں۔

وَ الزَّیۡتُوۡنِ: جس سے لوگ نچوڑ کر تیل نکالتے ہیں، التِّیۡنِ کی قسم اس لیے کھائی گئی کہ یہ ایک پھل ہے جو گند کے ساتھ ملنے کے شبہات سے بھی پاک ہوتا ہے، اس میں بہت بڑی نصیحت ہے کیونکہ اس میں اس ذات پر دلالت ہے جس نے اسے اس طرح تیار کیا ہے، اور اسے لقمے کے بقدر بنایا ہے۔

اکثر اہل طب کہتے ہیں: جسم کے لیے سب سے زیادہ نفع مند اور سب سے بڑھ کر غذا فراہم کرنے والا پھل انجیر ہے۔ اس کے انھوں نے بہت فوائد بتائے ہیں، جن کا ذکر انھوں نے مفردات اور مرکبات کی کتب میں کیا ہے۔

رہا زیتون تو اس سے تیل نچوڑ کر نکالا جاتا ہے، جو اکثر علاقوں میں سالن اور گھی کا کام دیتا ہے۔ یہ بہت سے دواؤں میں بھی شامل ہوتا ہے۔

ضحاک کہتے ہیں: تین المسجد الحرام اور زیتون المسجد الاقصیٰ ہے۔ ابن زید کہتے ہیں: تین دمشق کی مسجد ہے اور زیتون بیت المقدس کی مسجد ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: تین وہ پہاڑ ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جس پر دمشق شہر آباد ہے اور زیتون وہ پہاڑ ہے جس پر بیت المقدس آباد ہے۔ عکرمہ اور کعب الاحبار کہتے ہیں: تین دمشق ہے جبکہ زیتون بیت المقدس ہے۔

کاش کہ مجھے پتہ چلے کہ ان ائمہ کو کس بات نے ابھارا ہے کہ انہوں نے عربی زبان میں ان کے حقیقی معانی چھوڑ کر ان دور کے مفہوم کی تفسیروں کو اختیار کیا ہے؟ جو ایسے خیالات پر مبنی ہیں جو عقل یا نقل پر مبنی نہیں ہیں۔

ان سے بھی عجب تر ایک اور مفہوم ہے جسے ابن جریر نے پسند کیا ہے، باوجودیکہ علم روایت اور درایت میں وہ ممتاز مہارت رکھتے ہیں، فراء کہتے ہیں: میں نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا: تین حلوان کے پہاڑ ہیں، ہمدان تک۔ اور زیتون شام کے پہاڑ ہیں۔ میں کہتا ہوں: ٹھہرو! اگر تم نے اس شخص سے سن لیا ہے، تو پھر کیا ہوگیا ہے؟ اس طرح کی باعث لغت سے ثابت نہیں ہوسکتی اور نہ ہی یہ شارع سے نقل ہوئی ہے۔

محمد بن کعب کہتے ہیں: تین اصحاب کہف کی مسجد ہے اور زیتون ایلیاء کی مسجد ہے۔

ایک قول ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہے یعنی تین اور زیتون کے اگنے کی جگہوں کی قسم! نحاس کہتے ہیں: قرآن کے ظاہر سے اس پر کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ کسی ایسی ہستی کے قول سے جس کی مخالفت جائز نہ ہو۔

وَطُورِ سِينِينَ ﴿٢﴾: یہ وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام فرمایا، اس کا نام طُوْر ہے۔ سِينِينَ کا مطلب حبشی زبان میں مبارک اور اچھا ہے، یہ قتادہ کا قول ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: یہ سریانی زبان میں مبارک کے معنی میں ہے۔ کلبی اور مجاہد کہتے ہیں: سِينِينَ ہر وہ پہاڑ ہے جس پر پھل آور درخت ہوں۔ اور نبطیوں کی زبان میں یہ سیناء ہے۔

اخفش کہتے ہیں: طور ایک پہاڑ ہے اور سینین درخت ہے، اس کا واحد سينة ہے۔ ابو علی الفارسی کہتے ہیں: سینین فعلیل کے وزن پر ہے، لام کلمہ دہرایا گیا ہے جو کہ اس میں نون ہے، سینین غیر منصرف ہے جیسا کہ سیناء غیر منصرف ہے، کیونکہ اسے ایک علاقے کا نام بنایا گیا ہے۔ اس پہاڑ کی قسم کھائی کیونکہ یہ شام میں ہے اور وہ ارض مقدس ہے، جیسے اللہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فرمان: اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ میں ہے۔

سب سے بڑی برکت جو یہاں اتری اور واقع ہوئی ہے وہ اللہ کا اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام فرمانا ہے۔ جمہور نے سینین میں سین پر زیر پڑھی ہے جبکہ ابن اسحاق، عمرو بن میمون اور ابو رجاء نے اس پر زبر پڑھی ہے، یہ بکر اور تمیم کی لغت ہے۔

حضرت عمر بن خطاب، حسن، ابن مسعود اور طلحہ نے سیناء زیر اور مد کے ساتھ پڑھا ہے۔

وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ﴿۳﴾: یعنی مکہ، اس کا نام امین رکھا کیونکہ یہ امن والا ہے، جیسے فرمایا: اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا کہا جاتا ہے۔ أَمِنَ الرَّجُلُ أمانة فهو أمين۔ فراء وغیرہ کہتے ہیں: امین بمعنی آمن ہے۔ جائز ہے کہ فعیل بمعنی مفعول ہو، أَمِنَهُ سے۔ کیونکہ یہ پریشانیوں سے مامون ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ﴿۴﴾: یہ جواب قسم ہے، یعنی ہم نے انسان کی جنس کو پیدا کیا جو احسن تقویم اور تعدیل میں ہونے والا ہے۔ واحدی کہتے ہیں: مفسرین نے کہا: اللہ نے ہر ذی روح کو چہرے کے بل جھکا ہوا بنایا ہے، سوائے انسان کے، اسے لمبے قد والا بنایا، وہ اپنے ماکولات اپنے ہاتھ سے پکڑتا ہے۔

تقویم کا مطلب تعدیل ہے، کہا جاتا ہے: قومته فاستقام۔

قرطبی کہتے ہیں: یہ اس کا اعتدال اور اس کی حالت کی برابری ہے، اسی طرح عام مفسرین نے کہا ہے۔

ابن العربی فرماتے ہیں: اللہ کی کوئی مخلوق انسان سے بڑھ حسین نہیں ہے، اللہ نے اسے پیدا کیا ہے، وہ زندہ، عالم، قدرت والا، ارادے والا، کلام والا، سمیع، بصیر، مدبر اور حکیم ہے۔ یہ پاک رب کی صفات ہیں، اسی پر بعض علماء نے آپ ﷺ کا یہ فرمان محمول کیا ہے۔

بے شک اللہ نے آدم کو اس کی صورت پر پیدا کیا ہے، یعنی اپنی ان صفات پر جن کا ذکر گزرا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس بات کے ساتھ اللہ کے فرمان: لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ اور وَلَا یُحِیْطُوْنَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بِهٖ عِلْمًا کو بھی ملانا چاہیے۔ جو شخص انسان کی بے مثال تخلیق اور عجب کاریگری پر مشتمل اس کی تخلیق کی حقیقت پر مطلع ہونا چاہتا ہے، اسے جاحظ کی کتاب العبر والاعتبار اور نیسابوری کی کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے جو اللہ کے فرمان: وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کے متعلق ہے، یہ دو ضخیم جلدوں میں ہے۔

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝ۙ: یعنی ہم نے اسے ارذل العمر کی طرف لوٹایا ہے، یہ جوانی اور قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا ہے حتیٰ کہ وہ بچے کی طرح ہو جاتا ہے اس کی عقل کمزور اور ناقص ہو جاتی ہے، اسی طرح مفسرین کی ایک جماعت نے کہا ہے۔

واحدی کہتے ہیں: سافلون ضعفاء، کمزور، بچے اور بوڑھے بزرگ ہیں، جوان میں سب سے بڑا اسفل ہے۔ مجاہد، ابوالعالیہ اور حسن کہتے ہیں: مطلب ہے کہ پھر ہم نے کافر کو جہنم کی طرف لوٹایا، اس لیے کہ جہنم کے بعض درجات بعض سے نیچے ہیں اور کافر نچلے درجات میں سب سے نچلے میں رکھا جائے گا، یہ اللہ کے فرمان: اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ کے خلاف نہیں ہے، اس بات میں کوئی مانع نہیں ہے کہ کفار اور منافقین اس نچلے طبقے میں اکٹھے جمع ہوں گے۔

اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝ۙ: یا تو مفعول سے حال ہے یعنی رَدَدْنَاهُ حَالَ كَوْنِهٖ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ یا یہ ایک مقدر محذوف کی صفت ہے یعنی مکانا اسفل سافلین.

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: پہلے قول کے مطابق یہ مستثنیٰ منقطع ہے، یعنی لٰكِنِ الذين آمنوا...... آخر تک۔ اس کی صورت یہ ہے کہ بڑھاپا اور ارذل العمر کی طرف لوٹایا جانا، یہ مومن کو پہنچتا ہے جیسا کہ یہ کافر کو بھی پہنچتا ہے۔ تو مومنوں کے لیے مستثنیٰ متصل کے معنی کی یہاں کوئی صورت نہیں ہے۔ دوسرے قول کے مطابق یہ رَدَدْنٰهُ کی ضمیر سے مستثنیٰ متصل ہے پھر یہ جمع کے معنی میں ہوگا، یعنی ہم نے انسان کو جہنم میں اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ بنا دیا، سوائے ان کے جو ایمان لائے اور عمل صالح کیے۔

فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ۭ: یعنی کاٹا نہیں گیا، مطلب ہے کہ ان کی نیکیوں پر ثواب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دائمی ہوگا منقطع نہیں ہوگا۔ پہلے قول کے مطابق یہ جملہ مومنوں کے حال کی کیفیت بیان کرنے والا ہے۔ اور دوسرے قول کے مطابق اس چیز کو بیان کرنے والا ہے جس کا استثناء فائدہ دے رہا ہے، کہ مومنین ''لوٹانے'' کے حکم سے خارج ہیں۔

کہتے ہیں: اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَ کا مطلب ہے ''ہم نے اسے گمراہی کی طرف لوٹایا'' جیسے فرمایا: اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ۙ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یعنی ان لوگوں کے بغیر، تو یہ اس کی طرف نہیں لوٹائے جائیں گے۔

فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعۡدُ بِالدِّیۡنِ ؕ﴿۷﴾: خطاب کافر انسان کو ہے، استفہام ڈانٹ، ڈپٹ اور حجت کو لازم کرنے کے لیے ہے، مطلب یہ ہے کہ اے انسان اگر تو جانتا ہے کہ اللہ نے تجھے اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ میں پیدا کیا ہے اور وہ تجھے اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَ کی طرف لوٹائے گا، تو کس چیز نے تجھے ابھارا ہے کہ تو اٹھائے جانے اور جزاء کی تکذیب کرے۔

ایک قول ہے کہ خطاب نبی ﷺ کے لیے ہے، یعنی اے محمد (ﷺ) ان دلائل ناطقہ کے ہوتے ہوئے کون سی چیز آپ کو جھٹلاتی ہے؟ پس آپ یقین رکھیں اس چیز کے ساتھ جو آپ ﷺ کے پاس اللہ کی طرف سے آئی ہے جو اَحۡکَمِ الۡحٰکِمِیۡنَ ہے۔

فراء اور اخفش کہتے ہیں: اے پیغمبر! اس واضح بیان کے آجانے کے بعد آپ کو قیامت کے متعلق کون جھٹلاتا ہے، گویا کہ فرمایا: اس پر کون قدرت رکھتا ہے؟ یعنی ثواب وعذاب میں آپ کی تکذیب پر، اس کے بعد کہ ہماری قدرت کے دلائل انسان کی پیدائش پر ظاہر ہو گئے جو ظاہر ہوئے، اس کو ابن جریر نے اختیار کیا ہے: اَلدِّیۡنُ کا مطلب جزاء ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

دنا تمیما کما کانت اوائلنا
دانت اوائلهم من سالف الزمن

''ہم نے تمیم کو بدلہ دیا جیسے ہمارے پہلے تھے۔ انہوں نے ان کے پہلوں کو گزرے ہوئے زمانے میں بدلہ دیا تھا۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کسی اور کا کہنا ہے:

ولما صرح الشر فأمسیٰ وھو عریان

ولم یبق سوی العدوان دناھم کمادانوا

''جب شر واضح ہوگیا اور وہ ننگا ہو کر نمایاں ہوا۔ دشمنی کے سوا کچھ باقی نہ رہا، تو ہم نے انہیں بدلہ دیا جیسے انہوں نے بدلہ دیا۔''

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ ۝ : یعنی کیا وہ ذات نہیں ہے جس نے کیا جو کیا، جو ہم بتا آئے ہیں وہ کاریگری اور تدبیر میں احکم الحاکمین نہیں ہے؟ حتیٰ کہ دوبارہ اٹھائے جانے اور جزاء میں شبہ کیا جائے۔ اس میں کافروں کے لیے سخت وعید ہے، احکم الحاکمین کا مطلب فیصلہ کرنے والوں میں سب سے مضبوط ہے، ہر چیز کے متعلق جو وہ پیدا کرتا ہے۔

ایک قول ہے کہ وہ قضاء اور عدل میں احکم الحاکمین ہے۔ جب استفہام نفی پر داخل ہوتا ہے تو کلام موجب ہو جاتا ہے، جیسا کہ اللہ کے فرمان: اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔

خطیب اور ابن عساکر نے بواسطہ زہری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، سیوطی کہتے ہیں: ایسی سند کے ساتھ جس میں ایک راوی مجہول ہے، فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۃ وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ نازل ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بہت ہی خوش ہوئے، حتیٰ کہ آپ کی شدید خوشی ہم پر واضح ہوگئی۔ ہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر کے متعلق سوال کیا، فرمایا: تین شام کے علاقے ہیں۔ زیتون فلسطین کے علاقے ہیں، طور سینا، وہ جگہ ہے جہاں اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا: وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ سے مراد مکہ ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ سے مراد لات وعزیٰ کے پجاری ہیں۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ سے مراد حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ فَمَا یُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ۝ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ ۝ جب اللہ نے آپ کو ان میں نبی بنا کر بھیج دیا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



ہے اور اے محمد! آپ کو تقویٰ پر جمع کر دیا ہے۔

اس طرح کی تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف سے قابل حجت نہیں ہے، کیونکہ گزر چکا ہے کہ اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام کی مسجد جو جودی پہاڑ پر بنائی گئی اور زیتون کے متعلق فرمایا: بیت المقدس مراد ہے۔ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ فرمایا: طور والی مسجد ہے۔ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ فرمایا: مکہ ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝ فرمایا: ارذل العمر کی طرف آدمی لوٹایا جاتا ہے، بوڑھا ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اس کی عقل ختم ہو جاتی ہے، یہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں کچھ لوگ تھے، جب ان کی عقلیں بیوقوفوں کی طرح ہوگئیں تو رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا، اللہ نے ان کا عذر نازل فرمایا کہ ان کے لیے ان کا اجر ہوگا جو وہ عقلیں ختم ہونے سے پہلے عمل کرتے تھے۔ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ فرمایا: اللہ کے حکم کو۔ ابن مردویہ نے ان سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

ابن ابی حاتم نے اور حاکم نے ان سے نقل کیا ہے اور اسے صحیح بھی کہا ہے۔ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ فرمایا: پھل ہے، جو لوگ کھاتے ہیں۔ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ فرمایا: طور پہاڑ ہے اور سِيْنِيْنَ مبارک ہے۔ عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ان سے ہی نقل کیا ہے، فرمایا: سِيْنِيْنَ حسن ہے۔

سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ان سے ہی لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: تخلیق میں سب سے بڑھ کر برابر۔ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ فرمایا: ارذل العمر کی طرف۔ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ یعنی کم نہیں کیا گیا، فرمایا: جب مومن ارذل العمر کو پہنچتا ہے، وہ اپنی جوانی میں عمل صالح کرتا تھا، اس کے لیے اسی مثل اجر لکھا جاتا ہے جو وہ اپنی جوانی اور اپنی صحت میں کرتا تھا، اسے بڑھاپے والا عمل نقصان نہیں دیتا اور ارذل العمر کو پہنچنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے بعد کی اس کی خطائیں نہیں لکھی جاتیں۔

بیہقی نے شعب الایمان میں اور حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا
نقل کیا ہے: جو قرآن پڑھتا ہے وہ ارذل العمر کی طرف نہیں لوٹایا جاتا، یہ اللہ کا فرمان
ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ﴿۵﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فرمایا: وہ ایسے نہیں ہو
علم کے بعد بھی وہ کوئی علم نہ جانتا ہو۔

ابن ابی حاتم نے انھی سے ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا:
ا پے اور کمزوری کی طرف، جب بندہ بوڑھا اور عمل سے کمزور ہو جاتا ہے، اس کے لیے اس
ب اجر لکھا جاتا ہے جو وہ اپنی جوانی میں عمل کرتا تھا۔

احمد، بخاری وغیرہ نے حضرت ابوموسیٰ علیہ السلام سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے
: جب بندہ مریض ہوتا ہے یا سفر کرتا ہے، اللہ اس کے لیے اجر لکھتے ہیں، اس کی مثل جو وہ
اور مقیم ہونے کی حالت میں عمل کرتا تھا۔

ترمذی اور ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے، فرمایا: جس نے وَ
نِ وَالزَّيْتُوْنِ کو اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ تک پڑھا، اسے بَلٰى وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكَ
لَشَّاهِدِيْنَ کہنا چاہیے۔

ابن مردویہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے، جب تم وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ کو
اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ تک پڑھو تو بَلٰى کہو۔

ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، انہوں نے اَلَيْسَ
اَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ پڑھا، تو فرمایا: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ فَبَلٰى۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورۃ العلق

اس کو سورۃ اقراء بھی کہا جاتا ہے، اس کی انیس آیات ہیں، ایک قول بیس آیات کا ہے۔

یہ بلا اختلاف مکی سورت ہے۔ قرآن مجید میں سے یہ سب سے پہلے نازل ہوئی۔

ابن مردویہ نے چند سندوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: سب سے پہلے قرآن میں سے اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ نازل ہوئی۔

ابن ابی شیبہ، ابن الضریس، ابن الانباری، طبرانی، حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے، ابن مردویہ نے اور ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ سب سے پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی۔

ابن جریر، حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی نے بھی اسے صحیح کہا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، فرماتی ہیں: قرآن میں سے سب سے پہلے اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ نازل ہوئی۔

یہ سورت سب سے پہلے نازل ہوئی ہے، اس کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح ثابت وہ طویل حدیث بھی ہے، جسے بخاری مسلم وغیرہ نے نقل کیا ہے، اس میں ہے کہ ”آپ غار حراء میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حق آیا، آپ سے کہا: پڑھیے...... آخر تک حدیث۔

اس باب میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے احادیث و آثار مروی ہیں۔ جمہور کا مذہب ہے کہ یہ سورۃ قرآن میں سے سب سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ① خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ② اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ③ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ④ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ⑤ كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



لَيَطْغَىٰٓ ﴿٦﴾ أَن رَّءَاهُ ٱسْتَغْنَىٰٓ ﴿٧﴾ إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ ٱلرُّجْعَىٰٓ ﴿٨﴾ أَرَءَيْتَ ٱلَّذِى يَنْهَىٰ ﴿٩﴾ عَبْدًا إِذَا
صَلَّىٰٓ ﴿١٠﴾ أَرَءَيْتَ إِن كَانَ عَلَى ٱلْهُدَىٰٓ ﴿١١﴾ أَوْ أَمَرَ بِٱلتَّقْوَىٰٓ ﴿١٢﴾ أَرَءَيْتَ إِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰٓ ﴿١٣﴾ أَلَمْ
يَعْلَم بِأَنَّ ٱللَّهَ يَرَىٰ ﴿١٤﴾ كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ لَنَسْفَعًۢا بِٱلنَّاصِيَةِ ﴿١٥﴾ نَاصِيَةٍ كَٰذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿١٦﴾
فَلْيَدْعُ نَادِيَهُۥ ﴿١٧﴾ سَنَدْعُ ٱلزَّبَانِيَةَ ﴿١٨﴾ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَٱسْجُدْ وَٱقْتَرِب ۩ ﴿١٩﴾

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا۔ اس نے انسان کو ایک جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب ہی سب سے زیادہ کرم والا ہے۔ وہ جس نے قلم کے ساتھ سکھایا۔ اس نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ ہرگز نہیں، بے شک انسان یقیناً حد سے نکل جاتا ہے۔ اس لیے وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے کہ غنی ہو گیا ہے۔ یقیناً تیرے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے۔ کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے۔ ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔ کیا تو نے دیکھا اگر وہ ہدایت پر ہو۔ یا اس نے پرہیزگاری کا حکم دیا ہو۔ کیا تو نے دیکھا اگر اس (منع کرنے والے) نے جھٹلایا اور منہ موڑا۔ تو کیا اس نے یہ نہ جانا کہ یقیناً اللہ دیکھ رہا ہے۔ ہرگز نہیں، یقیناً اگر وہ باز نہ آیا تو ہم ضرور اسے پیشانی کے بالوں کے ساتھ گھسیٹیں گے۔ پیشانی کے ان بالوں کے ساتھ جو جھوٹے ہیں، خطا کار ہیں۔ پس وہ اپنی مجلس کو بلا لے۔ ہم عنقریب جہنم کے فرشتوں کو بلا لیں گے۔ ہرگز نہیں، اس کا کہنا مت مان اور سجدہ کر اور بہت قریب ہو جا۔

جمہور نے اِقْرَأْ کو ہمزہ کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے، یہ قراءت سے امر کا صیغہ ہے، جبکہ عاصم سے ایک روایت ہے کہ انہوں نے راء پر زبر پڑھی ہے، گویا انہوں نے ہمزہ کو الف کی جگہ رکھا، پھر اسے امر کی وجہ سے حذف کر دیا، قراءت کے امر کا تقاضا مقروءٌ ہے، مقدر عبارت ہے: پڑھیے جو آپ ﷺ کی طرف وحی کی جاتی ہے، یا آپ پر اتارا جاتا ہے یا جس کے پڑھنے کا آپ کو حکم دیا جاتا ہے۔

بِاسْمِ رَبِّكَ: ایک محذوف کے متعلق ہے، وہ حال ہے، یعنی پڑھیے اس حال میں کہ اپنے رب کا نام ساتھ ملانے والے ہیں، یا اپنے رب کے نام کے ساتھ ابتداء کرنے والے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہیں، یا اس کے ساتھ آغاز کرنے والے ہیں۔ جائز ہے کہ باء زائد ہو تو مقدر عبارت ہوگی: اِقْرَاْ اسْمَ رَبِّكَ جیسے شاعر کا قول ہے:

سُوْدُ الْمَحَاجر لا يقرأن السور

"آنکھوں کے حلقے کی سیاہی سورتیں نہیں پڑھتی۔"

یہ ابوعبیدہ کا قول ہے، وہی کہتے ہیں: اسم صلہ ہے، یعنی اپنے رب کا ذکر کرو۔ ایک قول ہے کہ باء بمعنی عَلٰی ہے یعنی اِقراء علی اسم ربك، کہا جاتا ہے: افعل كذا بسم اللّٰه یا علی اسم اللّٰه، یہ اخفش کا قول ہے۔ ایک قول ہے کہ باء استعانت کے لیے ہے، یعنی اپنے رب کے نام کے ساتھ مدد طلب کرتے ہوئے۔

الَّذِیْ خَلَقَ ۝۱: فرما کے، رب کی صفت بیان کی، تاکہ نعمت کی یاددہانی ہو، کیونکہ پیدائش نعمتوں میں سے عظیم تر ہے، اسی پر ساری نعمتیں لاگو ہوتی ہیں۔ کلبی کہتے ہیں: مخلوقات مراد ہیں۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲: یعنی بنو آدم، علقة جما ہوا خون ہے، جب چلے تو مسفوح ہوتا ہے۔ مِنْ عَلَقٍ میں عَلَقٍ کو جمع استعمال کیا، کیونکہ انسان سے مراد جنس ہے، مطلب ہے کہ انسان کی جنس کو علق کی جنس سے پیدا کیا، اگر الَّذِیْ خَلَقَ کے فرمان سے تمام مخلوقات مراد ہوں تو انسان کے ذکر کی تخصیص اس کو عزت دینے کے لیے ہے کیونکہ اس میں تخلیق کی عمدگی اور کاریگری کا عجب ہے۔

اور اگر الَّذِیْ خَلَقَ سے مراد یہ ہے کہ جس نے انسان کو پیدا کیا تو دوسرا پہلے کی تفسیر ہو جائے گا۔ اور ابہام میں نکتہ ہے، پھر اس کی تفسیر ذہن کو متوجہ کرنے کے لیے ہے اور اس بات کی طرف توجہ موڑنا مقصود ہے جو پہلے مبہم رکھی گئی تھی، پھر دوسری مرتبہ اس کی معرفت کی تفسیر کر دی گئی۔ پھر پڑھنے کا حکم تقریر و تاکید کے طور پر دہرایا، لہٰذا فرمایا: اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ یعنی آپ کو جو پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے وہ کر گزریئے! وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ کا جملہ مستانفہ ہے، آپ ﷺ نے مَا اَنَا بِقَارِئٍ فرما کے جو عذر پیش کیا تھا، اسے ختم کرنے والا ہے، مراد ہے کہ پڑھنا اس کا کام ہے جو لکھتا اور پڑھتا ہو جبکہ آپ ﷺ امی ہیں، تو آپ ﷺ سے کہا گیا: آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پڑھیے، جس رب نے آپ کو پڑھنے کا حکم دیا ہے وہ بہت عزت والا ہے۔ کلبی کہتے ہیں: یعنی بندوں کی جہالت پر حلیم ہے ان کی سزا میں جلدی نہیں کرتا۔

ایک قول ہے کہ قراءت کا پہلا حکم آپ ﷺ کی ذات کے لیے ہے، پھر آپ کو قراءت کا دوسرا حکم تبلیغ کے لیے دیا گیا، تو یہ تاکید کے باب سے نہ ہوا، لیکن پہلی بات زیادہ مناسب ہے۔

الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴿۴﴾: یعنی انسان کو قلم کے ساتھ لکھنا سکھایا، وہ اس کے واسطے سے ہر لکھے ہوئے کو جاننے پر قادر ہوا۔ زجاج کہتے ہیں: انسان کو قلم کے ذریعے لکھنا سکھایا۔ قتادہ کہتے ہیں: قلم اللہ عزوجل کی طرف سے ایک عظیم نعمت ہے، اگر یہ نہ ہوتا تو دین قائم نہ ہوتا اور نہ ہی معیشت درست ہوتی۔ اس کے کمال کرم پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتے تھے، انہیں ظلمت جہل سے نور علم کی طرف منتقل کیا، علم کتابت کی فضیلت پر تنبیہ فرمائی کہ اس میں عظیم منافع ہیں جن کا احاطہ اس کے بغیر کوئی چیز نہیں کر سکتی۔ نہ علم مدون ہوتے، نہ حکمتیں ہاتھ آتیں اور نہ پہلوں کی خبریں اور ان کی باتیں ضبط تحریر میں ہوتیں۔ اللہ نے جو کتب نازل فرمائی ہیں وہ بھی لکھی ہوئی ہیں، اگر وہ نہ ہوتیں تو دین کے امور قائم نہ ہوتے اور نہ ہی دنیا کے امور۔

قلم کا نام قلم اس لیے رکھا گیا کہ اسے قلم کیا جاتا ہے یعنی کاٹا جاتا ہے۔

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ﴿۵﴾: یہ جملہ اپنے پچھلے جملے سے بدل اشتمال ہے، یعنی اسے قلم کے ساتھ کلی اور جزئی امور سکھائے جن کا علم اس کے بغیر نہیں تھا۔ ایک قول ہے کہ یہاں انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، جیسے اللہ کے فرمان: وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا میں ہے۔

ایک قول ہے کہ یہاں انسان سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں، بہتر یہ ہے کہ انسان کو عموم پر محمول کریں، مطلب یہ ہے کہ اس جنس میں سے جسے اللہ نے بواسطہ قلم علم دے دیا، تو اسے وہ سکھا دیا جسے وہ جانتا نہیں تھا۔

كَلَّآ: اس کے لیے ڈانٹ وڈپٹ ہے جو اپنی سرکشی کے سبب سے اپنے اوپر اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے، گو کہ اس کا ذکر پیچھے نہیں گزرا۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی کا مطلب ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وہ حد سے تجاوز کرتا ہے، وہ اپنے رب پر تکبر کرتا ہے، ایک قول ہے کہ یہاں انسان سے مراد ابوجہل ہے، وہی یہاں مراد ہے اور اس کے بعد آخر سورت تک بھی۔ اس کا نزول اور بعد والے حصے کا نزول پانچ مذکور آیات کے بعد جو اس سورت کے شروع میں ہیں، مؤخر ہوا ہے۔

ایک قول ہے کہ کَلَّآ کا مطلب حق ہے، یہ جرجانی نے کہا ہے، اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس سے پہلے اور اس کے بعد کوئی چیز نہیں ہے جس کا کَلَّآ جواب ہو۔

اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝: یہ لَيَطْغٰٓى کی علت ہے، یعنی وہ ضرور سرکشی کرتا ہے جب وہ خود کو بے پروا بنا دیکھتا ہے، یہاں رؤیت بمعنیٰ علم ہے، اگر یہاں بصری رؤیت مراد ہوتی تو اس کے فعل میں دو ضمیروں کے مابین ایک چیز کے لیے جمع کرنا ممکن نہ ہوتا، کیونکہ یہ علم اور اس طرح کے ابواب کے خواص میں سے ہے۔ فراء کہتے ہیں: رَأَى نفسه نہیں کہا، جیسے قتل نفسه کہا جاتا ہے کیونکہ رَأَى ان افعال میں سے ہے جو ایک اسم اور خبر کو چاہتے ہیں، جیسے ظَنَّ اور حَسِبَ ہے، ان میں ایک مفعول پر کفایت درست نہیں ہوتی۔ عرب نفس کو اس جنس سے نکالتے ہیں، تم کہو گے: رأيتني اور حسبتني اور متى تراك خارجا اور متى تظنك خارجا، ایک قول ہے کہ یہاں مراد یہ ہے کہ وہ خاندان، دوستوں اور اموال کی وجہ سے خود کو بے پروا سمجھتا ہے۔

جمہور نے أَنْ رَّاٰهُ میں ہمزہ کو مد کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ قنبل نے ابن کثیر سے اس پر مقصور پڑھا ہے۔ مقاتل کہتے ہیں: ابوجہل کو جب مال ملتا تو اپنے کپڑوں، سواری، کھانے اور پینے میں اضافہ کرتا، یہی اس کا طغیان ہے، اسی طرح کلبی نے کہا ہے۔

پھر اللہ پاک نے ڈرایا اور خوف دلایا، لہٰذا فرمایا: اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى یعنی مرجع ہے۔ رجعى، مرجع اور رجوع سب مصدر ہیں۔ کہا جاتا ہے: رجع اليه مرجعا و رجوعا ورجعى، جار مجرور مقدم ہیں محدود کرنے کے لیے، یعنی رجعى صرف اس ذات پاک کی طرف ہے کسی اور کی طرف نہیں ہے۔

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۝ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۝: مفسرین کہتے ہیں: روکنے والا ابوجہل ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اور بندے سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں، اس میں اس کی صنعت (کام) کی قباحت اور فعل کی شناعت بتائی جارہی ہے، اس انداز میں کہ جو بھی دیکھ سکے وہ اسے دیکھ لے۔

اَرَءَيۡتَ اِنۡ كَانَ عَلَى الۡهُدٰٓى ﴿۱۱﴾: یعنی جب روکا جانے والا بندہ نماز پڑھتا ہے، وہ حضرت محمد ﷺ ہیں۔

اَوۡ اَمَرَ بِالتَّقۡوٰى ﴿۱۲﴾: یعنی اخلاص، توحید اور عمل صالح کا حکم۔ جن کے ذریعے سے جہنم سے بچا جاتا ہے۔

اَرَءَيۡتَ اِنۡ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۳﴾: یعنی ابوجہل نے جو کچھ رسول اللہ ﷺ لائے اسے جھٹلایا اور ایمان سے پھر گیا۔

تین مقامات پر اَرَءَيۡتَ کا مطلب ہے: مجھے خبر دو۔ کیونکہ جب دیکھنا دیکھی گئی چیز کے متعلق خبر دینے کا سبب ہے، تو اس بارے میں استفہام اس کے متعلق استفہام سے جاری کیا گیا، اس سے ہر وہ شخص مخاطب ہے جس سے یہ خطاب درست ہو۔

یہاں پر تین مرتبہ اَرَءَيۡتَ ذکر کیا گیا ہے اور تیسرے کے بعد ایک جملہ استفہامیہ صراحتاً لایا گیا ہے، یہ اس کے دوسرے مفعول کی جگہ ہو جائے گا، جبکہ پہلا مفعول محذوف ہے، وہ ضمیر ہے جو الَّذِیۡ یَنۡهٰی کی طرف لوٹ رہی ہے جو پہلے اَرَءَيۡتَ کا پہلا مفعول واقع ہوا ہے۔ پہلے اَرَءَيۡتَ کا دوسرا مفعول محذوف ہے، وہ جملہ استفہامیہ ہے، اس جملے کی طرح جو دوسرے اَرَءَيۡتَ کے بعد واقع ہوا ہے۔

رہا دوسرا اَرَءَيۡتَ تو اس کا کوئی مفعول مذکور نہیں، پہلا اور نہ دوسرا۔ پہلا محذوف کہا گیا کیونکہ تیسرے اَرَءَيۡتَ کی اس پر دلالت تھی۔ پہلے کا دوسرا مفعول حذف کیا گیا ہے، تیسرے کا پہلا اور دوسرے کے دونوں ہی، ان میں سے ہر اَرَءَيۡتَ تنازع کے انداز میں جملہ استفہامیہ طلب نہیں کر رہا، کیونکہ یہ ضمیر کو ڈھونڈھتا ہے، جبکہ جملے ضمیر نہیں ہوتے، ضمیر صرف مفردات ہوتے ہیں۔ یہ دلالت کے لیے حذف کے باب سے ہے۔

رہا اَرَءَيۡتَ کے ساتھ دو جگہوں میں مذکور شرط کا جواب، تو وہ محذوف ہے، مقدر عبارت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یوں ہوگی: إن كان على الهدى أو أمر بالتقوى.

اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰی ﴿۱۴﴾: یہ محذوف کیا گیا ہے، کیونکہ دوسرے کے جوابِ شرط میں اس کی دلالت مذکور ہے، اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰی کا مطلب ہے: وہ اس کے احوال پر مطلع ہے اور اسے ان پر بدلہ دے گا، پس اس نے کیسے جرأت کی جس پر اس نے جرأت کی؟ استفہام ڈانٹ وڈپٹ کے طور پر ہے، ایک قول ہے کہ پہلے اَرَءَیْتَ کا مفعول موصول ہے، اس کا دوسرا مفعول پہلا شرطیہ اپنے محذوف جواب کے ساتھ ہے، جس پر مذکور کے ساتھ دلالت ہو رہی ہے۔ دونوں جگہ پر اَرَءَیْتَ تاکید کے لیے دہرایا گیا ہے۔ ایک قول ہے کہ ہر اَرَءَیْتَ پہلے کا بدل ہے اور اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰی خبر ہے۔

لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ: میں لام قسم کی جگہ پر ہے، یعنی اللہ کی قسم اگر وہ اس عمل سے باز نہ آیا جو وہ کرتا ہے اور اس سے نہ رکا۔

لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِیَةِ ﴿۱۵﴾: سفع کا مطلب سخت کھینچنا ہے، مطلب ہے کہ ہم اس کی پیشانی سے ضرور ضرور پکڑیں گے اور ضرور ضرور ہم اسے جہنم کی طرف کھینچیں گے، یہ ایسے ہی ہے جیسے فرمایا: فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَالْاَقْدَامِ۔ سفعت الشئ کہا جاتا ہے جب تم اسے کھینچو اور مقرر کرو۔ سفع بناصية فرسه بھی کہا جاتا ہے۔

راغب کہتے ہیں: سفع گھوڑے کی سفع یعنی اس کی پیشانی کی سیاہی سے پکڑنا ہے، سیاہی کے اعتبار سے ہی به سفعة غضب کہا جاتا ہے، اس بات کا اعتبار کرتے ہوئے کہ جس کو شدید غصہ آئے اس کے چہرے پر دھویں والا رنگ غالب ہوتا ہے، عقاب کو اسفع کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں سیاہی کی چمک ہوتی ہے اور عورت بھی مراد ہوتی ہے اڑے ہوئے رنگ والی۔ انتہی

ایک قول ہے کہ یہ آگ اور سورج کے سفع سے ماخوذ ہے، جب اس کا چہرہ سیاہی کی طرف متغیر ہو جائے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اثافی سفعا فی معرس مرجل

''شادی کی رات ہنڈیا کے نیچے اینٹیں کالے رنگ کی ہیں۔''

نَاصِيَةٍ: یہ بِالنَّاصِيَةِ سے بدل ہے، معرفہ کا بدل نکرہ اس لیے آیا ہے کیونکہ اس کی صفت كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ہے۔ یہ کوفیوں کے مذہب پر ہے وہ معرفہ سے اس کے وصف کی شرط کے بغیر بدل نکرہ کو نہیں بناتے۔

رہا بصریوں کا مذہب، تو وہ نکرہ کو معرفہ کا بدل بنانا جائز کہتے ہیں: انہوں نے شعر پڑھا:

فلا وابيك خير منك إنّی

ليؤذينی التحمحم والصهيل

''پس نہیں، تیرے باپ کی قسم! بہتر تجھ سے اور بے شک مجھے ہنہنانے اور گھوڑے کی آواز تکلیف دیتی ہے۔''

جمہور نے نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ پر زیر پڑھی ہے، اس کی صورت وہ ہے جو ہم نے ذکر کی ہے۔ جبکہ کسائی سے ایک روایت ہے کہ انہوں نے ان پر رفع پڑھا ہے مبتداء مضمر سمجھ کر، یعنی هِيَ نَاصِيَةٌ۔

ابوحیوۃ، ابن ابی عبلہ اور زید بن علی نے ذم کے طور پر ان پر نصب پڑھا ہے۔ مقاتل کہتے ہیں: اس کے بارے میں خبر دی کہ وہ خطاء کار اور برا ہے، تو فرمایا: نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ اس کا مطلب ہے کہ ایسی پیشانی والا کاذب اور خطاء کار ہے۔

فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ﴿۱۷﴾: یعنی اپنی مجلس والوں کو بلائے، نادی وہ مجلس ہے جس میں لوگ بیٹھتے اور اہل خانہ و رشتہ دار اکٹھے ہوتے ہیں، مطلب ہے کہ وہ اپنے قبیلے اور اہل خانہ کو بلالے تاکہ وہ اس کی مدد اور نصرت کریں، اسی سے شاعر کا قول ہے:

واستب بعدك يا كليب المجلس

''اے کلیب! تیری بعد مجلس گالی گلوچ والی ہوئی۔''

یعنی اہل مجلس۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



ایک قول ہے کہ ابوجہل نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: کیا آپ مجھے دھمکاتے ہیں جبکہ اس وادی میں سب سے بڑا اہل مجلس میں ہوں؟ تو فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ﴿١٧﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿١٨﴾ نازل ہوئی، یعنی سخت اور مضبوط فرشتے، اسی طرح زجاج نے کہا ہے۔

کسائی، اخفش اور عیسیٰ بن عمر کہتے ہیں: ان کا واحد زَابِنٌ ہے، ابوعبیدہ کہتے ہیں: زبینة ہے۔ ایک قول زبانی ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ اسم جمع ہے جس کی اس کے لفظ سے کوئی واحد نہیں ہے، جیسے عبادید اور ابابیل ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں: اصل کلام عرب میں اس کا مطلب سپاہی ہیں۔ زبن کی اصل دور کرنا ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

ومستعجب صما یریٰ من أناتنا

ولو زبنته الحرب لم یترمرم

"اور تعجب کیا جاتا ہے اس سے جو ہماری نرمی دیکھی جاتی ہے، اور اگر اسے جنگ دور کرے تو وہ ہٹتا نہیں ہے۔"

عرب یہ لفظ اس پر بولتے ہیں، جس کی پکڑ سخت ہو، اسی سے شاعر کا قول ہے:

مطاعیم فی القصویٰ مطاعین فی

الوغیٰ

زبانیة غلب عظام حلومها

"قصویٰ اونٹنی میں کھانے کی جگہیں، جنگ میں بہت نیزہ مارنے والی ہیں وہ بہت سخت اونٹنی ہے، غلبے والی، بڑی ہے اس کی عقل۔"

جمہور نے سَنَدْعُ میں نون پڑھا ہے اور واؤ نہیں لکھی گئی، جیسے اللہ کے فرمان: يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ میں ہے۔ ابن ابی عبلہ نے سَیُدْعٰی مفعول (مجہول) کی بناء پر پڑھا ہے، الزَّبَانِيَةَ پر رفع نائب فاعل ہونے کی وجہ سے آئے گا۔

پھر ڈانٹ اور ڈپٹ کو دہرایا اور فرمایا: كَلَّا لَا تُطِعْهُ یعنی وہ جو آپ کو نماز چھوڑنے کا کہتا ہے، اس کی بات نہ مانیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَاسۡجُدۡ: اللہ کے لیے نماز پڑھیں، اس بندے کو اہمیت نہ دیں اور نہ اس کے روکنے کی پروا کریں۔

وَاقۡتَرِبۡ ۞: یعنی طاعت و عبادت کے ساتھ اللہ پاک کا قرب حاصل کریں۔ایک قول ہے کہ جب آپ ﷺ سجدہ کرتے ہیں تو دعا کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کریں۔ زید بن اسلم کا قول ہے: اے محمد! (ﷺ) آپ سجدہ کریں اور اے ابوجہل! تم جہنم کے قریب ہو جاؤ، لیکن پہلا معنی زیادہ مناسب ہے۔

سجود سے بظاہر یہاں نماز مراد ہے، ایک قول سجود تلاوت کا ہے، اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ اس آیت کی تلاوت پر سجدہ کرتے تھے، جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ ان شاء اللہ

ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت عبداللہ بن شداد سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت محمد ﷺ کے پاس آئے، کہا: اے محمد! پڑھیے، فرمایا: میں کیا پڑھوں؟ انہوں نے آپ کو اپنے ساتھ ملایا، پھر کہا: اے محمد! پڑھیے! فرمایا: میں کیا پڑھوں؟ کہا: اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِیۡ خَلَقَ حتیٰ کہ لَمۡ یَعۡلَمۡ تک پہنچ گئے۔

صحیحین وغیرہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، آپ ﷺ کے پاس فرشتہ آیا، کہا: پڑھیے، فرمایا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ فرمایا: اس نے مجھے پکڑا، مجھے دبایا حتیٰ کہ مجھ پر مشقت ہوئی، پھر مجھے چھوڑا، کہا: پڑھیے! فرمایا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ اس نے مجھے دوسری مرتبہ دبایا، حتیٰ کہ مجھ پر مشقت ہوئی، پھر مجھے چھوڑا، کہا: پڑھیے! میں نے کہا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ اس نے مجھے پکڑا، پس مجھے تیسری مرتبہ دبایا، حتیٰ کہ مجھ پر مشقت ہوئی، تو کہا: اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۞ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۞ اِقۡرَاۡ وَ رَبُّكَ الۡاَكۡرَمُ ۞ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۞ آخر تک آیات۔

عبدالرزاق، عبد بن حمید، بخاری، ابن جریر، ابن المنذر، ابن مردویہ، ابو نعیم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: ابوجہل نے کہا: اگر میں نے حضرت محمد (ﷺ) کو کعبہ کے پاس نماز پڑھتے دیکھا تو میں ضرور ان کی گردن روند دوں گا، نبی ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کو اس بات کی خبر پہنچی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ یہ کرتا تو ضرور فرشتے اسے آنکھوں کے سامنے پکڑ لیتے۔

ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی نے اسے صحیح بھی کہا ہے، ابن جریر، ابن المنذر، طبرانی، ابن مردویہ، ابونعیم اور بیہقی نے ان سے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے، ابوجہل آیا، کہا: کیا میں نے آپ ﷺ کو اس سے روکا نہیں ہے؟ آپ ﷺ کو معلوم ہے کہ اس بستی میں مجھ سے بڑی مجلس والا کوئی شخص نہیں رہتا، تو اللہ نے فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ﴿١٧﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿١٨﴾ نازل کی۔ نبی ﷺ تشریف لائے، نماز پڑھنے لگے، اس سے پوچھا گیا: تجھے کس چیز نے منع کیا؟ کہا: میرے اور اس کے مابین جگہ سیاہ (اندھیری) ہوگئی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! اگر وہ حرکت کرتا تو فرشتے اسے پکڑ لیتے اور لوگ اس کی طرف دیکھ رہے ہوتے۔

احمد، مسلم، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن مردویہ، ابونعیم اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: ابوجہل نے کہا: کیا محمد! تمہارے سامنے سجدہ کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ کہا: لات اور عزیٰ کی قسم! اگر میں نے انہیں نماز پڑھتے دیکھا تو ضرور آپ کی گردن روند دوں گا اور آپ کے چہرے کو خاک آلود کروں گا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا تاکہ آپ کی گردن روندے، جبکہ آپ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے، فرمایا: ان کے لیے ناگہانی ہوئی کہ وہ اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے آتا ہے اور اپنے ہاتھوں کے ساتھ بچاؤ کرتا ہے۔ اسے کہا گیا: تجھے کیا ہوا؟ کہا: میرے اور آپ کے درمیان آگ کی ایک خندق، ہولناکی اور پر تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ میرے قریب آتا تو ضرور فرشتے اسے اچک کر اس کا ایک ایک عضو توڑ دیتے، فرمایا: اللہ نے كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰۤى ﴿٦﴾ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ﴿٧﴾ آخر سورت تک نازل فرمائی، اس سے مراد ابوجہل ہے۔ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ﴿١٧﴾ یعنی اپنی قوم کو۔ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿١٨﴾ یعنی فرشتوں کو۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ﴿٩﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عَبۡدًا اِذَا صَلّٰى ﴿۱۰﴾ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ابوجہل بن ہشام نے جب رسول اللہ ﷺ کی کمر پر اوجھ پھینکی اور آپ اللہ عزوجل کے لیے سجدہ میں تھے۔

ابن المنذر نے ان سے اللہ کے فرمان: لَنَسۡفَعًۢا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ہم ضرور ضرور پکڑیں گے۔

ابن جریر نے انہی سے فَلۡيَدۡعُ نَادِيَهٗ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اس کا مددگار۔

ہم پیچھے بتا آئے ہیں کہ نبی ﷺ اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ اور اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ میں سجدہ (تلاوت) کرتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورۃ القدر

اس کی پانچ آیات ہیں، یہ اکثر مفسرین کے نزدیک مکی سورت ہے، اسی طرح ماوردی نے کہا ہے۔ ثعلبی کہتے ہیں: یہ اکثر مفسرین کے قول کے مطابق مدنی ہے۔ واقدی نے ذکر کیا ہے کہ مدینہ میں سب سے پہلے یہ سورت نازل ہوئی۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس، ابن زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے کہ یہ مکہ میں نازل ہوئی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ ﴿۱﴾ وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ ﴿۲﴾ لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ ۬ۙ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَہۡرٍ ﴿۳﴾ تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَ الرُّوۡحُ فِیۡہَا بِاِذۡنِ رَبِّہِمۡ ۚ مِنۡ کُلِّ اَمۡرٍ ﴿۴﴾ سَلٰمٌ ۟ۛ ہِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ ﴿۵﴾

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ بلاشبہ ہم نے اسے قدر کی رات میں اتارا۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ قدر کی رات کیا ہے؟ قدر کی رات ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور روح اپنے رب کے حکم سے ہر امر کے متعلق اترتے ہیں۔ وہ رات فجر طلوع ہونے تک سراسر سلامتی ہے۔

اَنۡزَلۡنٰہُ: کی ضمیر قرآن کے لیے ہے، اگرچہ اس کا ذکر پہلے نہیں ہوا، یہ ایک ہی مرتبہ لیلۃ القدر میں اکٹھا آسمان دنیا پر لوح محفوظ سے اتارا گیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حسب حاجت حصے حصے نازل ہوتا تھا۔ اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شروع سے آخر تک نزول کے مابین تئیس سال کا عرصہ ہے۔

ایک اور آیت میں ہے: اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ وہ بھی لیلۃ القدر ہی ہے۔ دیگر آیت میں ہے: شَہۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡہِ الۡقُرۡاٰنُ لیلۃ القدر ماہ رمضان میں ہے۔ مجاہد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کہتے ہیں: فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ یعنی فیصلے والی رات میں۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۝۲: فیصلے کی رات۔ ایک قول ہے کہ اس کا نام قدر کی رات رکھا گیا کیونکہ اس میں اللہ پاک اگلے سال تک جو چاہتے ہیں اپنے حکم سے مقدر فرماتے ہیں۔ ایک قول ہے: اس کا یہ نام اس کی عظیم قدر اور شرف کی وجہ سے رکھا گیا، عرب کہتے ہیں: فلان کی قدر ہے یعنی شرف ومنزلت ہے، اسی طرح زہری نے کہا ہے: ایک قول ہے اس کا یہ نام رکھا گیا ہے کیونکہ اس میں نیکیوں کی بڑی قدر اور اجر جزیل ہے۔ خلیل کہتے ہیں: لیلۃ القدر کا نام رکھا گیا ہے، کیونکہ اس میں زمین فرشتوں کی وجہ سے تنگ ہو جاتی ہے، جیسے اللہ کا فرمان ہے: وَمَنْ قُدِرَ عَلَیْهِ رِزْقُهٗ یعنی تنگ کیا گیا۔

لیلۃ القدر کی تعیین میں چالیس سے زائد اقوال پر اختلاف کیا گیا ہے، ہم نے انہیں ان کے دلائل کے ساتھ، اپنی المنتقٰی کی شرح میں ذکر کیا ہے۔ [1] اور ان میں سے راجح کا بھی ہم نے ذکر کیا ہے۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۝۲: یہ استفہام ہے، جو اپنے اندر اس کی شان کی بڑائی رکھتا ہے، حتیٰ کہ وہ مخلوق کی درایت سے خارج تھی جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

سفیان کہتے ہیں: قرآن میں جہاں وَمَآ اَدْرٰىكَ آتا ہے وہ اللہ نے آپ کو بتا دیا ہے اور جہاں وَمَا یُدْرِیْكَ آتا ہے وہ آپ کو نہیں بتایا۔ اسی طرح فراء نے کہا ہے۔ مطلب ہے کہ کس چیز نے آپ کو اس کا جاننے والا بنایا ہے؟ اس جملے کے اعراب پر ہم پیچھے اللہ کے فرمان: وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ کے تحت بات کر چکے ہیں۔

پھر فرمایا: لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ اکثر مفسرین کا کہنا ہے: یعنی اس میں عمل بہتر ہے، ہزار ماہ کے عمل سے جن میں لیلۃ القدر نہ ہو، اس کو فراء اور زجاج نے اختیار کیا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اوقات کی ایک دوسرے پر فضیلت ہوتی ہے، ان میں ہونے والی خیر اور نفع کے اعتبار سے۔ جب اللہ نے ایک رات میں خیر کثیر جمع فرما دی، وہ ہزار ماہ سے بہتر

[1] اس سے مراد مؤلف کی مشہور کتاب ''نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار'' ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہوگئی جن میں وہ خیر و برکت نہ ہوگی جو اس رات میں ہے۔

ایک قول ہے کہ ہزار ماہ کے فرمان سے مراد پورا زمانہ ہے، کیونکہ عرب لوگ اکثر چیزوں میں مبالغہ کے طور پر ہزار کا ذکر کرتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ ہزار ماہ کے ذکر کی وجہ یہ ہے کہ پہلے زمانوں میں عابد کو عابد کا نام تب ملتا تھا، جب وہ اللہ کی ایک ہزار ماہ تک عبادت کر لیتا تھا، اس کے تراسی سال اور چار ماہ بنتے ہیں۔ اللہ پاک نے امت محمد ﷺ کے لیے ایک رات کی عبادت کو ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر بنا دیا جو عبادت وہ کرتے تھے۔

ایک قول ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی امت کی عمروں کو چھوٹا دیکھا تو آپ کو اندیشہ ہوا کہ یہ عمل کی اس حد تک نہ پہنچیں گے جس تک وہ لمبی عمر کی وجہ سے پہنچے تھے، تو اللہ نے آپ کو لیلۃ القدر عطا کر دی اور اسے دیگر امتوں کے ہزار ماہ سے بہتر بنا دیا۔ ان کے علاوہ بھی اقوال ہیں، جن کے ذکر کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ: کا جملہ مستانفہ ہے، اس کی فضیلت کی وجہ سے یہ ہزار ماہ سے بہتر ہوگئی ہے۔

بِاِذْنِ رَبِّهِمْ یہ تَنَزَّلُ کے یا ایک محذوف کے متعلق ہے جو کہ حال ہے، یعنی اپنے رب کے حکم کے ساتھ ملتے ہوئے۔

بِاِذْنِ امر ہے۔ تَنَزَّلُ کا مطلب ہے: آسمانوں سے زمین کی طرف اترتے ہیں۔ الرُّوْحُ جمہور مفسرین کے نزدیک حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ یعنی فرشتے اترتے ہیں اور ان کے ساتھ حضرت جبرئیل بھی۔

ملائکہ میں شامل ہونے کے بعد الگ ذکر کرنے کی وجہ ان کی تعظیم اور عزت افزائی ہے۔ ایک قول ہے کہ روح ملائکہ کی ایک صفت ہے جو ان میں معزز تر ہیں۔ ایک قول ہے کہ وہ فرشتوں کے علاوہ اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہیں۔ ایک قول ہے کہ روح رحمت ہے، روح کے بارے میں اختلاف اللہ کے فرمان: يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا کے تحت گزر چکا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جمہور نے تَنَزَّلُ میں تاء پر زبر پڑھی ہے جبکہ طلحہ بن مصرف اور ابن سمیفع نے اس پر مفعول (مجہول) کی بناء پر پیش پڑھی ہے۔

مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝: یعنی امور میں سے ہر امر کے لیے، جن کا اللہ نے اس سال میں فیصلہ فرمایا ہے۔ ایک قول ہے کہ مِنْ لام کے معنی میں ہے یعنی ہر امر کے لیے۔ ایک قول ہے کہ یہ باء کے معنی میں ہے یعنی ہر امر کے ساتھ۔

جمہور نے امر پڑھا ہے جو امور کا واحد ہے۔ جبکہ حضرت علی، ابن عباس رضی اللہ عنہما عکرمہ اور کلبی نے امرئٍ (مرد) پڑھا ہے جو امرأۃ کا مذکر ہے۔ یعنی ہر انسان کی وجہ سے۔ کلبی نے اس کی تاویل کی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ملائکہ کے ساتھ اترتے ہیں، تو ہر انسان پر سلام کہتے ہیں، تو اس طرح مِنْ کا مطلب عَلٰی ہوگا، لیکن پہلا معنی زیادہ مناسب ہے۔ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ کے فرمان پر بات مکمل ہوگئی۔

پھر آغاز کیا تو فرمایا: سَلٰمٌ ۛ هِيَ یعنی نہیں ہے وہ مگر سب خیر ہے اس میں کوئی شر نہیں ہے۔ ایک قول ہے کہ وہ سلامتی والی ہے کہ اس میں شیطان کسی مومن یا مومنہ کو تکلیف پہنچائے۔ مجاہد کہتے ہیں: وہ سالم رات ہے، اس میں شیطان کسی برائی اور تکلیف کی استطاعت نہیں رکھتا۔ شعبی کہتے ہیں: اس رات فرشتے مساجد والوں کو غروب آفتاب سے طلوع فجر تک سلام کہتے ہیں، وہ ہر مومن کے پاس سے گزرتے ہیں تو کہتے ہیں: اے مومن تجھ پر سلام ہو۔ ایک قول ہے کہ ملائکہ کا ایک دوسرے پر سلام مراد ہے۔ ایک قول ہے کہ اولیاء اللہ اور اللہ کے فرمانبردار بندوں پر سلام مراد ہے۔

حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝: یعنی حتیٰ کہ اس کا وقت طلوع آجائے۔ جمہور نے مَطْلَعِ میں لام پر زبر پڑھی ہے جبکہ کسائی اور ابن محیصن نے اس پر زیر پڑھی ہے۔ ایک قول ہے کہ مصدر میں یہ دو لغات ہیں، لیکن فتح زیادہ ہے جیسے مَخرَج اور مَقتَل ہے۔

ایک قول ہے کہ زبر کے ساتھ جگہ کا نام ہے جبکہ زیر کے ساتھ مصدر ہے، ایک قول اس کے برعکس ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حَتّٰى. تَنَزَّلُ کے متعلق ہے کہ یہ تَنَزَّلُ کے حکم کی غایت ہے، یعنی اپنے محل تَنَزَّلُ میں ان کے ٹھہرنے کے لیے کہ ان کا تَنَزَّلُ (اترنا) طلوع فجر تک فوج در فوج جاری رہتا ہے، منقطع نہیں ہوتا۔ ایک قول ہے کہ سَلٰمٌ کے متعلق ہے، اس بنیاد پر کہ مصدر اور اس کے معمول کے مابین مبتداء کے ساتھ رکھنا معاف (گنجائش) ہے۔

ابن ضریس، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: قرآن قدر کی رات میں اتارا گیا، حتیٰ کہ آسمان دنیا کے بیت العزۃ میں رکھا گیا، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بندوں کے کلام کے جواب اور ان کے اعمال (کے احکام) لے کر اترتے رہے۔

عبد بن حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: لیلۃ القدر میں عمل، صدق، نماز اور زکوۃ ہزار ماہ سے افضل ہے۔

ترمذی نے نقل کیا ہے اور اسے ضعیف بھی کہا ہے، طبرانی، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت حسن بن علی بن ابی طالب سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی امیہ کو اپنے منبر پر دکھایا، ❶ ان کو یہ برا لگا، تو نازل ہوئی: اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ اے محمد! جنت میں ایک نہر۔ اور اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ اس کے مالک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بنوامیہ ہوں گے۔ ❷

قاسم کہتے ہیں: ہم نے شمار کیا تو ہم نے ہزار ماہ پائے، نہ ایک دن کم اور نہ ایک دن زیادہ۔ قاسم سے مراد قاسم بن فضل ہیں، جو اس سند میں مذکور ہیں۔

ترمذی کہتے ہیں: یہ یوسف مجہول ہے، یعنی یوسف بن سعد جس نے اسے حضرت حسن بن علی سے بیان کیا ہے۔

---

❶ اگر اری بنو امیۃ ہو تو آپ کو بنوامیہ دکھائے گئے۔

❷ یعنی اس منبر کے مالک۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ابن کثیر کہتے ہیں: اس میں نظر ہے۔ [1] اس سے ایک جماعت نے روایت لی ہے جن میں حماد بن سلمہ، خالد الحذاء اور یونس بن عبید شامل ہیں۔

اس کے بارے میں یحییٰ بن معین کہتے ہیں: وہ مشہور ہے۔ ابن معین کی ایک روایت میں ہے کہ فرمایا: وہ ثقہ ہے۔ اسے جریر نے قاسم بن فضل عن عیسیٰ بن مازن کی سند سے بیان کیا ہے۔

ابن کثیر فرماتے ہیں: ہرصورت یہ حدیث بہت ہی منکر ہے۔ مزی کہتے ہیں: یہ ایک منکر حدیث ہے۔

قاسم بن فضل کا یہ کہنا کہ انہوں نے بنوامیہ کی مدت کو شمار کیا، اسے ہزار سال پایا، نہ کم اور نہ زیادہ، یہ قول صحیح نہیں ہے، کیونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہت چالیس ہجری میں مستقل قائم ہوئی، یہاں تک کہ بنوعباس نے ایک سو بتیس ۱۳۲ ہجری میں ان سے حکومت چھین لی، تو ان کی یہ کل مدت بانوے سال بنتی ہے۔

خطیب نے اپنی تاریخ [2] میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، جس طرح حضرت حسن سے نقل کیا گیا ہے۔

خطیب نے حضرت سعید بن مسیب سے اس طرح کی مرسل مرفوع روایت نقل کی ہے۔

ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: سَلٰمٌ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اس رات میں سرکش شیاطین باندھے جاتے ہیں اور عفریت (دیو) جن جکڑے جاتے ہیں، اس میں آسمانوں کے سب دروازے کھولے جاتے ہیں، اس میں ہر تائب کی اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماتے ہیں، اس لیے فرمایا: سَلٰمٌ قف هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ فرمایا: یہ غروب آفتاب سے لے کر فجر کے طلوع ہونے تک ہے۔

لیلۃ القدر کی فضیلت کے متعلق بکثرت احادیث آئی ہیں، یہ ان کی تفصیل کا مقام نہیں ہے، اسی طرح اس کی تعیین کے متعلق احادیث بھی، اور اس بارے میں اختلاف بھی۔

---

[1] اس راوی کی عدالت محل نظر ہے یا یہ قول محل نظر ہے۔

[2] خطیب بغدادی کی کتاب ''تاریخ بغداد'' ہے اسے تاریخ مدینۃ السلام بھی کہا جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورۃ البینہ

اس کی آٹھ آیات ہیں اور جمہور کے قول کے مطابق یہ مدنی سورت ہے۔ ایک قول ہے کہ مکی ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: سورت لَمْ یَکُنْ مدینہ میں نازل ہوئی۔

ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، فرماتی ہیں: سورت لَمْ یَکُنْ مدینہ میں نازل ہوئی۔

ابونعیم نے المعرفہ میں اسماعیل بن ابی حکیم المزنی سے نقل کیا ہے، مجھے فضیل نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: بے شک اللہ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کی قراءت غور سے سنتے ہیں، فرماتے ہیں: میرے بندے کو بشارت دے دو، مجھے میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! میں تجھے جنت میں ضرور ضرور جگہ دوں گا حتیٰ کہ تو راضی ہو جائے۔

ابن کثیر فرماتے ہیں: یہ حدیث بہت غریب ہے۔ اسے ابوموسیٰ المدینی نے نظیر المزنی یا المدنی سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

بخاری، مسلم وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: بے شک اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم پر لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا پڑھوں، کہا: اور اللہ نے میرا نام لیا ہے؟ فرمایا: ہاں، تو وہ رونے لگے۔

احمد، ابن قانع نے معجم صحابہ میں، طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابوحبہ البدری سے نقل کیا ہے، فرمایا: جب سورت لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ آخر تک نازل ہوئی،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ آپ کو حکم فرماتے ہیں کہ آپ یہ ابی کو پڑھا دیں! تو نبی ﷺ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہ سورت تمھیں پڑھا دوں! ابی رضی اللہ عنہ نے کہا: اور میرا وہاں ذکر کیا گیا ہے، یا رسول اللہ! فرمایا: ہاں۔ تو وہ رونے لگے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ① رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ② فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ③ وَ مَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ④ وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ⑤ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اُولٰٓىِٕكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ⑥ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓىِٕكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ⑦ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ⑧

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ وہ لوگ جنھوں نے اہل کتاب اور مشرکین میں سے کفر کیا، باز آنے والے نہ تھے، یہاں تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل آئے۔ اللہ کی طرف سے ایک رسول، جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے۔ جن میں لکھے ہوئے مضبوط احکام ہوں۔ اور وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی، جدا جدا نہیں ہوئے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلی دلیل آ گئی۔ اور انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس حال میں کہ اس کے لیے دین کو خالص کرنے والے، ایک طرف ہونے والے ہوں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی مضبوط ملت کا دین ہے۔ بے شک وہ لوگ جنھوں نے اہل کتاب اور مشرکین میں سے کفر کیا، جہنم کی آگ میں ہوں گے، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی لوگ مخلوق میں سب سے برے ہیں۔ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وہی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔ ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں ہمیشہ رہنے کے باغات

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے۔ یہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا۔

لَمۡ یَکُنِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ: سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔

وَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ: سے مراد عرب کے مشرکین ہیں جو بتوں کے پجاری تھے۔

مُنۡفَکِّیۡنَ: کَانَ کی خبر ہے، کہا جاتا ہے فککت الشیئ فانفك یعنی جدا ہوگئی، مطلب ہے کہ وہ اپنے کفر سے جدا ہونے والے نہیں ہیں اور نہ ہی اس سے رکنے والے ہیں۔

حَتّٰی تَاۡتِیَہُمُ الۡبَیِّنَۃُ ①: ایک قول ہے کہ انفکاك بمعنیٰ انتہاء اور بلوغ غایت ہے۔ یعنی وہ اپنی عمروں کی انتہاء تک نہ پہنچیں گے کہ وہ مر جائیں گے حتیٰ کہ ان کے پاس بینہ آجائے۔ ایک قول ہے کہ مُنۡفَکِّیۡنَ سے مراد زائلین ہے۔ یعنی ان کی مدت ختم نہیں ہوتی حتیٰ کہ ان کے پاس بینہ آجائے۔

ما انفك فلان قائما کہا جاتا ہے، یعنی وہ مسلسل کھڑا ہی رہا۔ فَكّ کی اصل فتح ہے۔ اسی سے پازیب کا کھلنا ہے۔ ایک قول ہے کہ مُنۡفَکِّیۡنَ کا مطلب بارحین ہے۔ یعنی وہ ہمیشہ ہی رہیں گے، نہ ہٹیں گے حتیٰ کہ وہ دنیا کو چھوڑ دیں جب تک ان کے پاس بینہ آئے۔ ابن کیسان کہتے ہیں: مطلب ہے کہ اہل کتاب حضرت محمد ﷺ کی صفت چھوڑنے والے نہیں تھے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ مبعوث ہوگئے، تو جب آپ ﷺ مبعوث ہوگئے، انہوں نے آپ سے حسد کیا اور آپ ﷺ کا انکار کیا، یہ ایسے ہے جیسے فرمایا: فَلَمَّا جَآءَہُمۡ مَّا عَرَفُوۡا کَفَرُوۡا بِہٖ اس بنیاد پر اللہ کے فرمان: وَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ کا مطلب ہوگا کہ وہ لوگ حضرت محمد ﷺ کے بارے میں بری بات نہ کہتے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ مبعوث ہوگئے، وہ آپ کو امین کے نام سے پکارتے تھے، جب آپ مبعوث ہوگئے تو وہ آپ کے دشمن ہوگئے اور آپ کے بارے میں بری بات کہنے لگے۔ ایک قول ہے کہ مُنۡفَکِّیۡنَ کا مطلب ھَالِکِیۡنَ ہے، عرب کہتے ہیں: انفك صلبه یعنی اس کی کمر ٹوٹ گئی، وہ نہ ملی، پس وہ ہلاک ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ وہ ہلاک ہونے والے اور عذاب والے نہیں تھے، مگر ان کے خلاف حجت قائم ہوجانے کے بعد۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ایک قول ہے کہ مشرکین اہل کتاب ہیں، یہ ان کا وصف ہے کیونکہ انہوں نے کہا تھا: مسیح ابن اللہ ہے اور عزیر ابن اللہ ہے۔

واحدی کہتے ہیں: آیت کا مطلب، اللہ تعالیٰ کا کفار کے متعلق خبر دینا ہے کہ وہ اپنے کفر اور اللہ کے ساتھ شرک سے باز نہیں آئیں گے حتیٰ کہ حضرت محمد ﷺ ان کے پاس قرآن لے جائیں، ان پر ان کی ضلالت اور جہالت واضح کریں، اور انہیں ایمان کی طرف دعوت دیں۔ یہ نعمت کے متعلق بیان ہے اور اس کے ذریعے جہالت اور ضلالت سے چھوٹنا ہے۔ یہ آیت فریقین میں سے ایمان لانے والوں کے متعلق ہے۔ واحدی کہتے ہیں یہ آیت نظم وتفسیر کے اعتبار سے قرآن کی مشکل ترین آیات میں سے ہے، اس میں کئی کبار علماء بدحواس ہو گئے ہیں اور اس کی تفسیر میں وہ ایسی راہوں پر چلے ہیں جو انہیں صواب/ درست تک نہیں پہنچاتیں۔

اصل صورت وہ ہے جو میں نے آپ کو بتا دی ہے، اگر بغیر کسی اشکال والتباس کے آپ تک اس کی وضاحت پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کریں۔

بینہ سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ نے اس کی تفسیر کی اور اس کا بدل بتایا تو فرمایا: رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً یعنی جو کچھ صحائف میں ہے، جو ان میں لکھا ہے، وہ قرآن ہے، اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ اس کی زبانی تلاوت فرماتے تھے، کتاب سے دیکھ کر نہیں۔ واحدی کی بات مکمل ہوئی۔

ایک قول ہے کہ یہ آیت اس بات کی حکایت ہے جو اہل کتاب اور مشرکین کہتے تھے کہ وہ اپنے دین کو نہیں چھوڑیں گے حتیٰ کہ وہ نبی مبعوث ہو جائے جس کا وعدہ کیا گیا ہے، جب آپ ﷺ مبعوث ہو گئے تو وہ متفرق ہو گئے، جیسے اللہ نے ان کے بارے میں اس سورت میں بیان کیا ہے۔ جمہور کے قول کے مطابق بینہ حضرت محمد ﷺ ہیں، کیونکہ آپ کی ذات ایک بینہ اور حجت ہے، اللہ نے اس لیے آپ کا نام سراج منیر بھی رکھا ہے۔

اللہ پاک نے اس مجمل بینہ کی تفسیر کی تو فرمایا: رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لہٰذا: معاملہ واضح ہو گیا اور بات کھل گئی کہ بینہ سے آپ ہی مراد ہیں۔ قتادہ اور ابن زید کہتے ہیں: بینہ قرآن ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جیسے فرمایا: اَوَ لَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى۔

ابومسلم کہتے ہیں: بینہ سے مراد مطلق رسل ہیں، معنیٰ ہوگا حتیٰ کہ ان کے پاس اللہ کے پیغامبر آئیں جو کہ ملائکہ ہیں، جو ان پر پاکیزہ صحیفے پڑھتے ہیں، جبکہ پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے۔

جمہور نے لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ پڑھا ہے جبکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے لَمْ یکن المشرکون واھل الکتاب پڑھا ہے۔ ابن عربی فرماتے ہیں: یہ قراءت معرض بیان میں ہے معرض تلاوت میں نہیں ہے۔

اعمش اور نخعی نے والمشرکون رفع کے ساتھ موصول پر معطوف پڑھا ہے۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فما کان الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکون پڑھا ہے۔

جمہور نے رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ میں رسول پر رفع پڑھا ہے کہ یہ مبالغہ کے طور پر بدل کل ہے یا بدل اشتمال ہے۔ زجاج کہتے ہیں: رَسُوْلٌ پر رفع الْبَيِّنَةُ سے بدل کے طور پر ہے۔ فراء کہتے ہیں: یہ مرفوع ہے کیونکہ یہ ایک مضمر مبتداء کی خبر ہے، وہ هِيَ رَسُوْلٌ یا هُوَ رَسُوْلٌ ہے۔ حضرت ابی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے قطع کے طور پر نصب کے ساتھ رَسُوْلًا پڑھا ہے۔

مِّنَ اللّٰهِ یہ ایک محذوف کے متعلق ہے جو کہ رَسُوْلٌ کی صفت ہے، یعنی كَائِنٌ مِنَ اللّٰہِ رسول کے نفس کے ساتھ بھی یہ متعلق ہوسکتا ہے، ابوالبقاء نے جائز کہا ہے کہ یہ صُحُفٌ سے حال ہو، مقدر عبارت یتلو صحفا مطھرۃ منزلۃ من اللہ ہوگی۔

يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ : میں جائز ہے کہ یہ رَسُوْلٌ کی ایک صفت ہو یا اس سے قبل والے جار مجرور کے متعلق سے حال ہو۔ يَتْلُوْا کا مطلب یقراء ہے۔ کہا جاتا ہے: تلا یتلو تلاوۃ، صحف صحیفۃ کی جمع ہے، وہ مکتوب کا ظرف ہے، مُّطَهَّرَةً کا مطلب ہے کہ وہ جھوٹ اور گمراہی سے بچائے گئے ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں: باطل سے مطہر ہیں۔ ایک قول ہے کہ کذب، شبہات اور کفر سے مطہر ہیں۔ مطلب ایک ہی ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ پڑھتے ہیں، جو صحف اپنے ضمن میں لکھا ہوا رکھتے ہیں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو زبانی پڑھتے تھے، اپنے دل سے، نہ کہ کتاب سے، جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ③: صُحُفًا کی صفت ہے یا اس کی ضمیر سے حال ہے اس سے مراد آیات اور ان میں لکھے ہوئے احکام ہیں۔ قَيِّمَةٌ کا مطلب مضبوط، برابر اور محکم ہے۔ عرب کہتے ہیں: قَامَ الشَّيْءُ جب چیز برابر اور صحیح ہو جائے۔

النظم والے نے کہا ہے: كُتُبٌ کا مطلب حکم ہے، جیسے فرمان ہے: كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ یعنی فیصلہ فرمایا ہے۔

ایک مزدور کے واقعہ میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''میں تم دونوں کے مابین ضرور کتاب اللہ کے ساتھ فیصلہ کروں گا۔'' پھر آپ ﷺ نے رجم کا فیصلہ کیا، حالانکہ رجم کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ تو یہاں مفہوم یہ ہے کہ میں تم دونوں کے درمیان اللہ کے حکم کے ساتھ فیصلہ کروں گا، اس سے وہ اعتراض ختم ہو جائے گا جو کیا گیا ہے کہ صحف سے مراد کتب ہیں۔ پس کیسے کہا: صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ② فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ③

حسن کہتے ہیں: صُحُفًا مُّطَهَّرَةً سے مراد وہ ہیں جو آسمان میں ہیں، یعنی لوح محفوظ میں جیسے اللہ کے فرمان: بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ㉑ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ㉒ میں ہے۔

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ④: یہ جملہ مستانفہ ہے، جو اہل کتاب کی ڈانٹ اور ڈپٹ کے طور پر ہے، اس بات کا بیان ہے کہ ان کا نہ ہٹنا معاملے کے اشتباہ کی وجہ سے نہ تھا، بلکہ وضوح حق اور ظہور صواب کے بعد تھا۔

مفسرین کہتے ہیں: اہل کتاب ہمیشہ اکٹھے رہے حتیٰ کہ اللہ نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث کیا، جب آپ ﷺ مبعوث ہو گئے تو وہ آپ کے معاملے میں مختلف اور متفرق ہو گئے، بعض آپ پر ایمان لائے اور دیگر نے کفر کیا۔

اہل کتاب کو خاص کیا گیا، حالانکہ ان کے علاوہ لوگ بھی بینہ کے آنے کے بعد ان کی طرح متفرق ہوئے تھے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اہل علم تھے، جب وہ متفرق ہو گئے تو ان کے علاوہ جو لوگ ہیں جن کے پاس کتاب نہیں ہے، وہ اس وصف میں زیادہ شامل ہونے والے ہیں۔

اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ میں مستثنیٰ مفرغ عام ترین اوقات سے ہے، یعنی وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اوقات میں سے کسی وقت متفرق نہ ہوئے مگر ان کے پاس واضح حجت آجانے کے بعد۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی روشن شریعت اور سفید حجت کے ساتھ بعثت ہے، ایک قول ہے کہ بینہ وہ بیان ہے جو ان کی کتاب میں ہے کہ آپ ﷺ ایک نبی مرسل ہیں، جیسے فرمایا: وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ۔

قرطبی کہتے ہیں: علماء نے کہا ہے: سورت کے شروع سے كُتُبٌ قَيِّمَةٌ تک کا حکم ان کے بارے میں ہے جو اہل کتاب اور مشرکین میں سے ایمان لائے۔ اور وَمَا تَفَرَّقَ سے آخر تک ان اہل کتاب اور مشرکین کے بارے میں ہے جو حجتیں قائم ہونے کے بعد بھی ایمان نہ لائے۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ: کا جملہ حال کے طور پر محل نصب میں ہے، جو بینہ آنے کے بعد ان کے تفرق کے فعل پر ڈانٹ ڈپٹ کرنے والا ہے۔ یعنی حال یہ ہے کہ انہیں ان کی کتب میں نہیں حکم دیا گیا مگر اس حال میں کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور اس کو اکیلا جانیں، اس حال میں کہ

مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ: یعنی وہ اپنے دین کو اللہ پاک کے لیے خالص کرنے والے ہوں، یا اپنے نفسوں کو دین میں، اس کے لیے خالص کرنے والے ہوں۔ ایک قول ہے کہ لِيَعْبُدُوا میں لام بمعنی أَنْ ہے، یعنی ما امروا الا بأن يعبدوا، جیسے فرمایا: يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ یعنی أَنْ يُبَيِّنَ۔ اور فرمایا: يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ یعنی اَنْ يُّطْفِئُوْا۔

جمہور نے مُخْلِصِيْنَ میں لام پر زیر پڑھی ہے۔ جبکہ حسن نے اس پر زبر پڑھی ہے۔

یہ آیت ان دلائل میں سے ہے جو عبادات میں نیت کے وجوب پر دلالت کرتے ہیں، کیونکہ اخلاص دل کے عمل سے ہے۔

حُنَفَآءَ: پر نصب مُخْلِصِيْنَ کی ضمیر سے حال کے طور پر ہے، تو یہ باب تداخل سے ہے، یہ بھی جائز ہے کہ لِيَعْبُدُوا کے فاعل سے ہو، مطلب ہے کہ سب ادیان سے دین اسلام کی طرف مائل ہونے والے۔ اہل لغت کہتے ہیں: اس کی اصل دین اسلام کی طرف حنف ہے، یعنی بندہ اس کی طرف مائل ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ: یعنی نمازوں کی ادائیگی ان کے اوقات پر کریں اور زکوٰۃ اس کے موقع پر دیں۔ نماز اور زکوٰۃ کو خاص کیا گیا ہے کیونکہ یہ دونوں دین کے بڑے ارکان میں سے ہیں۔

ایک قول ہے کہ نماز اور زکوٰۃ سے مراد وہ ہے جو اہل کتاب کی شریعت میں نماز اور زکوٰۃ تھی، تو معاملہ ظاہر ہے۔

اور اگر وہ مراد ہو جو ہماری شریعت میں ہے، تو ان کو ان دونوں کا حکم کتابوں میں دینا، ان کے لیے ہماری شریعت کے اتباع کا حکم ہے، یہ دونوں من جملہ ان کے ہیں، جن کا شریعت میں حکم دیا گیا ہے۔

وَذٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ﴿٥﴾: یعنی یہ جو اللہ کی عبادت مذکور ہے، اور اس میں اخلاص، نیز نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی ہے۔

دِينُ الْقَيِّمَةِ یعنی سیدھی ملت کا دین۔ زجاج کہتے ہیں: یعنی یہ ملت مستقیمہ کا دین ہے۔ الْقَيِّمَةِ ایک محذوف موصوف کی صفت ہے۔ خلیل کہتے ہیں: الْقَيِّمَةِ قیم کی جمع ہے۔ قیم قائم ہے۔ فراء کہتے ہیں: دِينُ کی الْقَيِّمَةِ کی طرف اضافت ہے، حالانکہ وہ اس کی صفت ہے، تو یہ دولفظوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہے۔ یہ بھی کہا کہ یہ ایک چیز کی اپنی ذات کی طرف اضافت سے ہے، اس پر ھاء مدح اور مبالغہ کے لیے داخل ہوگئی ہے۔

پھر اللہ پاک نے دونوں فریقوں کی دنیا میں حالت بیان کرنے کے بعد ان کی آخرت کی حالت بیان کی، لہٰذا فرمایا: إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ موصول إِنَّ کا اسم ہے، الْمُشْرِكِينَ اس پر معطوف ہے، فِي نَارِ جَهَنَّمَ اس کی خبر ہے۔

خٰلِدِينَ فِيهَا: خبر میں پوشیدہ سے حال ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ الْمُشْرِكِينَ. أَهْلِ الْكِتٰبِ پر عطف مجرور ہو۔ ان کے جہنم میں ہونے کا مطلب ہے کہ وہ روز قیامت اس کی طرف پہنچیں گے۔

أُولٰٓئِكَ: سے اشارہ ان اہل کتاب اور مشرکین کی طرف کیا گیا ہے جن کا ذکر گزرا ہے، جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جہنم میں ہونے اور اس میں ہیشگی کے ساتھ متصف ہیں۔

هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ﴿٦﴾ : یعنی مخلوق۔ بَرَأَ کا مطلب خَلَقَ ہے۔ البارئ خالق ہے۔ اور الْبَرِيَّةِ مخلوق ہے۔ جمہور نے الْبَرِيَّةِ دونوں جگہوں پر بغیر ہمزہ پڑھا ہے۔ جبکہ نافع اور ابن ذکوان نے دونوں جگہوں پر ان میں ہمزہ پڑھا ہے۔

فراء کہتے ہیں: اگر آپ الْبَرِيَّةِ کو براء سے لیں جو کہ مٹی ہے تو اس لفظ کے تحت فرشتے داخل نہیں ہوں گے۔ اور اگر آپ اسے بَرَيْتُ الْقَلَمَ سے لیں، یعنی میں نے اسے مقدر کیا، تو وہ داخل ہوں گے۔

ایک قول ہے کہ ہمزہ اصل ہے، کیونکہ بَرَأَ اللّٰهُ الْخَلْقَ ہمزہ کے ساتھ کہا جاتا ہے، یعنی اسے نئے سرے سے بنایا اور اسے اختراع کیا، اسی سے اللہ کا فرمان: مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ہے، لیکن ہمزہ کو تخفیف دی گئی اور اس کی تخفیف اکثر اہل عرب کے نزدیک لازم ہے۔

پھر اللہ پاک نے دوسرے فریق کا حال بیان کیا تو فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یعنی انہوں نے ایمان اور عمل صالح کے مابین جمع کیا۔ اُولٰٓئِكَ جن کی یہ صفت ہے۔

هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ﴿٧﴾ : فرمایا: مراد یہ ہے کہ پچھلے لوگ آپ ﷺ کے عہد میں مخلوق میں بدتر تھے، یہ بھی بعید نہیں کہ ان سے پہلے کی امتوں میں ان سے بھی بدتر لوگ گزرے ہوں جبکہ مؤخر الذکر آپ ﷺ کے عہد میں مخلوق میں سے بہتر ہیں اور بعید نہیں کہ سابقہ امتوں میں ان سے بھی بہتر لوگ گزرے ہوں۔

جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ : یعنی ان کا ثواب ان کے خالق کے ہاں، بمقابلہ اس کے جو ان سے ایمان اور عمل صالح واقع ہوا ہے۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ : جنت عدن سے مراد افضل اور اوسط جنت ہے۔ عدن بالمکان عدنا کہا جاتا ہے یعنی وہ ٹھہرا۔ چیز کی معدن یعنی کان اس کا مرکز اور ٹھکانہ ہے، اسی سے اعشیٰ کا قول ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وان یستضا فوا الی حکمه

یضافوا الی راجع قدعدن

"اور اگر وہ اس کے فیصلے کی طرف پناہ میں دیے گئے، وہ سہارا دیے گئے راجع کی طرف جو ٹھہر گیا ہے۔"❶

ہم کئی جگہ پیچھے بتا چکے ہیں کہ اگر جنات سے مراد لپٹے ہوئے درخت ہوں تو ان کے نیچے نہروں کا چلنا ظاہر ہے۔ اور اگر زمین کا قرار اور درختوں کا مجموعہ مراد ہو تو ان کے نیچے نہروں کا چلنا، ان کے ظاہر جزء کے اعتبار سے ہے جو کہ درخت ہیں۔

خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا: اس سے نہیں نکلیں گے، نہ اس سے کوچ کریں گے بلکہ وہ ہمیشہ ان کی نعمتوں میں اور مسلسل ان کی لذتوں میں ہوں گے۔

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ: یہ جملہ مستأنفہ ہے جو اس کی وضاحت کر رہا ہے جو اللہ نے ان پر محض جزاء سے زیادہ فضل فرمایا ہے، وہ ان پر اس کی رضا ہے کہ انہوں نے اس کا حکم مانا، اس کی شریعتوں کو قبول کیا۔

اس پر ان کی رضا یہ ہے کہ انہوں نے وہ مطلوب پائے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھے، نہ کسی کان نے سنے اور ان کا تصور کسی کے دل پر آیا۔ جائز ہے کہ یہ جملہ دوسری خبر ہو، اور حال کے طور پر محل نصب میں ہو، قَدْ کو یہاں مضمر بنا کر۔

ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ⑧: یعنی یہ جزاء اور رضوان اس کے لیے ہے جس کی طرف سے دنیا میں اللہ کی خشیت واقع ہوئی، وہ اس خشیت کے سبب سے، اس کی نافرمانیوں سے رک گیا، جو خشیت واقع ہوئی، خالی وہ خشیت نہیں، جس کے ساتھ اللہ پاک کی نافرمانیوں میں بھی انہماک رہے کیونکہ وہ درحقیقت خشیت نہیں ہے۔

ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: مُنْفَكِّیْنَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ہٹنے والے۔

❶ راجع وہ عورت ہے جو شوہر کی وفات کے بعد اپنے کنبے میں چلی گئی ہو۔ المنجد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ابن ابی حاتم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: کیا تم اللہ کے ہاں ملائکہ کے مرتبے پر تعجب کرتے ہو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مومن کا مرتبہ روز قیامت اللہ کے ہاں فرشتے کے مرتبے سے عظیم تر ہوگا۔ اگر چاہو تو یہ پڑھ لو: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ ۝ۭ -

ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، کہتی ہیں: میں نے کہا: یا رسول اللہ، اللہ پر اس کی مخلوق میں سے معزز تر کون ہے؟ فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا کیا تو نہیں پڑھتی: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ ۝ۭ

ابن عساکر نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، حضرت علی آئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یہ اور اس کی جماعت روز قیامت ضرور کامیاب ہونے والے ہیں، آیت اتری: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ ۝ۭ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی جب حضرت علی آتے تو کہتے: خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ آگئے۔

ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت ابو سعید سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ حضرت علی خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ ہیں۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: وہ تم ہو اور تمہاری جماعت ہے، روز قیامت راضی ہونے والے اور راضی کیے جانے والے۔

ابن مردویہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مرفوعاً نقل کیا ہے۔ احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ نہ بتاؤں؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں، یا رسول اللہ! فرمایا: وہ آدمی جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہے، جب بھی دشمن کی آواز آتی ہے وہ اس پر برابر ہو جاتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے۔کیا میں تمہیں شَرُّ الْبَرِيَّةِ نہ بتاؤں؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں۔فرمایا: جس سے اللہ کے نام کے ساتھ مانگا جائے اور وہ اس کے نام پر نہ دے۔

امام احمد کہتے ہیں: حدثنا اسحاق بن عیسیٰ، حدثنا ابو معشر، عن ابی وهب مولی ابی هريرة، عن ابی هريرة کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر یہ روایت ذکر کی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورۃ الزلزلہ

اس کی آٹھ آیات ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ کے قول کے مطابق یہ سورت مدنی ہے، جبکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، عطاء اور جابر کے نزدیک یہ مکی ہے۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: اِذَا زُلْزِلَتِ مدینہ میں نازل ہوئی۔

احمد، ابوداود، نسائی، محمد بن نصر، حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے، طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن عمرو سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، کہا: یارسول اللہ! مجھے پڑھایئے، فرمایا: الٓرٰ والی تین سورتیں پڑھو۔ اس آدمی نے کہا: میری عمر بڑی ہوگئی، میرا دل شدید ہوگیا اور میری زبان سخت ہوگئی۔ فرمایا: حٰمٓ والی تین سورتیں پڑھو۔ اس نے پہلے کی طرح بات کہی۔ فرمایا: تسبیح والی تین سورتیں پڑھو، اس نے پھر پہلے کی طرح بات کہی اور کہا: یارسول اللہ مجھے ایک جامع سورت پڑھائیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا پڑھائی، حتیٰ کہ اس سے فارغ ہوئے، اس آدمی نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں اس پر زیادہ نہیں کروں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوٹا مرد کامیاب ہوگیا، چھوٹا مرد کامیاب ہوگیا۔

ترمذی، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا پڑھی وہ اس کے لیے نصف قرآن کے برابر ہوگئی۔ اور جس نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھی، وہ اس کے لیے ثلث قرآن کے برابر ہوگئی۔ اور جس نے قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھی، وہ اس کے لیے ربع قرآن کے برابر ہوگئی۔

ترمذی، ابن ضریس، محمد بن نصر، حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے اور بیہقی نے حضرت ابن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِذَا زُلْزِلَتِ نصف قرآن کے برابر ہے۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ثلث قرآن کے برابر ہے۔ قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ربع قرآن کے برابر ہے۔ ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے، ہم اسے یمان بن مغیرہ کی روایت کے علاوہ نہیں جانتے۔

ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص سے کہا: کیا تم نے شادی/ جوڑا بنایا ہے؟ کہا: یا رسول اللہ! نہیں، اللہ کی قسم! میرے پاس استطاعت نہیں کہ میں شادی/ جوڑا بناؤں۔ فرمایا: کیا تیرے پاس قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ نہیں ہے؟ کہا کیوں نہیں۔ فرمایا: تہائی قران ہے۔ فرمایا: کیا تیرے پاس اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا نہیں ہے؟ کہا: کیوں نہیں۔ فرمایا: چوتھائی قرآن ہے، جوڑا بنا لے۔ ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے ایک رات میں اِذَا زُلْزِلَتِ پڑھی، اس کے لیے یہ پڑھنا نصف قرآن کے برابر ہوگیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝١ وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝٢ وَ قَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۝٣ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝٤ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝٥ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝٦ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝٧ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝٨

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ جب زمین خوب زور سے ہلا دی جائے گی۔ اور زمین اپنے بوجھ نکال دے گی۔ اور آدمی کہہ اٹھے گا: اسے کیا ہوا ہے؟ اس دن زمین اپنی خبریں بیان کردے گی۔ اس لیے (اے نبی) آپ کا رب اسے یہ حکم دے گا۔ اس دن لوگ الگ الگ چلیں گے۔ اس لیے کہ ان کے کام اُنھیں دکھائے جائیں۔ تو جو کوئی ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا۔ اور جو کوئی ذرہ برابر برائی کرے گا وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا یعنی جب وہ حرکت کرے گی، شدید حرکت۔ جواب شرط تُحَدِّثُ ہے، مراد اس کا قیامِ قیامت پر ہلنا ہے، وہ ہلے گی تو اس پر ہر چیز ٹوٹ جائے گی، مجاہد کہتے ہیں: یہ نفخہ اولیٰ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ﴿۶﴾ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ؕ﴿۷﴾

مصدر کا ذکر تاکید کے لیے کیا گیا ہے، پھر اس کو زمین کی طرف مضاف کیا تو یہ مصدر اپنے فاعل کی طرف مضاف ہے، مطلب ہے اس کا مخصوص زلزلہ جس کا وہ مستحق ہے اور اس کی ساخت اور بڑائی جو تقاضا کرتی ہے، جمہور نے زِلْزَالَهَا میں زاء پر زیر پڑھی ہے، جبکہ جحدری اور عیسیٰ نے اس پر زبر پڑھی ہے، یہ دونوں مصدر ایک ہی معنی میں ہیں۔ ایک قول ہے کہ مکسور مصدر ہے اور مفتوح اسم ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: زلزال زبر کے ساتھ وسواس اور قلقال کی طرح مصدر ہے۔

وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۙ﴿۲﴾: یعنی جو اس کے پیٹ میں مردے اور دفینے ہیں۔ اثقال ثقل کی جمع ہے۔ ابوعبیدہ اور اخفش کہتے ہیں: جب میت زمین کے اندر ہو تو وہ ثِقْلٌ لَهَا ہے اور جب اس کے اوپر ہو تو وہ ثِقْلٌ عَلَيْهَا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: اَثْقَالَهَا اس کے مردے ہیں، جنہیں زمین نفخہ ثانیہ میں نکالے گی، جن اور انسان کو ثقلین کہا جاتا ہے، الْاَرْضُ کو ضمیر کی جگہ پر ظاہر کر دیا تاکہ بیان مضبوط ہو۔

وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۚ﴿۳﴾: یعنی افراد انسان میں سے ہر فرد کہے گا: اسے کیا ہے کہ ہلتی ہے؟ کیونکہ اس کا معاملہ اسے دہشت میں ڈالے گا اور اس کا امر اسے حیران کر دے گا۔ ایک قول ہے کہ انسان سے مراد کافر ہے۔ مَا لَهَا مبتداء اور خبر ہے۔ اس میں تعجب کا معنی ہے، یعنی اس کے لیے کیا چیز ہے، یا یہ کس چیز کے لیے ہلتی ہے اور اپنے بوجھ نکالتی ہے۔

يَوْمَئِذٍ: یہ اِذَا سے بدل ہے، ان دونوں میں عامل اللہ کا فرمان: تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ اِذَا میں عامل محذوف ہو اور يَوْمَئِذٍ میں عامل تُحَدِّثُ ہو، مطلب ہے: وہ دن جب وہ ہلے گی اور نکالے گی، خبر دے گی اپنی خبروں کی، اور انہیں بتائے گی کہ اس پر کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



خیر وشر ہوتا رہا، یہ زبان حال سے ہوگا جیسا کہ اس پر اس کی دلالت ظاہر ہے، یا لسان مقال سے ہوگا کہ اللہ پاک اسے بولنا عطاء کریں گے۔

ایک قول ہے کہ یہ اللہ کے فرمان: وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا سے متصل ہے، یعنی کہے گا: اسے کیا ہے کہ یہ اپنی خبریں بتاتی ہے، اس پر تعجب کرتے ہوئے۔ یحییٰ بن سلام کہتے ہیں: وہ اپنی خبریں بتائے گی جو اس نے اپنے بوجھ نکالے، ایک قول ہے کہ قیام قیامت بتائے گی کہ وہ آگئی ہے اور دنیا ختم ہوگئی ہے۔ ابن جریر کہتے ہیں: وہ رجفہ اور زلزلہ کی اپنی خبریں بتائے گی اور مُردوں کا نکالنا بھی۔ تُحَدِّثُ کا پہلا مفعول محذوف ہے اور دوسرا اس کا اخبار ہے، یعنی وہ مخلوق کو اپنی خبریں بتائے گی۔

بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا: یہ تُحَدِّثُ کے متعلق ہے، جائز ہے کہ اَخْبَارَهَا کے نفس کے متعلق ہو، ایک قول ہے کہ باء زائدہ ہے۔ أَنَّ اور جو اس کے حصار میں آتا ہے یہ اَخْبَارَهَا سے بدل ہے۔ ایک قول ہے کہ باء سبب والی ہے یعنی اس کی طرف اللہ کے وحی کرنے کے سبب سے۔ فراء کہتے ہیں: وہ اپنی خبریں اللہ کی وحی اور اس کے لیے اذن سے بیان کرے گی۔

اَوْحٰى لَهَا: میں لام بمعنی الی ہے، اس کو الی پر فواصل کی موافقت [1] کی وجہ سے ترجیح دی گئی ہے، اہل عرب لام صفت کو الی کی جگہ پر لاتے ہیں، اسی طرح ابوعبیدہ نے کہا ہے۔ ایک قول ہے کہ اَوْحٰى کبھی لام کے ساتھ متعدی ہوتا ہے اور کبھی اِلٰی کے ساتھ۔ ایک قول ہے کہ لام اپنے موضوع پر ہے کہ یہ علت کے لیے ہے، جس کی طرف وحی کی گئی ہے وہ محذوف ہے، وہ ملائکہ ہیں، مقدر عبادت أوحی الی الملائکة لأجل الارض ہے، یعنی اس وجہ سے جو وہ اس میں کرتے تھے، جبکہ پہلا معنی زیادہ مناسب ہے۔

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا: یہ ظرف یا تو اپنے سے قبل والے يَوْمَئِذٍ سے بدل ہے، یا یہ ایک مقدر کی وجہ سے منصوب ہے، جو کہ اُذْكُرْ ہے، یا یہ اپنے بعد والے کی وجہ سے منصوب ہے۔

---

[1] یعنی گزشتہ آیات کے اواخر کے لحاظ سے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مطلب ہے کہ جب وہ واقع ہوگا جس کا ذکر کیا گیا ہے کہ لوگ اپنی قبروں سے حساب کی جگہ کی طرف نکلیں گے۔

اَشۡتَاتًا یعنی الگ الگ۔ صدر کا مطلب رجوع ہے، یہ ورود کی ضد ہے۔ ایک قول ہے کہ حساب کی جگہ سے جنت یا جہنم کی طرف نکلیں گے۔ اَشۡتَاتًا پر نصب حال کی وجہ سے ہے۔ مطلب ہے کہ بعض امن والے ہوں گے، بعض خائف ہوں گے، بعض جنت کے رنگ میں ہوں گے جو کہ سفید ہے اور بعض اہل جہنم کے رنگ میں ہوں گے جو کہ سیاہ ہے۔ ان میں سے بعض دائیں طرف پھریں گے اور بعض بائیں طرف۔ اپنے ادیان میں تفرق کے ساتھ اور اعمال میں اختلاف کے سبب سے۔

لِّيُرَوۡا اَعۡمَالَهُمۡ ۝۶: یہ یَصۡدُرُ کے متعلق ہے، ایک قول ہے کہ یہاں تقدیم و تاخیر ہے، یعنی وہ اپنی خبریں بتائے گی کہ تیرے رب نے اس کی طرف وحی کی ہے تا کہ ان کے اعمال انہیں دکھائے جائیں، جب لوگ متفرق ہو کر نکلیں گے۔

جمہور نے لِّيُرَوۡا کو مفعول (مجہول) کی بناء پر پڑھا ہے، یہ آنکھ کی رویت سے ہے، یعنی تا کہ اللہ انہیں ان کے اعمال دکھائے۔ جبکہ حسن، اعرج، قتادہ، حماد بن سلمہ، نصر بن عاصم اور طلحہ بن مصرف نے فاعل (معروف) کی بناء پر پڑھا ہے اور یہ قراءت نافع سے بھی مروی ہے۔ مطلب ہے تا کہ وہ اپنے اعمال کی جزاء دیکھ لیں۔

فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ ۝۷: یعنی نملۃ کے وزن کے برابر، یہ بہت چھوٹی سی چیونٹی ہے۔ مقاتل کہتے ہیں: جو دنیا میں ایک ذرہ کے برابر خیر کا عمل کرے گا، وہ اسے روز قیامت اپنی کتاب میں دیکھے گا، پس اس پر اور اس پر خوش ہوگا۔

وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ: یعنی دنیا میں۔

مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝۸: قیامت والے دن، پس اسے برا لگے گا۔ اس طرح کی ایک آیت میں اللہ کا فرمان ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظۡلِمُ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ۔ بعض اہل لغت کہتے ہیں: ذرہ یہ ہے کہ آدمی اپنا ہاتھ زمین پر مارے جو اس کے ہاتھ سے مٹی چمٹ جائے پس وہ ذرہ ہے۔ ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قول ہے کہ سورج کی شعاع میں جو غبار نظر آتا ہے وہ ذرہ ہے، پہلا معنی زیادہ مناسب ہے۔
اسی سے امرؤ القیس کا قول ہے:

من القاصرات الطرف لودبّ محول
من الذرفوق الاتب منها لاثرا

"آنکھ بند رکھنے والیوں سے، اگر رینگے ایک سال کا بچہ۔ ذرات سے کپڑے کے اوپر تو وہ ضرور اثر کرے۔"

پہلا مَنْ خوش نصیبوں سے عبارت ہے اور دوسرا مَنْ بدنصیبوں سے عبارت ہے۔ محمد بن کعب کہتے ہیں: کافر کی طرف سے ایک ذرہ کے برابر جو خیر کا عمل ہوگا، وہ اس کا ثواب دنیا میں، اپنی جان، مال، اہل اور اولاد میں دیکھے گا حتیٰ کہ وہ دنیا سے اس حال میں نکلے گا کہ اللہ کے ہاں اس کے لیے کوئی خیر نہیں ہوگی۔ اور جو ذرہ کے برابر مومن شر کرے گا، وہ اس کی سزا دنیا میں اپنے مال میں، اپنی جان، اہل اور اولاد میں دیکھے گا حتیٰ کہ وہ دنیا سے اس حال میں نکلے گا کہ اللہ کے ہاں اس کے لیے کوئی شر نہیں ہوگا، پہلا معنی زیادہ مناسب ہے۔

مقاتل کہتے ہیں: یہ دو آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، ان میں سے ایک کے پاس سائل آتا ہے، وہ اسے ایک کھجور یا ٹکڑا دینا کم سمجھتا ہے۔ دوسرا بندہ معمولی گناہ میں تساہل کرتا ہے، وہ کہتا ہے: اللہ نے جہنم کا وعدہ تو کافروں کے ساتھ کیا ہے۔

جمہور نے یَّرَہٗ کے دونوں جگہوں میں ھاء کو پیش کے ساتھ وصل اور اس کے سکون کے ساتھ وقف کے طور پر پڑھا ہے۔ جبکہ ہشام نے وصل اور وقف میں اس پر سکون پڑھا ہے۔

ابوحیان نے ہشام اور ابوبکر سے اس پر سکون نقل کیا ہے اور ابو عمرو سے اس کا ضمہ اشباع والا نقل کیا ہے، باقی سات نے پہلے کو اِشباع اور دوسرے کو سکون کے ساتھ پڑھا ہے، اس نقل میں نظر ہے (محل نظر ہے) درست وہ ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ جمہور نے یَّرَہٗ کو دونوں جگہوں پر فاعل (معلوم) کی بناء پر پڑھا ہے۔ جبکہ حضرت ابن عباس، ابن عمر، حسن وحسین بن علی، زید بن علی، ابوحیوۃ، عاصم اور کسائی کی ایک روایت، جحدری، سلمی اور عیسیٰ نے دونوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جگہوں پر مفعول (مجہول) کی بناء پر پڑھا ہے، یعنی اللہ اسے وہ دکھائے گا۔ عکرمہ نے یَرَاہُ پڑھا ہے اس سوچ کے ساتھ کہ مَنْ موصولہ ہے، یا فعل میں مقدر حرکت کو حذف کر کے جزم کی تقدیر پر۔

عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: نیچے سے حرکت کرے گی۔ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا فرمایا: مُردے۔ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا فرمایا: کافر کہتا ہے، اسے کیا ہے۔ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا فرمایا: رب اسے فرماتے ہیں: تو کہہ دے۔ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا فرمایا: اس کے لیے وحی کی۔ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ہر طرف سے جو اُدھر ہیں اور جو اِدھر ہیں۔

ابن المنذر نے ان سے وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: خزانے اور مُردے۔

مسلم اور ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین اپنے جگر کے ٹکڑے سونے اور چاندی کے ستونوں کی طرح نکال باہر پھینکے گی۔ قاتل آئے گا، کہے گا: اس کے لیے میں نے قتل کیا۔ قاطع آئے گا، کہے گا: اس کے لیے میں نے قطع رحمی کی۔ چور آئے گا، کہے گا: اس کے لیے میرا ہاتھ کاٹا گیا، پھر وہ اسے چھوڑ دیں گے، پس اس سے کچھ بھی نہ لیں گے۔

احمد، عبد بن حمید، ترمذی نے اسے صحیح بھی کہا ہے، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا پڑھا، پھر فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ اس کی خبریں کیا ہیں، لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کے پیغمبر زیادہ جانتے ہیں، فرمایا: اس کی خبریں یہ ہیں کہ وہ ہر بندے اور بندی کے خلاف گواہی دے گی جو کچھ وہ اس کی سطح پر کرتا رہا، وہ کہے گی: اس نے فلاں فلاں عمل کیا، یہ اس کی خبریں ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک زمین روز قیامت ہر اس عمل کے ساتھ آئے گی جو اس کی پشت پر کیا گیا اور رسول اللہ ﷺ نے اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ...... يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا تک پڑھی۔

طبرانی نے حضرت ربیعہ الخرشی سے نقل کیا ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمین سے بچ کر رہو، بے شک یہ تمہاری اصل/ ماں ہے، اس پر جو بھی خیر وشر کا عمل کرنے والا ہے وہ ضرور اس کی خبر دینے والی ہے۔ ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی نے الاوسط میں، حاکم نے اپنی تاریخ میں، ابن مردویہ نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے، اچانک آپ پر فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ نازل ہوئی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ بلند کیا، کہا: یا رسول اللہ! بے شک میں ضرور دیکھنے والا ہوں جو میں نے برا عمل کیا ہے، ایک ذرہ برابر۔ فرمایا: اے ابوبکر! تم کیا دیکھتے ہو کہ جو تم دنیا میں ناپسندیدہ عمل دیکھتے ہو، وہ شر کے ذروں کے برابر ہیں۔ وہ تیرے لیے خیر کے ذروں کے برابر ذخیرہ کیا جائیں گے، حتیٰ کہ تم وہ روز قیامت پورے پورے دیے جاؤ گے۔

اسحاق بن راہویہ، عبد بن حمید، حاکم اور ابن مردویہ نے حضرت ابو اسماء سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: ایک دفعہ حضرت ابوبکر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے، کہ یہ آیت نازل ہوئی: فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رک گئے، کہا: یا رسول اللہ! جو ہم عمل شر کریں گے وہ ہم دیکھیں گے، فرمایا: جو تم دیکھتے ہو جسے تم ناپسند کرتے ہو یہ اس سے ہے جو تم بدلہ دیئے جاؤ گے، اہل خیر کے لیے خیر آخرت تک موخر کر دی جائے گی۔

ابن ابی الدنیا، ابن جریر، طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا نازل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہوئی، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، وہ رونے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے ابوبکر! تجھے کیا بات رلاتی ہے؟ کہا: مجھے یہ سورت رلاتی ہے۔ فرمایا: اگر تم خطاء و گناہ نہ کرو، پس وہ تمہیں (استغفار پر) بخشے، تو وہ ضرور ایسی قوم پیدا کرے گا جو خطاء اور گناہ کریں اور وہ انہیں بخشے۔

بخاری، مسلم وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑا تین طرح کے لوگوں کے لیے ہے۔ ایک آدمی کے لیے اجر ہے۔ ایک آدمی کے لیے پردہ ہے اور ایک آدمی کے لیے بوجھ ہے...... آخر تک حدیث۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گدھوں کے متعلق پوچھا گیا، تو فرمایا: مجھ پر ان کے بارے میں یہی منفرد اور جامع آیت نازل ہوئی ہے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورۃ العادیات

یہ اکیس آیات ہیں اور یہ مکی سورت ہے، حضرت ابن مسعود، جابر، حسن، عکرمہ اور عطاء کے قول کے مطابق۔ جبکہ حضرت ابن عباس، انس بن مالک اور قتادہ کے قول کے مطابق یہ مدنی ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: سورت وَالْعٰدِيٰتِ مکہ میں نازل ہوئی۔

ابوعبید نے اپنے فضائل میں حضرت حسن سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِذَا زُلْزِلَتِ نصف قرآن کے برابر ہے۔ وَالْعٰدِيٰتِ نصف قرآن کے برابر ہے۔ اور یہ مرسل روایت ہے۔ محمد بن نصر نے عطاء بن ابی رباح کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح کی مرفوع روایت نقل کی ہے، اس میں مزید فرمایا: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے اور قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۙ﴿۱﴾ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ﴿۲﴾ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۙ﴿۳﴾ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ﴿۴﴾ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ﴿۶﴾ وَ اِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۚ﴿۷﴾ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ؕ﴿۸﴾ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۙ﴿۹﴾ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ﴿۱۰﴾ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ قسم ہے ان (گھوڑوں) کی جو پیٹ اور سینے سے آواز نکالتے ہوئے دوڑنے والے ہیں! پھر جو سم مار کر چنگاریاں نکالنے والے ہیں! پھر جو صبح کے وقت حملہ کرنے والے ہیں! پھر اس کے ساتھ غبار اڑاتے ہیں۔ پھر وہ اس کے ساتھ بڑی جماعت کے درمیان جا گھستے ہیں۔ بے شک انسان اپنے رب کا یقیناً بہت ناشکرا ہے۔ اور بے شک وہ اس بات پر یقیناً (خود) گواہ ہے۔ اور بے شک وہ مال کی محبت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میں یقیناً بہت سخت ہے۔ تو کیا وہ نہیں جانتا جب قبروں میں جو کچھ ہے باہر نکال پھینکا جائے گا۔ اور جو کچھ سینوں میں ہے ظاہر کر دیا جائے گا۔ بے شک ان کا رب اس دن ان کے متعلق یقیناً خوب خبر رکھنے والا ہے۔

وَالْعٰدِيٰتِ: یہ عادیۃ کی جمع ہے، وہ تیز چلنے والی ہے، یہ عدو سے نکلا ہے، وہ تیز چلنا ہے۔ واؤ کو یاء سے بدلا گیا ہے اس کے ماقبل کسرہ کی وجہ سے، جیسے غازیات غزو سے ہے، اس سے مراد وہ گھوڑے ہیں جو جہاد میں دشمن کی طرف دوڑتے ہیں۔

ضَبْحًا ①: یہ اسم فاعل کی تاکید کرنے والا مصدر ہے، ضبح چلنے کی ایک قسم ہے اور دوڑنے کی ایک قسم ہے۔ ضبح الفرس کہا جاتا ہے جب گھوڑا اشدت کے ساتھ دوڑے۔ یہ ضبع سے ماخوذ ہے جس کا مطلب دفع کرنا ہے۔ گویا کہ حاء عین کے بدلے میں ہے۔

ابوعبیدہ اور مبرد کہتے ہیں: ضبح چلنے میں اضباع تیزی کا نام ہے۔ اسی سے عنترہ کا قول ہے:

والخیل تعلم حین تضبح
فی حیاض الموت ضبحا

''اور گھوڑے جانتے ہیں جب چلتے ہیں موت کے میدانوں میں چلنا۔''

جائز ہے کہ مصدر حال کی جگہ پر ہو یعنی ضابحات یا ذوات ضبح۔ یہ بھی جائز ہے کہ وہ ایک فعل محذوف کا مصدر ہو یعنی تضبح ضبحا، ایک قول ہے کہ ضبح ان کے کھروں کی آواز ہے جب وہ دوڑتے ہیں، فراء کہتے ہیں: گھوڑے جب دوڑتے ہیں تو ان کی سانس کی آواز ضبح ہے۔ ایک قول ہے کہ ان کا منہ باندھا جاتا ہے تاکہ ان کے ہنہنانے کی آواز سے دشمن کو معلوم نہ ہو جائے، تو اس حالت میں وہ بڑی قوت سے سانس لیتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ ضبح وہ آواز ہے جو دوڑتے وقت گھوڑے کے سینے سے سنی جاتی ہے، وہ ہنہنانا نہیں ہے۔

جمہور کا وہی مذہب ہے جو ہم نے بتایا ہے کہ الْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا سے مراد گھوڑے ہیں۔ عبید

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بن عمیر، محمد بن کعب اور سُدی کہتے ہیں: وہ اونٹ ہیں، اسی سے حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کا قول ہے:

فلا والعادیات غداة جمع

بأیدیها اذا صدع الغبار

"پس نہیں، جمع/ مزدلفہ کی صبح چلنے والے اونٹوں کی قسم اس کے سامنے جب غبار اٹھتا ہے۔"

اہل لغت نے نقل کیا ہے کہ ضبح کی اصل لومڑی کے لیے ہے، گھوڑے کے لیے اسے مستعار لیا گیا ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

تضبح فی الکف ضباح الثعلب

"وہ اچھلتی ہے، ہتھیلی پر لومڑی کے اچھلنے کی طرح۔"

فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا: وہ گھوڑے ہیں جب اپنے کھروں کے کناروں سے آگ نکالتے ہیں۔ اِیراء آگ نکالنا ہے۔ القدح کھر رگڑنا ہے۔ گھوڑوں کے کھر مارنے کو چقماق کی رگڑ کی طرح قرار دیا۔

زجاج کہتے ہیں: جب گھوڑے رات کو دوڑیں اور ان کے کھر پتھروں پر پڑیں، تو ان سے آگ چمکتی ہے۔

قَدْحًا: کے نصب میں کلام ضَبْحًا پر نصب میں کلام کی طرح ہے، اس کے گھوڑے یا اونٹ ہونے کے متعلق اختلاف، اس اختلاف کی طرح ہے جو الْعٰدِيٰتِ میں گزرا ہے۔ راجح بات ہے کہ وہ گھوڑے ہیں، جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے اور جیسا کہ اس سورت میں مذکور ان اوصاف سے ظاہر ہے، جن میں سے بعض گزرے اور بعض آگے آتے ہیں، یہ اوصاف اونٹوں کی نسبت سے گھوڑوں میں زیادہ واضح ہیں، ان کے متعلق جو صحابہ رضی اللہ عنہم میں اختلاف ہے، وہ آگے آرہا ہے۔

فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ③: یعنی جو دشمن پر وقت صبح حملہ کرتے ہیں۔ أغار یغیر اِغارة

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کہا جاتا ہے، جب وہ دشمن پر قتل یا قید یا لوٹنے کے ساتھ بغاوت کرے۔ اغارۃ کی نسبت ان کی طرف کی گئی ہے، حالانکہ ان کے مالک مراد ہیں، یہ بتانے کے لیے کہ حملے میں، ان کی بنیاد یہی ہوتے ہیں۔ صُبْحًا پر نصب ظرفیت کی وجہ سے ہے۔

فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا: یہ اس فعل پر معطوف ہے، جس پر اسم فاعل دلالت کرتا ہے، مطلب ہے: وَاللَّاتِیْ عَدَوْنَ فَاَثَرْنَ یا خود اسم فاعل پر ہی، کیونکہ وہ فعل کی تاویل میں ہے اس لیے کہ موصول کا صلہ واقع ہو رہا ہے۔ صفات میں الف لام اسماء موصولہ ہے۔ تو کلام کی قوت اس طرح ہے: وَاللَّاتِي عدون فأورين فأغرن فأثَرْنَ، نَقْعٌ وہ غبار ہے جو جہاد میں دشمن کے چہرے پر نشان ڈالتا ہے۔ اس کو صبح کے وقت نشان ڈالنے کے ساتھ خاص کیا کیونکہ وہی حملے کا وقت ہے اور اس لیے بھی کہ نقع کا نشان رات کو ظاہر نہیں ہوتا۔ جس کے ساتھ صبح ملی ہوتی ہے۔

ایک قول ہے کہ وہ اپنے دشمن کی جگہ سے غبار اڑاتے ہیں۔ ثار النقع واثرته کہا جاتا ہے، یعنی بھڑکا یا اسے بھڑکایا۔ جمہور نے فَاَثَرْنَ میں ثاء پر تخفیف پڑھی ہے جبکہ ابوحیوۃ اور ابن ابی عبلہ نے اس پر شد پڑھی ہے، یعنی وہ اس کے ساتھ غبار ظاہر کرتے ہیں۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں: نقع آواز کی بلندی ہے، انہوں نے لبید کا شعر پڑھا:

فمتٰی ینقع صراخ صادق
یحلبوھا ذات جرس وزجل

"جب آواز دی جاتی ہے سچی چیخ کی، وہ اسے مدد کے لیے پکارتے ہیں، گھنٹی والی اور شور والی۔"

کہتا ہے کہ جب وہ آواز سنتے ہیں، وہ جنگ میں مدد کے لیے پکارتے ہیں یعنی جمع ہوتے ہیں۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں: اسی پر میں نے اکثر اہل علم کا قول دیکھا ہے۔ انتہیٰ

جمہور اہل لغت اور مفسرین کے نزدیک معروف یہ ہے کہ نقع غبار ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



يخرجن من مُستطار النقع دامية

كأن اذنا بها اطراف أقلام

''وہ نکلتی ہیں غبار کے حملے سے خون آلود ہو کر، گویا ان کے دمیں قلموں کے کنارے ہیں۔''

حضرت عبداللہ بن رواحہ کا قول ہے:

عدمنا خَيْلنا ان لم تروها

مُثيرا النقع من كَنَفَىْ كداء

''ہم نے اپنے گھوڑوں کو نہ پایا، اگر تم نے وہ نہ دیکھے وہ غبار اڑاتے تھے، کداء کے دو کناروں سے۔''

کسی اور کا کہنا ہے:

كان مثارا النقع فوق رؤسنا

وأسيافنا ليل تهاوى كواكبه

''گویا غبار کا اڑنا ہمارے سروں پر ہے، اور ہماری تلواریں رات ہیں، جس کے ستارے گھرے ہیں۔''

یہی آیت کے معنٰی کے لیے مناسب ہے۔ نقع کی تفسیر آواز کے ساتھ کرنا زیادہ معنی نہیں رکھتا، اگر تم کہو کہ بنوفلاں پر گھوڑوں نے صبح حملہ کیا اور اس سے آواز اُٹھا دی، تو یہ بات کم قابلیت والی اور معنی میں کمزور ہے، جو قرآن کی معجزہ والی بلاغت سے بھی بعید ہے۔ ایک قول ہے کہ نقع کا مطلب گریبان چاک کرنا ہے۔ محمد بن کعب کہتے ہیں: نقع مزدلفہ سے منیٰ کے مابین علاقہ ہے۔ ایک قول ہے کہ وہ وادی کا راستہ ہے۔

صحاح والے نے کہا ہے: نقع غبار ہے اور جمع انقاع ہے۔ نقع پانی روکنے کی جگہ بھی ہے۔ اسی طرح جو کنویں میں پانی جمع ہو جائے، نقع وہ گرم مٹی والی زمین بھی ہے، جس میں پانی صاف کیا جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ﴿٥﴾: یعنی وہ اس وقت کے درمیان میں آتے ہیں، یا وہ غبار سے اَٹے ہوئے ہو کر دشمنوں کے لشکروں میں سے کسی لشکر کے درمیان گھستے ہیں۔ یا وہ اپنے دشمن کے ساتھ تمام دشمنوں کے وسط میں ہوتے ہیں۔

باء متعدی بنانے والی ہے، یا حالیہ ہے، یا زائدہ ہے۔ وسطت المکان کہا جاتا ہے، یعنی میں اس جگہ کے درمیان میں ہو گیا۔

جَمْعًا پر نصب اس لیے ہے کہ وہ مفعول بہ ہے۔ ان چاروں جگہوں پر فاء اس بات پر دلالت کے لیے ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے بعد والا اپنے سے پہلے والے کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ جمہور نے فَوَسَطْنَ کو سین کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے، جبکہ اسے شد کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ﴿٦﴾: یہ جواب قسم ہے۔ انسان سے مراد اس کے بعض افراد ہیں، وہ کافر ہے۔ الکنود کفرانِ نعمت والا ہے۔ لِرَبِّهٖ یہ کنود کے متعلق ہے، فواصل کی رعایت کی وجہ سے اسے مقدم لایا گیا ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

کنود لنعماء الرجال ومن یکن

کنودا لنعماء الرجال یبعد

"وہ مردوں کی نعمتوں کا ناشکرا ہے اور جو ہو مَردوں کی نعمتوں کا ناشکرا، وہ دور ہوتا ہے۔"

یعنی مردوں کی نعمتوں کا کفور۔ ایک قول ہے کہ وہ حق کا انکار کرنے والا ہے، ایک قول ہے کہ کندہ قبیلے کا نام اس لیے رکھا گیا کہ انھوں نے اپنے باپ کا انکار کیا۔ ایک قول ہے کہ کنود کند سے ماخوذ ہے، اس کا مطلب قطع ہے، گویا جس شکر کو اسے ملانا چاہیے تھا اس نے اسے کاٹ دیا ہے، کہا جاتا ہے: کند الحبل جب کوئی رسی کاٹ دے۔ اسی سے اعشیٰ کا قول ہے:

وصول جبال وکنادھا

"پہاڑوں کو ملانے والا اور انہیں بہت کاٹنے والا۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ایک قول ہے کہ کنود بخیل ہے، اور ابوزید کا شعر پڑھا:

ان نفسی لم تطب منك نفسا

غیر أنی امسی بدین کنود

''بے شک میرا دل تجھ سے دلی طور پر خوش نہیں ہے، علاوہ اس کے کہ میں ایک بخیل کے دین والا ہو گیا ہوں۔''

ایک قول ہے کہ کنود حاسد ہے، ایک قول ہے کہ قدر ناآشنا ہے، لیکن کنود کی تفسیر ناشکرے کے ساتھ اس موقع کے زیادہ مناسب ہے۔ نعمت کا منکر اس کا کافر ہے، جو کچھ اور کہا گیا ہے وہ اس موقع کے مناسب نہیں ہے۔

وَ اِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۚ: یعنی انسان اپنے کنود پر ضرور شہید ہے وہ اپنے نفس کے خلاف اس کی گواہی دیتا ہے کیونکہ اس کا اثر اس پر ظاہر ہے۔ ایک قول ہے: مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ اس بات پر انسان کے خلاف ضرور گواہ ہیں یہی جمہور کا قول ہے۔ جبکہ پہلی بات حسن، قتادہ اور محمد بن کعب نے کہی ہے، اور یہ بات جمہور کے قول سے زیادہ راجح ہے۔

کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: وَ اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ بے شک ضمیر انسان کی طرف لوٹنے والی ہے، مطلب ہے کہ وہ مال کی محبت میں قوی ہے، اس کی طلب اور حصول میں محنت کرنے والا ہے اور اس پر جان مارنے والا ہے۔ کہا جاتا ہے: وہ اس امر پر شدید اور اس کے لیے قوی ہے، جب وہ اس کی طاقت رکھنے والا ہو۔ اسی سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنْ تَرَكَ خَيْرًا اور اسی سے عدی بن حاتم کا قول ہے:

ما ذا ترجی النفوس من طلب

الخیر وحب الحیاۃ کاربها

''کیا چیز نفسوں کو امید دلاتی ہے، طلب خیر سے اور زندگی کی محبت، اس کے دکھ ہیں۔''

ایک قول ہے مطلب یہ ہے کہ انسان مال کی محبت کی وجہ سے ضرور بخیل ہے، پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



لِحُبِّ میں لام شَدِيْدٌ کے متعلق ہے۔ ابن زید کہتے ہیں: اللہ نے مال کا نام خیر بتایا ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ شر ہو لیکن لوگ اس کو خیر پاتے ہیں، اس لیے اس کا نام خیر رکھا ہے۔

فراء کہتے ہیں: آیت کا نظم ہے کہ کہا جائے۔ وانه لشديد لحب الخير، جب حب کو مقدم کیا گیا تو لَشَدِيْدٌ فرمایا۔ اس کے آخر سے حب کا ذکر حذف کر دیا گیا، کیونکہ اس کا ذکر جاری ہو چکا تھا، اور آیت کے اواخر کے لیے بھی، جیسے فرمایا: فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ عصوف آندھی میں ہوتا ہے نا کہ دن کے لیے، گویا کہ فرمایا: فی یوم عاصف الریح.

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ⑨: استفہام انکار کے لیے ہے، فاء ایک مقدر پر عطف کے لیے ہے جس کا مقام تقاضا کرتا ہے۔ یعنی کرتا ہے جو قبائح کرتا ہے، پس وہ نہیں جانتا۔

بُعْثِرَ کا مطلب نثر اور بحث ہے، یعنی جو قبروں میں مُردے ہیں وہ نکالے جائیں اور اس سے تلاش کر کے باہر کیے جاتے ہیں۔

ابوعبیدہ کہتے ہیں: بعثرت المتاع تم نے اس کے نچلے کو اوپر کر دیا۔ فراء کہتے ہیں: میں نے بنو اسد کے بعض عرب کو کہتے ہوئے سنا ہے: بحثر عین کی جگہ پر حاء کے ساتھ۔ اس پر کلام وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ کے تحت گزر چکا ہے۔

وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ⑩: یعنی ان میں جو خیر اور شر ہے وہ واضح کیا اور کھولا جائے گا۔ تحصیل کا مطلب تمیز ہے، اس طرح مفسرین نے کہا ہے۔ ایک قول ہے کہ حُصِّلَ اُبْرِزَ ہے۔

جمہور نے حُصِّلَ میں حاء پر پیش اور صاد پر شد کے ساتھ زیر مفعول (مجہول) کی بناء پر پڑھی ہے۔ جبکہ عبید بن عمیر، سعید بن جبیر، یحیٰی بن یعمر اور نصر بن عاصم نے حَصَلَ حاء اور صاد پر زبر اور ان دونوں پر تخفیف کے ساتھ مبنی بر فاعل (معلوم) پڑھا ہے، مراد ہے: ظاہر ہوا۔

اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَىِٕذٍ لَّخَبِيْرٌ ⑪: یعنی اٹھائے جانے والوں کا رب ان کی ضرور خبر رکھنے والا ہے، اس پر ان سے کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی، وہ انہیں خیر کا بدلہ خیر کے ساتھ اور شر کا بدلہ شر کے ساتھ دے گا۔

زجاج کہتے ہیں: اللہ اُن کی اس دن اور اس کے علاوہ خبر رکھنے والا ہے، لیکن اس کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مطلب ہے کہ وہ انہیں ان کے کفر کی سزا اس دن دے گا، اس کی مثل اللہ کا فرمان ہے: أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ مطلب ہے کہ ان کی سزا اللہ ترک نہیں کریں گے۔

جمہور نے إِنَّ رَبَّهُمْ میں ہمزہ پر زیر اور لَخَبِيرٌ کو لام کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابوالسماک نے ہمزہ پر زبر اور لَخَبِيرٌ میں لام ساقط کر کے پڑھا ہے۔

بزار، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، دارقطنی نے ''الافراد'' میں اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا، ایک مہینہ گزرا کہ ان کی طرف سے کوئی خبر نہ آتی تھی، تو وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا نازل ہوئی، وہ اپنے پاؤں مارتے ہیں۔

ابن مردویہ کے الفاظ ہیں: اپنی ناکوں سے ہانپتے ہیں۔ فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا اپنے کھروں کو پتھروں پر مارتے ہیں، پس آگ نکالتے ہیں۔ فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحًا صبح کے وقت قوم پر حملہ کرتے ہیں۔ فَأَثَرْنَ بِهِ نَقْعًا انہوں نے اپنے کھروں کے ساتھ مٹی اڑائی۔ فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا وہ ساری قوم کے درمیان ہو گئے۔

ابن مردویہ نے ایک اور سند سے، ان سے بیان کیا ہے، کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کی طرف ایک لشکر بھیجا، ان کی خبر مؤخر ہو گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بات گراں گزری، اللہ نے آپ کو ان کی خبر دی اور جو ان کا معاملہ ہوا، لہٰذا فرمایا: وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا فرمایا: وہ گھوڑے ہیں۔ ضبح گھوڑے کا ہنہنانا ہے، جب وہ ہنہناتا ہے۔ فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا فرمایا: جب گھوڑے چلتے ہیں، آگ نکالتے ہیں، ان کے کھروں کے کنارے پتھروں پر لگتے ہیں۔ فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحًا فرمایا: وہ گھوڑے ہیں جو صبح کے وقت حملہ کرتے ہیں۔ فَأَثَرْنَ بِهِ نَقْعًا فرمایا: وہ گھوڑے ہیں جو اپنے کھروں کے ساتھ نشان لگاتے ہیں، فرمایا: گھوڑوں کے دوڑنے کے ساتھ نقع غبار ہے۔ فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا فرمایا: جمع دشمن ہے۔

عبد بن حمید نے ابو صالح سے نقل کیا ہے، فرمایا: میں نے اور عکرمہ نے الْعَادِيَاتِ کے متعلق گفتگو کی، وہ کہنے لگے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے: وہ گھوڑے ہیں قتال میں۔ ان کا ضبح جب وہ اپنے ہونٹ دوڑتے ہوئے لٹکاتے ہیں۔ فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا انہوں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مشرکین کو ان کا مکر دکھایا۔ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا فرمایا: جب وہ دشمن میں صبح کرتے ہیں۔ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا فرمایا: جب وہ دشمن کے درمیان جاتے ہیں۔ ابو صالح کہتے ہیں: میں نے کہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ حج والے اونٹ ہیں۔ اور میرے مالک آپ کے مالک سے زیادہ جانتے ہیں۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن الانباری نے ''کتاب الاضداد'' میں حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: ایک دفعہ میں حطیم میں بیٹھا تھا، اچانک ایک شخص میرے پاس آیا، وہ الْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا کے متعلق مجھ سے سوال کر رہا تھا، میں نے کہا: گھوڑے جب وہ سبیل اللہ حملہ کرتے ہیں، پھر وہ رات کی طرف جگہ پکڑتے ہیں، پس وہ اپنا کھانا بناتے ہیں، وہ ان کی آگ جلاتے ہیں، وہ شخص مجھ سے چلا گیا۔

وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، وہ زمزم کے کنویں کے پاس بیٹھے تھے، ان سے الْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا کے متعلق سوال کیا، فرمایا: کیا تم نے اس بارے میں مجھ سے قبل کسی سے سوال کیا ہے؟ کہا: جی ہاں، میں نے اس متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا ہے، انہوں نے کہا: وہ گھوڑے ہیں جو اللہ کے راستے میں حملہ کرتے ہیں۔ فرمایا: جاؤ، انہیں میرے پاس بلا لاؤ۔ میں جب ان کے پاس جا کے کھڑا ہوا، فرمایا: تم لوگوں کو فتویٰ دیتے ہو جس کا آپ کو علم نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! اسلام کا پہلا غزوہ بدر تھا، ہمارے پاس صرف دو گھوڑے تھے، ایک گھوڑا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا تھا اور ایک گھوڑا حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا تھا، تو وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا کیا ہوگا۔ الْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا عرفہ سے مزدلفہ تک ہے۔

جب وہ مزدلفہ میں آتے ہیں، آگ جلاتے ہیں۔ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا مزدلفہ سے منیٰ کی طرف۔ یہ جمع ہے۔ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا کے فرمان کا مطلب ہے کہ وہ اپنے کھروں اور ان کے کناروں سے زمین پر غبار اڑاتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے اپنی بات واپس لی اور میں نے اس بات کی طرف رجوع کیا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہی۔

ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا کے متعلق فرمایا: اونٹ۔ اس کو انہوں نے بواسطہ اعمش ابراہیم نخعی سے نقل کیا ہے، ابراہیم نے کہا: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ اونٹ ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: وہ گھوڑے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تک ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بات پہنچی، فرمایا: ہمارے پاس روز بدر گھوڑے نہیں تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ ایک لشکر تھا جو بھیجا گیا تھا۔

عبد بن حمید نے عامر شعبی سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا الْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا کے متعلق اختلاف ہوا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: وہ گھوڑے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابن فلانہ! تم نے جھوٹ کہا ہے، اللہ کی قسم! ہمارے پاس یوم بدر کو گھوڑا ہی نہ تھا، سوائے مقداد کے، وہ ایک سیاہ اور سفید گھوڑے پر سوار تھے۔ کہا: وہ کہہ رہے تھے، وہ اونٹ ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ غبار اڑاتے ہیں، تو وہ کوئی چیز اپنے کھروں کے ساتھ غبار نہیں اڑاتی ان کے علاوہ۔

عبد بن حمید نے اور حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے، بواسطہ مجاہد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا فرمایا: گھوڑے۔ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا فرمایا: آدمی جب اپنی آگ جلاتا ہے۔ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا فرمایا: گھوڑے صبح حملہ کرتے ہیں۔ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا فرمایا: مٹی۔ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا فرمایا: دشمن۔

عبد بن حمید نے مجاہد سے وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا کے متعلق نقل کیا ہے، کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قتال۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حج مراد ہے۔

عبدالرزاق، سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے بواسطہ عمرو بن دینار حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا فرمایا: کوئی جانور کتے اور گھوڑے کے علاوہ نہیں ہنہناتا۔ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا فرمایا: وہ آدمی کی آگ کے متعلق تدبیر ہے، اسے جلایا جاتا ہے۔ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا فرمایا: گھوڑوں نے صبح حملہ کیا۔ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا فرمایا: غبار جو گھوڑوں کے کھروں سے اڑے۔ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا فرمایا: جمع دشمن ہے۔

ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے: وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فرمایا: گھوڑے کا ضبح اس کا ہنہنانا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب گھوڑا دوڑتا ہے وہ اُخ اُخ اُخ کرتا ہے، یہی اس کا ضبح ہے۔

ابن المنذر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: گھوڑے کا ضبح ہنہنانا ہے اور اونٹ کی سانس ہے۔

ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے: وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا فرمایا: وہ حج میں اونٹ ہیں۔ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا جب اپنے سُموں سے کنکریاں روندتے ہیں، تو کنکریاں ایک دوسرے پر لگتی ہیں، پس اس سے آگ نکلتی ہے۔ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا وہ جمع / مزدلفہ سے لوٹتے ہیں۔ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا فرمایا: جب چلتے ہیں تو غبار اڑاتے ہیں۔

سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے مختلف سندوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: کنود ہمارے اہل علاقہ کی زبان میں ناشکرا ہے۔ ابن عساکر نے حضرت ابوامامہ سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے فرمان: اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ کے متعلق فرمایا: ضرور ناشکرا ہے۔

عبد بن حمید، بخاری نے الادب المفرد میں، حکیم ترمذی اور ابن مردویہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: کنود وہ ہے جو اپنا عطیہ روکتا ہے، اکیلا ٹھہرتا ہے اور اپنے غلام کو مارتا ہے۔ اسے ان سے ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابن مردویہ، دیلمی اور ابن عساکر نے مرفوع نقل کیا ہے۔

سیوطی نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ اس کی سند میں جعفر بن زبیر راوی متروک ہے۔ اس کا موقوف ہونا زیادہ صحیح ہے، کیونکہ یہ ان کی سند سے نہیں ہے۔

ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: انسان۔ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ فرمایا: مال۔ ابن جریر اور ابن المنذر نے اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: تلاش کیا جائے گا۔ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ فرمایا: نمایاں کیا جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورۃ القارعہ

اس کی گیارہ آیات ہیں، ایک قول دس آیات کا ہے۔ یہ بلا اختلاف مکی سورت ہے۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: سورت القارعہ مکہ میں نازل ہوئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْقَارِعَةُ ﴿١﴾ مَا الْقَارِعَةُ ﴿٢﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ﴿٣﴾ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ﴿٤﴾ وَ تَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ﴿٥﴾ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ﴿٦﴾ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٧﴾ وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ﴿٨﴾ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ﴿٩﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ﴿١٠﴾ نَارٌ حَامِيَةٌ ﴿١١﴾

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ وہ کھٹکھٹانے والی۔ کیا ہے وہ کھٹکھٹانے والی؟ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ وہ کھٹکھٹانے والی کیا ہے؟ جس دن لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہو جائیں گے۔ اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔ تو لیکن وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہو گئے۔ تو وہ خوشی کی زندگی میں ہوگا۔ اور لیکن وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہو گئے۔ تو اس کی ماں ہاویہ ہے۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ وہ کیا ہے؟ ایک سخت گرم آگ ہے۔

اَلْقَارِعَةُ ﴿١﴾: قیامت کے ناموں میں سے ہے، کیونکہ یہ دلوں کی گھبراہٹ کے ساتھ اور اللہ کے دشمنوں کو عذاب کے ساتھ کھٹکھٹائے گی، عرب کہتے ہیں: قرعتهم القارعة جب ان پر کوئی پریشان کن معاملہ واقع ہو۔ ابن احمر نے کہا ہے:

وقارعة من الايام لولا
سبيلهم لراحت عنك حينا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



''اور کتنے ہی پریشان کن ایام آئے ہیں، اگر ان کی راہ پر نہ چلتے تو تم سے ایک وقت تک چلے جاتے۔''

دیگر نے کہا ہے:

متی تقرع بمروتکم تسؤکم
ولم یوقد لنا فی القدر نار

''جب تمہاری جواں مردی پر پریشانی آتی ہے تمہیں بری لگتی ہے، اور ہمارے لیے ہنڈیا میں، آگ نہیں جلائی جاتی۔''

اَلْقَارِعَةُ مبتداء ہے اور اس کی خبر مَا الْقَارِعَةُ ہے۔ جمہور نے رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔ جبکہ عیسیٰ نے نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ اُحْذُرُوا الْقَارِعَةَ کی تقدیر کے ساتھ۔ استفہام اس کی شان بڑھانے اور تعظیم کے لیے ہے، جیسے اس کا بیان: اَلْحَآقَّةُ ﴿۱﴾ مَا الْحَآقَّةُ ﴿۲﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ﴿۳﴾ کے تحت گزر چکا ہے۔

ایک قول ہے کہ کلام کا معنی تحذیر (ڈرانے) پر ہے۔ زجاج کہتے ہیں: عرب نصب کی طرح رفع کے ساتھ بھی ڈراتے اور برانگیختہ کرتے ہیں، اس نے شاعر کا قول پیش کیا:

لجدیرون بالوفاء اذا قال
اخو النجدة السلاح السلاح

''وہ ضرور وفاء کے لائق ہیں، جب کہتا ہے، بہادری والا، اسلحہ، اسلحہ۔''

اس کو تعظیم اور شان کے معنی پر محمول کرنا بہتر ہے۔ اس کی تائید ضمیر کی جگہ ظاہر کو رکھنا بھی کرتا ہے، بے شک وہ اس معنیٰ پر زیادہ دلالت کرنے والا ہے۔

اس کی تائید اللہ کا فرمان: وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ بھی کرتا ہے، یہ اس کی شدید ہولناکی پر تاکید ہے اور اس کی زیادہ گھبراہٹ پر، حتیٰ کہ گویا وہ مخلوق کے دائرہ علوم سے ہی باہر ہے، اس انداز میں ان میں سے کسی کی درایت اس تک نہیں پہنچتی۔

مَا استفہامیہ مبتداء ہے۔ اَدْرٰىكَ اس کی خبر ہے۔ مَا الْقَارِعَةُ مبتداء اور خبر ہے۔ یہ جملہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



محل نصب میں ہے کہ یہ مفعول ثانی بن رہا ہے۔ مطلب ہے کہ آپ کو کس چیز نے بتایا کہ قارعۃ کی حالت کیا ہے؟

پھر اللہ پاک نے واضح فرمایا کہ قارعۃ کب ہوگی، لہٰذا فرمایا: يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ظرف پر نصب ایک فعل محذوف کی وجہ سے ہے، جس پر اَلْقَارِعَةُ دلالت کر رہا ہے، یعنی انہیں کھٹکھٹائے گی، اس دن جب لوگ...... الخ

یہ بھی جائز ہے کہ اُذْكُرْ مقدر کی وجہ سے یہ منصوب ہو۔ ابن عطیہ، مکی اور ابوالبقاء کہتے ہیں: یہ خود اَلْقَارِعَةُ کی وجہ سے منصوب ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ ایک مبتداء محذوف کی خبر ہے اس کو نصب فعل کی طرف اضافت کی وجہ سے دیا گیا ہے، تو فتحہ مبنی والا فتحہ ہے، یہ معرب والا فتحہ نہیں ہے، یعنی هی یوم یکون...... الخ۔

ایک قول ہے کہ مقدر عبارت: ستأتیکم القارعة یوم یکون ہے۔ زید بن علی نے يَوْمُ پر رفع پڑھا ہے، مقدر مبتداء کی خبر ہونے کی وجہ سے۔ كَالْفَرَاشِ وہ پتنگے ہیں، جو تم آگ اور چراغ پر گرتے ہوئے دیکھتے ہو، اس کا واحد فراشہ ہے، اسی طرح ابوعبید وغیرہ نے کہا ہے: فراء کہتے ہیں: الفراش مچھر وغیرہ کی طرح اڑنے والا ہے، اسی سے جراد (ٹڈی) بھی ہے، کہتے ہیں: گھومنے اور بھڑکنے میں اس کی مثال بیان کی جاتی ہے، کہا جاتا ہے: اطیش من فراشة، اور یہ شعر پڑھا:

فراشه الحلم فرعون العذاب وان
يطلب نداه فكلب دونه كلب

”چیچڑی کے پتنگے عذاب کے فرعون ہیں، اگر اس کی بارش طلب کرے تو کتا ہے، اس کے پیچھے بھی کتا ہے۔“

کسی اور کا قول ہے:

وقد كان اقوام ردّدت حلومهم
عليهم وكانوا كالفراش من الجهل

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



''اور تحقیق کچھ اقوام تھیں میں نے ان کی عقلوں کو رد کر دیا ہے ان پر، اور وہ جہالت کی وجہ سے پتنگوں کی طرح تھیں۔''

الْمَبْثُوثِ سے مراد متفرق اور منتشر ہیں، کہا جاتا ہے: بَثَّهُ جب اس کو متفرق کرے، اسی سے اللہ پاک کا دوسری آیت میں ارشاد ہے: كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ۔ یہاں الْمَبْثُوثِ فرمایا ہے، مبثوثہ نہیں فرمایا، کیونکہ دونوں طرح جائز ہے، جیسے فرمایا: أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنقَعِرٍ اور أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ اس کی وجہ کا بیان گزر چکا ہے۔

وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ ﴿۵﴾: یعنی اون کی طرح جو مختلف رنگوں سے رنگی ہوتی ہے اس پر دھنکنے سے نقش و نگار ہوتے ہیں۔

اہل لغت کے نزدیک كَالْعِهْنِ مختلف رنگوں سے رنگی ہوئی روئی ہے، اس کا بیان سورت سَأَلَ سَائِلٌ میں گزر چکا ہے، کتاب عزیز میں روز قیامت کے متعلق پہاڑوں کے کئی اوصاف آئے ہیں، ہم نے ان کے مابین جمع پیچھے ذکر کیا ہے۔

پھر اللہ پاک نے لوگوں کے احوال اور ان کا دو فرقوں میں ہونا اجمال کے طور پر ذکر کیا، لہٰذا فرمایا: فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ﴿۶﴾ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿۷﴾ میزان کے بارے میں گفتگو سورۃ الاعراف، سورۃ الکہف اور سورۃ الانبیاء میں گزر چکی ہے۔

یہاں اس بارے میں اختلاف ہے، ایک قول ہے کہ یہ موزون کی جمع ہے، وہ ایسا عمل ہے جس کا اللہ کے ہاں کوئی وزن اور حیثیت ہو، یہ قول فراء وغیرہ کا ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ میزان کی جمع ہے، وہ ایسا آلہ ہے جس میں اعمال کے صحیفے رکھے جائیں گے، اس سے تعبیر جمع کے لفظ کے ساتھ آئی ہے، جیسے کہا جاتا ہے کہ ہر حادثے کا ایک میزان ہوتا ہے۔ ایک قول ہے کہ مَوَازِين سے مراد حجتیں اور دلائل ہیں، جیسے شاعر کے قول میں ہے:

لقد کنت قبل لقاء کم ذامرة
عندی لکل مخاصم میزانه

''میں تم سے ملنے سے پہلے مرتبے والا تھا، میرے نزدیک ہر مخالف کے لیے اُس کا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



میزان ہے۔"

عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ کا مطلب مَّرْضِیَّةً ہے جس پر بندہ راضی ہو جائے گا۔ زجاج کہتے ہیں: یعنی رضا والی جس پر وہ بندہ راضی ہوگا۔ ایک قول ہے کہ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ یعنی رضا کی فاعل ہے، وہ نرمی اور ان بندوں کے لیے جھکنا ہے۔

عِیْشَةٍ ایسا لفظ ہے جو ان نعمتوں کا جامع ہے جو جنت میں ہوں گی۔

وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ ﴿۸﴾: یعنی اس کی سیات اس کی حسنات پر راجح ہو گئیں، یا اس کی قابل شمار نیکیاں نہ ہوئیں۔

فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ ﴿۹﴾: یعنی تو اس کا مسکن جہنم ہے، اس کا نام اس کی ماں رکھا ہے، کیونکہ اس کی طرف ٹھکانہ پکڑے گا جیسے بندہ اپنی ماں کی طرف ٹھکانا پکڑتا ہے، هَاوِیَةٌ جہنم کے ناموں میں سے ہے، اس کا نام هَاوِیَةٌ رکھا گیا ہے، باوجودیکہ اس کی تہ دور ہے کیونکہ بندہ اس میں گرے گا، اسی سے امیہ بن ابی الصلت کا قول ہے:

فالارض معقلنا وکانت امنا
فیھا مقابر نا وفیھا نولد

"پس زمین ہمارا ٹھکانہ اور ہماری ماں ہے، اس میں ہماری قبریں ہیں اور اس میں ہم پیدا کیے جاتے ہیں۔"

www.kitabosunnat.com

دیگر کا قول ہے:

یاعمرو لَوْ نا لتُكْ اَرْمَاحُنا
کنت کمن تھوی به الھاویة

"اے عمرو! اگر تجھے ہمارے تیر لگ گئے، تو تو اس شخص کی طرح ہو جائے گا جو ھاویہ میں گرتا ہے۔"

مھویٰ اور مھواۃ دو پہاڑوں کے درمیان جگہ ہے۔ تھاوی القوم فی المھواۃ جب لوگ ایک دوسرے پر گریں۔ قتادہ کہتے ہیں: فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ کا مطلب ہے، اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ عکرمہ کہتے ہیں: کیونکہ وہ اپنے سر کی چوٹی (ام) پر گرے گا۔ اخفش کہتے ہیں: أُمُّهُ کا مطلب اس کا ٹھکانا ہے۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَاهِيَهْ ﴿١٠﴾: یہ استفہام ہولناکی اور شدت بیان کرنے کے لیے ہے، اس بیان کے ساتھ کہ جو ذہن سے اس طرح خارج ہے کہ اس کا احاطہ بشری علوم نہیں کر سکتے۔ اور نہ اس کی حقیقت کا ادراک کر سکتے ہیں۔

پھر اللہ پاک نے اس کی وضاحت کی، لہٰذا فرمایا: نَارٌ حَامِيَةٌ یعنی جس کی گرمی انتہاء کو پہنچی اور اس کی شدت بڑی حد کو پہنچی ہے، نَارٌ مرفوع ہے کیونکہ وہ ایک مبتداء محذوف کی خبر ہے، یعنی هِيَ نَارٌ حَامِيَةٌ۔

ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے چند طرق سے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: اَلْقَارِعَةُ قیامت کے ناموں میں سے ہے۔

ابن المنذر نے ان سے اللہ کے فرمان: فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جیسے کسی کا کہنا ہے: هَوَتْ أُمُّهُ۔

ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ سے فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اس کے سر کی چوٹی جہنم میں گرنے والی ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مومن وفات پاتا ہے، اسے مومنین کی ارواح ملتی ہیں، اس سے سوال کرتے ہیں: فلاں نے کیا کیا اور فلانہ نے کیا کیا؟ اگر وہ مر چکا ہے اور ان کے پاس نہیں آیا، کہتے ہیں: اس کو مخالفت کے ساتھ اس کے ٹھکانے هَاوِيَةٌ میں لے جایا گیا ہے، بری ماں ہے اور بری تربیت کرنے والی ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل کیا ہے۔ ابن المبارک نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی حدیث ان سے اس طرح نقل کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورۃ التکاثر

اس کی آٹھ آیات ہیں اور یہ سورت سب کے نزدیک مکی ہے، بخاری نے بیان کیا ہے کہ یہ مدنی ہے۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ مکہ میں نازل ہوئی۔

حاکم اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی استطاعت نہیں رکھتا کہ وہ ہر روز ایک ہزار آیت پڑھے؟ لوگوں نے کہا: کون استطاعت رکھتا ہے کہ وہ ہر روز ایک ہزار آیت پڑھے؟ فرمایا: کیا تم میں سے کوئی استطاعت نہیں رکھتا کہ وہ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ پڑھے۔

خطیب نے المتفق والمتفرق میں اور دیلمی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک رات میں ہزار آیت پڑھی، وہ اللہ سے ملے گا، اس حال میں کہ اس کے سامنے ہنسنے والا ہوگا۔ پوچھا گیا: یا رسول اللہ! ایک ہزار آیت پر کون طاقت رکھتا ہے؟ فرمایا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝١ ...... آخر تک۔ پھر فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، بے شک یہ ہزار آیت کے برابر ہے۔

مسلم، ترمذی، نسائی وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن شخیر سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا، جبکہ آپ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ پڑھ رہے تھے، دیگر لفظ ہیں کہ آپ پر اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ نازل ہوئی تھی اور آپ فرما رہے تھے: ابن آدم کہتا ہے: میرا مال، میرا مال، تیرا مال تو صرف وہ ہے جو تو نے کھایا اور تو نے ختم کیا۔

مسلم وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے، اس میں اس سورت کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پڑھنے یا نازل ہونے کا ذکر نہیں ہے، اس کے الفاظ ہیں۔ بندہ کہتا ہے: میرا مال، میرا مال۔ اس کا مال تو تین طرح کا ہے، جو کھایا اسے ختم کیا، جو پہنا اسے بوسیدہ کیا یا جو صدقہ کیا اسے جمع کیا۔ اس کے سوا جو کچھ ہے، بندہ جانے والا ہے اور اسے لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔

حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور اسے ضعیف بھی کہا ہے۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا: میں تم پر اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ پڑھنے والا ہوں، جو رویا اس کے لیے جنت ہے، آپ ﷺ نے یہ سورت پڑھی، ہم میں سے بعض روئے اور ہم میں سے بعض نہ روئے۔ جو نہ روئے انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے رونے کی بہت کوشش کی لیکن ہم نہ رو سکے۔ فرمایا: میں اسے تم پر دوسری مرتبہ پڑھنے والا ہوں، پس جو روئے اس کے لیے جنت ہے اور جو رونے پر قادر نہ ہو وہ رونے کی بتکلف کوشش کرے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝١ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝٢ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝٣ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝٤ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝٥ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝٦ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝٧ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝٨

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ تمھیں ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کی حرص نے غافل کر دیا۔ یہاں تک کہ تم نے قبرستان جا دیکھے۔ ہرگز نہیں، تم جلدی جان لو گے۔ پھر ہرگز نہیں، تم جلدی جان لو گے۔ ہرگز نہیں، کاش! تم جان لیتے، یقین کا جاننا۔ کہ یقیناً تم ضرور جہنم کو دیکھو گے۔ پھر یقیناً تم ضرور اسے یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے۔ پھر یقیناً تم اس دن نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھے جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ یعنی تمہیں اموال و اولاد میں ایک دوسرے سے زیادہ کی محبت، ان کی کثرت پر اظہار فخر اور ان میں غالب آنے کی خواہش نے مشغول کر دیا۔ کہا جاتا ہے: ألهاه عن كذا، وألهاه جب اسے کسی نے مشغول کر دیا، اسی سے امرؤ القیس کا قول ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فالهيتها عن ذي تمائم محول

''پس میں نے اسے غافل کر دیا ایک سال کے بچے سے۔''

حسن کہتے ہیں: اَلْهٰكُمُ کا مطلب ہے، اس نے تمہیں بھلا دیا۔

حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ : یعنی حتیٰ کہ تمہیں موت نے آن لیا اور تم اس حال میں تھے۔ قتادہ کہتے ہیں: التَّكَاثُرُ قبائل اور برادریوں پر فخر ہے۔ ضحاک کہتے ہیں: تمہیں معاشی مشغولیات نے غافل کر دیا۔ مقاتل اور قتادہ وغیرہ کہتے ہیں: یہ یہود کے بارے میں نازل ہوئی، جب انہوں نے کہا: ہم بنوفلاں سے زیادہ ہیں۔ اور بنوفلاں بنی فلاں سے زیادہ ہیں، اس بات نے انہیں غافل کر دیا حتیٰ کہ وہ مر گئے۔ کلبی کہتے ہیں: یہ قریش کے دو قبائل بنوعبد مناف اور بنوسہم کے متعلق نازل ہوئی، انہوں نے مخالفت کی، انہوں نے سرداری اور اسلام میں بزرگی میں باہم کثرت کا اظہار کیا، ان میں سے ہر قبیلے نے کہا: ہمارے سردار زیادہ ہیں، عزت عظیم ہے، تعداد زیادہ ہے اور ہمارے قائدین زیادہ ہیں، تو بنوعبد مناف بنی سہم پر زیادہ ہو گئے، پھر وہ اموات پر ایک دوسرے کے مقابل کثرت میں فخر کرنے لگے، ان کی اس میں کثرت ہوئی، تو اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ نازل ہوئی۔

پس تم راضی نہ ہوئے حتیٰ کہ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ مُردوں پر فخر کرنے والے۔ ایک قول ہے کہ یہ انصار کے دو قبائل کے متعلق نازل ہوئی۔ الْمَقَابِرَ مقبرۃ کی جمع ہے، باء پر زبر اور اس پر پیش کے ساتھ، اس آیت میں دلیل ہے کہ دنیا میں مشغولیت، ان کی کثرت پر فخر کرنا، ان میں اظہار تفاخر مذموم عادات میں سے ہے، جبکہ اللہ پاک نے فرمایا ہے: اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ اس کے بارے میں نہیں فرمایا، بلکہ اسے مطلق رکھا ہے، کیونکہ اطلاق مذمت میں زیادہ بلیغ ہوتا ہے، اس لیے کہ اس میں سوچ ہر طرف جاتی ہے، اس مقام پر جو بھی احتمال ہو وہ اس میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور اس لیے بھی کہ متعلق کا حذف تعمیم کی اطلاع دیتا ہے، جیسا کہ علم البیان میں طے شدہ ہے۔ مطلب ہے کہ تکاثر نے تمہیں ہر اس بات سے مشغول کر دیا، جس میں تمہاری مشغولیت واجب تھی، یعنی اللہ کی اطاعت اور آخرت کے لیے عمل۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



ان کی موت سے زیارت قبور کی تعبیر دی کیونکہ میت قبر میں جا چکی ہے، جیسے زائر اس جگہ جاتا ہے جس کی وہ زیارت کرتا ہے، یہ اس شخص کے قول کے مطابق ہے جو کہتا ہے کہ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ کا مطلب ہے "تم مر گئے" لیکن جو کہتا ہے کہ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ کا مطلب ہے تم نے مردوں کو یاد کیا، تم نے ان کو باہم فخر اور باہم کثرت کے لیے شمار کیا، تو اس طرح کا معنی ایک طرح کی زبردستی ہے۔

ایک قول ہے کہ وہ قبروں کی زیارت کرتے تھے اور کہتے یہ فلاں کی قبر ہے اور یہ فلاں کی قبر ہے، اس پر وہ فخر کرتے تھے۔

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ③: ان کے لیے التَّكَاثُرُ سے ڈانٹ ڈپٹ ہے، ان کے لیے تنبیہ ہے کہ وہ اس کا انجام جلد ہی روزِ قیامت دیکھیں گے اور اس میں سخت وعید ہے۔ فراء کہتے ہیں: یعنی معاملہ ایسے نہیں جیسے تم التَّكَاثُرُ اور تفاخر کرتے ہو۔

پھر ڈانٹ، ڈپٹ اور وعید کو دہرایا، لہٰذا: فرمایا: ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ. ثُمَّ اس بات پر دلالت کے لیے ہے کہ دوسرا پہلے سے زیادہ بلیغ تر ہے۔ ایک قول ہے کہ پہلا موت کے وقت یا قبر میں ہے اور دوسرا روز قیامت ہے۔ فراء کہتے ہیں: یہ تکرار تاکید اور سختی کے طور پر ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: یہ وعید کے بعد وعید ہے، اسی طرح حسن اور مجاہد نے کہا ہے۔

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ⑤: یعنی اگر تم اس معاملے کو جان لو، علم یقین کے ساتھ جس کی طرف تم نے جانا ہے۔ جیسے تمہیں اس چیز کا علم ہے جو دنیا میں تمہارے نزدیک یقینی ہے۔

لَوْ کا جواب محذوف ہے، یعنی وہ تمہیں ضرور التَّكَاثُرُ اور تفاخر سے مشغول کر دے۔ یا تم وہ ضرور کرو گے، جو خیر تم کو نفع دے اور تم وہ چھوڑ دو گے، جو تمہیں نفع نہیں دیتا، جس حال پر تم اب ہو۔

كَلَّا اس تیسرے مقام پر پہلے دو مقامات کی طرح ڈانٹ ڈپٹ کے لیے ہے۔ فراء کہتے ہیں: وہ حَقًّا کے معنٰی میں ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ تینوں مقامات پر أَلَا کے معنٰی میں ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: یہاں یقین سے مراد موت ہے۔ ان سے یہ بھی مروی ہے کہ فرمایا: وہ اٹھنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے۔ اخفش کہتے ہیں: مقدر عبارت یوں ہوگی: و تعلمون علم الیقین ما ألھاکم.

لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ﴿٦﴾: یہ فرمان، قسم محذوف کا جواب ہے، اس میں مزید وعید اور ڈانٹ ہے۔ یعنی اللہ کی قسم تم جہنم کو آخرت میں ضرور ضرور دیکھو گے۔ رازی کہتے ہیں: یہ لَوْ کا جواب نہیں ہے، کیونکہ لَوْ کا جواب منفی ہوتا ہے اور یہ مثبت ہے۔ اور اس لیے بھی کہ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ کا اس پر عطف ہے اور وہ مستقبل ہے جس کا وقوع ضروری ہے۔ کہتے ہیں: اکثر نے لَوْ کا جواب حذف کیا ہے، یہ خطاب کفار کو ہے، ایک قول ہے کہ عام ہے، جیسے اللہ کے فرمان: وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا میں ہے۔

جمہور نے لَتَرَوُنَّ میں تاء پر زبر مبنی بر فاعل (معلوم) پڑھی ہے۔ جبکہ کسائی اور ابن عامر نے اس پر پیش مبنی بر مفعول (مجہول) پڑھی ہے۔

پھر وعید اور ڈانٹ کو تاکید کے طور پر دہرایا، لہٰذا فرمایا: ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ یعنی پھر تم ضرور ضرور جہنم کو اس رؤیت میں دیکھو گے جو نفس یقین ہے، وہ مشاہدہ اور معائنہ ہے۔ ایک قول ہے کہ تم ضرور ضرور جہنم کو دیکھو گے، دوری کے باوجود اپنی آنکھوں کے ساتھ، پھر تم اس کا قریب مشاہدہ کرو گے۔ ایک قول ہے کہ پہلی مرتبہ اس میں داخل ہونے سے پہلے رؤیت ہے اور دوسری مرتبہ اس میں داخل ہونے کی حالت میں رؤیت ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ ان کی جہنم میں بقاء کی خبر ہے، یعنی وہ دائم اور متصل رؤیت ہے۔

ایک قول ہے کہ اگر تم آج علم یقین حاصل کرلو جبکہ تم دنیا میں ہو، تو تم جہنم کو ضرور ضرور اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھو گے، وہ یہ ہے کہ تم قیامت کے معاملے اور اس کی ہولناکیوں کا تصور کرو گے۔

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴿٨﴾: یعنی دنیا کی نعمت کے متعلق جس نے تمہیں آخرت کے لیے عمل سے غافل کر دیا۔ قتادہ کہتے ہیں: یعنی کفار مکہ دنیا میں خیر اور نعمت میں تھے، ان سے روز قیامت اس حالت میں شکر کے متعلق سوال کیا جائے گا، انہوں نے نعمت کے رب کا شکر ادا نہ کیا جب انہوں نے غیر کی عبادت کی اور اسے اس کا شریک بنایا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حسن کہتے ہیں: نعمت کے بارے میں سوال صرف اہل نار سے ہوگا۔ قتادہ کہتے ہیں: اللہ پاک ہر نعمت والے سے جو اس پر نعمت فرمائی، سوال کرنے والا ہے۔ یہ ظاہر ہے، افراد میں سے کسی فرد یا انواع میں سے کسی نوع کے ساتھ نعمت کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ معرف ال جنس یا ال استغراق کے ساتھ کیا گیا ہے مجرد سوال ہی مسئول کو عذاب دینا لازم نہیں کرتا، جس نعمت کے بارے میں اس سے پوچھا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ مومن سے، جو اس پر نعمت فرمائی ہے، کے متعلق سوال کریں گے کہ اس نے اسے کہاں صرف کیا اور اس میں کیا عمل کیا؟ تاکہ اس کی کوتاہی اور اس پر لازم شکر کی عدم ادائیگی واضح کی جائے۔ ایک قول ہے کہ سوال امن اور صحت کے متعلق ہوگا۔ ایک قول ہے کہ صحت اور فراغت کے بارے میں ہوگا۔ ایک قول ہے کہ حواس کے ذریعے ادراک کے متعلق ہوگا۔ ایک قول ہے کہ کھانے اور پینے کی لذتوں کے متعلق ہوگا۔ ایک قول ہے کہ دوپہر اور رات کے کھانے کے متعلق ہوگا۔ ایک قول ہے کہ ٹھنڈے پانی اور سایہ دار رہائشوں کے متعلق ہوگا۔ ایک قول ہے کہ جسمانی برابری (یعنی صحت) کے متعلق ہوگا۔ ایک قول ہے کہ نیند کے مزے کے متعلق ہوگا۔ زیادہ مناسب یہ ہے کہ عموم سمجھا جائے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے اللہ کے فرمان: اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: یہ انصار کے دو قبائل بنو حارثہ اور بنو الحارث کے متعلق نازل ہوئی ہے، انہوں نے باہم فخر اور باہم کثرت کا اظہار کیا۔ ان میں سے ایک نے کہا: تم میں فلاں اور فلاں کی طرح کوئی ہے؟ دوسروں نے بھی اسی طرح کہا۔ انہوں نے ایک دوسرے پر زندوں کے متعلق فخر کیا۔ پھر کہنے لگے: ہمارے ساتھ قبرستان کی طرف چلو، ان میں سے ایک قبیلہ قبروں کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا: تم میں فلاں اور فلاں کی طرح کا کوئی ہے؟ دوسروں نے بھی اسی طرح کیا، تو اللہ نے اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ① حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ② نازل فرمائی، یعنی جو تم نے دیکھا ہے اس میں تمہارے لیے ایک نصیحت اور مشغولیت ہے۔

ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ کے متعلق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نقل کیا ہے، فرمایا: اموال اور اولاد کے بارے میں۔ ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت زید بن اسلم سے، ان کے والد سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ پڑھی، یعنی فرمانبرداری سے غافل۔ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ فرمایا: حتیٰ کہ تم پر موت آتی ہے۔ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ یعنی اگر تم اپنی قبروں میں داخل ہو جاؤ۔ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ فرمایا: اگر تم اپنی قبروں سے نکل کر اپنے محشر کی طرف جاؤ گے۔ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ فرمایا: اگر تم اپنے پروردگار کے حضور اپنے اعمال پر مطلع ہو گے۔ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ یہ اس وقت ہے کہ صراط کو جہنم کے درمیان رکھا جائے گا۔ پس کوئی نجات پانے والا، سلامت رہنے والا ہے، کوئی زخمی ہو کر بچ جانے والا ہے اور کوئی الٹا کر کے جہنم میں پھینکا جائے گا۔

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِيْمِ یعنی پیٹ بھرنے، ٹھنڈے پانی، سایہ دار رہائشوں، جسمانی برابری/صحت اور نیند کے مزے کے متعلق۔

ابن مردویہ نے حضرت عیاض بن غنم سے مرفوعاً اسی طرح نقل کیا ہے۔

ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِيْمِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جسموں کی صحت، اسماع اور ابصار۔ اور اس بارے میں ان سے زیادہ جاننے والا ہے، یہی اللہ کے اس فرمان کا مقصود بھی ہے: اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا۔

عبداللہ بن احمد نے زوائد زہد میں، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے، نبی ﷺ سے اللہ کے فرمان: ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِيْمِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: امن اور صحت۔

ابن ابی حاتم نے انہی سے آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: گندم کی روٹی کھانے سے، فرات والا ٹھنڈا پانی پینے سے، اور اس کے گھر کے متعلق جس میں وہ رہتا ہے، پس یہ وہ نعمتیں ہیں جن کے متعلق اس سے سوال کیا جائے گا۔

ابن مردویہ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس آیت کے متعلق فرمایا: گندم کی روٹی کھانا، سائے میں سونا اور فرات والا ٹھنڈا پانی پینا۔ [1] شاید اس کا مرفوع ہونا صحیح نہ ہو، ہوسکتا ہے کہ یہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے قول سے ہو۔

امام احمد نے الزہد میں اور ابن مردویہ نے حضرت ابوقلابہ سے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ گھی اور شہد کو چھنے ہوئے آٹے کے ساتھ ملاتے ہیں، پس اسے کھاتے ہیں۔ یہ روایت مرسل ہے۔

عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: جب یہ آیت اتری صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا، یا رسول اللہ! ہم کس نعمت میں ہیں؟ ہم اپنے پیٹوں میں درمیانی/ آدھی جَو کی روٹی کھاتے ہیں، تو اللہ نے اپنے نبی پر وحی فرمائی، ان سے کہو: کیا تم جوتے نہیں پہنتے اور ٹھنڈا پانی نہیں پیتے۔ تو یہ بھی نعمت میں سے ہے۔

ابن ابی شیبہ، ہناد، احمد، ابن جریر، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت محمود بن لبید سے نقل کیا ہے، فرمایا: جب اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ نازل ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی، حتیٰ کہ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ تک پہنچے۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم سے کس نعمت کے متعلق پوچھا جائے گا؟ دو کالی چیزیں کھجور اور پانی ہی تو ہے، ہماری تلواریں ہماری گردنوں پر ہیں اور دشمن موجود ہے۔ فرمایا: خبردار! یہ عنقریب ہوگی۔ عبد بن حمید، ترمذی اور ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے نقل کیا ہے۔

احمد، ترمذی نے اسے حسن بھی کہا ہے، ابن ماجہ، ابن المنذر اور ابن مردویہ نے اسے حضرت زبیر بن العوام کی حدیث سے نقل کیا ہے۔

امام احمد نے الزہد میں، عبد بن حمید، ترمذی، ابن جریر، ابن حبان، ابن مردویہ، حاکم اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلی نعمت جس کے بارے میں بندے سے روز قیامت سوال کیا جائے گا، یہ ہے کہ اسے کہا جائے گا: کیا ہم نے تیرے لیے تیرے جسم کو صحیح نہیں کیا تھا اور تجھے ٹھنڈے

[1] ہر ٹھنڈا اور میٹھا پانی فرات ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پانی سے سیراب نہیں کیا تھا؟

امام احمد، عبد بن حمید، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ آئے اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی، ہم نے انہیں تازہ کھجوریں کھلائیں، ہم نے انہیں پانی پلایا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ اس نعمت میں سے ہے، جس کے متعلق تم سے سوال کیا جائے گا۔ عبد بن حمید، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس طرح نقل کیا ہے۔

مسلم، اہل سنن وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: نبی ﷺ باہر تشریف لائے تو اچانک ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی آملے، فرمایا: تم دونوں کو تمہارے گھروں سے اس وقت کس چیز نے نکالا ہے؟ ان دونوں نے کہا: یارسول اللہ بھوک نے۔ فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، مجھے بھی اس چیز نے نکالا ہے، جس نے تم دونوں کو نکالا ہے، تم دونوں اٹھو! وہ دونوں آپ کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے، پس ایک انصاری آدمی کے گھر گئے، وہ اپنے گھر میں نہیں تھا، جب اس کی بیوی نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگی: مرحبا! آپ ﷺ نے فرمایا: فلاں کہاں ہے؟ کہنے لگی: وہ ہمارے لیے میٹھا پانی لینے گیا ہے۔ اچانک وہ انصاری آگیا، اس نے نبی ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھیوں کو دیکھا، تو کہا: الحمد للہ! آج کوئی شخص مہمانوں کے لحاظ سے مجھ سے بڑھ کر صاحب عزت نہیں ہے۔

وہ گیا، آپ ﷺ کے لیے کھجور کی شاخ لایا، اس میں تازہ اور خشک کھجوریں تھیں۔ کہا: اس سے کھائیے۔ اس نے چھری پکڑی، تو رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: دودھ دینے والی سے بچنا۔ اس نے ان کے لیے (بکری) ذبح کی، پس انہوں نے بکری سے (گوشت) کھایا اور اس شاخ سے (کھجوریں)۔ انہوں نے پانی بھی پیا۔ جب وہ سیر اور سیراب ہو گئے، رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ہم سے روز قیامت اس نعمت کے بارے میں ضرور ضرور سوال کیا جائے گا۔

اس موضوع میں کئی احادیث ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورۃ العصر

اس کی تین آیات ہیں، اور جمہور کے نزدیک یہ سورت مکی ہے۔ قتادہ نے کہا ہے کہ یہ مدنی ہے۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: سورت العصر مکہ میں نازل ہوئی۔

طبرانی نے المعجم الاوسط میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو مدینہ دارمی سے نقل کیا ہے، وہ صحابی ہیں، کہتے ہیں: اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جب دو شخص آپس میں ملتے، وہ جدا نہ ہوتے حتیٰ کہ ان میں سے ایک دوسرے پر سورت العصر پڑھتا، پھر اُن میں سے ایک دوسرے کو سلام کہتا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ وَ الۡعَصۡرِ ۙ﴿۱﴾ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ۙ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۬ۙ وَ تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ﴿۳﴾

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ زمانے کی قسم! کہ بے شک ہر انسان یقیناً گھاٹے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

اللہ پاک نے عصر کی قسم کھائی ہے، وہ دہر ہے، کیونکہ اس میں نصیحتیں ہیں، ادوار کے حساب سے رات اور دن کا پھرنا ہے، اندھیرے اور روشنی کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا ہے، اس میں بنانے والے صانع عزوجل پر واضح دلالت ہے اور اس کی توحید پر۔ کہا جاتا ہے: ایک رات کی عصر ہے اور ایک دن کی عصر ہے۔ اسی سے حمید بن ثور کا قول ہے:

ولم ينتھ العصران يوم وليلة
اذا طلبا، أن يدركا ما تيمّما

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



''اور دونوں عصر ختم نہیں ہوئے، دن اور رات جب ان دونوں نے طلب کیا کہ وہ پا لیں جس کا قصد کیا۔''

غداۃ اور عشی کو دو عصر کہا جاتا ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

وامطله العصرین حتی یملّنی

ویرضی بنصف الدین والانف راغم

''میں اس کے ساتھ دو عصروں تک ٹال مٹول کرتا ہوں حتیٰ کہ مجھے اکتاہٹ میں ڈال دے۔ اور راضی ہو جائے آدھے قرضے پر جبکہ ناک خاک آلود ہو۔''

قتادہ اور حسن کہتے ہیں: اس سے آیت میں مراد عشی ہے، جو کہ زوال آفتاب سے، اس کے غروب کے مابین کا وقت ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے۔

تروح بنایا عمرو وقد قصر العصر

وفی الروحة الاولیٰ الغنیمة والاجر

''تو ہمارے پاس اے عمرو دو پہر کو گزرے گا، جبکہ عصر کم ہو گئی، پہلے وقت جانے میں غنیمت اور اجر ہے۔''

قتادہ سے مروی ہے کہ وہ دن کی گھڑیوں میں آخری گھڑی ہے۔ مقاتل کہتے ہیں: اس سے مراد نماز عصر ہے، وہ صلاۃ وسطیٰ ہے۔ جس کی پابندی کا اللہ پاک نے حکم دیا ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ زمانہ نبی ﷺ کی قسم ہے۔ زجاج کہتے ہیں: بعض کہتے ہیں: اس کا معنیٰ ہے کہ عصر کے رب کی قسم۔ پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝۲: یہ جواب قسم ہے۔ خسر اور خسران نقصان ہے اور اصل مال کا ختم ہونا ہے۔ مطلب ہے کہ ہر انسان تجارت، کوششوں اور زندگی، اعمال دنیا میں صرف کرنے میں، ضرور حق سے گمراہی اور نقص میں ہے حتیٰ کہ وہ مر جائے۔

ایک قول ہے کہ انسان سے مراد کافر ہے۔ ایک قول ہے کہ کفار کی جماعت ہے، وہ ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل اور اسود بن عبد المطلب بن اسد ہیں، پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے،

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



کیونکہ لفظ انسان میں عموم ہے اور استثناء کی اس پر دلالت ہے۔

اخفش کہتے ہیں: لَفِيْ خُسْرٍ ہلاکت میں۔ فراء کہتے ہیں: سزا۔ ابن زید کہتے ہیں: شر میں۔ جمہور نے وَالْعَصْرِ میں صاد پر سکون پڑھا ہے، انہوں نے خُسْرٍ میں خاء پر پیش پڑھی ہے اور سین پر سکون۔

یحییٰ بن سلام نے وَالْعَصِرِ میں صاد پر زیر پڑھی ہے۔ اعرج، طلحہ اور عیسیٰ نے خُسُرٍ میں خاء پر سین پر اور پیش پڑھی ہے۔ یہ قراءت عاصم سے بھی مروی ہے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: یعنی ایمان باللہ اور عمل صالح کو جمع کیا، وہ فائدے میں ہیں، خسارے میں نہیں، کیونکہ انہوں نے آخرت کے لیے عمل کیا، دنیا کے اعمال نے ان کو اس سے مشغول نہ کیا، یہ مستثنیٰ متصل ہے۔

جس نے کہا کہ انسان سے مراد صرف کافر ہے، تو یہ منقطع ہوگا۔ اس استثناء کے تحت ہر مومن اور مومنہ داخل ہوں گے، اس بات کی کوئی وجہ نہیں جو کہی گئی ہے کہ مراد صحابہ یا ان میں سے بعض ہیں۔ بے شک لفظ عام ہے، اس سے کوئی خارج نہیں ہوسکتا، جو بھی ایمان اور عمل صالح سے متصف ہو۔

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ: یعنی انہوں نے ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی جس کو قائم کرنا حق ہے، وہ اللہ پر ایمان، توحید اور اللہ کے مشروع کو ادا کرنا ہے اور اس کی منہیات سے اجتناب ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: بِالْحَقِّ یعنی قرآن کے ساتھ۔ ایک قول ہے: توحید کے ساتھ، لیکن اس کو عموم پر محمول کرنا زیادہ مناسب ہے۔

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ③: یعنی اللہ پاک کی نافرمانیوں سے صبر اور اس کے فرائض پر صبر۔ صبر کی باہم وصیت کو حق کی باہم وصیت کے ساتھ ملانے میں، اس کی عظیم قدر، اس کے بڑے شرف اور صابرین کے زیادہ ثواب پر دلالت ہے، جو صبر کے حق دار امور میں صبر کرنے والے ہیں، اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۔

صبر کی باہم وصیت، حق کی باہم وصیت کے تحت بھی آتی ہے، اس کو الگ سے ذکر کرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اور نص کے ساتھ اسے خاص کرنے میں دلائل میں سے بڑی دلیل ہے، جو اس کے خصال حق میں نمایاں مقام پر دلالت کرتے ہیں، اس کا مزید شرف اور ان میں بلند طبقہ بتاتے ہیں۔

ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: وَالْعَصْرِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: زمانہ۔

ابن جریر نے ان سے نقل کیا ہے، فرمایا: وہ دن کی گھڑیوں میں سے ایک گھڑی ہے، ابن المنذر نے انہی سے نقل کیا ہے، فرمایا: وہ عشی کا وقت غروب آفتاب سے پہلے ہے۔

فریابی، ابوعبید نے اپنے فضائل میں، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن الانباری نے المصاحف میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ والعصرo ونوائب الدھرo ان الانسان لفی خسرo وانه فیه الی آخر الدهرo پڑھتے تھے۔

عبد بن حمید نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ والعصرo ان الانسان لفی خسرo وانه لفيه الی آخر الدهر پڑھتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورت الھمزہ

اس کی نو آیات ہیں، اور یہ بلا اختلاف مکی سورت ہے، ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ مکہ میں نازل ہوئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝1 الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝2 يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۝3 كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝4 وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝5 نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝6 الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝7 اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝8 فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝9

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ بڑی ہلاکت ہے ہر بہت طعنہ دینے والے، بہت عیب لگانے والے کے لیے۔ وہ جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا۔ وہ گمان کرتا ہے کہ بے شک اس کا مال اسے ہمیشہ زندہ رکھے گا۔ ہرگز نہیں، یقیناً وہ ضرور حطمہ میں پھینکا جائے گا۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ وہ حطمہ کیا ہے؟ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔ وہ جو دلوں پر جھانکتی ہے۔ یقیناً وہ ان پر (ہر طرف سے) بند کی ہوئی ہے۔ لمبے لمبے ستونوں میں۔

وَيْلٌ ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے، اس سے ابتداء کی گنجائش رکھی گئی ہے باوجودیکہ یہ نکرہ ہے، وجہ یہ ہے کہ یہ ان پر بددعا ہے۔

لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝1: ابوعبیدہ اور زجاج کہتے ہیں: هُمَزَةٍ اور لُّمَزَةٍ وہ ہے جو لوگوں کی غیبت کرے، اس طرح ان دونوں کا معنیٰ ایک ہوگا۔ ابوالعالیہ، حسن، مجاہد اور عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں: ہمزہ وہ ہے جو بندے کی غیبت اس کے منہ پر کرے اور لُّمَزَةٍ وہ ہے جو اس کی غیبت اس کے پیچھے کرے۔ قتادہ نے اس کے برعکس کہا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قتادہ اور مجاہد سے بیان کیا گیا ہے کہ هُمَزَةٍ وہ ہے جو لوگوں کے انساب کے متعلق غیبت کرے۔ مجاہد سے ہی بیان کیا گیا ہے کہ هُمَزَةٍ وہ ہے جو لوگوں پر اپنے ہاتھ سے عیب لگائے جبکہ لُمَزَةٍ وہ ہے جو اپنی زبان سے عیب لگائے۔

سفیان ثوری کہتے ہیں: وہ اپنی زبان سے همز کرتا ہے اور اپنی آنکھ سے لمز کرتا ہے۔ ابن کیسان کہتے ہیں: هُمَزَةٍ وہ ہے جو اپنے ہم نشینوں کو بُرے لفظوں سے تکلیف پہنچائے اور لُمَزَةٍ وہ ہے جو اپنے ساتھی پر اپنی آنکھ جھکائے اور اپنے ہاتھ، سر اور ابرو کے ساتھ اشارہ کرے، پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے، اسی سے زیاد الاعجم کا قول ہے:

تدلی بو داذا لا قیتنی کذبا
وان اغیب فأنت الھا مز اللمزة

''تو محبت کا اظہار کرتا ہے جھوٹا، جب تو مجھ سے ملتا ہے اگر میں غائب کیا جاؤں تو تُو ہامز اور لامز ہے۔''

کسی اور کا قول ہے:

اذا لقیتك عن شحط تکاشرنی
وان تغیبتُ کنت الھا مز اللمزة

''جب میں تجھے ملتا ہوں ناراضی سے، تو مجھے دانت دکھاتا ہے اور اگر میں غائب ہوتا ہوں، تو ہامز اور لمزہ ہے۔''

ہمز کا اصل مطلب نیچے کرنا ہے، همز رأسه کہا جاتا اس نے اپنا سر جھکایا، اسی سے العجاج کا قول ہے:

ومن همزنا رأسه تهشما

''اور جس نے ہمارے سامنے اپنا سر جھکایا اس نے عزت کی۔''

ایک قول ہے کہ ہمز اور لمز کی اصل مارنا اور دور کرنا ہے، کہا جاتا ہے: همزه، يهمزه همزا اور لمزه يلمزه لمزا جب اسے مارے اور دفع کرے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

www.kitabosunnat.com
" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ومن همزنا عزه تبركعا
على استه زوبعة اوزوبعا

”جس کی عزت کو ہم نے عیب لگایا، وہ چار پر قائم ہوا۔ اپنی سرین پر، وہ بدخلق عورت ہے یا بدخلق مرد۔“

البركعة چار پر کھڑے ہونا۔ بركعه فتبركع کہا جاتا ہے، یعنی اسے پچھاڑا تو وہ اپنی سرین پر گرا، اسی طرح صحاح میں ہے۔ فعلۃ کا وزن کثرت پر دلالت کرتا ہے، اس میں دلالت ہے کہ وہ یہ کام بہت کرتا ہے، یہ اس کی عادت بن گئی ہے، اسی طرح ضحکة اور لعنة ہے۔

جمہور نے هُمَزَةٍ اور لُمَزَةٍ میں پہلے حرف پر پیش اور دونوں میں میم پر زبر پڑھی ہے۔ جبکہ باقر اور اعرج نے دونوں میں میم ساکن پڑھی ہے، ابووائل، نخعی اور اعمش نے ويل للهمزة اللمزة پڑھا ہے۔

یہ آیت ہر اس شخص کے لیے عام ہے جو اس سے متصف ہو، سبب خاص پر اس کا نزول اس کے منافی نہیں ہے، کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ کہ خصوص سبب کا۔

الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ﴿۲﴾: موصول بدل کل ہے، یا ذم کے طور پر محل نصب میں ہے اور یہی زیادہ راجح ہے، کیونکہ بدل سے لازم آتا ہے کہ مبدل منہ اس سے حکم طرح میں ہو۔ اللہ پاک نے اس کا یہ وصف بیان کیا ہے کیونکہ یہ ہمز اور لمز میں سبب اور علت کے قائمقام ہے، کیونکہ اپنے جمع کردہ مال پر اس کا فخر اور اس کا گمان ہے کہ یہی فضیلت ہے، اسی وجہ سے وہ دوسرے کو کمتر سمجھتا ہے۔ جمہور نے جَمَعَ تخفیف سے پڑھا ہے جبکہ ابن عامر، حمزہ اور کسائی نے شد کے ساتھ پڑھا ہے۔ جمہور نے وَّعَدَّدَهٗ کو شد کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ حسن، کلبی، نصر بن عاصم اور ابوالعالیہ نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔

دونوں کلمات میں شد تکثیر پر دلالت کرتی ہے، وہ چیز کے بعد چیز کو جمع کرنا اور ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ اسے گننا ہے۔ فراء کہتے ہیں: عَدَّدَهٗ کا مطلب ہے، اسے شمار کیا۔ زجاج

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



کہتے ہیں: اسے زمانے کی مصیبتوں کے لیے شمار کیا۔ کہا جاتا ہے: اعددت الشیٔ وعددته، جب تم اسے روکو۔ سُدی کہتے ہیں: اَحْصٰی عَدَّدَهٗ اس کی تعداد گنی۔

ضحاک کہتے ہیں: اس نے اپنا مال اپنے وارث کے لیے گنا، ایک قول ہے کہ اس نے اس کی کثرت اور عدد پر فخر کا اظہار کیا۔

مقصود: اس کے مال جمع کرنے اور اسے خیر کی راہ میں خرچ نہ کرنے پر اور روک کر رکھنے پر مذمت ہے۔ ایک قول ہے کہ عَدَّدَهٗ میں تخفیف کی قراءت پر معنی ہے کہ اس نے اپنے اقارب اور خاندان کو جمع کیا۔ مہدوی کہتے ہیں: جس نے تخفیف کی اور عدده پڑھا تو یہ مَالٌ پر معطوف ہے، یعنی جمع کیا اور اسے گنا۔

یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ﴿۳﴾: یہ جملہ مستانفہ ہے اپنے ماقبل کو ثابت کرنے والا۔ جائز ہے کہ یہ حال کے طور پر محل نصب میں ہو، یعنی وہ عمل کرتا ہے، اس شخص کا سا عمل جو گمان کرتا ہے کہ اس کا مال اسے زندہ اور ہمیشہ چھوڑے گا، وہ نہیں مرے گا۔

عکرمہ کہتے ہیں: وہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال اس کی عمر میں اضافہ کرے گا۔ ضمیر کی جگہ پر ظاہر کو ڈانٹ اور ڈپٹ کے طور پر لایا گیا ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ عمل صالح سے کنایہ ہے، وہی بندے کو حیات ابدی میں زندہ رکھتا ہے نا کہ مال۔

كَلَّا: اس کے لیے حساب سے ڈانٹ ہے، یعنی معاملہ اس طرح نہیں ہے جیسے یہ شخص حساب کرتا ہے جس نے مال جمع کیا اور اسے گنا۔

لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ﴿۴﴾: میں لام ایک محذوف قسم کا جواب ہے، یعنی لیطرحنّ فی النّار یا لَیُلْقَیَنَّ فِیهَا۔

جمہور نے لَيُنْۢبَذَنَّ پڑھا ہے جبکہ علی، حسن، محمد بن کعب، نصر بن عاصم، مجاہد، حمید اور ابن محیصن نے لینبذانّ تثنیہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی وہ اور اس کا مال جہنم میں پھینکے جائیں گے۔ حسن نے بھی لَيُنْۢبَذَنَّ پڑھا ہے یعنی ضرور اس کا مال آگ میں پھینکا جائے گا۔

وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ﴿۵﴾: یہ استفہام ڈراوے اور گھبراہٹ کے لیے ہے حتیٰ کہ گویا وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ان باتوں سے ہے جن کا عقلیں ادراک نہیں کرتیں، نہ اس تک افہام پہنچتے ہیں۔

پھر اس ذات پاک نے وضاحت کی، تو فرمایا: نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ یعنی وہ اللہ کی آگ ہے، جو اللہ پاک کے حکم سے جلائی جاتی ہے، اس کی اسم پاک کی طرف اضافت میں تعظیم اور شان ہے اور اسی طرح اس کے جلانے کی صفت میں بھی۔ اس کا نام حطمة رکھا گیا ہے کیونکہ وہ توڑے گی، ہر اس کو جو اس میں پھینکا جائے گا اور اسے ریزہ ریزہ کرے گی، اسی سے ہے:

انا حطمنا بالقضيب مصعبا
يوم كسرنا أنفه ليغضبا

"بے شک ہم نے لاٹھی کے ساتھ توڑا ہے مصعب کو، جس دن ہم نے اس کی ناک توڑی، تاکہ وہ غصہ کرے۔"

ایک قول ہے کہ وہ طبقات جہنم میں سے چھٹا طبقہ ہے، ایک قول ہے کہ دوسرا ہے اور ایک قول چوتھا طبقہ ہے۔

الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ⑦: یعنی اس کی گرمی دلوں تک پہنچے گی، وہ ان پر چڑھ جائے گی اور ان پر چھا جائے گی۔ دلوں کو خاص کیا گیا حالانکہ یہ سارے جسموں کو ڈھانپے گی کیونکہ وہ ٹیڑھے عقائد کا محل ہے۔ یا اس لیے کہ جب تکلیف وہاں تک پہنچے گی تو بندہ مر جائے گا۔ یعنی بے شک وہ اس شخص کے حال میں ہوں گے جو مرتا ہے جبکہ وہ نہیں مریں گے۔

ایک قول ہے کہ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ کا مطلب ہے کہ وہ اس مقدار کو جانتے ہیں جس کا ہر ایک ان میں سے عذاب کا مستحق ہوگا۔ یہ ان نشانیوں کے ساتھ ہے جن کی اللہ نے ان کو پہچان کرائی ہے۔

اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ⑧: یعنی بند کیا گیا، طے کیا گیا، جیسا کہ اس کا بیان سورۃ البلد میں گزر چکا ہے۔ کہا جاتا ہے: أصدت الباب جب تم اسے بند کرو، اسی سے قیس بن الرقیات کا قول ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ان فی القصر لو دخلنا غزالا
مصفقا موصداً علیه الحجاب

"بے شک محل میں، اگر ہم داخل ہوں، ایک ہرن ہے بند کی گئی، روکی گئی، اس پر حجاب ہے۔"

فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۹: عَلَیْهِمْ میں ضمیر سے حال کے طور پر محل نصب میں ہے۔ یعنی وہ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ میں ہونے والے ہیں، ان میں باندھے جانے والے ہیں۔

یا محل رفع میں ہے کہ یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے، یعنی هُمْ فِیْ عَمَدٍ یا یہ مُّؤْصَدَةٌ کی صفت ہے یعنی موصدة بعمد ممددة۔

مقاتل کہتے ہیں: میں نے ان پر دروازے بند کیے پھر میں نے مضبوط کیا لوہے کی میخوں کے ساتھ، پس ان پر کوئی دروازہ نہ کھلے گا، اور نہ ان پر کوئی روح داخل ہوگی۔

عَمَدٍ کے مُّمَدَّدَةٍ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ لمبے ہوں، یہ چھوٹے کی نسبت زیادہ راسخ ہوتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ وہ جہنم کے طوق ہیں۔ ایک قول ہے کہ بیڑیاں۔ قتادہ کہتے ہیں: مطلب ہے کہ وہ عَمَدٍ میں عذاب دیئے جائیں گے۔ اس کو ابن جریر نے اختیار کیا ہے۔ جمہور نے فِیْ عَمَدٍ میں عین اور میم پر زبر پڑھی ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ عمود کا اسم جمع ہے، ایک قول ہے کہ اس کی جمع ہے۔ فراء کہتے ہیں: یہ عمود کی جمع ہے۔ حمزہ، کسائی اور ابوبکر نے عین اور میم پر پیش پڑھی ہے کہ یہ عمود کی جمع ہے۔

فراء کہتے ہیں: یہ دونوں عمود کی صحیح جمع ہیں۔ ابوعبید اور ابو حاتم نے جمہور کی قراءت کو اختیار کیا ہے۔ جوہری کہتے ہیں: عمود گھر کا ستون ہے۔ جمع قلت اعمدة ہے اور جمع کثرت عَمَد اور عُمُد ہے، ان دونوں کے ساتھ اسے پڑھا گیا ہے۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں: عمود ہر لمبا ہے وہ لکڑی کا ہو یا لوہے کا۔

سعید بن منصور، ابن ابی الدنیا، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، ان سے اللہ کے فرمان: وَیْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



متعلق سوال کیا گیا، فرمایا: وہ چغلی کے ساتھ چلنے والا ہے، جماعت میں پھوٹ ڈالنے والا ہے اور بھائیوں کے درمیان لڑائی کرانے والا ہے۔

ابن جریر نے ان سے وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: بہت طعن کرنے والا۔ لُّمَزَةٍ فرمایا: غیبت کرنے والا۔

عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے ان سے ہی اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: بند کیا گیا۔ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ فرمایا: جہنم کے ستون ہے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: وہ کالے ہوں گے۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: دروازے ہی ممددہ ہیں۔

ابن جریر نے ان سے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ان کو عمد میں داخل کیا، پس وہ ان پر ان کی گردنوں میں لمبے کیے گئے، تو ان کے ذریعے سے دروازے مضبوط (بند) کیے گئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورۃ الفیل

یہ پانچ آیات ہیں، اور یہ بلا اختلاف مکی سورت ہے۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ مکہ میں نازل ہوئی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصۡحٰبِ الۡفِیۡلِ ﴿۱﴾ اَلَمۡ یَجۡعَلۡ کَیۡدَہُمۡ فِیۡ تَضۡلِیۡلٍ ﴿۲﴾ وَّ اَرۡسَلَ عَلَیۡہِمۡ طَیۡرًا اَبَابِیۡلَ ﴿۳﴾ تَرۡمِیۡہِمۡ بِحِجَارَۃٍ مِّنۡ سِجِّیۡلٍ ﴿۴﴾ فَجَعَلَہُمۡ کَعَصۡفٍ مَّاۡکُوۡلٍ ﴿۵﴾

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کس طرح کیا۔ کیا اس نے ان کی تدبیر کو بے کار نہیں کر دیا؟ اور ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیج دیے۔ جو ان پر کھنگر (پکی ہوئی مٹی) کی پتھریاں پھینکتے تھے۔ تو اس نے انھیں کھائے ہوئے بھس کی طرح کر دیا۔

اللہ کے تعالیٰ کے فرمان: اَلَمۡ تَرَ میں آپ ﷺ کی رؤیت کا ثبوت ہے، اس کے عدم کے انکار کے ساتھ۔ فراء کہتے ہیں: کیا آپ کو خبر نہیں دی گئی۔ زجاج کہتے ہیں: کیا آپ ﷺ نے نہیں جانا۔ یہ آپ ﷺ کو تعجب دلانا ہے، اس پر جو اللہ نے اَصۡحٰبِ الۡفِیۡلِ کے ساتھ کیا، جن حبشیوں نے کعبہ کو خراب کرنے کا قصد کیا۔

کَیۡفَ منصوب ہے اس فعل کی وجہ سے، جو اس کے بعد ہے اور فعل رؤیت کو معلق ہے۔

یہ خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہے، اور جائز ہے کہ ہر اس شخص کے لیے ہو جس کے لیے یہ خطاب درست ہو۔

مطلب ہے کہ اے محمد! آپ ﷺ نے یقینا جان لیا یا آپ کے زمانے میں موجود لوگوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نے جان لیا اور ان سے بعد والوں نے بھی، جو تم تک متواتر خبروں سے اصحاب الفیل کا واقعہ پہنچا ہے، اللہ نے جو ان کے ساتھ کیا، تو تمہیں کیا ہے کہ تم ایمان نہیں لاتے؟

فیل (ہاتھی) ایک معروف جانور ہے، اس کی جمع افیال فیول اور فیلة ہے۔ ابن سکیت کہتے ہیں: تم أفیلة نہیں کہو گے۔ اس کے چلانے والے کو فیال کہتے ہیں۔ اصحاب الفیل کا واقعہ عنقریب آئے گا، ان شاء اللہ

اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝۲: یعنی کیا ان کے مکر، کعبہ کی خرابی کے لیے ان کی کوشش اور وہاں کے رہنے والوں کی عزت کی پائمالی کو حلال جاننا، اس نے تضلیل (ناکامی) میں نہیں کیا، کہ وہ اپنے مقصد میں نامراد ہوئے، بیت اللہ تک نہ پہنچے اور نہ اپنے ارادے کو پا سکے جو انہوں نے اپنے مکر سے کیا۔ ہمزہ ثبوت کے لیے ہے، گویا کہ فرمایا گیا: تحقیق اس نے ان کے مکر کو ناکام کیا۔ كَيْدَ کا مطلب دوسرے کے لیے ضرر کا ارادہ ہے، کیونکہ انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ قریش کو قتل اور قید کریں، اور انہوں نے بیت اللہ کے متعلق تخریب اور گرانے کا ارادہ کیا۔

وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝۳: یعنی ٹکڑے جو ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہیں، جیسے لائن میں چلنے والے اونٹ ہیں۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں: ابابیل الگ الگ گروہ ہیں، کہا جاتا ہے: جاءت الخیل أبابیل یعنی گھوڑوں کی جماعتیں ادھر ادھر سے آئیں۔ نحاس کہتے ہیں: ان کی حقیقت بڑی جماعتیں ہیں، کہا جاتا ہے: فلان تَوَبَّلَ علٰی فلانٍ یعنی اس پر عظیم اور بڑا ہوتا ہے، یہ ابل سے مشتق ہے۔ یہ ایسی جمع ہے جس کا کوئی واحد نہیں ہے۔

بعض کہتے ہیں: اس کا واحد ابول، عجول کی طرح ہے۔ بعض نے ابیل کہا ہے۔ واحدی کہتے ہیں: ہم نے کسی کو نہیں دیکھا جو اس کا واحد بناتا ہو۔ فراء کہتے ہیں: اس کے لفظ سے اس کا واحد نہیں ہے۔ رؤاسی کہتے ہیں، جبکہ وہ ثقہ ہیں کہ انہوں نے اس کے واحد کے متعلق ابال مشدد سنا ہے۔ فراء نے بھی یہ بیان کیا ہے کہ ابال مخفف ہے۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں: یہ آسمان سے ایک پرندہ تھا، اس سے قبل اور اس کے بعد یہ نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دیکھا گیا۔ قتادہ کہتے ہیں: وہ کالے پرندے تھے، سمندر کی طرف سے فوج در فوج آئے، ہر پرندے کے پاس تین پتھر تھے، دو پتھر اس کے پاؤں میں اور ایک پتھر اس کی چونچ میں، وہ جس چیز کو مارتا اسے ریزہ ریزہ کر دیتا تھا۔ ایک قول ہے کہ وہ سبز پرندے، سمندر سے نکلے تھے، ان کے سر درندوں کے سروں کی طرح تھے۔ ایک قول ہے کہ ان کی سونڈیں پرندوں کی سونڈوں کی طرح تھیں اور پنجے کتوں کے پنجوں کی طرح تھے۔ ان کی صفت میں دیگر باتیں بھی کہی گئی ہیں۔ عرب کے لوگ ابابیل کو پرندے کے معنی میں استعمال کرتے ہیں، جیسے شاعر کے قول میں ہے:

تراهم الى الداعى سِرَاعًا كأنهم
ابابيل طير تحت دجن مسخر

"تو انہیں دیکھے گا وہ بلانے والے کی طرف تیز ہیں، گویا کہ وہ ابابیل پرندے ہیں، سخت اندھیری میں گرم رات میں۔"

یہ پرندے کے علاوہ بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے دیگر کا قول ہے:

كادت تهد من الاصوات راحلتى
اذ سالت الارض بالجرد الابابيل

"قریب تھی کہ میری اونٹنی آوازوں سے خوف کھا جائے، جب خالی زمین پر ابابیل کثرت سے بہہ پڑے۔"

تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿۴﴾: یہ جملہ طَيْرًا کی صفت اور محل نصب میں ہے۔ جمہور نے تَرْمِيْهِمْ تاء کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ ابوحنیفہ، ابو معمر، عیسیٰ اور طلحہ نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ اسم جمع مذکر اور مؤنث ہوتا ہے۔ ایک قول ہے کہ دوسری قراءت میں ضمیر اللہ عزوجل کی طرف ہوگی۔

زجاج کہتے ہیں: مِّنْ سِجِّيْلٍ یعنی اس سے جو اُن پر عذاب لکھا گیا ہے، یہ سِجِّلٌ سے مشتق ہے۔ صحاح والے نے کہا: اہل علم کہتے ہیں: وہ مٹی کے پتھر تھے جو نار جہنم میں پکائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



گئے، ان پر لوگوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔

عبدالرحمن بن ابزیٰ کہتے ہیں: مِّنۡ سِجِّيۡلٍ آسمان سے، وہ پتھر ہیں جو قوم لوط پر نازل کیے گئے تھے، ایک قول ہے: جحیم سے جو کہ سجین ہے، نون کو لام سے بدلا گیا ہے، اسی سے ابن مقبل کا قول ہے:

ضربا تواصت به الا بطال سجيلا

''ایسی ضرب کہ جس کی بہادروں نے سجیل سے باہم نصیحت کی ہے۔''

یہاں سجیل سجین ہے۔

عکرمہ کہتے ہیں: وہ اپنے پاس سے پتھر پھینکتے تھے، جب ان میں سے کسی کو پتھر لگتا، اس کو چیچک نکل آتی، وہ پتھر حمسہ کے دانے کی طرح اور مسور سے بڑا تھا، ہم سِجِّيۡلٍ کے متعلق گفتگو پیچھے سورۃ ہود میں کر چکے ہیں۔

فَجَعَلَهُمۡ كَعَصۡفٍ مَّاۡكُوۡلٍ ۝: یعنی اللہ نے اصحاب الفیل کو کھیتی کے ان پتوں کی طرح کر دیا جب انہیں جانور کھاتے ہیں تو نیچے پھینک دیتے ہیں۔ ان کے جوڑوں کے ٹوٹنے کو ان کے اجزاء کے الگ ہونے کے ساتھ تشبیہ دی۔ ایک قول ہے معنیٰ یہ ہے کہ وہ کھیت کے ان پتوں کی طرح ہو گئے جن سے جانوروں نے کھایا اور اس سے کچھ باقی بچ گئے۔ یا دانے کھا لیے اور دانے کے بغیر والے بچ گئے۔ عصف جمع ہے عصفه عصافه اور عصيفه کی۔ ہم عصف کے متعلق سورۃ الرحمن میں پہلے بات کر چکے ہیں، اس کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن مردویہ، ابو نعیم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ اصحاب فیل آئے، حتیٰ کہ وہ صفاح مقام پر ٹھہرے، ان کے پاس عبدالمطلب گئے، کہا یہ اللہ کا گھر ہے، اس نے اس پر کسی کو مسلط نہیں کیا۔ وہ کہنے لگے: ہم واپس نہ جائیں گے حتیٰ کہ ہم اسے گرائیں۔ وہ اپنے ہاتھی کو جب آگے کرتے تو وہ پیچھے ہٹتا تھا، اللہ نے ابابیل پرندے کو بلایا اسے کالے پتھر دیئے جن کے اوپر مٹی تھی، جب وہ ان کے برابر آئے تو ان پر پھینک دیئے، ان میں سے کوئی نہ بچا مگر اسے خارش لگی، انسان اپنی جلد کو کھرچتا تو اس کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



گوشت گر جاتا تھا۔

ابن المنذر، حاکم، ابونعیم اور بیہقی نے ان سے نقل کیا ہے، فرمایا: اصحاب الفیل آئے، حتیٰ کہ جب مکہ کے قریب پہنچے، عبدالمطلب ان کے سامنے پہنچے، ان کے بادشاہ کو کہا: تم ہمارے پاس کیوں آئے ہو؟ تم نے ہمیں پیغام دیا ہوتا، ہم تمہارے پاس ہر چیز لے کر چلے آتے؟ اس نے کہا مجھے اس گھر کے متعلق خبر دی گئی ہے کہ اس میں جو بھی داخل ہو، امن والا ہوتا ہے۔

میں یہاں کے رہنے والوں کو ڈرانے آیا ہوں، کہا: جو چیز بھی تم چاہتے ہو ہم دیں گے، تم واپس چلے جاؤ، اس نے انکار کیا اور کہا کہ اس کے اندر ضرور جاؤں گا، وہ اس کی طرف چلنے لگا۔ عبدالمطلب اس کے پیچھے ایک پہاڑ پر کھڑے ہو گئے، کہا: میں اس گھر اور گھر والوں کی ہلاکت نہیں دیکھ سکتا، اچانک سمندر کی طرف سے بدلی کی مثل آئی، حتیٰ کہ ابابیل پرندوں نے اس پر سایہ کر دیا، جن کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے: تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ تو ہاتھی اونچی آوازیں نکالنے لگے۔ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ۔

اصحاب فیل کا واقعہ کتب تاریخ وسیر میں مفصل اور مطول بیان کیا گیا ہے، یہاں ہم اسے لمبا بیان نہیں کریں گے۔

ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: بندوق کی طرح آلات ان کے پاس تھے جن کے ذریعے سرخ مہر زدہ پتھر پھینکے گئے، ہر پرندے کے پاس تین پتھر تھے، دو پتھر اس کے پاؤں/ پنجے میں اور ایک پتھر اس کی چونچ میں، انہوں نے آسمان سے ان پر حلقہ بنایا، وہ منڈلانے لگے، پھر ان پر وہ پتھر پھینک دیئے، وہ ان کے لشکر سے آگے نہ گئے۔

ابونعیم نے عطاء اور ضحاک کی سند کے ساتھ ان سے نقل کیا ہے کہ ابرہہ الاشرم یمن سے آیا وہ کعبہ کو گرانا چاہتا تھا، اللہ نے اس پر ابابیل پرندہ بھیجا، مطلب ہے وہ جمع ہوئے، ان کی سونڈیں تھیں وہ اپنی چونچوں میں ایک کنکری اور پنجوں میں دو دو کنکریاں اٹھائے ہوئے تھے، وہ ایک کسی آدمی کے سر پر پھینکتے تو اس کا گوشت اور خون بہہ پڑتا، خالی ہڈیاں باقی رہ جاتیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نہ ان پر خون، نہ گوشت اور نہ چمڑا ہوتا تھا۔

ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ان سے ہی فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: بھوسے کی طرح۔

ابن اسحاق نے سیرت میں، واقدی، ابن مردویہ، ابونعیم اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ میں نے ہاتھی چلانے والے اور اسے سنبھالنے والے کو مکہ میں دیکھا ہے، وہ دونوں اندھے تھے اور گرے پڑے رہتے تھے، وہ کھانا مانگتے تھے۔

واقدی نے اسی طرح حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔ ابونعیم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھی والے سال پیدا ہوئے۔

ابونعیم اور بیہقی نے حضرت قیس بن مخرمہ کا قول نقل کیا ہے کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھی والے سال پیدا ہوئے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



# سورت قریش

اسے سورت ایلاف بھی کہا جاتا ہے، یہ چار آیات ہیں، جمہور کے نزدیک یہ مکی ہے۔
ضحاک اور کلبی کہتے ہیں: یہ مدنی ہے۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: سورت لِإِيلَافِ مکہ میں نازل ہوئی۔

بخاری نے اپنی تاریخ میں، طبرانی نے، حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے۔ ابن مردویہ نے اور بیہقی نے خلافیات میں حضرت ام ہانی بنت ابوطالب سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے قریش کو سات خصائص کے ساتھ فضیلت بخشی ہے، وہ ان سے قبل کسی کو عطاء نہیں کیے اور نہ ان کے بعد وہ کسی کو عطاء کرے گا۔ میں ان میں سے ہوں، ایک لفظ ہیں کہ نبوت ان میں ہے، خلافت ان میں ہے، حجابۃ (کعبہ کا غلاف) ان میں ہے، سقایہ (حاجیوں کو پانی پلانا) ان میں ہے، ان کی ہاتھیوں کے خلاف مدد کی گئی، انہوں نے سات سال اللہ کی عبادت کی، ایک لفظ ہیں: دس سال، اس کی ان کے علاوہ کسی نے عبادت نہیں کی اور ان کے متعلق قرآن کی ایک سورت نازل ہوئی ہے جس میں ان کے علاوہ کسی کا ذکر نہیں کیا گیا، وہ لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ ہے، ابن کثیر فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔

اس کے لیے شاہد وہ روایت ہے جو طبرانی نے المعجم الاوسط میں، ابن مردویہ نے اور ابن عساکر نے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے قریش کو سات صفات کے ساتھ فضیلت بخشی ہے، اللہ نے انہیں فضیلت بخشی ہے کہ انہوں نے دس برس اللہ کی عبادت کی، جب قریش کے سوا کوئی اس کی عبادت نہیں کرتا تھا، اس نے ان کی ہاتھی والے دن مدد کی جو کہ مشرک تھے، ان کو فضیلت دی کہ ان کے بارے میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قرآن کی ایک سورت نازل کی، اس میں جہان والوں میں سے ان کے علاوہ کسی کو شامل نہیں کیا، وہ لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ہے۔

انہیں فضیلت دی کہ نبوت، خلافت اور سقایہ انہیں عطاء فرمایا۔ خطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت سعید بن مسیب سے اس طرح کی ایک مرفوع روایت نقل کی ہے جو کہ مرسل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ① اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَ الصَّيْفِ ② فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ③ الَّذِيْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ④

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ قریش کے دل میں محبت ڈالنے کی وجہ سے۔ ان کے دل میں سردی اور گرمی کے سفر کی محبت ڈالنے کی وجہ سے۔ تو ان پر لازم ہے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں۔ وہ جس نے انھیں بھوک سے (بچا کر) کھانا دیا اور خوف سے (بچا کر) امن دیا۔

اللہ کے فرمان: لِاِيْلٰفِ میں لام کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ گزشتہ سورت کے آخری حصے کے متعلق ہے، گویا کہ اللہ پاک نے فرمایا: اصحاب الفیل کو قریش کی دلجوئی کے لیے ہلاک کیا گیا۔ فراء کہتے ہیں: یہ سورت پچھلی سورت کے ساتھ متصل ہے، کیونکہ اللہ پاک نے اہل مکہ کے لیے ان پر اپنی عظیم نعمت کا ذکر کیا کہ جو اس نے حبشیوں کے ساتھ کیا۔

پھر فرمایا: لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ یعنی ہم نے اصحاب الفیل کے ساتھ یہ کیا، یہ ہماری طرف سے قریش پر ایک انعام تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ قریش اپنی تجارت کے لیے نکلتے تھے، ان پر زمانہ جاہلیت میں بھی حملہ نہیں کیا جاتا تھا، کہتے ہیں: وہ اللہ عزوجل کے گھر والے ہیں، حتیٰ کہ جب ہاتھی والا کعبہ کو گرانے کے لیے آیا تاکہ وہ اس کے پتھر لے جائے، ان کے ساتھ وہ یمن میں ایک گھر بنائے کہ لوگ اس کا حج کریں، تو اللہ عزوجل نے انہیں ہلاک کر دیا، تو انہیں اپنا احسان یاد دلایا، یعنی یہ قریش کی دلجوئی کے لیے کیا تاکہ وہ نکلنے میں دل لگائیں اور ان کے خلاف کسی کو جرأت نہ ہو سکے۔ اسی طرح کی بات ابن قتیبہ نے ذکر کی ہے۔

زجاج کہتے ہیں: مطلب ہے کہ ان کو کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا، قریش کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دلجوئی کے لیے۔ یعنی اللہ نے اصحاب الفیل کو ہلاک کر دیا تا کہ قریش باقی رہیں اور وہ طریقہ بھی جو ان کی عادت بن گیا تھا یعنی گرمی اور سردی میں سفر کرنا۔

کشاف والے نے کہا ہے: لام اللہ کے فرمان فَلْيَعْبُدُوْا کے متعلق ہے، اللہ پاک نے انہیں حکم فرمایا ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں کیونکہ اس نے ان کے لیے دو سفر مرغوب کیے ہیں۔

اس پر فاء آئی ہے کیونکہ کلام میں شرط کا معنیٰ ہے، معنیٰ یہ ہے کہ اگر نہیں تو انہیں اس کی عبادت کرنی چاہیے۔ صاحب کشاف سے پہلے یہ بات خلیل بن احمد نے بھی کہی ہے۔

مفہوم یہ ہے کہ اگر وہ دیگر نعمتوں کے سبب سے اس کی عبادت نہیں کرتے تو اس نعمت جلیلہ کی وجہ سے وہ اس کی عبادت کریں۔ کسائی اور اخفش کہتے ہیں: یہ لام لام تعجب ہے، یعنی قریش کی دلجوئی کے سبب سے وہ تعجب میں ڈالے گئے۔ ایک قول ہے کہ یہ الی کے معنیٰ میں ہے۔

جمہور نے لِاِيْلٰفِ یاء کے ساتھ الفت أولف أيلافا سے مہموز پڑھا ہے۔ کہا جاتا ہے: ألفت الشئ الا فا والفا اور الفته ایلافا کا مطلب ایک ہی ہے۔ اسی سے شاعر کا قول ہے:

المنعمين اذا النجوم تغيرت
والظاعنين لرحلة الايلاف

"انعام کرنے والے جب ستارے بدل جائیں اور سفر کرنے والے، رحلت ایلاف کے لیے۔"

ابن عامر نے لالاف بغیر یاء کے پڑھا ہے، ابوجعفر نے لالف پڑھا ہے، شاعر نے ان دونوں قراءتوں کو جمع کیا ہے، لہٰذا کہا ہے:

زعمتم ان اخوتكم قريش
لهم الف وليس لكم الاف

"تم نے گمان کیا ہے کہ تمہارے بھائی قریش ہیں ان کے لیے الف ہے اور تمہارے لیے الاف نہیں ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عکرمہ نے لَيَأْلَفْ قُرَيْشٌ لام پر زبر کے ساتھ پڑھا ہے کہ یہ لام امر ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں اسی طرح ہے، لام امر پر فتح کی لغت معروف ہے۔ بعض اہل مکہ نے اِلَافْ قُرَيْشٍ پڑھا ہے اور ابو طالب کے قول سے دلیل لی ہے:

تذود الوریٰ عن عصبة هاشمية

الا فهم فی الناس خير الاف

''تو حمایت کرے گا مخلوق کی ہاشمی جماعت سے، مگر وہ لوگوں میں بہتر الاف ہیں۔''

قریش نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر کی اولاد ہیں، ہر وہ شخص جو نضر کی اولاد سے ہے تو وہ قرشی ہے اور جو نضر کی اولاد سے نہیں ہے تو وہ قرشی نہیں ہے۔ قریش سے اگر چھوٹا قبیلہ مراد لیا جائے تو یہ منصرف ہے اور اگر بڑا قبیلہ مراد لیا جائے تو یہ غیر منصرف ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

وكفى قريش المعضلات • وسادها

''قریش سختیوں پر کافی ہوئے اور ان پر سردار ہو گئے۔''

ایک قول ہے کہ قریش بنو فہر بن مالک بن نضر ہیں، جبکہ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

اِيْلٰفِهِمْ یہ اِيْلٰفِ قُرَيْشٍ سے بدل ہے۔

رِحْلَةَ یہ اِيْلٰفِهِم کا مفعول بہ ہے۔ اس کو مفرد ذکر کیا ہے، اور رحلتی الشتاء والصیف نہیں فرمایا، تاکہ التباس سے بچا جائے۔

ایک قول ہے کہ اِيْلٰفِهِمْ پہلے کی تاکید ہے، بدل نہیں ہے جبکہ پہلی بات زیادہ مناسب ہے۔ اسی کو ابو البقاء نے ترجیح دی ہے۔ ایک قول ہے کہ رِحْلَةَ منصوب ہے، مقدر مصدر کے ساتھ، یعنی ارتحالهم رحلة الشتاء والصيف.

ایک قول ہے کہ یہ ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے۔

رِحْلَةَ کا مطلب سفر کرنا ہے، ان کا ایک سفر سردی میں یمن کی طرف ہوتا تھا کیونکہ اس کے علاقے گرم ہیں۔ اور دوسرا سفر شام کی طرف ہوتا تھا کیونکہ اس کے علاقے ٹھنڈے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مروی ہے کہ وہ سردی مکہ میں گزارتے اور گرمی طائف میں گزارتے تھے، پہلی بات زیادہ مناسب ہے۔

قریش کا تجارت کے لیے سفر جاہلیت اور زمانہ اسلام میں بھی معلوم اور معروف تھا۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں: قریش کی معیشت صرف تجارت کے ساتھ تھی۔ ان کے ہر سال میں دو سفر تھے، سردیوں میں یمن کی طرف سفر اور گرمیوں میں شام کی طرف سفر۔ اگر یہ دو سفر نہ ہوتے تو ان کی معیشت قائم نہ ہوتی اور اگر بیت اللہ کی ہمسائیگی ان کی نہ ہوتی تو وہ تصرفات پر قادر نہ ہوتے۔

فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۙ﴿۳﴾: اللہ پاک نے ان پر کیا گیا اپنا انعام ذکر کر کے، انہیں اپنی عبادت کا حکم دیا، یعنی اگر وہ دیگر نعمتوں کے سبب سے اس کی عبادت نہیں کرتے، تو اس خاص مذکور نعمت کی وجہ سے انہیں اس کی عبادت کرنی چاہیے۔

الْبَيْتِ کعبہ ہے، اللہ پاک نے انہیں اپنا تعارف کرایا کہ وہ اس گھر کا رب ہے، کیونکہ ان کے بت تھے، جن کی وہ عبادت کرتے تھے، تو اپنی ذات کو ان سے ممتاز فرمایا۔ ایک قول ہے کہ اس وجہ سے کہ وہ بیت اللہ کی وجہ سے سارے عرب پر عزت پاتے تھے، تو ان کے لیے اس کا ذکر اپنی نعمت یاد دلانے کے لیے فرمایا۔

الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ: یعنی انہیں ان دو سفروں کے سبب سے سخت بھوک سے کھانا کھلایا، جس میں وہ ان دونوں سے قبل مبتلا تھے، ایک قول ہے کہ یہ وہ کھانا کھلانا ہے کہ جب انہوں نے نبی ﷺ کو جھٹلایا تو آپ ﷺ نے ان پر بددعا کی، لہٰذا فرمایا:

اے اللہ! ان پر قحط سالی کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط سالی ہوئی۔

لہٰذا قحط شدید ہو گیا، تو انہوں نے کہا: اے محمد! اللہ سے ہمارے لیے دعا فرمائیں۔ بے شک ہم ایمان لانے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے دعا فرما دی، وہ سبزے والے ہو گئے، ان کی بھوک چلی گئی اور قحط دور ہو گیا۔

وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ﴿۴﴾: یعنی شدید خوف سے جس میں وہ مبتلا تھے۔ ابن زید کہتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عرب ایک دوسرے پر حملہ کرتے تھے اور ایک دوسرے کو قیدی بناتے تھے، تو قریش کو حرم کی موجودگی سے اس سے امن مل گیا۔

ضحاک، ربیع، شریک اور سفیان کہتے ہیں: انہیں ہاتھی کے ساتھ حبشیوں کے خوف سے امن عطاء کیا۔

امام احمد اور ابن ابی حاتم نے حضرت اسماء بنت یزید سے نقل کیا ہے، کہتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝ اے قریش! تم پر افسوس، تم اس گھر کے رب کی عبادت کرو، جس نے تمہیں بھوک سے کھانا کھلایا اور تمہیں خوف سے امن عطاء کیا۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: میری قریش پر نعمت۔ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ وہ سردی مکہ میں اور گرمی طائف میں گزارتے تھے۔ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ فرمایا: کعبہ۔ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ فرمایا: جذام/کوڑھ سے۔

ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ان سے نقل کیا ہے، لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝ اٖلٰفِهِمْ فرمایا: ان کا لازم ہونا۔ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ یعنی قریش اہل مکہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے ساتھ، جب انہوں نے کہا: وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ. وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا۔

ابن جریر اور ابن مردویہ نے ان سے اللہ کے فرمان: لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝ ...... آخر تک آیات کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: انہیں سفر سے منع کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں اور ان کو مشقت سے کفایت کی۔ ان کا سفر سردی اور گرمی میں ہوتا تھا، ان کے لیے گرمی اور سردی میں آرام نہیں ہوتا تھا۔ اللہ نے اس کے بعد انہیں بھوک سے کھلایا اور خوف سے انہیں امن عطاء فرمایا۔ انہیں سفر سے دلجوئی ہوگئی، تو یہ ان پر اللہ کی نعمت میں سے ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ابن جریر نے انہی سے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: انہیں حکم دیا گیا کہ وہ اس گھر کے رب کی عبادت میں دل لگائیں جیسے انہوں نے گرمی اور سردی کے سفر میں دل لگایا ہے۔

قریش کی فضیلت میں کئی احادیث آتی ہیں۔ بے شک لوگ خیر اور شر میں ان کے تابع ہیں۔ یہ امر یعنی خلافت ان میں ہمیشہ رہے گا جب تک ان میں سے دو فرد بھی باقی ہوں یہ سب اسلام کے مجموعات/ دیوانہائے کتب میں موجود ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورۃ الماعون

اسے سورۃ الدین بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا نام سورۃ الماعون اور سورۃ الیتیم بھی ہے، اس کی سات آیات ہیں۔ یہ عطاء، جابر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے دو میں سے ایک قول کے مطابق مکی ہے۔ جبکہ قتادہ اور دیگر کے قول کے مطابق مدنی ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ مکہ میں نازل ہوئی۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ﴿١﴾ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ﴿٢﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿٣﴾ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ﴿٤﴾ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ﴿٥﴾ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ﴿٦﴾ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ﴿٧﴾

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جو جزا کو جھٹلاتا ہے۔ تو یہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا۔ پس ان نمازیوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ وہ جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔ وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔ اور عام برتنے کی چیزیں روکتے ہیں۔

یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے یا ہر اس شخص کے لیے جس کے لیے یہ خطاب درست ہو، استفہام کا مقصد تعجب ہے اس شخص کے حال پر جو قیامت کو جھٹلاتا ہے۔ رویت بمعنی معرفت ہے۔ اور الدین کا مطلب جزا اور آخرت میں حساب ہے۔ ایک قول ہے کہ اس کلام میں کچھ عبارت محذوف ہے، مطلب ہے کہ آپ کا کیا خیال ہے جو شخص قیامت کو جھٹلاتا ہے کیا وہ درست ہے یا غلط ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مقاتل اور کلبی کہتے ہیں: یہ عاص بن وائل السہمی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ سُدی کہتے ہیں: ولید بن مغیرہ کے متعلق۔ ضحاک کہتے ہیں: عمرو بن عائذ کے متعلق۔ ابن جریج کہتے ہیں: ابو سفیان کے متعلق۔ ایک قول ہے کہ منافقین میں سے ایک شخص کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

جمہور نے اَرَءَیْتَ میں دوسرے ہمزہ کو ثابت کر کے پڑھا ہے۔ جبکہ کسائی نے اسے ساقط کر کے پڑھا ہے۔ زجاج کہتے ہیں: رَأَیْتَ میں رَیْتَ نہیں کہا جاتا، لیکن الف استفہام نے ہمزہ کو الف میں تسہیل دی ہے۔ ایک قول ہے کہ رؤیت سے مراد آنکھ سے دیکھنا ہے، یہ ایک مفعول کی جانب متعدی ہوتا ہے اور وہ موصول ہے یعنی أبصرت المکذب۔ ایک قول ہے کہ یہ أَخْبِرْنِیْ کے معنیٰ میں ہے، لہٰذا یہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوگا تو دوسرا محذوف ہوگا، یعنی مَنْ هُوَ۔

فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ۝۲: فاء ایک مقدر شرط کا جواب ہے، یعنی اگر تم اس پر غور کرو یا اسے تلاش کرو، تو وہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ یہ الَّذِیْ یُکَذِّبُ پر عاطفہ ہو، ذات کا ذات پر عطف یا صفت کا صفت پر عطف۔ پہلی صورت میں اسم اشارہ مبتداء ہوگا اور خبر اس کے بعد والا موصول ہوگا۔ یا یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے یعنی فھو ذلك اور موصول اس کی صفت ہوگا۔

دوسری صورت میں محل نصب میں ہوگا، اس کے موصول پر عطف کی وجہ سے وہ بھی محل نصب میں ہے۔

یَدُعُّ کا مطلب ہے: وہ سختی اور شدت کے ساتھ دور کرتا ہے، یعنی وہ یتیم کو اس کے حق سے سختی کے ساتھ دور کرتا ہے، اسی سے اللہ پاک کا فرمان ہے: یَوْمَ یُدَعُّوْنَ اِلٰی نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا، ہم پیچھے بتا آئے ہیں کہ وہ لوگ عورتوں اور بچوں کو وراثت نہیں دیتے تھے۔

وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ ۝۳: یعنی وہ نہ خود کو، نہ اپنے اہل خانہ کو اور نہ ہی کسی اور کو اس کی ترغیب دیتا ہے، مال پر بخل کی وجہ سے یا جزاء کو جھٹلانے کی وجہ سے، یہ اللہ تعالیٰ کے سورۃ الحاقہ میں فرمان کی طرح ہے: وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فَوَيۡلٌ: اس دن۔ لِّلۡمُصَلِّيۡنَ فاء ایک شرط محذوف کا جواب ہے، گویا کہ فرمایا گیا: اگر ایسے ہے جو ذکر کیا گیا ہے کہ یتیم اور مسکین کی پروانہیں کی جاتی، تو نمازیوں کے لیے بربادی ہے۔

الَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ ۙ۝: یعنی ان کے لیے عذاب ہے، یا ہلاکت ہے، یا ان کے لیے جہنم میں ایک وادی ہے، اسی طرح جیسا کہ وَيۡلٌ کے مفہوم کے متعلق اختلاف گزر چکا ہے۔

سَاهُوۡنَ ۙ۝: کا مطلب ہے، وہ غافل ہیں، اس کی پروانہیں کرتے۔ جائز ہے کہ فاء ان پر وَيۡلٌ کی بددعا کی ترتیب کے لیے ہو کہ جو ان کے قبائح ذکر کیے گئے ہیں۔

لِّلۡمُصَلِّيۡنَ کو ضمیر کی جگہ پر رکھا ہے تاکہ بیان یہاں تک پہنچے کہ مذکورہ قبائح کے علاوہ بھی ان کے قبائح ہیں۔ واحدی کہتے ہیں: یہ آیت ان منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اگر نماز پڑھیں تو اپنی نماز پر ثواب کی امید نہیں رکھتے اور اگر چھوڑ دیں تو اس پر عقاب کا خوف نہیں رکھتے، وہ اس سے غافل ہونے والے ہیں حتیٰ کہ اس کا وقت چلا جاتا ہے۔ اگر وہ مؤمنوں کے ساتھ ہوں تو ریاء کے لیے نماز پڑھتے ہیں اور اگر ان کے ساتھ نہ ہوں تو نماز نہیں پڑھتے۔

وَيَمۡنَعُوۡنَ الۡمَاعُوۡنَ ۝: کا یہی مطلب ہے۔ یعنی اگر وہ نماز پڑھیں تو اپنی نماز لوگوں کو دکھاتے ہیں، یا نیکی والے ہر عمل کو کرتے ہوئے ان کا مقصد لوگوں کو دکھانا ہے تاکہ وہ ان کی تعریف کریں۔

نخعی کہتے ہیں: الَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ کا مطلب ہے کہ بندہ جب سجدہ کرتا ہے، اپنے سر کو ادھر ادھر موڑ کر ہلاتا ہے۔

قطرب کہتے ہیں: وہ ایسا بندہ ہے جو (نماز میں) نہ کچھ پڑھتا ہے اور نہ اللہ کا ذکر کرتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے الَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ لَاهُوۡنَ پڑھا ہے۔

وَيَمۡنَعُوۡنَ الۡمَاعُوۡنَ اکثر مفسرین کہتے ہیں: ماعون اس چیز کا نام ہے جس کی لوگوں کو آپس میں ضرورت پڑتی ہے، ڈول، کلہاڑا، ہنڈیا اور جو چیز نہیں روکی جاتی، مثلاً پانی اور نمک۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ایک قول ہے کہ اس سے مراد زکوٰۃ ہے، یعنی وہ اپنے اموال کی زکوٰۃ روکتے ہیں۔

زجاج، ابوعبید اور مبرد کہتے ہیں: ماعون زمانہ جاہلیت میں ہر فائدہ دینے والی چیز کو کہتے تھے، حتیٰ کہ کلہاڑا، ڈول، ہنڈیا، پیالہ اور ہر چیز جس سے تھوڑا یا زیادہ فائدہ ہو۔

انہوں نے اعشیٰ کا شعر پڑھا:

باجود منه بما عونه

اذا ما سماؤهم لم تغم

''وہ اپنی معمولی چیز پر بہت سخاوت کرنے والا ہے جب ان کے آسمان پر بادل/ بارش نہیں آتی۔''

زجاج، ابوعبید اور مبرد نے ہی کہا ہے: اسلام میں ماعون سے مراد طاعت اور زکوٰۃ ہے، انہوں نے الراعی کا شعر پڑھا:

أخليفة الرحمٰن انا معشر

حنفاء نسجد بكرة واصيلا

عرب نرىٰ لِلّٰهِ من اموالنا

حق الزكوٰة منزلا تنزيلا

قوم على الاسلام لمّا يمنعوا

ماعونهم وليضيعوا التهليلا

''اے رحمٰن کے خلیفہ، ہم ایک جماعت ہیں یکطرفہ، ہم صبح وشام سجدہ کرتے ہیں۔ ہم عرب ہیں، ہم اللہ کے لیے اپنے اموال میں زکوٰۃ کا حق سمجھتے ہیں جس کا حکم نازل اور منزل ہے۔ ہم قوم ہیں، اسلام پر جب لوگوں نے روکا اپنے ماعون کو اور انہوں نے لا الٰہ الا اللہ کہنا ضائع کیا۔''

ایک قول ہے کہ ماعون پانی ہے۔ فراء کہتے ہیں: میں نے بعض عرب کو کہتے ہوئے سنا کہ ماعون پانی ہے اور اس نے مصرع پڑھا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



يمج صبيره الماعون مجّا

''اس کا صبیر ماعون کو گرا کر کلی کرتا ہے۔''

صبیر کا مطلب بادل ہے۔ ایک قول ہے کہ ماعون وہ حق ہے جو بندے پر عموم کے ساتھ لازم ہے۔ ایک قول ہے کہ وہ اموال کے منافع سے حاصل کیا گیا فائدہ ہے، یہ مَعْنٌ سے نکلا ہے جس کا مطلب قلیل ہے۔ قطرب کہتے ہیں: ماعون کی اصل قلت سے ہے۔ معن تھوڑی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صدقہ، زکوٰۃ وغیرہ نیکی کو ماعون کا نام دیا ہے، کیونکہ یہ کثیر میں سے قلیل ہوتی ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ ایسی چیز ہے جس میں بخل نہیں کیا جاتا، جیسے پانی، نمک اور آگ ہیں۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ اللہ کے حکم کو جھٹلاتا ہے۔ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ فرمایا: وہ اسے اس کے حق سے دور کرتا ہے۔

ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں ان سے نقل کیا ہے: فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۙ﴿۴﴾ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۙ﴿۵﴾ وہ منافق ہیں، جب حاضر ہوتے ہیں تو لوگوں کو اپنی نماز دکھاتے ہیں اور جب غائب ہوتے ہیں اسے ترک کر دیتے ہیں۔ لوگوں سے بغض رکھ کے عاریۃً دینے والی چیز کو روکتے ہیں، وہی ماعون ہے۔

ابن جریر اور ابن مردویہ نے ان سے الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ منافق ہیں جو پوشیدہ نماز چھوڑ دیتے ہیں اور علانیہ نماز پڑھتے ہیں۔

فریابی، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابویعلیٰ ابن جریر، ابن المنذر، ابن مردویہ اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت مصعب بن سعد سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: میں نے حضرت ابیّ سے کہا: اللہ تعالیٰ کے فرمان: الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے، ہم میں سے کون ہے جو نہیں بھولتا؟ کون ہے جس کے دل میں کوئی خیال نہیں آتا؟ فرمایا: اس سے یہ مراد نہیں ہے، اس سے مراد وقت سے ضائع کرنا ہے۔

ابویعلیٰ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی نے المعجم الاوسط میں، ابن مردویہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نے اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: میں نے نبی ﷺ سے اللہ کے فرمان: الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ کے متعلق سوال کیا، فرمایا: وہ ایسے لوگ ہیں جو نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کرتے ہیں۔

حاکم اور بیہقی کہتے ہیں: موقوف زیادہ صحیح ہے، ابن کثیر کہتے ہیں: یہ سند کے لحاظ سے موقوفاً زیادہ صحیح ہے۔ کہتے ہیں: بیہقی نے اس کا مرفوع ہونا ضعیف بتایا ہے۔ جبکہ اس کا موقوف ہونا صحیح کہا ہے اور ایسے ہی حاکم نے بھی۔

ابن جریر اور ابن مردویہ نے (سیوطی کہتے ہیں: ضعیف سند کے ساتھ) نقل کیا ہے، حضرت ابو برزۃ اسلمی کہتے ہیں: جب یہ آیت الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ نازل ہوئی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر یہ آیت تمہارے لیے اس چیز سے بہتر ہے کہ تم میں سے ہر شخص کو پوری دنیا دے دی جائے، وہ ایسا شخص ہے اگر نماز پڑھے تو اپنی نماز کی خیر کی امید نہیں رکھتا اور اگر اسے چھوڑ دے تو وہ اپنے رب کا خوف نہیں رکھتا۔ اس کی سند میں جابر جعفی راوی ہے، جو ضعیف ہے اور اس کا استاد مبہم ہے، وہ نامزد نہیں ہے۔

ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ ایسے لوگ ہیں جو نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کرتے ہیں۔

سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابوداود، نسائی، بزار، ابن مردویہ نے اور بیہقی نے اپنی سنن میں، مختلف سندوں کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ڈول، ہنڈیا، کلہاڑا، ترازو اور جو تم آپس میں لیتے دیتے ہو، ان چیزوں کو عاریۃً لینا ماعون شمار کرتے تھے۔

ابن مردویہ نے ان سے نقل کیا ہے کہ مسلمان منافقوں سے ہنڈیا، کلہاڑا اور اس جیسی چیزیں عاریۃً طلب کرتے، تو وہ ان کو نہ دیتے، اس پر اللہ نے وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ نازل فرمائی۔

ابونعیم، دیلمی اور ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، نبی ﷺ سے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جو چیز لوگ آپس میں ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں، کلہاڑا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہنڈیا، ڈول اور اس کے مشابہ چیزیں۔

ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت قرۃ بن دعموص نمیری سے نقل کیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس وفد میں گئے، کہنے لگے: یارسول اللہ ﷺ! آپ ہمیں کیا نصیحت فرماتے ہیں؟ فرمایا: تم ماعون نہ روکو! انہوں نے کہا: ماعون کیا ہے؟ فرمایا: پتھر میں، لوہے میں اور پانی میں۔ انہوں نے کہا: لوہے میں کیا ہے؟ فرمایا: تمہاری تانبے کی ہانڈیاں اور لوہے کی کلہاڑی جسے تم معمولی سمجھتے ہو۔ انہوں نے پوچھا: پتھر کیا ہے؟ فرمایا: تمہاری پتھر کی ہانڈیاں۔ ابن کثیر کہتے ہیں: یہ بہت غریب روایت ہے اور اس کا مرفوع ہونا منکر ہے، اس کی سند میں وہ راوی ہے جو معروف نہیں ہے۔

ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے حضرت سعید بن عیاض سے، اصحاب نبی ﷺ سے نقل کیا ہے کہ ماعون: کلہارا، ہنڈیا اور ڈول ہے۔

سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، طبرانی، حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے، بیہقی اور ضیاء نے المختارۃ میں چند سندوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: گھریلو عاریۃ والا سامان۔

فریابی، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت علی بن ابی طالب سے نقل کیا ہے، فرمایا: مَاعُوْن فرض زکوٰۃ ہے۔ يُرَآءُوْنَ اپنی نمازوں کی۔ وَيَمْنَعُوْنَ اپنی زکوٰۃ کو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورۃ الکوثر

اس کی تین آیات ہیں، یہ سورت حضرت ابن عباس، کلبی اور مقاتل کے قول کے مطابق مکی ہے۔ جبکہ حسن، عکرمہ، مجاہد اور قتادہ کے قول کے مطابق یہ مدنی ہے۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس، ابن زبیر اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے کہ سورۃ الکوثر مکہ میں نازل ہوئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ① فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ② اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ③

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ بلاشبہ ہم نے تجھے کوثر عطا کی۔ پس تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔ یقیناً تیرا دشمن ہی لاولد ہے۔

جمہور نے اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ پڑھا ہے، جبکہ حسن، ابن محیصن، طلحہ اور زعفرانی نے أَنْطَيْنَاكَ نون کے ساتھ پڑھا ہے، ایک قول ہے کہ یہ عرب عاربہ (پرانے بدو عربوں) کی ایک لغت ہے، اعشیٰ نے کہا ہے:

حباؤك خير حبا الملوك
يصان الحلال و تنطى الحلولا

”تیرا عطیہ بادشاہوں کے عطیے سے بہتر ہے، حلال محفوظ کیا جاتا ہے اور حلول عطاء کیا جاتا ہے۔“

الْكَوْثَرَ ①: کثرت سے فوعل کے وزن پر ہے، یہ وصف کثرت میں اس کے مبالغے کے لیے آیا ہے جیسے نفل سے نوفل اور جہر سے جوہر ہے، عرب ہر چیز جو تعداد، قدر اور اہمیت میں زیادہ ہو کو کوثر کہتے ہیں، اس سے شاعر کا قول ہے:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



وقد ثار نقع الموت حتی تکوثرا

''اور موت کا زہر بڑھا حتیٰ کہ وہ زیادہ ہوگیا۔''

اس بنیاد پر معنیٰ یہ ہوگا کہ: اے محمد (ﷺ)! ہم نے آپ کو خیر کثیر عطاء کی ہے، جو کثرت میں اپنی انتہاء کو پہنچی ہوئی ہے۔

اکثر مفسرین کا مذہب ہے، جیسا کہ واحدی نے بیان کیا ہے کہ الکوثر جنت میں نہر ہے۔ ایک قول ہے کہ وہ محشر میں نبی ﷺ کا حوض ہے، یہ عطاء نے کہا ہے۔ عکرمہ کہتے ہیں: کوثر نبوت ہے۔ حسن کہتے ہیں: وہ قرآن ہے۔ حسن بن فضل کہتے ہیں: وہ تفسیر قرآن ہے اور تخفیف شرائع ہے۔ ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں: وہ اصحاب اور امت کی کثرت ہے۔ ابن کیسان کہتے ہیں: وہ ایثار ہے۔ ایک قول ہے: وہ اسلام ہے۔ ایک قول ہے: رفعت ذکر ہے۔ ایک قول: نور قلب ہے۔ ایک قول: شفاعت ہے۔ ایک قول: معجزات ہے۔ ایک قول: قبولیت دعا ہے۔ ایک قول: لا الہ الا اللہ ہے۔ ایک قول: دین کی سمجھ ہے۔ ایک قول: پانچ نمازیں ہیں، ان میں سے حق کا بیان عنقریب آئے گا۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ: فاء اس کے مابعد کو ماقبل پر ترتیب کے لیے آئی ہے، مراد: آپ ﷺ کو فرض نمازوں کی ادائیگی پر ہمیشگی کا حکم ہے۔

وَانْحَرْ ۝۲: اونٹ نحر کر، جو عرب کے اموال میں بہتر ہے۔ محمد بن کعب کہتے ہیں: کچھ لوگ غیر اللہ کے لیے نماز پڑھتے تھے اور غیر اللہ کے لیے قربانی کرتے تھے، اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم فرمایا کہ آپ کی نماز اور قربانی اس اللہ کے لیے ہو۔

قتادہ، عطاء اور عکرمہ کہتے ہیں: مراد نماز عید الاضحیٰ اور اس کی قربانی ہے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں: اپنے رب کے لیے صبح کی فرض نماز مزدلفہ میں پڑھیں اور منیٰ میں اونٹ قربان کریں۔ ایک قول ہے کہ نحر نماز میں سینے کے سامنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا ہے، یہ محمد بن کعب کا قول ہے۔

ایک قول ہے کہ وہ نماز میں تکبیر کے وقت سینے کے برابر رفع الیدین ہے۔ ایک قول ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کہ اپنے نحر پر قبلہ رخ ہونا ہے، یہ فراء، کلبی اور ابوالاحوص نے کہا ہے۔

فراء کہتے ہیں: میں نے بعض عرب سے سنا، وہ کہتے تھے: نَتَنَاحَرُ یعنی نتقابل اس کے نحر سے اس کے نحر تک، یعنی اس کے سامنے۔ اسی سے شاعر کا قول ہے:

أباحكم ما أنت عمّ مجالد

وسيد اهل الابطح المتناخر

''اے ابوالحکم! تو مجالد کا چچا نہیں ہے اور اہل ابطح کا سردار، جو مقابلے والا ہے۔''

شعر میں متناخر کا مطلب متقابل ہے۔

ابن الاعرابی کہتے ہیں: وہ آدمی کا نماز میں محراب کے برابر کھڑا ہونا ہے۔ عرب کہتے ہیں: منازلهم تتناخر تتقابل، عطاء سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ کا سینہ نمایاں ہو جائے۔ سلیمان تیمی کہتے ہیں: دعا میں اپنے ہاتھ اپنے سینے تک اٹھائیں۔

آیت کا ظاہر آپ ﷺ کے لیے مطلق نماز اور مطلق نحر کا حکم ہے اور یہ کہ ان دونوں کو اللہ عزوجل کے لیے کریں، اس کے سوا کسی کے لیے نہیں۔ جو حدیث میں اس مطلق کو ایک خاص نوع کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، تو یہ اس کو مقید کرنے کے حکم میں ہے، عنقریب وضاحت آرہی ہے۔ ان شاء اللہ

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝۳: یعنی آپ سے بغض رکھنے والا، خیر سے روکا گیا ہے، عموم کے طور پر۔ یہ دنیا و آخرت دونوں کی خیر کو عام ہے۔ یا وہ جس کا بعد میں کوئی وارث نہیں ہے۔ یا وہ جس کا ذکر اس کے مرنے کے بعد باقی نہ رہے گا۔

آیت کا ظاہر عموم ہے، یہ ہر اس بندے کی حالت ہوگی جو نبی ﷺ سے بغض رکھنے والا ہے، یہ اس بات کے منافی نہیں ہے کہ سبب نزول عاص بن وائل ہے کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ کہ خصوص سبب کا۔ جیسا کہ کئی دفعہ گزر چکا ہے۔

ایک قول ہے: جب اہل جاہلیت میں آدمی کی اولاد سے نر فوت ہو جاتے تو کہتے: بُتِرَ فُلَانٌ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جب نبی ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے وفات پائی، تو ابوجہل اپنے اصحاب کے پاس گیا، کہا: محمد (ﷺ) کی نسل کٹ گئی، تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک قول ہے کہ یہ کہنے والا عقبہ بن ابی معیط تھا۔

اہل لغت کہتے ہیں: مَردوں میں سے ابتر وہ ہے، جس کی کوئی اولاد نہ ہو، اور جانوروں میں سے جس کی دم نہ ہو، ہر وہ چیز جس کا نتیجہ خیر سے کٹا ہو تو وہ ابتر ہے، اصل میں بتر کا مطلب کٹنا ہے، کہا جاتا ہے: بترت الشئ بترا، جب تم اسے کاٹو۔

ابن ابی شیبہ، احمد، ابوداود، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن مردویہ اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر ہلکی سی اونگھ طاری ہوئی، پھر مسکراتے ہوئے اپنا سر اٹھایا، تو فرمایا: مجھ پر ابھی ایک سورت نازل کی گئی ہے، پھر آپ ﷺ نے پڑھا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ① حتیٰ کہ اسے ختم کیا، پھر فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ کوثر کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کے پیغمبر بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: وہ ایک نہر ہے، جو مجھے میرے رب نے مجھے جنت میں عطاء کی ہے، اس پر خیر کثیر ہے، مجھ پر میری امت روزِ قیامت آئے گی، اس کے برتن ستاروں کی تعداد کی طرح ہیں، ان میں سے ایک بندہ کھینچا جائے گا، میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ میری امت سے ہے۔ کہا جائے گا: بے شک آپ نہیں جانتے، جو اس نے آپ کے بعد نیا کام کیا تھا، اسے مسلم نے بھی اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

بخاری، مسلم وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا، اچانک میں نے ایک نہر دیکھی جس کے دونوں کناروں پر موتیوں کے خیمے تھے، میں نے اپنا ہاتھ مارا جہاں پانی چلتا تھا، وہ ناگہاں خالص کستوری تھی۔ میں نے کہا: اے جبرئیل! یہ کیا ہے؟ کہا: یہ کوثر ہے جو اللہ نے آپ کو عطاء فرمائی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کئی سندوں سے یہ روایت بیان کی گئی ہے، وہ سب اس بات کی صراحت کرنے والی ہیں کہ کوثر سے مراد وہ نہر ہے جو جنت میں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ابن ابی شیبہ، بخاری، ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ ان سے اللہ کے فرمان: اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ کے متعلق سوال کیا گیا، فرمانے لگیں: وہ نہر ہے جو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت کے بیچوں بیچ عطاء کی گئی ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ وہ جنت میں ایک نہر ہے، طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اللہ کے فرمان: اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جنت میں ایک نہر ہے۔ سیوطی نے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: آپ کو جنت میں ایک نہر عطاء کی گئی ہے جسے کوثر کہا جاتا ہے، فرمایا: ہاں۔ اس کی زمین یاقوت، مرجان، زبرجد اور موتیوں کی ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کوثر کیا ہے؟ فرمایا: وہ جنت کی نہروں میں سے ایک نہر ہے جو اللہ نے مجھے عطاء کی ہے۔

یہ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ کوثر وہ نہر ہے جو جنت میں ہے، ان احادیث کی طرف جانا متعین ہو گیا ہے اور دیگر پر اعتماد نہ کرنا چاہیے۔ اگرچہ کوثر کا معنی لغت عرب میں خیر کثیر بھی ہے، تو جس نے اس کی تفسیر اس طرح کی جو اس سے زیادہ عام ہے، اس کی نسبت سے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت تو وہ تفسیر ہے لغوی معنیٰ کو دیکھنے والے کی ہے۔

جیسا کہ ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی نے اسے صحیح بھی کہا ہے، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن مردویہ نے حضرت عطاء بن سائب سے نقل کیا ہے، فرمایا:

محارب بن دثار نے کہا، سعید بن جبیر نے کوثر کے متعلق فرمایا: ہمیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: وہ خیر کثیر ہے، کہا: انہوں نے سچ کہا ہے۔ بے شک وہ خیر کثیر ہے۔ لیکن ہمیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے، فرمایا: اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ نازل ہوئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوثر جنت میں ایک نہر ہے، اس کے دونوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کنارے سونے کے ہیں، وہ موتی اور یاقوت پر چلتی ہے، اس کی مٹی کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ بخاری، ابن جریر اور حاکم نے ابوبشر کے واسطہ سے حضرت سعید بن جبیر سے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کوثر کے متعلق فرمایا: وہ خیر کثیر ہے جو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطاء فرمائی ہے۔

ابوبشر نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے کہا: لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ جنت میں ایک نہر ہے۔ فرمایا: جنت میں جو نہر ہے وہ اس خیر میں سے ہے جو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطاء فرمائی ہے۔

یہ تفسیر حبر الامۃ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے، جو لغوی معنیٰ کی طرف بھی دیکھنے والے ہیں جیسا کہ ہم نے آپ کو پہچان کرائی ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر فرمائی ہے، جو آپ سے صحیح مروی ہے کہ وہ نہر ہے جو جنت میں ہے۔

ابن ابی حاتم، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: جب یہ سورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی: إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ ﴿١﴾ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَٱنْحَرْ ﴿٢﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا: یہ نحیرہ (قربانی) کیا ہے، جس کا مجھے میرے رب نے حکم فرمایا ہے؟ فرمایا: یہ قربانی/نحیرہ نہیں ہے، بلکہ اللہ آپ کو حکم فرماتا ہے کہ جب آپ نماز کے لیے تکبیر تحریمہ کہیں تو تکبیر کہتے وقت رفع الیدین کریں اور جب رکوع کریں اور جب رکوع سے اپنا سر اٹھائیں۔ بے شک یہ ہماری نماز ہے اور ملائکہ کی نماز ہے جو سات آسمانوں میں ہیں۔ بے شک ہر چیز کی ایک زینت ہے اور نماز کی زینت ہر تکبیر پر رفع الیدین ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رفع الیدین، اس اِستِکانہ عاجزی میں سے ہے، جس کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے: فَمَا ٱسْتَكَانُوا۟ لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ۔

یہ مقاتل بن حیان عن الاصبغ بن نباتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: بے شک اللہ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی فرمائی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تکبیر کہیں تو اپنے ہاتھ اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سینے کے برابر اٹھائیں، یہی نحر ہے۔

ابن ابی شیبہ، بخاری نے اپنی تاریخ میں، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، دار قطنی نے الافراد میں، ابو الشیخ، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اللہ کے فرمان: فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اپنا سیدھا ہاتھ اپنی الٹی کلائی پر رکھنا، پھر ان دونوں کو نماز میں اپنے سینے پر رکھنا۔

ابو الشیخ نے اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

ابن ابی حاتم، ابن شاہین نے اپنی سنن میں، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جب آپ نماز پڑھیں تو اپنا سر رکوع سے اٹھائیں، پس سیدھے کھڑے ہو جائیں۔

ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: فرض نماز اور عید الاضحیٰ کے روز ذبح کرنا۔

بیہقی نے اپنی سنن میں انہی سے وَانْحَرْ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ارشاد ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوم نحر کو ذبح کریں۔

بزار، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: کعب بن اشرف مکہ گیا، قریش نے اس سے کہا: تو اہل مدینہ کا بہتر اور ان کا سردار ہے، کیا تو اس دین کو چھوڑنے والے، اپنی قوم سے نسل کٹے کی طرف نہیں دیکھتا، وہ گمان کرتا ہے کہ وہ ہم میں سے بہتر ہے حالانکہ ہم حاجیوں والے ہیں، سقایہ (حاجیوں کو پانی پلانے) والے ہیں، سدانہ (کعبہ پر غلاف چڑھانے) والے ہیں۔ اس نے کہا: تم اس سے بہتر ہو۔ تو اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ نازل ہوئی۔ اور اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ سے فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا تک نازل ہوئی۔ ابن کثیر فرماتے ہیں: اس کی اسناد صحیح ہے۔

طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: جب رسول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اللہ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے انتقال فرمایا، تو مشرکین ایک دوسرے کے پاس چل کر گئے، کہنے لگے: وہ دین چھوڑنے والا، آج رات نسل کٹا ہو گیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ آخر تک سورت نازل فرمائی۔

ابن سعد اور ابن عساکر نے بواسطہ کلبی، عن ابی صالح، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی اولاد میں سب سے بڑے قاسم تھے، پھر زینب، پھر عبداللہ، پھر ام کلثوم، پھر فاطمہ، پھر رقیہ، قاسم رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو آپ ﷺ کے اہل خانہ اور آپ کی اولاد میں سے سب سے پہلے مکہ میں ان کی وفات ہوئی، پھر عبداللہ نے وفات پائی، عاص بن وائل السہمی نے کہا: اس کی نسل ختم ہوگئی ہے اور یہ اَبْتَرْ ہو گیا ہے، تو اللہ نے اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ نازل فرمائی۔ [1] اس کی سند میں کلبی ہے۔

عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ فرمایا: ابوجہل مراد ہے۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ان سے ہی اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: آپ ﷺ کا دشمن۔

---

[1] مشہور روایت کے مطابق حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سب سے چھوٹی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورت الکافرون

اس کی چھ آیات ہیں، یہ حضرت ابن مسعود، حسن اور عکرمہ کے قول کے مطابق مکی سورت ہے۔ جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے دو میں سے ایک قول کے مطابق اور قتادہ اور ضحاک کے نزدیک یہ مدنی ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: سورت قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ مکہ میں نازل ہوئی۔

ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: سورت قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ مدینہ میں نازل ہوئی۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سورت اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ طواف کی دو رکعتوں میں پڑھی۔

صحیح مسلم میں ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو فجر کی دو رکعتوں میں پڑھا۔

احمد، ترمذی نے اسے حسن بھی کہا ہے، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر سے پہلے کی دو رکعتوں میں اور مغرب کے بعد کی دو رکعتوں میں تیئس سے زیادہ مرتبہ یا تیرہ سے زیادہ مرتبہ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو پڑھا ہے۔

حاکم نے حضرت ابیّ سے نقل کیا ہے اور اسے صحیح بھی کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى اور قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے تھے۔

محمد بن نصر نے اور طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، کہتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے اور قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ چوتھائی قرآن کے برابر ہے اور آپ ان دونوں کو فجر کی دو رکعتوں میں پڑھتے تھے۔

ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ پڑھی، وہ اس کے لیے چوتھائی قرآن کے برابر ہوگی۔

طبرانی نے المعجم الصغیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت سعد بن ابی وقاص سے نقل کیا ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ پڑھی، گویا اس نے چوتھائی قرآن پڑھا۔ اور جس نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھی تو گویا اس نے تہائی قرآن پڑھا۔

امام احمد، ابن ضریس، بغوی اور حمید بن زنجویہ نے اپنی ''ترغیب'' میں ایک بزرگ (صحابی) سے نقل کیا ہے، جنہوں نے نبی ﷺ سے ملاقات کی ہے، فرماتے ہیں: میں نبی ﷺ کے ہمراہ ایک سفر میں نکلا، آپ ایک شخص کے پاس سے گزرے، جو قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ پڑھ رہا تھا، فرمایا: یہ شخص شرک سے بری ہوگیا ہے، ایک دیگر شخص قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھ رہا تھا، نبی ﷺ نے فرمایا: اس کی وجہ سے جنت واجب ہوگئی۔ ایک روایت میں ہے کہ رہا یہ شخص، پس اسے بخش دیا گیا ہے۔

ابن ابی شیبہ، احمد، ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن الانباری نے المصاحف میں، حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے، ابن مردویہ نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں فروہ بن نوفل بن معاویہ الاشجعی عن ابیہ سے نقل کیا ہے، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ مجھے سکھایئے کہ جب میں اپنے بستر پر (سونے کے لیے) جگہ پکڑوں تو کیا کہوں؟ فرمایا: قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ پڑھو، پھر اس کے خاتمہ پر سو جاؤ، پس بے شک یہ شرک سے براءت ہے۔

اسے سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ اور ابن مردویہ نے حضرت عبدالرحمن بن نوفل الاشجعی عن ابیہ سے اسی طرح مرفوعاً نقل کیا ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نوفل بن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



معاویہ الاشجعی کو فرمایا: جب تم سونے کے لیے اپنے بستر پر جاؤ تو قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُونَ پڑھو، پس بے شک جب تم نے یہ پڑھا تو تم شرک سے بری ہو گئے۔

امام احمد نے اور طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت حارث بن جبلۃ سے نقل کیا ہے اور طبرانی کہتے ہیں: جبلہ بن حارثہ سے جو کہ زید بن حارثہ کے بھائی ہیں، کہتے ہیں: میں نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے کوئی چیز سکھائیں جو اپنی نیند سے پہلے پڑھا کروں، فرمایا: جب تم رات کو اپنا بستر پکڑو تو قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُونَ پڑھو، حتیٰ کہ تم اس کے آخر تک گزر و، پس بے شک یہ شرک سے اظہار براءت ہے۔

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے فرمایا: تم اپنی نیند سے پہلے قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُونَ پڑھا کرو، پس بے شک یہ شرک سے براءت ہے۔

ابو یعلی اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک کلمہ نہ بتاؤں جو تمہیں اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے سے نجات دے گا، تم اپنی نیند سے پہلے قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُونَ پڑھا کرو۔

بزار، طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت خباب سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اپنا بستر پکڑو تو قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُونَ پڑھو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر جاتے تو ضرور قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُونَ کو آخر تک پڑھتے تھے۔

ابن مردویہ نے حضرت زید بن ارقم سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو دو سورتوں کے ساتھ اللہ کو ملا، اس پر کوئی حساب نہیں ہے۔ قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ۔

ابو عبید نے اپنے فضائل میں اور ابن ضریس نے حضرت ابو مسعود انصاری سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: جس نے قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ کو ایک رات میں پڑھا، پس اس نے زیادہ کیا اور اس نے اچھا کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝١ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝٢ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝٣ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝٤ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝٥ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝٦

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ کہہ دے اے کافرو! میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور نہ میں اس کی عبادت کرنے والا ہوں جس کی عبادت تم نے کی۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔ تمھارے لیے تمھارا دین اور میرے لیے میرا دین ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ: میں الف و لام جنس کے لیے ہے، لیکن جب یہ آیت ان لوگوں کے لیے خطاب ہے، جو اللہ کے علم میں گزر چکے ہیں کہ وہ کفر پر مریں گے تو اس عموم سے مراد، ایسے لوگوں کا خصوص ہے۔ کیونکہ کفار میں سے بعض تو اس آیت کے نزول کے وقت مسلمان ہو گئے تھے اور اللہ پاک کی عبادت کرتے تھے۔

اس سورت کا سبب نزول یہ ہے کہ کفار نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ایک برس تک ان کے معبودوں کی عبادت کریں جبکہ کفار آپ کے معبود کی ایک برس تک عبادت کریں گے، تو اللہ پاک نے آپ کو حکم فرمایا کہ کہہ دیجیے:

لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝٢: یعنی میں وہ نہیں کرتا جو تم مجھ سے بتوں کی عبادت چاہتے ہو، جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ ایک قول ہے کہ مراد زمانہ مستقبل ہے، کیونکہ لَا نفی اکثر اس مضارع پر داخل ہوتا ہے جو مستقبل کے معنی میں ہو۔ جیسا کہ مَا حرف اس مضارع پر داخل ہوتا ہے جو حال کے معنٰی میں ہو۔

وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝٣: یعنی تم مستقبل میں وہ کرنے والے نہیں ہو جو میں تم سے عبادت الٰہی کا مطالبہ کرتا ہوں۔

وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝٤: یعنی وقتوں میں سے کسی وقت میں، تم نے اس کی عبادت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نہیں کی، جس کی عبادت پر میں ہوں، ایسے ہی کہا گیا ہے۔ یہ اس شخص کے قول کے مطابق ہے جس کا کہنا ہے کہ ان آیات میں تکرار نہیں ہے۔ کیونکہ پہلا جملہ مستقبل میں عبادت کی نفی کے لیے ہے، جیسا کہ ہم پیچھے بتا آئے ہیں کہ لَا صرف اس مضارع پر داخل ہوتا ہے جو مستقبل کے معنٰی میں ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ لَنْ اس کی تاکید کرتا ہے جس کی نفی لا کرتا ہے۔ خلیل لَنْ کے بارے میں کہتے ہیں: اس کی اصل لَا ہے تو مطلب ہوگا کہ میں اس کی مستقبل میں عبادت نہیں کروں گا جس کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم مستقبل میں اس کی عبادت کرنے والے ہو جو میں عبادتِ الٰہی کا مطالبہ کرتا ہوں۔

پھر فرمایا: وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ یعنی میں فی الحال تمہارے معبود کی عبادت کرنے والا نہیں ہوں اور نہ تم فی الحال میرے معبود کی عبادت کرنے والے ہو، ایک قول اس کے برعکس ہے۔ وہ یہ ہے کہ پہلے دونوں جملے حال کے لیے ہیں اور دوسرے دونوں جملے مستقبل کے لیے ہیں، اس پر دلیل اللہ کا فرمان: وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ہے۔ جیسے کوئی کہنے والا کہے: أَنَا ضَارِبٌ زَيْدًا اور أَنَا قَاتِلٌ عمرًوا، اس سے صرف مستقبل ہی سمجھا جائے گا۔ اخفش اور فراء کہتے ہیں: مطلب ہے میں اس گھڑی میں عبادت نہیں کرتا، جس کی تم عبادت کرتے ہو، اور نہ تم عبادت کرنے والے ہو اس گھڑی میں جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔

نہ میں مستقبل میں عبادت کرنے والا ہوں جس کی تم نے عبادت کی ہے اور نہ تم مستقبل میں عبادت کرنے والے ہو اس کی جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔

زجاج کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اس سورت کے ذریعے اپنے نفس کی طرف سے ان کے معبودوں کی عبادت کی نفی حال اور مستقبل میں کر دی ہے۔ اور ان کی طرف سے اللہ کی عبادت کی نفی حال اور مستقبل میں کر دی ہے۔

ایک قول ہے کہ ان میں سے ہر ایک حال اور مستقبل کے لیے درست ہے، لیکن ہم ان میں سے ایک کو حال کے ساتھ اور دوسرے کو مستقبل کے ساتھ خاص کریں گے، تکرار دور کرنے کے لیے۔ ان سب باتوں میں ایسا تکلف اور پیچیدگی ہے جو کسی منصف پر مخفی نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اللہ کے فرمان: لَآ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ کو مستقبل کے لیے بنانا، گو لغت عرب کے تقاضے کے مطابق صحیح ہے، لیکن وَلَآ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَآ اَعۡبُدُ کو مستقبل کے لیے بنانا کامل (درست) نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جملہ اسمیہ تمام اوقات میں دوام اور ثبوت کا معنیٰ دیتا ہے۔ اس پر نفی کا دخول بھی تمام اوقات میں دوام اور ثبوت پر دلالت کرے گا۔

اگر اسے مستقبل پر محمول کرنا صحیح ہو، تو اس کی مثل وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ میں بھی۔ تو دوسرے دوں جملوں کو حال پر محمول کرنا بھی تمام (درست) نہ ہوگا۔

تو جس طرح اس کا اعتراض دور ہوگا اس کے برعکس کا بھی ہو جائے گا۔ کیونکہ دوسرا، تیسرا اور چوتھا جملہ، یہ سب اسمیہ جملے ہیں، جن کے شروع میں ضمیریں ہیں، جو ان میں سے ہر ایک میں مبتداء بن رہی ہیں، جو ان میں بعد والے عامل فاعل کی خبر دینے والا ہے، وہ سب کی ایک حرف کے ساتھ نفی کرنے والا ہے، وہ ہر ایک جملہ میں لفظ لَا ہے، جب اس طرح معاملہ متحد ہے تو یہ کہنا کیسے درست ہے کہ ان کے معانی حال اور مستقبل میں الگ الگ ہیں۔

رہی اس شخص کی بات جس نے کہا ہے کہ ان میں سے ہر ایک حال اور مستقبل کے لیے درست ہے، تو یہ اس کی طرف سے تکرار کا اقرار ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک کو ایک معنیٰ پر محمول کرنا اور دوسرے کو دوسرے معنیٰ پر محمول کرنا باوجودیکہ وہ متحد ہیں، یہ ایسا زبردستی کا فیصلہ/ دھونس ہے، جس پر کوئی دلیل دلالت نہیں کرتی۔

جب آپ پر یہ بات واضح ہوگئی ہے، تو جان لیجیے کہ قرآن عرب کی زبان میں نازل ہوا ہے، ان کے مذاہب ہیں، جن کا آپ انکار نہیں کر سکتے اور ان کے استعمالات ہیں جن کا آپ رد نہیں کر سکتے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب وہ تاکید کا ارادہ کرتے ہیں، وہ لفظ کو دہراتے ہیں، جیسا کہ اختصار میں ان کے مذاہب ان کے لفظوں کو چھوٹا کر دیتے ہیں۔ یہ بات ہر اس شخص کو معلوم ہے جسے لغت عرب کا علم ہے، اس پر دلیل پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ واضح باتوں میں سے ہے، دلیل اس کی دی جاتی ہے جس میں کچھ مخفی بات ہو، اور برہان وہاں پیش کی جاتی ہے جہاں کوئی تنازع ہو۔ جو اس طرح ظاہر اور واضح ہو کہ کوئی شک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کرنے والا اس میں شک نہ کرے، نہ شبہ رکھنے والا اس میں کوئی شبہ پائے، تو وہاں لمبی بات بتانے کی ضرورت نہیں ہوتی، نہ ہی وہاں کثرت سے قیل وقال کی حاجت ہوتی ہے۔

یہ بات قرآن میں بھی ہے، قرآن کی تلاوت کرنے والا ہر شخص اسے جانتا ہے، کئی دفعہ بعض سورتوں میں ان کی کثرت ہوتی ہے، جیسے سورۃ الرحمن اور سورۃ المرسلات میں ہے۔ [1]

عرب کے اشعار میں اس کی ایسی کثرت ہے جسے شمار نہیں کیا جا سکتا، اسی سے شاعر کا قول ہے:

یا لبکر انشروا لی کلیبًا
یا لبکر أین أین الفرار

دیگر نے کہا:

هلا سألت جموع کندة
یوم . ولوا أین أینا

دیگر نے کہا:

یا علقمة یا علقمة یا علقمة
خیر تمیم کلها وأکرمه

دیگر نے کہا:

ألا یا اسلمی ثم اسلمی ثمت
اسلمی
ثلاث تحیات وان لم تکلّم

دیگر نے کہا:

یا جعفر یا جعفر یا جعفر
ان اك دحداحا فانت أقصر

---

[1] اس سے مراد سورۃ الرحمٰن میں فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ اور سورۃ المرسلات میں وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ کا بار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بار آنا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ سورۃ القمر میں وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ بھی اس کی ایک مثال ہے۔
دیگر نے کہا:

اتاك تاك اللاحقون احبس احبس ❶

صادق اور مصدوق ہستی سے ثابت ہے، جو عربی زبان بولنے والوں میں سب سے بڑھ کر فصیح تھے، کہ آپ ﷺ جب کوئی بات کہتے اسے تین مرتبہ دہراتے۔

جب آپ نے یہ سمجھ لیا ہے تو سورت میں واقع تاکید کا فائدہ کفار کے لالچوں کو ختم کرنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کی درخواست قبول کریں، جو انہوں نے اپنے معبودوں کی عبادت کے متعلق کی تھی۔ اللہ پاک نے چاروں مقامات پر مَا کا لفظ استعمال کیا ہے، جو غیر ذوی العقول کے لیے ہے، اس کی تعبیر ہے کہ یہ جائز ہے جیسے سُبْحَانَ مَا سَخَّرَكُنَّ لَنَا وغیرہ میں ہے۔

اس میں نکتہ یہ ہے کہ کلام اس ترتیب پر جاری ہو اور مختلف نہ ہو۔ ایک قول ہے کہ اس میں صفت کا ارادہ کیا ہے، گویا فرمایا: میں باطل کی عبادت نہیں کرتا اور تم حق کی عبادت نہیں کرتے۔ ایک قول ہے کہ چاروں مقامات پر مَا مصدریہ ہے، موصولہ نہیں ہے۔ یعنی میں تمہاری عبادت نہیں کرتا اور تم میری عبادت نہیں کرتے...... آخر تک۔

لَكُمْ دِينُكُمْ: کا جملہ مستانفہ ہے، جو لَآ أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ اور وَلَآ أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدتُّمْ کو بیان کرنے والا ہے۔

وَلِيَ دِينِ ﴿٦﴾: کا جملہ وَلَآ أَنتُمْ عَابِدُونَ مَآ أَعْبُدُ کو دونوں جگہوں پر ثابت کرنے والا ہے۔ یعنی اگر تم اپنے دین پر راضی ہو تو میں اپنے دین پر راضی ہوں، جیسے اللہ نے فرمایا: وَلَنَآ أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ۔

مطلب یہ ہے کہ تمہارا دین جو شرک کرنا ہے، یہ تمہارے مطلوب کے حصول پر بند ہے، اس کے حصول تک تجاوز نہیں کر سکتا جس کا تم مجھ سے طمع رکھتے ہو۔

❶ ان اشعار کا ترجمہ ہم نے چھوڑ دیا ہے کیونکہ مقصود ان میں الفاظ کا دہرایا جانا ہے، اور یہ مقصود بالکل نمایاں ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



معانی بھی آسان ہیں۔"

میرا دین جو کہ توحید ہے، وہ میرے مطلوب کے حصول پر بند ہے، وہ تمہارے لیے حصول تک تجاوز نہیں کر سکتا۔

ایک قول ہے، مطلب یہ ہے کہ تمہارے لیے تمہارا بدلہ ہے اور میرے لیے میرا بدلہ ہے، کیونکہ دین جزاء ہے۔

ایک قول ہے کہ یہ آیت، آیت سیف کی وجہ سے منسوخ ہے، ایک قول ہے کہ منسوخ نہیں ہے کیونکہ یہ خبر دینا ہے اور خبروں میں نسخ نہیں ہوتا۔

جمہور نے وَلِيْ میں یاء کو ساکن پڑھا ہے۔ جبکہ نافع، ہشام، حفص اور بزی نے اس پر زبر پڑھی ہے۔

جمہور نے دِيْنِيْ میں یاء کو وقف اور وصل کے ساتھ محذوف کر کے پڑھا ہے، جبکہ نصر بن عاصم، سلام اور یعقوب نے وصل اور وقف کے ساتھ پڑھا ہے، وہ کہتے ہیں: چونکہ یہ ایک اسم ہے لہٰذا: محذوف نہیں ہوگا، اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ اس کا حذف فواصل کی رعایت سے ہے، گویہ ایک اسم ہے۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دی کہ وہ آپ کو مال دیں گے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں سب سے غنی آدمی ہو جائیں گے۔ جس عورت کے ساتھ آپ چاہیں، آپ کی شادی کرا دیں گے۔ انہوں نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ آپ کے لیے ہے، اور آپ ہمارے معبودوں کو گالی سے رکیں، ان کا برائی کے ساتھ ذکر نہ کریں۔ اگر آپ یہ نہیں کرتے تو ہم آپ کو ایک اور پیش کش دیتے ہیں، آپ کا اس میں فائدہ ہے، فرمایا: وہ کیا ہے؟ کہنے لگے: آپ ہمارے معبودوں کی ایک سال عبادت کریں گے اور ہم آپ کے معبود کی ایک سال عبادت کریں گے۔ فرمایا: حتیٰ کہ میں دیکھ لوں کہ میرے رب کی طرف سے کیا پیغام آتا ہے؟ تو اللہ کی طرف سے وحی آ گئی: قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۙ﴿۱﴾ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۙ﴿۲﴾ آخر سورت تک۔ اور اللہ نے نازل فرمایا: قُلْ اَفَغَيْرَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اللہِ تَأْمُرُوْنِّیْٓ اَعْبُدُ اَیُّھَا الْجٰھِلُوْنَ سے بَلِ اللّٰہَ فَاعْبُدْ وَ کُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ تک۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن الانباری نے المصاحف میں حضرت سعید بن میناء مولی ابوالبختری سے نقل کیا ہے، فرمایا: ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، اسود بن مطلب اور امیہ بن خلف رسول اللہ ﷺ سے ملے، کہنے لگے: اے محمد (ﷺ)! آؤ ہم عبادت کریں جس کی تم عبادت کرتے ہو اور تم عبادت کرو جس کی ہم عبادت کرتے ہیں، ہم اور آپ اپنے ایک معاملے پر مشترک ہو جائیں۔

اگر جس پر ہم ہیں، وہ زیادہ صحیح ہو، اس سے جس پر آپ ﷺ ہیں، تو آپ نے اس سے اپنا حصہ پکڑ لیا۔ اور اگر جس پر آپ ہیں، وہ زیادہ صحیح ہے اس سے جس پر ہم ہیں، تو ہم نے اس سے اپنا حصہ لے لیا، تو اللہ تعالیٰ نے قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ آخر تک سورت نازل فرمائی۔

عبد بن حمید، ابن المنذر، اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ قریش نے کہا: اگر آپ ہمارے معبودوں کو چھوئیں تو ہم ضرور آپ کے معبود کی عبادت کریں گے، تو اللہ نے قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ پوری سورت نازل فرمادی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورت النصر

اس کا نام سورت التودیع بھی ہے، اس کی تین آیات ہیں اور یہ سورت بلا اختلاف مدنی ہے۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ مدینہ میں نازل ہوئی۔

ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، بزار، ابو یعلی، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ فرمایا: یہ سورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایام تشریق کے درمیان میں منیٰ کے مقام پر نازل ہوئی، جب آپ حجۃ الوداع میں تھے: اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ حتیٰ کہ اس کو مکمل کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ الوداع ہے۔

احمد، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: جب اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے میری موت کی اطلاع دی گئی ہے۔

ابن مردویہ نے ان سے نقل کیا ہے، فرمایا: جب اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ نازل ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے میری موت کی اطلاع دی گئی ہے اور میرا وقت موت میرے قریب بتایا گیا ہے۔

نسائی، عبداللہ بن احمد نے "زوائد الزہد" میں، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ نے ان سے ہی نقل کیا ہے، فرمایا: جب اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ نازل ہوئی، اس کے نزول پر اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی موت کی اطلاع دی گئی، تو پہلے سے بہت ہی زیادہ بڑھ کر آخرت کے معاملے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم محنت فرمانے لگے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، فرماتی ہیں: جب اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ نازل ہوئی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بھی مبعوث کیا گیا، اسے اس کی امت میں نصف عمر دی گئی جو عمر اس سے قبل گزرنے والے نبی کو دی گئی تھی۔ حضرت عیسیٰ بن مریم بنی اسرائیل میں چالیس برس تک رہے، میرے لیے یہ بیس برس ہو گئے، میں اس سال وفات پانے والا ہوں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں، تو نبی ﷺ نے فرمایا: تو میرے اہل خانہ میں مجھ سے ملنے میں سب سے اول ہوگی، تو وہ مسکرانے لگیں۔

بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: جب اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ نازل ہوئی، رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا، فرمایا: مجھے میری موت کی اطلاع دی گئی ہے، تو وہ رونے لگیں، پھر وہ ہنسنے لگیں اور فرمایا: مجھے آپ نے خبر دی تھی کہ آپ کو آپ کی موت کی اطلاع دی گئی ہے، اس پر میں رونے لگی، تو فرمایا: صبر کرو، تو میرے اہل خانہ میں سے، سب سے پہلے مجھے ملنے والی ہوگی، تو میں ہنسنے لگی۔

سورۃ زلزلہ کی تفسیر میں گزر چکا ہے کہ یہ سورت چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ① وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ② فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ③

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے۔ اور تو لوگوں کو دیکھے کہ وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔ تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور اس سے بخشش مانگ، یقیناً وہ ہمیشہ سے بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

نَصْرُ: مدد ہے، یہ ان کے قول: قَدْ نصر الغيث الأرض سے ماخوذ ہے، جب بارش زمین کی پیداوار پر مدد کرے اور اس کو قحط سے بچائے اسی سے شاعر کا قول ہے:

اذا انصرف الشهر الحرام فودّعی
بلاد تميم وانصری ارض عامر

''جب حرمت والا مہینہ گزر جائے، تو تو چھوڑ دے تمیم کے علاقوں کو، اور عامر کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



زمین کی مدد کر۔"

نَصَرہٗ علی عدوہ ینصرہ نصرًا کہا جاتا ہے، جب اس کی اعانت کرے، اسم نصرت ہے۔ استنصرہ علی عدوّہ، جب کوئی اپنے دشمن کے خلاف مدد کا سوال کرے۔

واحدی کہتے ہیں: مفسرین نے کہا ہے: اِذَا جَآءَ جب آپ کے پاس آئے۔ نَصْرُ اللّٰهِ اس کے خلاف جو آپ سے دشمنی رکھے، وہ قریش ہیں۔ وَالْفَتْحُ فتح مکہ۔ ایک قول ہے کہ آپ ﷺ کی قریش کے خلاف بلاتعین مدد مراد ہے۔ ایک قول ہے کہ آپ کی قتال کرنے والے کفار کے خلاف مدد۔ ایک قول ہے کہ وہ تمام علاقوں کی فتح ہے۔ ایک قول ہے کہ جو اللہ نے آپ پر علوم کھولے تھے۔ نصر اور فتح کے حصول کو مجیٔ (آنے) کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے، اطلاع دینے کے لیے کہ یہ دونوں آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہیں۔

ایک قول ہے کہ اِذَا بمعنی قَد ہے، ایک قول بمعنی اِذ ہے۔ رازی کہتے ہیں: نصر اور فتح کے درمیان فرق ہے، فتح اس مطلوب کی تحصیل کا کھلنا ہے جو بند تھی۔ اور نصر فتح کے سبب کی طرح ہے۔ اس لیے نصر کے ذکر سے شروع کیا اور اس پر فتح کا عطف ڈالا۔ یا کہا جائے گا کہ نصر دین کا کمال ہے۔ فتح دنیا کا آنا ہے جو تمام نعمت ہے۔ یا کہا جائے گا کہ نصر ظفر ہے اور فتح جنت ہے، یہ ان کے کلام کا مفہوم ہے۔

کہا جاتا ہے کہ معاملہ اس سے زیادہ واضح اور ظاہر ہے۔ نصر وہ تائید ہے جس سے دشمن پر قہر، غلبہ اور ان پر چڑھائی طلب کی جاتی ہے، فتح سے مراد دشمنوں کے گھروں پر فتح ہے اور ان کے گھروں/علاقوں میں داخل ہونا ہے۔

وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝۲ : یعنی آپ عرب وغیرہ لوگوں کو دیکھیں کہ وہ اللہ کے دین میں، جو دین دے کر اللہ نے آپ ﷺ کو بھیجا ہے، جماعتیں فوج در فوج داخل ہوں۔

حسن کہتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کر لیا، عرب کہنے لگے: جب حضرت محمد (ﷺ) اہل حرم پر کامیاب ہو گئے، جبکہ اللہ نے انہیں اصحاب فیل سے بھی بچایا تھا، تو تم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ان کا مقابلہ نہ کرسکو گے۔ وہ لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوں گے۔ یعنی بہت جماعتیں، پہلے وہ ایک ایک کر کے داخل ہوتے تھے اور دو دو بھی۔ اب پورا پورا قبیلہ اسلام میں داخل ہونے لگا۔

عکرمہ اور مقاتل کہتے ہیں: لوگوں سے مراد اہل یمن ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ یمن سے ستر مومن بندے آئے۔

أَفْوَاجًا پر نصب يَدْخُلُونَ کے فاعل سے حال کے طور پر ہے۔ اور يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللهِ محل نصب میں ہے، حال کے طور پر۔ اگر رؤیت بصری مراد ہو اور اگر بمعنی علم ہو تو یہ محل نصب میں ہے کہ یہ دوسرا مفعول ہے۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ: یہ جواب شرط ہے اور یہی اس میں عامل ہے، مقدر عبارت ہے: فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ. اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللهِ۔

مکی کہتے ہیں: إِذَا میں عامل جَاءَ ہے۔ اس کو ابوحیان نے ترجیح دی ہے، پہلے کو انہوں نے ضعیف کہا ہے، اس لیے کہ جو فاء جواب کے بعد آئے، وہ اپنے ماقبل میں عمل نہیں کرتا۔

بِحَمْدِ رَبِّكَ حال کے طور پر محل نصب میں ہے، یعنی سبحان اللہ کہیں اس کی حمد کے ساتھ ملا کر یا اس کی حمد کہنے والے ہو کر۔

اس میں اللہ کی تسبیح، جو اسے خوش کرنے والی چیز جو اللہ نے عطاء کی ہے کہ اطلاع دینے والی ہے۔ کو حمد کے ساتھ جمع کرنا ہے۔ تسبیح میں بندے کے دل پر کوئی پریشانی نہیں گزرتی اور نہ وہ کسی کی بھی لوگوں میں سے پروا کرتا ہے۔ اور حمد اللہ کی خوبصورت کاریگری اور اس پر عظیم احسان پر ہے، جو اس نے یہ نعمت فتح ونصرت کی عطا کی ہے کہ ام القریٰ (مکہ) فتح ہو گیا ہے، جس کے رہنے والے آپ ﷺ کی دشمنی میں، عداوت کے اونچے درجے تک پہنچے تھے، حتیٰ کہ انہوں نے آپ کو وہاں سے نکال دیا، آپ ﷺ پر اس سے پہلے مختلف جھوٹی باتوں اور اباطیل کے انہوں نے الزام گھڑے تھے۔ اس طرح کی معروف بات مجنوں، ساحر، شاعر، کاہن وغیرہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پھر اللہ پاک نے اس کے ساتھ اپنے نبی ﷺ کے لیے استغفار کا حکم ملایا، یعنی آپ اپنے ذنب کے لیے اپنے نفس کی عاجزی کے لیے طلب مغفرت کریں، اپنے عمل کے قصور پر، آپ سے جو اولیٰ چیزیں ترک ہو گئیں، ان کے استدراک اور طلب کے لیے۔

آپ ﷺ اللہ کے حق کے قیام میں اپنا قصور دیکھتے تھے، زیادہ استغفار اور عاجزی کرتے تھے۔ گو کہ اللہ نے آپ کے متقدم اور متاخر ذنب کو بخش رکھا تھا۔

ایک قول ہے کہ آپ ﷺ اور دیگر انبیاء کی طرف سے استغفار ایک عبادت/تعبد ہے، جس کے ساتھ وہ اللہ کی عبادت کرتے تھے، ان سے کوئی ذنب/قصور سرزد نہیں ہوا جس سے مغفرت طلب کرتے ہوں۔

ایک قول ہے کہ اللہ پاک نے آپ ﷺ کو استغفار کا حکم صرف آپ کی امت کے لیے تنبیہ کے طور پر دیا ہے اور اُن کو اشارہ کرنے کے لیے کہ استغفار کا حکم گویا وہی دیئے گئے ہیں۔

ایک قول ہے کہ اللہ پاک نے آپ کو استغفار کا حکم آپ کی امت کے لیے دیا ہے نہ کہ کسی ذنب/قصور پر۔

ایک قول ہے کہ یہاں تسبیح سے مراد نماز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اسے تنزیہ پر محمول کیا جائے، ساتھ وہ بھی ہے جو ہم نے اشارہ کیا ہے کہ نعمت پر خوشی، تعجب سرور اور اللہ نے جو آپ کے لیے دین آسان کیا ہے اس پر فرحت، آپ کے دشمنوں کی ناکامی، ان پر ذلت کا نزول اور ان کے لیے قہر کا حصول۔

حسن کہتے ہیں: اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو بتا دیا کہ آپ کی موت کا وقت قریب آ گیا ہے، تو آپ کو تسبیح کا حکم دیا اور توبہ کا، تا کہ آخری عمر میں، آپ ﷺ کا خاتمہ زیادہ عمل صالح پر ہو، آپ اکثر پڑھا کرتے تھے: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اغْفِرْلِيْ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ۔

قتادہ اور مقاتل کہتے ہیں: اس سورت کے نزول کے بعد آپ ﷺ دو برس تک زندہ رہے۔

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝: کا جملہ، آپ ﷺ کے لیے حکم استغفار کی علت بتا رہا ہے، یعنی بخشش مانگنے والوں پر رجوع اس کی شان ہے، وہ ان کی توبہ قبول کرتا ہے، ان کی توبہ قبول کر کے ان پر رحم فرماتا ہے۔ تَوَّابٌ مبالغہ کے صیغوں میں سے ہے۔ اس میں دلالت ہے کہ اللہ پاک تائبین کی توبہ قبول کرنے میں مبالغہ فرمانے والا ہے۔

رازی نے اپنی تفسیر میں صحابہ کا اتفاق بیان کیا ہے کہ یہ سورت رسول اللہ ﷺ کے لیے موت کی اطلاع پر دلالت کرتی ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے اللہ کے فرمان: اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ کے متعلق سوال کیا، لوگوں نے کہا: شہروں اور محلات کی فتح ہے، فرمایا: اے ابن عباس! تم کیا کہتے ہو؟ فرمایا: میں کہتا ہوں: یہ ایک مثال ہے جو حضرت محمد ﷺ کے لیے آپ کی موت کی اطلاع بیان کرتی ہے۔

بخاری وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے بدر والے بزرگوں کے ساتھ بٹھاتے تھے، بعض نے اپنے دل میں یہ بات محسوس کی، کہا: آپ اسے ہمارے ساتھ کیوں بٹھاتے ہیں، ہمارے بھی اس طرح کے بچے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس وجہ سے جو تم جانتے ہو۔

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بلایا، مجھے بھی ان کے ساتھ بلا لیا، میرا خیال یہ ہے کہ آپ نے مجھے ان کے درمیان انہیں دکھانے کے لیے ہی بلایا تھا، فرمایا: تم اللہ عزوجل کے فرمان: اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ کے متعلق کیا کہتے ہو؟ بعض نے کہا: اللہ نے ہمیں حکم فرمایا ہے کہ جب وہ ہماری مدد کرے اور ہمیں فتح عطا کرے، ہم اللہ کی حمد کریں اور اس سے استغفار کریں، بعض خاموش رہے، انہوں نے کچھ بھی نہ کہا۔ پھر مجھ سے فرمایا: اے ابن عباس! کیا تو بھی یہی کہتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا: یہ رسول اللہ ﷺ کا وقت موت ہے، جو اللہ آپ کے علم میں لائے ہیں۔

فرمایا: اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ تو یہ آپ کی موت کے وقت کی علامت ہے۔ فَسَبِّحْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بھی اس بارے میں وہی جانتا ہوں جو تم جانتے ہو۔

ابن نجار نے حضرت سہل بن سعد سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ سورت اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی، اس میں آپ کی ذات کے لیے موت کی اطلاع دی گئی۔

ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر سبحان اللّٰہ وبحمدہ واستغفرہ واتوب الیه پڑھا کرتے تھے، میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ آپ اکثر سبحان اللّٰہ وبحمدہ واستغفرہ واتوب الیه پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: مجھے میرے رب نے خبر دی ہے کہ میں جلد اپنی امت میں ایک علامت دیکھوں گا، جب میں وہ دیکھوں گا تو میں بکثرت سبحان اللّٰہ وبحمدہ واستغفرہ واتوب الیه پڑھوں گا۔ پس تحقیق میں نے وہ نشانی دیکھ لی ہے، اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ. فتح مکہ ہے۔ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ﴿۲﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾۔

بخاری، مسلم، ابوداود، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع اور سجود میں اکثر سبحانك اللهم ربنا وبحمدك اللهم اغفرلی پڑھا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پر عمل فرماتے تھے، یعنی اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ۔

اس موضوع پر بہت احادیث ہیں۔

ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: جب اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ نازل ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل یمن آئے ہیں، وہ دلوں کے اعتبار سے زیادہ نرم ہیں، ایمان یمن کا ہے، فقہ یمن کی ہے اور حکمت یمن کی ہے۔

طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: ایک دفعہ رسول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اللہ ﷺ مدینہ میں تھے کہ اچانک فرمایا: اللہ اکبر، اللہ کی مدد اور فتح آ گئی، اہل یمن آ گئے، ایسے لوگ جو دلوں کے نرم ہیں، فرمانبرداری میں جھکاؤ رکھتے ہیں، ایمان یمن کا ہے، فقہ یمن کی ہے اور حکمت یمن کی ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک لوگ اللہ کے دین میں افواج بن کر داخل ہوں گے اور جلد ہی اس سے افواج بن کر نکلیں گے۔

حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور اسے صحیح بھی کہا ہے، فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا کی تلاوت کی، فرمایا: وہ ضرور ضرور اس سے افواج بن کر نکلیں گے، جیسے وہ اس میں افواج بن کر داخل ہوئے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورۃ المسد

اس کی پانچ آیات ہیں، یہ بلا اختلاف مکی ہے، ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس، ابن زبیر اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں: تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَهَبٍ مکہ میں نازل ہوئی۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ① مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡهُ مَالُهٗ وَ مَا کَسَبَ ② سَیَصۡلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ③ وَّ امۡرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الۡحَطَبِ ④ فِیۡ جِیۡدِهَا حَبۡلٌ مِّنۡ مَّسَدٍ ⑤

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے اور وہ (خود) ہلاک ہو گیا۔ نہ اس کے کام اس کا مال آیا اور نہ جو کچھ اس نے کمایا۔ عنقریب وہ شعلے والی آگ میں داخل ہوگا۔ اور اس کی بیوی (بھی آگ میں داخل ہوگی) جو ایندھن اٹھانے والی ہے۔ اس کی گردن میں مضبوط بٹی ہوئی رسی ہوگی۔

تَبَّتۡ: کا مطلب ہے ہلاک ہوئے۔ مقاتل کہتے ہیں: خسارہ پایا۔ ایک قول ہے: گھاٹا پایا۔ عطاء نے کہا: گمراہ ہوئے۔ ایک قول ہے کہ ہر خیر سے خالی ہوئے۔ دونوں ہاتھوں کو بربادی کے ساتھ خاص کیا گیا ہے کیونکہ اکثر کام ان دونوں کے ذریعے ہوتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ ہاتھوں سے مراد اس کی ذات ہے۔ ہاتھ سے ذات کی تعبیر کی جاتی ہے، جیسے ارشاد ہے: بِمَا قَدَّمَتۡ یَدٰکَ یعنی تیری ذات نے جو آگے بھیجا ہے۔ اہل عرب اکثر بعض چیز کے ساتھ کل کی تعبیر کرتے ہیں، جیسے کہتے ہیں: أصابته يد الدهر اور أصابته يد المنايا جیسے شاعر کے قول میں ہے:

لمّا اکبت یدا الرزایا
علیه نادی الا مجیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



"جب اس پر ذلیلوں/ ذلتوں کے ہاتھ جھک گئے اس نے پکارا، اے پناہ دینے والے۔"

ابولہب کا نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہے۔ وَّ تَبَّ وہ ہلاک ہوگیا۔ فراء کہتے ہیں: پہلی اس پر بددعا ہے اور دوسری خبر ہے، جیسے تم کہتے ہو: أهلكه الله وقد هلك۔ مطلب ہے کہ جو آپ نے اس پر بددعا کی تھی وہ واقع ہوگئی ہے، اس کی تائید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت وَقَدْ تَبَّ بھی کرتی ہے۔

ایک قول ہے کہ دونوں ہی خبریں ہیں، پہلی سے مراد اس کے کام کی تباہی ہے اور دوسری سے مراد اس کی ذات کی تباہی ہے۔

ایک قول ہے کہ دونوں اس پر بددعا ہیں، اس میں عام کے خاص کے بعد آنے کا شبہ ہوگا، اگرچہ دونوں ہاتھوں کی حقیقت مراد نہیں ہے۔

اللہ پاک نے اس کا ذکر اس کی کنیت کے ساتھ کیا ہے، کیونکہ وہ اس کے ساتھ مشہور تھا، اس کا نام چونکہ عبدالعزیٰ تھا جیسا کہ گزر چکا ہے۔ عزیٰ ایک بت کا نام ہے۔ اس لیے بھی کہ اس کا یہ نام آگ کے ساتھ ملنے والا ہے کیونکہ لہب آگ کا شعلہ ہے گو کہ اس کا اطلاق اس پر اصل سے ہے کیونکہ وہ خوبصورت تھا اس کا چہرہ زیادہ حسن کی وجہ سے شعلے مارتا تھا جیسے آگ شعلے مارتی ہے۔

جمہور نے لَهَبٍ میں لام اور باء پر زبر پڑھی ہے۔ جبکہ مجاہد، حمید، ابن کثیر اور ابن محیصن نے ھاء کو ساکن پڑھا ہے۔

ذَاتَ لَهَبٍ میں ھاء کے فتح پر سب کا اتفاق ہے۔ صاحب کشاف نے بیان کیا ہے کہ اسے تَبَّتْ يَدَا أبو لهب بھی پڑھا گیا ہے، اور اس کی وجہ بھی ذکر کی ہے۔

مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ﴿٢﴾: یعنی اس سے مال نے، جو جمع کیا تھا دور نہ کیا جو ہلاکت اس پر اتری اور جو اس پر اللہ کا عذاب نازل ہوا، نہ اس کی کمائی نے، جو منافع اور جاہ اسے حاصل تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یا اس کے مال سے مراد وہ ہے جس کا وہ اپنے باپ سے وارث بنا، اور وَمَا كَسَبَ سے مراد وہ ہے جو اس نے خود کمایا۔

مجاہد کہتے ہیں: وَمَا كَسَبَ سے مراد اس کی اولاد ہے، کیونکہ اولاد آدمی کی کمائی میں سے ہے۔

مَآ اَغْنٰى میں جائز ہے کہ مَا استفہامیہ ہو، یعنی کس چیز نے اس سے کفایت کی؟

وَمَا كَسَبَ میں بھی جائز ہے کہ مَا استفہامیہ ہو یعنی اور کون سی چیز اس نے کمائی ہے؟

جائز ہے کہ یہ مصدریہ ہو، یعنی اور اس کی کمائی۔

بظاہر پہلا مَا نافیہ اور دوسرا موصولہ ہے۔

پھر اللہ پاک نے اسے جہنم کا وعدہ دیا، تو فرمایا: سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ جمہور نے سَيَصْلٰى میں یاء پر زبر، صاد ساکن اور لام پر تخفیف پڑھی ہے، یعنی عنقریب وہ خود ملے گا۔ جبکہ ابورجاء، ابوحیوۃ، ابن مقسم، اشہب عقیلی، ابوالسماک، اعمش اور محمد بن سمیفع نے یاء پر پیش، صاد پر زبر اور لام پر شد پڑھی ہے، یہ قراءت ابن کثیر سے بھی مروی ہے، مطلب ہے کہ عنقریب اللہ اسے ملائے گا۔

ذَاتَ لَهَبٍ کا مطلب شعلے مارنے والی اور بھڑکنے والی ہے اور وہ جہنم کی آگ ہے۔

وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝: یہ سَيَصْلٰى میں ضمیر پر معطوف ہے، یہ فصل کی وجہ سے جائز ہے، یعنی وتصلی امرأته نارا ذات لهب، وہ ام جمیل بنت حرب، ابوسفیان کی بہن تھی، وہ کانٹے اور خاردار جھاڑیاں اٹھا کر لاتی، رات کو نبی ﷺ کے راستے میں پھینک دیتی تھی۔ اسی طرح ابن زید، ضحاک، ربیع بن انس اور مرۃ ہمدانی نے کہا ہے۔ جبکہ مجاہد، قتادہ اور سدی کہتے ہیں: وہ لوگوں کے مابین چغلی کے ساتھ چلتی تھی۔

عرب کہتے ہیں: فلان يحطب على فلان، جب وہ اس کی چغلی کرے اسی سے شاعر کا قول ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ان بنی الادرم حمالوا الحطب
هُمُ الوشاة فی الرضا والغضب
علیهم اللعنة تتری والحرب

''بے شک بنوالادرم بہت چغلیاں کرنے والے ہیں، وہ بات پھیلاتے ہیں رضا اور غضب میں، ان پر مسلسل لعنت اور جنگ ہو۔''

دیگر نے کہا ہے:

من البیض لم تصطد علی ظهر لأمة
ولم تمش بین الناس بالحطب الرطب

''تلوار ملامت کی پشت پر تو خود سے شکار نہ کیا گیا، اور نہ تو لوگوں کے مابین تازہ چغلی کے ساتھ چلتا ہے۔''

اس شعر میں حطب کو رطب کر دیا، کیونکہ اس میں دھوئں دینا ہے یا ملاوٹ کرنا ہے جو شر کو بڑھاتا ہے اور چغلی کرنے میں موافقت پر دلالت کرتا ہے۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں: حمالة الحطب کا مطلب ہے کہ وہ بدیاں اور گناہ اٹھاتی ہے۔ عرب کہتے ہیں: فلان یحتطب علی ظهره، اور جیسے اللہ نے فرمایا: وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ایک قول ہے کہ مطلب جہنم میں ایندھن اٹھانے والی ہے۔

جمہور نے حَمَّالَةَ کو خبر کے طور پر مرفوع پڑھا ہے کہ یہ جملہ اس خبر کو لا رہا ہے کہ ابولہب کی بیوی ایندھن اٹھانے والی ہے۔

اور جو ہم پیچھے بتا آئے ہیں کہ وَّ امْرَاَتُهٗ کا عطف یصلی میں موجود ضمیر پر ہے تو حمالةُ کا رفع امرأته کی صفت کی وجہ سے ہوگا۔ اضافت حقیقی ہے کیونکہ یہ بمعنی مضی ہے یا اس طرح کہ یہ ایک مبتداء محذووف کی خبر ہے، یعنی هی حمالة۔

عاصم نے حَمَّالَةَ پر نصب ذم کے طور پر پڑھا ہے یا اس لیے کہ یہ امْرَاَتُهٗ سے حال ہے۔ ابوقلابہ نے حاملة الحطب پڑھا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝: یہ جملہ امْرَاَتُهٗ سے حال کے طور پر محل نصب میں ہے۔ جید گردن کو کہتے ہیں۔ مَّسَدٍ وہ مونج ہے، جس سے رسیاں بٹی جاتی ہیں، اسی سے نابغہ کا قول ہے:

مقذوفة بدخيس النحص بازلها
له صريف صريف القعو بالمسد

''تہمت لگایا گیا ہے، دبلی پتلی کے رنگ/معاملے کے ساتھ، تجربہ کار مرد۔ اُس کی چڑچڑاہٹ ہے، جیسے مونج کے ساتھ، چرخی کے دھرے کی چڑچڑاہٹ ہوتی ہے۔''

دیگر کا قول ہے:

يا مسد الخوص تعوّذ منى
ان تك لدنا لينا فانى

''اے کھجور کے پتوں کی رسی، مجھ سے پناہ پکڑ، اگر تو نرم و ملائم ہے تو بے شک میں۔''

ابو عبیدہ کہتے ہیں: مسد وہ رسی ہے جو اون کی ہو۔ حسن کہتے ہیں: وہ ایسے درخت کی رسیاں ہیں جو یمن میں اگتا ہے اس کا نام مَّسَدٍ ہے، کبھی رسیاں اونٹوں کے چمڑوں اور ان کے بالوں سے بھی ہوتی ہیں۔ ضحاک وغیرہ کہتے ہیں: یہ دنیا میں ہے، وہ نبی ﷺ کو فقر پر عار دلاتی تھی، وہ ایک رسی میں ایندھن اٹھاتی جسے وہ اپنی گردن پر رکھتی تھی، اللہ نے اس کے ساتھ اس کا گلا گھونٹ دیا، پس اسے ہلاک کر دیا، وہ آخرت میں آگ کی رسی ہوگی۔

مجاہد اور عروۃ بن زبیر کہتے ہیں: وہ آگ کی ایک زنجیر ہوگی جو اس کے منہ میں داخل ہوگی اور اس کے نیچے سے نکلے گی۔ قتادہ کہتے ہیں: وہ اس کا کوڑیوں کا ہار ہے۔ حسن کہتے ہیں: اس کے گلے میں ہار ہوتا تھا۔ سعید بن مسیب کہتے ہیں: اس کا ایک قیمتی ہار جواہرات سے تھا، وہ کہنے لگی: لات اور عزیٰ کی قسم! میں اسے ضرور محمد (ﷺ) کی عداوت میں خرچ کر دوں گی، یہ اس کے جسم میں روز قیامت عذاب ہوگا۔

مَّسَدٍ بٹنا ہے، کہا جاتا ہے: مسد حبله يمسده مسدا جب رسی کو کوئی اچھی طرح بٹے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



بخاری، مسلم وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: جب وَ اَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ نازل ہوئی، نبی ﷺ نکلے، حتیٰ کہ صفا پہاڑی پر چڑھے، آواز دی: اے صبح! سب لوگ آپ کی طرف اکٹھے ہوئے، فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے، اگر میں تمہیں خبر دوں کہ ایک لشکر اس پہاڑ کے پہلو میں ہے، کیا تم مجھے سچا جانو گے؟ انہوں نے کہا: ہم نے آپ پر کبھی جھوٹ آزمایا ہی نہیں۔ فرمایا: تو میں تمہیں سخت عذاب سے پہلے ڈرانے والا ہوں۔ ابولہب نے کہا: تیرے لیے بربادی ہو، کیا تو نے ہمیں اس بات کے لیے اکٹھا کیا ہے؟ پھر اٹھ گیا تو یہ سورت تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَهَبٍ وَّ تَبَّ نازل ہوئی۔

عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَهَبٍ وَّ تَبَّ کے متعلق نقل کیا ہے فرمایا: خسارے میں گئے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، فرماتی ہیں: سب سے پاکیزہ جو آدمی کھاتا ہے وہ اپنی کمائی سے ہے اور اس کا بیٹا بھی اس کی کمائی سے ہے، پھر آیت پڑھی: مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡهُ مَالُهٗ وَمَا کَسَبَ فرماتی ہیں: جو اس کی اولاد نے کمایا۔

عبدالرزاق، حاکم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: وَمَا کَسَبَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اس کی اولاد اس کے کسب سے ہے۔

ابن جریر، بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: وَّ امۡرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَۃَ الۡحَطَبِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ کانٹے اٹھاتی تھی، انہیں نبی ﷺ کے راستے میں پھینکتی تھی تاکہ آپ اور آپ کے اصحاب زخمی ہو جائیں۔

کہا جاتا ہے کہ حَمَّالَۃَ الۡحَطَبِ باتیں منتقل کرنے والی۔ حَبۡلٌ مِّنۡ مَّسَدٍ فرمایا: وہ مکہ میں رسیاں تھیں، ایک قول ہے کہ مَّسَدٍ وہ عصا ہے جو چرخی میں ہوتا ہے اور ایک قول ہے کہ مِّنۡ مَّسَدٍ کوڑیوں کا ہار ہے۔

ابن ابی حاتم او ابوزرعہ نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، فرماتی ہیں: جب تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَهَبٍ وَّ تَبَّ نازل ہوئی تو ام جمیل بنت حرب کانی آئی، اس کو بہت غم تھا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس کے ہاتھ میں ایک بڑا پتھر تھا اور وہ کہہ رہی تھی:

مذمما ابينا ودينه قلينا وأمره عصينا

"مذمم کا ہم نے انکار کیا ہے، اس کے دین کو ہم نے ناپسند کیا ہے۔ اور اس کے حکم کی ہم نے نافرمانی کی ہے۔"

جبکہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے، آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! وہ آ گئی ہے، مجھے ڈر ہے کہ وہ آپ کو دیکھ لے گی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ ہرگز مجھے نہیں دیکھے گی، آپ ﷺ نے قرآن پڑھا، اس کے ساتھ بچاؤ اختیار کیا، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا۔

وہ آئی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑی ہو گئی، اس نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا تھا۔ کہنے لگی: اے ابوبکر! مجھے خبر دی گئی ہے کہ تیرے ساتھی نے میری ہجو/ مذمت کی ہے۔ کہا: نہیں، بیت اللہ کے رب کی قسم! انہوں نے تیری ہجو/ مذمت نہیں کی۔ وہ منہ پھیر کر چلی گئی اور کہہ رہی تھی: قریش کو معلوم ہے کہ میں ان کے سردار کی بیٹی ہوں۔

بزار نے اسی معنیٰ کی روایت نقل کی ہے اور کہا ہے: ہم نہیں جانتے کہ اس سے احسن سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی گئی ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورۃ الاخلاص

اس کی چار آیات ہیں۔ یہ سورت حضرت ابن مسعود، حسن، عطاء، عکرمہ اور جابر کے قول کے مطابق مکی ہے۔ جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے دو میں سے ایک قول کے مطابق اور قتادہ، ضحاک اور سُدی کے مطابق یہ مدنی ہے۔

احمد، بخاری نے اپنی تاریخ میں، ترمذی، ابن جریر، ابن خزیمہ، ابن ابی عاصم نے السنہ میں، بغوی نے اپنی معجم میں، ابن المنذر، ابوالشیخ نے العظمۃ میں، حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابیّ بن کعب سے نقل کیا ہے: مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہمارے لیے اپنے رب کا نسب بیان کریں؟ تو اللہ نے: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝۳ نازل فرمائی، جو بھی چیز پیدا ہوتی ہے وہ ضرور مرتی ہے اور جو بھی مرتی ہے اس کی وراثت ضرور ہوتی ہے، بے شک اللہ کو موت نہیں آئے گی، نہ اس کا کوئی وارث بنے گا۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ فرمایا: اس کے مشابہ اور برابر کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی اس کی مثل کوئی چیز ہے۔

ترمذی نے اسے دوسری سند کے ساتھ ابو العالیہ سے مرسل نقل کیا ہے، انہوں نے ابیؓ کا ذکر نہیں کیا، پھر فرمایا: اور یہ زیادہ صحیح ہے۔

ابویعلی، ابن جریر، ابن المنذر، طبرانی نے المعجم الاوسط میں، ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں اور بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: ایک دیہاتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، کہا: ہمارے لیے اپنے رب کا نسب بیان کریں، تو اللہ نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ آخر تک سورت نازل فرمائی، اس کی سند کو سیوطی نے حسن کہا ہے۔

طبرانی نے اور ابوالشیخ نے العظمۃ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قریش نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: ہمارے لیے اپنے رب کا نسب بیان کریں، تو یہ سورت قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ نازل ہوئی۔

ابن ابی حاتم، ابن عدی اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے: یہودی نبی ﷺ کے پاس آئے، ان میں کعب بن اشرف اور حیی بن اخطب بھی تھے، وہ کہنے لگے: اے محمد (ﷺ)! ہمارے لیے اپنے رب کی صفت بیان کریں، جس نے آپ کو مبعوث کیا ہے، تو اللہ نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ کہ اس سے اولاد نکلے۔ وَلَمْ يُوْلَدْ کہ اس سے کوئی چیز نکلے، [1] نازل فرمائی۔

ابوعبید نے اپنے فضائل میں، احمد، نسائی نے عمل الیوم واللیلہ میں، ابن منیع، محمد بن نصر، ابن مردویہ اور ضیاء نے المختارۃ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو پڑھا، اس نے گویا تہائی قرآن پڑھا۔

ابن الضریس، بزار اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس سے، نبی ﷺ سے نقل کیا ہے: جس نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ دو سو مرتبہ پڑھی، اس کے دو سو سال کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ بزار کہتے ہیں: ہم نہیں جانتے کہ اسے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حسن بن ابی جعفر اور اغلب بن تمیم کے علاوہ کسی نے نقل کیا ہو اور وہ دونوں سوءِ حفظ میں باہم قریب ہیں۔

امام احمد، ترمذی، ابن الضریس اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، کہا: میں اس سورت قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ سے محبت رکھتا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیری اس کے ساتھ خاص محبت، تجھے جنت میں داخل کرے گی۔

ابن الضریس، ابویعلی اور ابن الانباری نے المصاحف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کیا تم میں سے کوئی طاقت نہیں رکھتا کہ وہ ایک رات میں تین مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھے؟ پس بے شک وہ تہائی قرآن کے

[1] اصل میں ہے کہ "وہ کسی سے نکالا جائے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



برابر ہے، اس کی سند ضعیف ہے۔

محمد بن نصر اور ابو یعلیٰ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے، فرمایا: جس نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پچاس مرتبہ پڑھی، اس کے پچاس برس کے گناہ بخشے جائیں گے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔

ترمذی، ابن عدی اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو دو سو مرتبہ پڑھا، اس کے لیے اللہ ایک ہزار اور پانچ سو نیکیاں لکھے گا اور اس کے پچاس سال کے گناہ مٹائے گا، سوائے اس کے کہ اس پر قرض ہو، اس کی سند میں حاتم بن میمون راوی ہے، جسے امام بخاری وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔

ترمذی کے لفظ ہیں: جس نے ایک دن میں دو سو مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو پڑھا، اس کے پچاس برس کے گناہ مٹائے جائیں گے، سوائے اس کے کہ اس پر قرض ہو۔ اس کی سند میں بھی مذکور حاتم بن میمون راوی ہے۔

ترمذی، محمد بن نصر، ابو یعلی، ابن عدی اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رات کو اپنے بستر پر سونے کا ارادہ کرے، وہ اپنی دائیں کروٹ پر سوئے، پھر قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ سو مرتبہ پڑھے۔ جب قیامت کا دن ہوگا، پروردگار اسے فرمائیں گے: اے میرے بندے اپنے دائیں (ہاتھ کی) جانب سے جنت میں داخل ہو جا۔ اس کی سند میں بھی مذکور حاتم بن میمون راوی ہے۔ ترمذی اسے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ ثابت کی حدیث سے غریب ہے، کسی اور سند سے ان سے ہی یہ نقل کی گئی ہے۔

ابن سعد، ابن الضریس، ابو یعلی اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم شام میں تھے، دیگر لفظ ہے: تبوک میں تھے، تو حضرت جبرئیل علیہ السلام اترے، کہا: اے محمد! بے شک معاویہ بن معاویہ المزنی وفات پا گیا ہے، کیا آپ اس کا جنازہ پڑھانا پسند کرتے ہیں؟ فرمایا: ہاں۔ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے زمین پر اپنا پر مارا، تو ان کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لیے ہر چیز پست ہوگئی اور وہ زمین کے ساتھ چمٹ گئی، آپ کے سامنے ان کی چار پائی/نعش بلند کی گئی، تو آپ نے اس پر نماز پڑھائی۔

پھر نبی ﷺ نے فرمایا: کس چیز کی وجہ سے معاویہ کو یہ فضیلت دی گئی ہے، اس پر فرشتوں کی دو صفوں نے جنازہ پڑھا ہے، ہر صف میں چھ ہزار فرشتے تھے؟ کہا: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھنے کی وجہ سے، وہ اسے کھڑے، بیٹھے، لیٹے، آتے، جاتے اور سوتے وقت پڑھا کرتا تھا۔

اس کی سند میں علاء ابو محمد الثقفی راوی پر وضع کی تہمت رکھی گئی ہے۔ ان سے یہ واقعہ اور سند سے اس سے بھی لمبا نقل کیا گیا ہے، اس کی سند میں بھی یہ تہمت والا راوی ہے۔ اس موضوع میں کی احادیث ہیں، جو اس مفہوم کی ہیں اور دیگر مفہوم کی بھی۔

اس سورت کے بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ یہ تہائی قرآن کے برابر ہے، ایسی روایات میں کوئی صحیح ہے اور کوئی حسن ہے، ان میں سے:

مسلم، ترمذی نے اسے صحیح بھی کہا ہے اور دیگر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمع کرو/ یاد کرو، بے شک میں تم پر تہائی قرآن پڑھتا ہوں۔ تو جمع کیا جس نے کیا، پھر نبی ﷺ آئے، تو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھا، پھر آپ چلے گئے۔ ہم میں سے بعض نے بعض سے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: میں تم پر تہائی قرآن پڑھوں گا۔ پھر نبی ﷺ تشریف لائے، فرمایا: میں نے کہا تھا کہ میں تم پر تہائی قرآن پڑھوں گا، خبردار! یہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے۔

احمد، بخاری وغیرہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، بے شک وہ تہائی قرآن کے برابر ہے، یعنی قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔

احمد، بخاری وغیرہ نے حضرت ابو سعید سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی عاجز ہے کہ وہ ایک رات میں تہائی قرآن پڑھے؟ یہ بات ان پر گراں ہوگئی اور کہنے لگے: ہم میں سے کون اس کی طاقت رکھتا ہے؟ فرمایا: اَللّٰهُ ...

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اَلْوَاحِدُ الصَّمَدُ تہائی قرآن ہے۔ مسلم وغیرہ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس طرح نقل کیا ہے۔

اس طرح کا بیان صحیح سندوں کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث اور حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط کی حدیث سے آیا ہے۔

اس طرح کا بیان ان کے علاوہ سے بھی ایسی سندوں کے ساتھ آیا ہے، جن میں سے بعض حسن ہیں اور بعض ضعیف ہیں۔

اس سورت کی فضیلت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بخاری، مسلم وغیرہ کے ہاں حدیث کے علاوہ کچھ مروی نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ایک سریہ (لشکر) میں بھیجا، وہ اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتا تھا، وہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کے ساتھ ختم کرتا تھا، جب وہ واپس آئے، تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، فرمایا: اس سے پوچھو، وہ ایسا کس وجہ سے کرتا ہے؟ انہوں نے پوچھا، تو کہا: کیونکہ یہ صفت رحمٰن ہے اور میں اسے پڑھنا پسند کرتا ہوں، فرمایا: اسے بتادو کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرماتے ہیں۔ یہ کتاب التوحید میں بخاری کے لفظ ہیں۔

بخاری نے ہی کتاب الصلوٰۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے نقل کیا ہے، فرمایا: انصار میں سے ایک شخص تھا، جو مسجد قباء میں لوگوں کی امامت کراتا تھا، وہ ان کو نماز پڑھانے کے لیے جو بھی سورت پڑھتا، تو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ بھی مکمل پڑھتا تھا، پھر دیگر سورت اس کے ساتھ پڑھتا تھا، وہ ایسا ہر رکعت میں کرتا تھا۔ اس کے ساتھیوں نے اس کے ساتھ بات کی، کہنے لگے: تو ایک سورت شروع کرتا ہے، پھر تو نہیں سمجھتا کہ وہ تجھے کفایت کرے گی حتیٰ کہ تو دوسری بھی پڑھتا ہے۔ یا تو تم وہ پڑھ لو۔ یا اسے چھوڑ دو اور دوسری تم پڑھ لو۔

اس نے کہا: میں اسے چھوڑنے والا نہیں ہوں، اگر تم پسند کرو کہ میں تمہاری امامت اسی طرح کراؤں، تو میں کرتا ہوں اور اگر تم ناپسند کرو تو میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں۔

وہ اسے اپنے میں سے افضل سمجھتے تھے، انہوں نے ناپسند کیا کہ اس کے علاوہ کوئی ان کی امامت کرائے۔ جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر بتائی، فرمایا: اے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فلاں! تمہیں کیا چیز روکتی ہے کہ تو ایسا کرے جیسے تیرے ساتھی تجھے حکم دیتے ہیں؟ اور تجھے کیا چیز برانگیختہ کرتی ہے کہ تو اس سورت کو ہر رکعت میں پڑھتا ہے؟ کہا: بے شک میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ فرمایا: تیری اس کے ساتھ خاص محبت تجھے جنت میں داخل کرے گی۔

انہی الفاظ کے ساتھ یہ روایت ایک سے زائد سندوں سے امام بخاری کے علاوہ کے ہاں بھی نقل کی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝١ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝٢ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝٣ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝٤

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ کہہ دے وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ ہی بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ اور نہ کبھی کوئی ایک اس کے برابر کا ہے۔

اللہ کا فرمان ہے: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اس میں ضمیر کے متعلق جائز ہے کہ یہ سیاق کے مفہوم کی طرف لوٹنے والی ہو، جیسا کہ ہم سبب نزول پہلے بیان کر آئے ہیں، کہ مشرکین نے کہا: اے محمد (ﷺ)! ہمارے لیے اپنے رب کا نسب بیان کریں؟ تو یہ مبتداء ہوگی، لفظ اللّٰهُ مبتداء ثانی ہوگا اور اَحَدٌ مبتداء ثانی کی خبر۔ یہ جملہ پہلے مبتداء کی خبر بنے گا۔ یہ بھی جائز ہے کہ لفظ اللّٰهُ. هُوَ سے بدل ہو اور اَحَدٌ خبر ہو۔ یہ بھی جائز ہے کہ لفظ اللہ خبر اول اور اَحَدٌ خبر ثانی ہو۔

یہ بھی جائز ہے کہ اَحَدٌ ایک مبتداء محذوف کی خبر ہو یعنی هُوَ. اَحَدٌ۔

یہ بھی جائز ہے کہ هُوَ ضمیر شان ہو، کیونکہ یہ تعظیم کا مقام ہے اور بعد والا جملہ اس کا مفسر ہو اور اس کے متعلق خبر ہو، جبکہ پہلا مراد زیادہ مناسب ہے۔

زجاج کہتے ہیں: یہ ذکر اللہ سے کنایہ ہے، مطلب ہے کہ اگر تم اس کی نسبت کی وضاحت کرنا پوچھتے ہو، تو وہ اللہ ایک ہے۔

ایک قول ہے کہ اَحَدٌ کا ہمزہ واؤ سے بدلا ہے، اصل میں وَاحِدٌ تھا۔

ابو البقاء کہتے ہیں: اَحَدٌ کا ہمزہ بذات خود اصل ہے، مقلوب/ بدلا ہوا نہیں ہے۔

انہوں نے ذکر کیا ہے کہ اَحَدٌ عموم کا فائدہ دیتا ہے، وَاحِدٌ نہیں۔ ان دونوں کے درمیان فرق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کا فائدہ بتانے والی ازہری کی بات ہے کہ أحدیت کے ساتھ اللہ کے سوا کسی کی صفت بیان نہیں کی جاتی۔ رَجُلٌ أَحَدٌ اور دِرْهَمٌ أَحَدٌ نہیں کہا جائے گا، لیکن رَجُلٌ وَاحِدٌ اور دِرْهَمٌ وَاحِدٌ کہا جائے گا۔

ایک قول ہے کہ واحد احد میں داخل ہوتا ہے لیکن احد اس میں داخل نہیں ہوتا، جب تم کہو لَا يُقَاوِمُهُ وَاحِدٌ تو یہ کہنا جائز ہوگا کہ لكنه يقاومه اثنان برخلاف تمہارے لا يقاومه احد کہنے کے۔

ثعلب نے واحد اور احد کے درمیان فرق بتایا ہے کہ واحد عدد میں داخل ہوتا ہے جبکہ احد اس میں داخل نہیں ہوتا۔

ابوحیان نے اس پر رد کیا ہے کہ احد و عشرون وغیرہ کہا جاتا ہے، تو یہ عدد میں داخل ہوا ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔

جو قلب واؤ کے قائل ہیں، ان میں خلیل بھی ہیں۔

جمہور نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ میں قُلْ کو ثابت کر کے پڑھا ہے، جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابی نے اَللّٰهُ اَحَدٌ بغیر قُلْ کے پڑھا ہے۔ اعمش نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ پڑھا ہے۔ جمہور نے اَحَدٌ پر تنوین پڑھی ہے اور وہ اصل ہے، جبکہ زید بن علی، ابان بن عثمان، ابن ابی اسحاق، حسن، ابو السماک اور ابو عمرو نے ان سے ایک روایت کے مطابق تنوین کو خفت کے لیے حذف کیا ہے، جیسے شاعر کے قول میں ہے:

عمرو الذی هشم الثرید لقومه
ورجال مكة مسنتون عجاف

''عمرو وہ ہے جس نے اپنی قوم کے لیے ثرید کے ٹکڑے بنائے، جبکہ مکہ کے لوگ قحط زدہ اور کمزور تھے۔''[1]

---

[1] رسول اکرم ﷺ کے جد امجد کا نام عمرو اور عرف ہاشم ہے کیونکہ انہوں نے قحط کے ادوار میں اہل مکہ کے لیے شام سے غلہ منگوا کر ثرید کے کھانے کا وافر انتظام کیا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ایک قول ہے کہ تنوین کا ترک اس کے لام تعریف کے ساتھ ملنے کی وجہ سے ہے، تو ترک التقاءِ ساکنین سے بچنے کے لیے ہوگا، اس کا جواب دیا جائے گا کہ التقاءِ ساکنین سے بچاؤ تنوین کے ساتھ بھی ممکن ہوگا کہ ان میں سے پہلے کو کسرہ کے ساتھ حرکت دے دی جائے۔

اَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴿۲﴾: اسم شریف مبتداء ہے اور الصَّمَدُ اس کی خبر ہے۔ صَمَد وہ ہے جس کی جانب حاجات میں قصد کیا جاتا ہے، یعنی وہ مقصود ہے کیونکہ وہی ان کو پورا کرنے پر قادر ہے، یہ فعل بمعنی مفعول ہے، جیسے قبض بمعنی مقبوض ہے، کیونکہ وہ مصمود الیہ ہے یعنی وہ مقصود الیہ ہے۔ زجاج کہتے ہیں: صَمَدْ سند ہے جس کی طرف سرداری کی انتہاء کی جاتی ہے، اس سے اوپر کوئی سردار نہیں ہوتا، شاعر کہتا ہے:

الا بكر الناعی بخيری بنی اسد
بعمرو بن مسعود وبالسيد الصمد

''خبردار! موت کے اعلان کرنے والے نے بنو اسد کے دو بہتر افراد عمرو بن مسعود اور ایک اونچے سردار کی موت کا اعلان کیا ہے۔''

ایک قول ہے کہ صمد کا مطلب دائم اور باقی ہے، جو ہمیشہ رہا اور ہمیشہ رہے گا۔ ایک قول ہے کہ صمد کا مطلب وہ ہے جو بعد میں ذکر کیا گیا، کہ نہ اس نے جنم دیا اور نہ وہ جنم دیا گیا ہے۔

ایک قول ہے کہ وہ جو ہر ایک سے بے پروا ہے اور ہر ایک اس کا محتاج ہے۔ ایک قول ہے کہ وہ جو رغائب میں مقصود اور مصائب میں مستعان ہے۔ یہ دونوں اقوال پہلے قول کے معنی کی طرف ہی لوٹتے ہیں۔

ایک قول ہے کہ وہ جو چاہے فعل کرے اور جو ارادہ ہو حکم کرتا ہے، ایک قول ہے کہ وہ ایسا کامل ہے جس میں کوئی عیب نہیں ہے۔

حسن، عکرمہ، ضحاک، سعید بن جبیر، سعید بن المسیب، مجاہد، عبداللہ بن بریدہ، عطاء، عطیہ العوفی اور سُدی کہتے ہیں: صمد وہ ٹھوس جو جوف دار نہیں ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



شهاب حروب لا تزال جياده

عوابس يعلكن الشكيم المصمدا

''جنگوں کا ستارہ ہے، ہمیشہ رہتے ہیں اس کے عمدہ گھوڑے ترش رو، وہ چباتے ہیں، بہادر کو، مضبوط کو یا ٹھوس کو۔''

یہ پہلے قول کے منافی نہیں ہے کیونکہ جواز ہے کہ یہ صمد کا اصل معنی ہو پھر اس سردار کے متعلق استعمال کیا گیا جس کی طرف حاجات میں قصد کیا جاتا ہے، اس لیے پہلے قول پر اہل لغت اور جمہور اہل تفسیر نے اتفاق کیا ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

علوته بحمام ثم قلت له

خذها حذيف فأنت السيد الصمد

''میں عمدہ گھوڑے کے ساتھ اس پر چڑھا، پھر میں نے اسے کہا اسے پکڑ، حذیفہ، تو سردار اور صمد ہے۔''

زبرقان بن بدر نے کہا ہے:

سير واجميعا بنصف الليل واعتمدوا

ولا رهينة الاسيد صمد

''تم سب آدھی رات کو چلو اور اعتماد رکھو، اور نہیں ہے کوئی گروی، مگر سردار صمد۔''

اسم جلیل کا تکرار یہ بتاتا ہے کہ جو اس سے متصف نہیں ہے، وہ استحقاق الوہیت سے ہٹا ہوا ہے، اس جملہ سے عاطفہ کو حذف کیا گیا ہے، کیونکہ یہ گویا پہلے جملے کا نتیجہ ہے۔

ایک قول ہے کہ: صمد اسم شریف کی صفت ہے اور اس کا مابعد خبر ہے، پہلی بات زیادہ مناسب ہے کیونکہ سیاق ہر جملے کے مستقل ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔

لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ﴿۳﴾: یعنی اس سے کوئی اولاد صادر نہیں ہوئی اور نہ وہ کسی چیز سے صادر ہوا ہے۔ کیونکہ اس کے ہم جنس کوئی چیز نہیں ہے، نیز اس کی طرف سابق اور لاحق میں عدم کی نسبت محال ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: مشرکین عرب نے کہا ہے کہ ملائکہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یہود نے کہا: عزیر اللہ کا بیٹا ہے۔ نصاریٰ نے کہا: مسیح اللہ کا بیٹا ہے، تو اللہ نے انہیں جھٹلایا، اور فرمایا: لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۔

رازی کہتے ہیں: اولاد کی نفی کو مقدم کیا حالانکہ ولد [1] مقدم ہوتا ہے، یہ اہمیت کی وجہ سے ہے، کیونکہ مشرکین میں سے کفار نے کہا تھا کہ ملائکہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ یہود نے کہا: عزیر اللہ کا بیٹا ہے۔ نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے اور کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اس کا کوئی والد ہے، اس وجہ سے اہم کے ساتھ آغاز کیا اور فرمایا: لَمْ يَلِدْ پھر حجت کی طرف اشارہ کیا تو فرمایا: وَلَمْ يُوْلَدْ ۔ گویا کہ کہا گیا ہے کہ اولاد کے نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ہمارا اتفاق ہے کہ وہ کسی اور کی اولاد نہیں ہے۔ اللہ پاک نے تعبیر کی ہے کہ اس نے نہ جنم دیا اور نہ وہ جنم دیا گیا ہے، ماضی میں تو ایسا مستقبل میں ہونے کی نفی والا کوئی لفظ ذکر نہیں کیا، اس لیے کہ یہ ان کی بات وَلَدَ اللّٰهُ کے جواب کے طور پر آیا ہے، جیسے اللہ نے ان کے متعلق ان کی بات نقل کی ہے: اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ ۔

جب اس آیت سے مقصود ان کی بات کی تکذیب ہے، انہوں نے یہ بات ایسے لفظ کے ساتھ کہی ہے، جو گزرے ہوئے زمانے میں نفی کا فائدہ دے رہا ہے۔ ان کی اس بات کے رد میں آیت وارد ہوئی ہے۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ: یہ جملہ اپنے ماقبل کے مضمون کو بیان کرنے والا ہے۔ کیونکہ جب وہ ذات پاک متقدم صفات کے ساتھ متصف ہے، تو اس کی صفت کہ "اس کے کوئی برابر نہیں ہے" ہوگی۔ نہ اس کے کوئی مماثل ہے اور نہ کوئی کسی چیز میں اس کا شریک ہے۔ كَانَ [2] کے اسم کا آخر فواصل کی رعایت کی وجہ سے ہے۔

لَّهٗ اللہ کے فرمان كُفُوًا کے متعلق ہے، اس کو اس پر اہمیت کے خیال کے لیے مقدم کیا گیا ہے، کیونکہ مقصود اس کی ذات سے مکافات کی نفی ہے۔

---

1. یہاں وَلَدْ کے بجائے وَالِدْ کا لفظ مناسب ہے۔
2. كَانَ سے مراد لَمْ يَكُنْ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ایک قول ہے کہ یہ حال کے طور پر محل نصب میں ہے، جبکہ پہلی بات زیادہ مناسب ہے۔

مبرد نے اس آیت کے ساتھ سیبویہ کا رد کیا ہے، کیونکہ سیبویہ نے کہا ہے: جب ظرف مقدم ہوتو وہ خبر ہوتا ہے، یہاں اسے مقدم ہونے کے باوجود خبر نہیں بنایا گیا۔

مبرد کا رد دو وجہ سے کیا گیا ہے، پہلی: سیبویہ نے اس کو لازم نہیں کہا، بلکہ اسے جائز کہا ہے۔ دوسری: ہم یہاں تسلیم ہی نہیں کرتے کہ ظرف یہاں خبر نہیں ہے، بلکہ جائز ہے کہ یہ خبر ہو، اور کُفُوًا حال کے طور پر منصوب ہو۔

کشاف میں سیبویہ سے یہ بات نقل کی گئی ہے کہ عربی فصیح کلام ہوتا ہے جب اُس ظرف کو مؤخر کیا جائے جو لغو غیر مستقر ہو۔ اس میں سیبویہ کے کلام کو نقل کرنے کی حکایت میں پہلے حصے پر اکتفاء کیا گیا ہے، اس کے آخر کو نہیں دیکھا گیا۔ آخر کلام میں انہوں نے کہا ہے: تقدیم، تاخیر، الغاء اور استقرار کثیر جید عربی ہے۔ انتہیٰ

جمہور نے کُفُوًا میں کاف اور فاء پر پیش پڑھی ہے اور ہمزہ کو تسہیل کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ اعرج، سیبویہ اور نافع کی ایک روایت میں فاء کو ساکن پڑھا گیا ہے۔ یہ حمزہ سے بھی مروی ہے، ساتھ انہوں نے ہمزہ کو وصل اور وقف میں واؤ کے ساتھ بدلا ہے۔ جبکہ نافع کی ایک روایت میں اسے کِفًا کاف کی زیر اور فاء کی زبر کے ساتھ بغیر مد کے پڑھا گیا ہے۔

سلیمان بن علی بن عبداللہ بن العباس نے اسی طرح مد کے ساتھ پڑھا ہے، اور انہوں نے نابغہ کا شعر پڑھا:

لا تقذفنی برکن لا کفاء له

''مجھے ایسے سردار/قوم کے ساتھ تہمت نہ دے جس کی برابری نہ ہو۔''

لغت عرب میں کُفُء نظیر کو کہتے ہیں۔ کہتے ہیں: هٰذَا كُفُوُكَ یعنی تیری نظیر (مثل) ہے، اس کا اسم کفاءۃ زیر کے ساتھ ہے۔

ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، محاملی نے اپنے امالی میں، طبرانی نے اور ابوالشیخ نے العظمۃ میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، میرے خیال میں انہوں نے اسے مرفوع بیان کیا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



ہے، فرمایا: الصَّمَدُ جو جوف دار نہ ہو۔ لیکن اس کا مرفوع ہونا صحیح نہیں ہے۔

ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: الصَّمَدُ وہ جو جوف دار نہ ہو، ایک لفظ ہیں کہ اس کی آنتڑیاں نہ ہوں۔

ابن ابی عاصم، ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

ابن المنذر نے ان سے نقل کیا ہے فرمایا: الصَّمَدُ وہ ہے جو کھاتا نہیں اور وہ ٹھوس ہے، فرمایا: کیا تو نے نوحہ کرنے والی کو نہیں سنا، وہ کہتی ہے:

لقد بکر الناعی بخیری بنی اسد

بعمرو بن مسعود وبالسید الصمد

''موت کی اطلاع دینے والے نے، بنی اسد کے دو بہتروں کی موت کی خبر دینے میں جلدی کی، عمرو بن مسعود اور مضبوط سردار کی۔''

وہ لڑائی کے وقت کھانا نہیں کھاتا تھا۔

ان سے مروی ہے کہ وہ ایسی ذات ہے جس کی طرف حاجات میں قصد کیا جائے، انہوں نے یہ شعر پڑھا اور اس سے اس معنیٰ پر استدلال کیا۔ یہ مدح میں زیادہ ظاہر اور شرف میں زیادہ شامل ہونے والا ہے، اس کے لڑائی کے وقت کھانا نہ کھانے کا کوئی خاص معنیٰ نہیں ہے۔

ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ نے العظمۃ میں اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں بواسطہ علی بن ابی طلحہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: الصَّمَدُ وہ سردار ہے جو اپنی سرداری میں کامل ہو، وہ شریف جو اپنے شرف میں کامل ہو، وہ عظیم جو اپنی عظمت میں کامل ہو، وہ حلیم جو اپنے حلم میں کامل ہو، وہ غنی جو اپنے غنا میں کامل ہو، وہ جبار جو اپنے جبروت میں کامل ہو، وہ عالم جو اپنے علم میں کامل ہو اور وہ حکیم ہے جو اپنی حکمت میں کامل ہو۔ وہ ایسی ذات ہے جو شرف اور سرداری کی انواع میں کامل ہو، وہ اللہ پاک کی ذات ہے، یہ صفت صرف اسی کے لائق ہے، اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے اور نہ اس کی مثل کوئی چیز ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ابن ابی حاتم، ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: الصَّمَدُ وہ سردار ہے جو اپنی سرداری میں انتہاء کو پہنچا ہو، اس سے بڑا سردار کوئی چیز نہ ہو۔

ابن ابی حاتم نے اور ابو الشیخ نے العظمۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: الصَّمَدُ وہ ذات ہے کہ جب لوگوں پر دکھ اور مصیبت آئے تو اس کی طرف سب چیزیں محتاج ہوتی ہیں۔

ابن جریر نے چند سندوں کے ساتھ، ان سے اللہ کے فرمان: وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے اور نہ کوئی مثل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورۃ الفلق

اس کی پانچ آیات ہیں، یہ حضرت حسن، عکرمہ، عطاء اور جابر کے قول کے مطابق مکی سورت ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے دو میں سے ایک قول اور قتادہ کے مطابق یہ مدنی ہے۔

احمد، بزار، طبرانی اور ابن مردویہ نے، ایسی سندوں سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، جن کے متعلق سیوطی نے کہا ہے کہ صحیح ہیں، وہ قرآن سے معوذتین کو ختم کرتے تھے، فرماتے: قرآن کو اس کے ساتھ خلط ملط نہ کرو جو اس میں سے نہیں ہے، یہ دونوں اللہ کی کتاب میں سے نہیں ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ان دونوں کے ذریعے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان دونوں کو نہیں پڑھتے تھے۔

بزار فرماتے ہیں: صحابہ میں سے کسی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی پیروی نہیں کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح مروی ہے کہ آپ نے ان دونوں کو نماز میں پڑھا ہے اور ان دونوں کو قران میں لکھا گیا ہے۔

امام احمد، بخاری، نسائی وغیرہ نے حضرت زِرّ بن حبیش سے نقل کیا ہے، فرمایا: میں مدینے گیا، میں حضرت ابیّ بن کعب سے ملا، میں نے انہیں کہا: اے ابوالمنذر! میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے قرآن میں معوذتین کو نہیں لکھتے، فرمایا: خبردار! اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دونوں کے بارے میں سوال کیا تھا۔ جب سے میں نے آپ سے سوال کیا ہے، تیرے علاوہ کسی نے مجھ سے اس بارے میں نہیں پوچھا۔ کہتے ہیں: مجھے کہا گیا: قُلْ میں نے کہا: قُوْلُوْا تو ہم ایسے کہتے ہیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دو سورتوں کے متعلق سوال کیا گیا، فرمایا: مجھے کہا گیا، تو میں نے کہا، اب تم کہو جیسے میں نے کہا ہے۔

مسلم، ترمذی وغیرہ نے حضرت عقبہ بن عامر سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر آج رات چند آیات نازل کی گئی ہیں، ان جیسی کبھی نہیں دیکھی گئیں: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾۔

ابن الضریس، ابن الانباری، حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے، ابن مردویہ نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عقبہ بن عامر سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ مجھے سورت یوسف اور سورت ھود پڑھائیں، فرمایا: اے عقبہ! تم قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ پڑھو۔ پس بے شک تو ہرگز کوئی سورت نہیں پڑھے گا جو اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہو اور اس سے زیادہ بلیغ ہو، اگر تم طاقت رکھو کہ یہ تم سے نہ چھوٹے، تو ایسا کرلو۔

ابن سعد، نسائی، بغوی اور بیہقی نے حضرت ابن عابس الجہنی سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن عابس! کیا میں تمہیں افضل کی خبر دوں جس کے ساتھ پناہ پکڑنے والے پناہ پکڑتے ہیں؟ کہا: کیوں نہیں، یا رسول اللہ۔ فرمایا: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ یہ دونوں پناہ والی ہیں۔

ترمذی نے اسے حسن بھی کہا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنوں کی نظر بد سے اور انسانوں کی نظر بد سے پناہ پکڑتے تھے۔ جب معوذتین سورتیں نازل ہوئیں، آپ نے ان دونوں کو اپنا لیا اور ان کے علاوہ کو چھوڑ دیا۔

ابوداود، نسائی اور حاکم نے اسے حضرت مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح قرار دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس باتوں کو ناپسند کرتے تھے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ معوذتین کے علاوہ کے ساتھ دم کرنا ناپسند کرتے تھے۔

ابن مردویہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فرمایا: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ اللہ کے نزدیک پسندیدہ سورتوں میں سے ہیں۔

نسائی، ابن الضریس، ابن حبان نے اپنی صحیح میں، ابن الانباری اور ابن مردویہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کندھے سے پکڑا، پھر فرمایا: پڑھو۔ میں نے کہا: میں کیا پڑھوں؟ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ فرمایا: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ پھر فرمایا: پڑھو۔ میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں کیا پڑھوں؟ فرمایا: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ تو ہرگز ان دونوں کی مثل نہیں پڑھے گا۔

مالک نے مؤطا میں، ابن شہاب عن عروہ عن عائشہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوتے، اپنے آپ پر معوذتین پڑھتے اور پھونک مارتے، جب آپ پر بیماری شدید ہوئی، میں آپ پر پڑھتی تھی اور آپ کا ہاتھ پھیرتی تھی، ان دونوں کی برکت کی امید کے ساتھ۔ اسے بخاری اور مسلم نے صحیحین میں بواسطہ مالک مذکور سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

عبد بن حمید نے اپنی مسند میں حضرت زید بن ارقم سے نقل کیا ہے، فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک یہودی آدمی نے جادو کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے، حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے، آپ پر معوذتین لے کر اترے اور کہا: یہود میں سے ایک شخص نے آپ پر جادو کر دیا ہے، جادو فلاں کنویں میں ہے، آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا وہ اسے لے کر آئے، اس کو گرہ کھولنے کا حکم دیا، وہ ایک آیت پڑھتے اور گرہ کھلتی تھی، حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے گویا کہ آپ رسی سے ہوشیار کیے گئے/کھولے گئے ہیں۔

اسے ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی لمبی حدیث سے نقل کیا ہے۔

اسی طرح اسے ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے نقل کیا ہے۔

معوذتین کی فضیلت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دونوں کو نماز میں پڑھنے وغیرہ کے متعلق بہت سی احادیث مروی ہیں اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے، اس میں کفایت ہے۔

طبرانی نے المعجم الصغیر میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کو ایک بچھو نے ڈس لیا، جبکہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے، جب فارغ ہوئے تو فرمایا: اللہ بچھو پر لعنت کرے یہ کسی نمازی وغیرہ کو نہیں چھوڑتا، پھر پانی اور نمک منگوایا، آپ ﷺ اس پر ہاتھ پھیرنے لگے اور پڑھتے تھے: قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُونَ ۝ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝١ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝٢ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ۝٣ وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ ۝٤ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ۝٥

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ تو کہہ میں مخلوق کے رب کی پناہ پکڑتا ہوں۔ اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی۔ اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے۔ اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے۔ اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔

الْفَلَقِ ۝١: صبح ہے۔ کہا جاتا ہے: هُوَ أبين من فلق الصبح، [1] وہ صبح کے پھٹنے سے بھی زیادہ واضح ہے، اس کا نام فلق رکھا گیا ہے کیونکہ اس سے رات پھٹتی ہے۔ یہ فعل بمعنی مفعول ہے۔ زجاج کہتے ہیں: کیونکہ رات سے صبح پھٹتی ہے، اور یہ بمعنی مفعول ہوگا، کہا جاتا ہے: هُوَ أَبَيَن من فلق الصبح ومن فرق الصبح، یہ جمہور مفسرین کا قول ہے، اسی سے ذی الرمہ کا قول ہے:

حتی اذا ما نجلیٰ عن وجهه فلق
هاديه فی اخريات اليل منتصب

''حتیٰ کہ جب اس کے چہرے پر سے فلق نے روشنی کی اس کو ہدایت دینے والا، رات کی پچھلی گھڑیوں میں کھڑا۔''

دیگر کا قول ہے:

---

[1] حدیث وحی میں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آنحضرت ﷺ جو بھی خواب دیکھتے وہ فلق صبح کی طرح ہو جاتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یا لیلة لم أنمها بت مرتفقا
ارعی النجوم الی أن نور الفلق

"ہائے وہ رات کہ میں تکیہ لگائے، ساری رات سو نہ سکا میں ستاروں کو دیکھتا رہا، حتیٰ کہ فلق نے روشنی کی۔"

ایک قول ہے کہ یہ جہنم میں ایک جیل ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ جہنم میں ایک درخت ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ پہاڑ اور چٹانیں ہیں کیونکہ یہ پانیوں کے ساتھ پھٹتے ہیں، یعنی ٹوٹتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ یہ پہاڑوں کے درمیان شگاف ہے، کیونکہ وہ اللہ کے خوف سے پھٹتے ہیں۔ نحاس کہتے ہیں: ہر مطمئن زمین کو فلق کہا جاتا ہے، اسی سے زہیر کا قول ہے:

ما زلت ارمقهم حتی اذا هبطت
ایدی الرکاب بهم من راکس فلقا

"میں ہمیشہ ان پر نگاہ لگائے رہا حتیٰ کہ جب اترے سواروں کے ہاتھ، ان پر وادی میں روشن ہو کر۔"

راکس: وادی کا اندرونی حصہ ہے، اسی کی مثل نابغہ کا قول ہے:

أتانی ودونی راکس فالضوا جع

"وہ میرے پاس آیا جبکہ میرے نیچے وادیوں کے اندرونی حصے تھے، پس بہت سونے والے۔"

ایک قول ہے کہ وہ رحم ہے جس سے کوئی زندہ نکلتا ہے۔ ایک قول ہے کہ وہ ہر چیز ہے جو اللہ کی مخلوق میں سے زندہ نکلتی ہے، اور صبح، دانہ اور گٹھلی بھی، اور ہر چیز بوٹیاں وغیرہ، یہ حسن اور ضحاک کا قول ہے۔

قرطبی کہتے ہیں: اس قول پر انشقاق کی شہادت ہے، فلق شق ہے۔ فلقت الشئ فلقا شققته ہے، اور تفلیق بھی اسی طرح ہے، کہا جاتا ہے: فلقته فانفلق و تفلق،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہر وہ چیز جو کسی سے پھٹے یا پھوٹے، جاندار، صبح، دانہ، گٹھلی اور پانی ہے، تو وہ فلق ہے۔

اللہ پاک نے فرمایا: فَالِقُ الْإِصْبَاحِ اور فرمایا: فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى انتہیٰ۔ جبکہ پہلی بات زیادہ مناسب ہے، کیونکہ معنی اگرچہ اس سے زیادہ عام اور وسیع ہے جس کو یہ شامل ہے لیکن اطلاق کے وقت یہی متبادر ہے۔

فَلَقْ کی تخصیص کی صورت کے متعلق کہا گیا ہے: کہ اس میں اشارہ ہے کہ ان شدید ظلمات کو جہان سے دور کرنے والا قادر، اس بات پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ وہ پناہ پکڑنے والے سے ہر وہ چیز دور کرے جس کا اسے ڈر اور خوف ہے۔

ایک قول ہے کہ طلوع صبح، خوشی آنے میں ایک مثال کی طرح ہے۔ جس طرح انسان رات کو طلوع صبح کا منتظر ہوتا ہے، اسی طرح خائف آدمی کامیابی کی صبح طلوع ہونے پر نگاہ رکھے ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ بھی اقوال ہیں، جن میں محض بیان مناسبت ہے، لیکن ان میں کوئی بڑا فائدہ نہیں ہے جو تفسیر کے متعلق ہو۔

مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿٢﴾: اَعُوْذُ کے متعلق ہے، یہ جو کچھ اللہ پاک نے پیدا کیا ہے، ان تمام مخلوقات کے شر سے، تو یہ تمام شرور کو عام ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ ابلیس اور اس کی ذریت ہے۔ ایک قول ہے کہ جہنم ہے۔ اس تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے، جیسے اس تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے جنہوں نے اسے جسمانی تکلیفوں کے ساتھ خاص کیا ہے۔ بعض متعصب لوگوں نے اس آیت میں، اپنے مذہب کے دفاع میں تحریف کی ہے اور اپنے باطل کو مضبوط کرنے کے لیے، انہوں نے شَرٍّ پر تنوین پڑھی ہے، اس طرح کہ مَا نافیہ ہے۔

مطلب ہے کہ شر سے، جو اس ذات پاک نے پیدا نہیں کیا، ان میں عمرو بن عبید اور عمرو بن عائذ ہیں۔

وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ﴿٣﴾: غَاسِقٍ رات ہے، غسق اندھیرا ہے، غسق اللیل یغسق کہتے ہیں، جب اندھیرا ہو جائے۔ فراء کہتے ہیں: غسق اللیل وأغسق کہا جاتا ہے، جب اندھیرا ہو جائے، اسی سے قیس بن الرقیات کا قول ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ان هذا الليل قد غسقا
واشتكيت الهم والارقا

"بے شک یہ رات اندھیری ہوگئی ہے اور میں دکھ اور بے خوابی کی بیماری کا شکوہ کرتا ہوں۔"

زجاج کہتے ہیں: رات کو غَاسِقٍ کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ دن سے زیادہ ٹھنڈی ہوتی ہے۔ غَاسِقٍ ٹھنڈا ہے۔ غسق ٹھنڈک ہے۔ اس لیے بھی کہ درندے رات کو اپنے جنگلوں سے اور حشرات اپنی بلوں سے نکلتے ہیں، اہل شر فساد اور تکلیف پر ابھارتے ہیں، اسی طرح کہا ہے: یہ جو ٹھنڈا ہونے والا قول ہے، اہل لغت اس کے خلاف ہیں، اسی طرح جمہور مفسرین بھی۔

اس کا وقوب: اس کے اندھیرے میں داخل ہونا ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

وقب العذاب عليهم فكأنهم
لحقتهم نار السموم فأحصدوا

"ان پر عذاب داخل ہوگیا، پس گویا کہ وہ انہیں سموم کی آگ پہنچی، تو وہ کاٹے (مارے) گئے۔"

یعنی ان پر عذاب داخل ہوگیا۔ کہا جاتا ہے: وقبت الشمس جب سورج غائب ہو جائے۔ ایک قول ہے کہ غاسق ثریا (ستارہ) ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ چھپتا ہے تو بیماریاں اور طاعون بہت پھیلتے ہیں اور جب طلوع ہوتا ہے تو یہ ختم ہو جاتے ہیں، یہی قول ابن زید کا ہے، لیکن اس میں عربوں سے دلیل نقل کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ لوگ ثریا کو غسوق کے ساتھ متصف کرتے ہوں۔

زہری کہتے ہیں: وہ سورج ہے جب غروب ہو، گویا اس نے وقوب کا معنیٰ ملحوظ رکھا ہے، لیکن اس نے غسوق کا معنیٰ ملحوظ نہیں رکھا۔

ایک قول ہے کہ وہ چاند ہے جب اسے گرہن لگے، ایک قول ہے کہ جب غائب ہو، یہی قول قتادہ وغیرہ کا ہے، انہوں نے ایک حدیث سے استدلال کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اسے امام احمد، ترمذی، ابن جریر، ابن المنذر، ابوالشیخ نے العظمۃ میں، حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے اور ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، فرماتی ہیں: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی طرف دیکھا، تو فرمایا: اس کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کر، یہی غَاسِقٍ ہے جب ڈوب جائے۔

ترمذی اسے نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: یہ حسن صحیح ہے۔ یہ جمہور کے قول کے منافی نہیں ہے کیونکہ چاندرات کی نشانی ہے اس کی کوئی سلطنت نہیں مگر اسی میں۔

اسی طرح اس کا جواب دیا جائے گا جس نے کہا کہ وہ ثریا ہے۔ ابن الاعرابی اس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل فساد چاند کے ڈوبنے کے وقت پر نگاہ رکھتے تھے۔ ایک قول ہے کہ غَاسِقٍ سانپ ہے جب وہ ڈس لے۔

ایک قول ہے کہ ہر حملہ کرنے والا ہے، وہ ہو جو بھی ہو۔ عرب کہتے ہیں: غسقت القرحة، جب زخم سے پیپ چل پڑے۔

ایک قول ہے کہ غَاسِقٍ سائل ہے۔

ہم آپ کو بتا چکے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر میں راجح بات وہ ہے جو پہلے قول والوں کی ہے، اس کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اس میں شر اکثر ہوتا ہے، اس میں شرور سے بچنا زیادہ مشکل ہوتا ہے، اسی سے عرب کا قول ہے کہ لَيْل وَيْل کو بہت چھپاتی ہے۔

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝: یہاں النَّفّٰثٰتِ جادوگرنیاں ہیں، یعنی النَّفّٰثٰتِ کی پھونکوں کے شر سے۔ یا پھونکیں مارنے والی عورتیں ہیں۔ نفث پھونک ہے، جیسے وہ شخص کرتا ہے جو دم یا جادو کرتا ہے، ایک قول ہے تھوک کے ساتھ پھونک۔ ایک قول ہے کہ تھوک کے بغیر۔

الْعُقَدِ عقدة کی جمع ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جب یہ عمل کرتی تھیں تو دھاگے پر گرہیں باندھتی تھیں، اسی سے عنترہ کا قول ہے:

فان يبرا فلم أنفث عليه
وان يفقد فحق له الفقود

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



”اگر وہ ٹھیک ہو جائے، تو میں نے اس پر نہیں پھونکا، اور اگر وہ مر جائے تو اس کے لیے مرنا حق ہے۔“

متمم بن نویرہ کا قول ہے:

نفثت في الخيط شبيه الرقى
من خشية الجنة والحاسد

”تو نے دھاگے میں پھونک ماری جیسے دم یا منتر ہوتا ہے، جنوں کے اور حسد والے کے ڈر سے۔“

ابو عبیدہ نے کہا: النَّفّٰثٰتِ لبید بن اعصم یہودی کی بیٹیاں تھیں، انہوں نے پھونک کر نبی ﷺ پر جادو کیا تھا۔

جمہور نے نَفّٰثٰتْ پڑھا ہے، یہ نفاثہ کی جمع ہے مبالغہ سے۔ جبکہ یعقوب، عبدالرحمن بن ساباط اور عیسیٰ بن عمر نے نَافِثَاتْ پڑھا ہے جو نافثہ کی جمع ہے۔ حسن نے نُفّٰثٰتْ نون پر پیش کے ساتھ پڑھا ہے، جبکہ ابوالربیع نے نفثات بغیر الف کے پڑھا ہے۔

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝: زوال نعمت کی آرزو حسد ہے، جو نعمت اللہ نے محسود پر فرمائی ہے۔

اِذَا حَسَدَ کا مطلب ہے، جب وہ اپنے دل کا حسد ظاہر کرے، اور اس کے مقتضاء پر عمل کرے نیز حسد اسے محسود پر شر واقع کرنے پر ابھارے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حاسد سے بڑھ کر ظالم کی مظلوم کے ساتھ مشابہت میں نے کوئی نہیں دیکھی، اس معنیٰ کو شاعر نے نظم کیا ہے، وہ کہتا ہے:

قل للحسود اذا تنفس طعنة
يا ظالما وكأنه مظلوم

”حسد والے سے کہو، جب نیزے کی ضرب واضح ہو، اے ظالم! اور گویا کہ وہ مظلوم ہے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



اللہ پاک نے اس سورت میں اپنے پیغمبر ﷺ کی راہنمائی ذکر کی ہے کہ اس کی مخلوقات کے شر کے عموم سے پناہ طلب کی جائے، پھر بعض شرور خاص ذکر فرمائے، حالانکہ وہ عموم میں بھی شامل تھے، ان کے زیادہ شر کی وجہ سے۔ اور زیادہ نقصان کی وجہ سے، وہ غَاسِقٍ. النَّفّٰثٰتِ اور حَاسِدٍ ہیں گویا ان میں ایسا شر ہے کہ ان میں سے ہر ایک الگ سے ذکر کرنے کا حق دار تھا۔

ابن مردویہ نے حضرت عمرو بن عبسہ سے ذکر کیا ہے، فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی تو قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ پڑھی، فرمایا: اے ابن عبسہ! تجھے معلوم ہے کہ فلق کیا ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے پیغمبر بہتر جانتے ہیں، فرمایا: جہنم میں ایک کنواں ہے۔

اسے ابن ابی حاتم نے حضرت عمرو بن عبسہ کے قول سے غیر مرفوع نقل کیا ہے۔ ❶

ابن مردویہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ پڑھو، کیا تم جانتے ہو کہ فلق کیا ہے؟ جہنم میں ایک دروازہ ہے، جب وہ کھلتا ہے تو جہنم بھڑکتی ہے۔

ابن مردویہ اور دیلمی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے اللہ عزوجل کے فرمان: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ کے متعلق سوال کیا، فرمایا: وہ جہنم میں ایک جیل/ قید خانہ ہے، جس میں جباروں اور متکبروں کو بند کیا جائے گا، بے شک جہنم بھی اس سے اللہ کی پناہ پکڑتی ہے۔

ابن جریر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: فلق جہنم میں ایک کنواں ہے۔

یہ احادیث اگر صحیح ہوں، رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہوں تو ان کی طرف رخ کرنا واجب ہے، اور ان کے مطابق قول اختیار کرنا متعین ہے۔

ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: جہنم میں ایک جیل/ قید خانہ ہے۔

❶ پیچھے ایک روایت میں ابن عابس یا ابو عابس بھی ذکر کیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: فلق صبح ہے۔

ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح نقل کیا ہے۔

ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ان سے نقل کیا ہے، فرمایا: فلق خلق/ پیدائش ہے۔

ابن جریر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے، اللہ کے فرمان: وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: غاسق ایک ستارہ ہے، اور وہ ثریا ہے۔

اسے ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ایک اور سند سے غیر مرفوع نقل کیا ہے۔ ہم پیچھے اس کا مطلب بتا آئے ہیں اور اس بات کا مطلب بھی کہ جو مروی ہے کہ: غاسق سے مراد چاند ہے۔

ابوالشیخ نے انہی سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ستارے بلند ہوتے ہیں، تو ہر علاقے سے ہر مصیبت اٹھتی ہے۔

یہ اگر صحیح بھی ہو تو اس میں دلیل نہیں ہے کہ غاسق ستارہ ہے یا ستارے ہیں۔

ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: رات جب آجائے۔

ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جادو کرنے والیاں۔

ابن جریر نے ان سے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ اس طرح ہے کہ دَم سے جادو خلط ملط ہو جائے۔

نسائی اور ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کوئی گرہ لگائی، پھر اس میں پھونک ماری، پس اس نے جادو کیا۔ اور جس نے جادو کیا پس اس نے شرک کیا اور جس نے کوئی چیز لٹکائی وہ اس کے سپرد کیا گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ابن سعد، ابن ماجہ، حاکم اور ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کرنے آئے، تو فرمایا: کیا میں تمہیں وہ دم نہ کروں' جو دم مجھے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کیا ہے؟ میں نے کہا: میرے باپ اور ماں آپ پر قربان ہوں، کیوں نہیں؟ فرمایا: ((بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ اللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ)) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا کے ساتھ تین مرتبہ دم کیا۔

ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ع کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ابن آدم کی پھونک سے اور اس کی نظر بد سے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# سورت الناس

اس سورت کی چھ آیات ہیں، اس کے مکی اور مدنی ہونے میں اختلاف سورۃ فلق میں گزرے ہوئے اختلاف کی طرح ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مکہ میں نازل ہوئی۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مدینہ میں نازل ہوئی۔

ہم پیچھے سورۃ الفلق میں ذکر کر آئے ہیں، جو کچھ اس سورت کے سبب نزول اور اس کے فضیلت کے متعلق وارد ہے، تو اس کی طرف رجوع کیجیے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝١ مَلِكِ النَّاسِ ۝٢ اِلٰهِ النَّاسِ ۝٣ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۝٤ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝٥ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝٦

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ تو کہہ میں پناہ پکڑتا ہوں لوگوں کے رب کی۔ لوگوں کے بادشاہ کی۔ لوگوں کے معبود کی۔ وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے، جو ہٹ ہٹ کر آنے والا ہے۔ وہ جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ جنوں اور انسانوں میں سے۔

جمہور نے قُلْ اَعُوْذُ میں ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے، ایک قراءت اس کے حذف کی ہے اور اس کی حرکت لام کی طرف منتقل کی گئی ہے۔ جمہور نے النَّاسِ میں امالہ کو ترک کیا ہے، جبکہ کسائی نے امالہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

بِرَبِّ النَّاسِ کا معنی ہے ان کے معاملے کا مالک اور ان کے احوال کی اصلاح کرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



والا۔ بِرَبِّ النَّاسِ فرمایا ہے، حالانکہ وہ اپنی تمام مخلوقات کا رب ہے تاکہ ان کے شرف پر دلالت ہو، اور اس لیے کہ استعاذہ اس سے واقع ہوا جو وہ ان کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔

مَلِكِ النَّاسِ ﴿٢﴾: عطف بیان ہے، یہ لایا گیا ہے تاکہ بتایا جائے کہ اس ذات پاک کی ربوبیت دیگر مالکوں کی ربوبیت کی طرح نہیں ہے، جن کی غلامی میں ان کے غلام ہوتے ہیں۔ بلکہ وہ کامل بادشاہ اور قاہر سلطان کے طور پر ہے۔

اِلٰهِ النَّاسِ ﴿٣﴾: یہ بھی اپنے سے پہلے کی طرح عطف بیان ہے، یہ بیان کرتا ہے کہ اس کی ربوبیت اور ملکیت جو ہے، ان دونوں کے ساتھ معبودیت ملی ہوئی ہے، جس کی بنیاد الوہیت پر ہے جو کلی تصرف پر قدرت تامہ کا تقاضا کرتی ہے کہ سب کو اکٹھا کرے یا ختم کرے۔

اسی طرح رب کبھی بادشاہ ہوتا ہے اور کبھی بادشاہ نہیں ہوتا، جیسے کہا جاتا ہے: رب الدار اور رب المتاع، اسی سے اللہ کا فرمان ہے: اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ تو واضح فرمایا کہ وہ لوگوں کا بادشاہ ہے۔ پھر بادشاہ کبھی معبود ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔ تو واضح فرمایا کہ وہ الٰہ ہے، کیونکہ الٰہ کا اسم اس کے ساتھ خاص ہے، اس میں کوئی ایک بھی اس کا شریک نہیں ہے۔ اسی طرح رب کے نام کے ساتھ شروع کیا ہے، وہ اس ذات کا اسم ہے جو اس کے اوائل عمر سے ہی اس کی تدبیر واصلاح کر رہا ہے حتیٰ کہ وہ کامل عاقل ہو گیا، تب اس نے دلیل کے ساتھ پہچان لیا کہ وہ ایک مملوک غلام ہے، اس نے یاد کیا کہ وہ لوگوں کا بادشاہ ہے۔ پھر معلوم کر لیا کہ عبادت اس (رب) کے حق میں لازم اور اس (بندے) پر واجب ہے، اور وہ ایک مخلوق بندہ ہے اور اس کا خالق اللہ اور معبود ہے۔ اس ذات پاک نے لوگوں پر واضح فرمایا ہے کہ وہ لوگوں کا الٰہ ہے۔

تینوں جگہوں پر النَّاسِ کا لفظ بار بار آیا ہے، کیونکہ عطف بیان کو مزید اظہار کی ضرورت ہوتی ہے اور اس لیے بھی کہ النَّاسِ کے لفظ کا بار بار آنا لوگوں کی مزید عزت کا باعث ہے۔

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ﴿٤﴾: فراء کہتے ہیں: یہ واؤ کے فتح کے ساتھ اسم کے معنیٰ میں ہے یعنی وسوسہ ڈالنے والا۔ جیسے زلزال بمعنی زلزلہ ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ فتح کے ساتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اسم بمعنی وسوسہ ہے۔ اور وسوسہ دل کی بات ہے۔ کہا جاتا ہے: وسوست الیه نفسه وسوسة یعنی اس کے ساتھ بات کی بات کرنا۔ اس کی اصل آہستہ آواز ہے، اسی سے زیورات کی آواز کو وسواس کہا جاتا ہے، اسی سے اعشیٰ کا قول ہے:

تسمع للحلی وسواسا اذا انصرفت

''جب وہ پھرتی ہے، تو تو زیورات کی آواز سنے گا۔''

زجاج کہتے ہیں: وسواس شیطان ہے، یعنی وسواس والا۔ کہا جاتا ہے وسواس ابلیس کا ایک بیٹا ہے، وسوسہ کے معنی کی تحقیق، اللہ کے فرمان: فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

الْخَنَّاسِ کا مطلب ہے، بہت خنس والا، اور وہ پیچھے ہٹنا ہے۔ کہا جاتا ہے: خنس یخنس جب پیچھے ہٹتا ہے، اسی سے علاء بن الحضرمی کا قول ہے، وہ رسول اللہ ﷺ کی مدح کرتے ہیں:

فان دحسوا بالشر فاعف تکرّما

وان خنسوا عنك الحديث فلا تسل

''اگر وہ شر پھیلائیں، تو آپؐ کرم کے طور پر معاف کریں اور اگر وہ بات سے پیچھے ہٹیں، تو آپ مت پوچھیں۔''

مجاہد کہتے ہیں: جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہ پیچھے ہوتا ہے اور تنگی محسوس کرتا ہے، اگر اس کا ذکر نہیں ہوتا، وہ دل سے خوش ہوتا ہے۔

الْخَنَّاسِ کا وصف بتایا گیا ہے کیونکہ وہ بہت چھپنے والا ہے، اسی سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ یعنی ستارے جو اپنے ظہور کے بعد چھپتے ہیں، جیسا کہ گزر چکا ہے۔

ایک قول ہے کہ خناس ابلیس کے ایک بیٹے کا نام ہے جیسا کہ الْوَسْوَاسِ میں بھی گزرا ہے۔

الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾: موصول کے متعلق جائز ہے کہ وہ وسواس کی صفت ہو کر محل جر میں ہو۔ اور جائز ہے کہ یہ ذم کے طور پر منصوب ہو۔ یہ بھی جائز ہے کہ اسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مبتداء مقدر مان کر مرفوع پڑھا جائے۔ وسوسہ کا معنیٰ گزر چکا ہے۔

قتادہ کہتے ہیں: انسان کے سینے پر شیطان کی سونڈھ ہوتی ہے جیسے کتے کی سونڈھ ہوتی ہے، جب ابن آدم اللہ کے ذکر سے غافل ہوتا ہے وہ اسے وسوسہ ڈالتا ہے، جب بندہ اپنے رب کا ذکر کرتا ہے وہ پیچھے ہٹتا ہے۔

مقاتل کہتے ہیں: شیطان خنزیر کی صورت میں، ابن آدم میں چلتا ہے، جیسے اس کی رگوں میں خون چلتا ہے، اللہ اسے اس پر مسلط کرتا ہے، اس کا وسوسہ اپنی فرمانبرداری کی طرف آہستہ کلام کے ساتھ پکارنا ہے، جو دل تک پہنچتا ہے، لیکن اس کی آواز نہیں سنی جاتی۔

پھر اللہ پاک نے واضح فرمایا ہے کہ جو وسوسہ ڈالتا ہے، اس کی دو قسمیں ہیں، جن کی قسم اور انسان کی قسم، لہٰذا فرمایا: مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ جنّ کا شیطان لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے اور انسانوں کے شیطان کا وسوسہ، لوگوں کے سینوں میں ہے، وہ خود کو دکھاتا ہے گویا وہ خیر خواہ اور مشفق ہے، وہ سینے میں اپنی بات ایسی جگہ اتارتا ہے، جو نصیحت کا مقام ہے، جہاں شیطان اپنا وسوسہ ڈالتا ہے، جیسے اللہ پاک نے فرمایا: شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ۔

اور جائز ہے کہ یہ يُوَسْوِسُ کے متعلق ہو، یعنی وہ ان کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے، جنوں کی جہت سے اور انسانوں کی جہت سے۔ یہ بھی جائز ہے کہ وہ النَّاسِ کا بیان ہو۔

رازی کہتے ہیں: ایک قوم نے کہا ہے: مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ دو قسمیں ہیں، جو اللہ کے فرمان: فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ کے تحت مندرج ہیں۔ کیونکہ جن وانس کے مابین قدر مشترک کو انسان کا نام دیا جاتا ہے۔ الانسان کو بھی انسان کا نام دیا جاتا ہے۔ تو لفظ ''الانسان'' جنس اور نوع پر اشتراک کے ساتھ واقع ہوتا ہے۔

الانسان کے لفظ میں لفظ انس اور جن مندرج ہوتا ہے، کی دلیل وہ ہے جو مروی ہے کہ جنوں کا ایک گروہ آیا، ان سے پوچھا گیا: تم کون ہو؟ انہوں نے کہا: جنوں میں سے کچھ ناس/ لوگ۔ اسی طرح اللہ پاک نے انہیں اپنے اس فرمان میں رجال/ مردوں کا نام دیا ہے: وَّ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ایک قول ہے، مراد یہ ہوسکتا ہے: اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ . مِنَ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝۵ وَمِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ۝۶ گویا اس نے اپنے رب سے اس اکیلے شیطان سے پناہ مانگی ہے، پھر اپنے رب سے تمام جنوں اور انسانوں سے پناہ چاہی ہے۔

ایک قول ہے کہ نَاسِ سے مراد نَاسِیْ ہے یاء کو گرا دیا گیا جیسے اللہ کے فرمان: یَوْمَ یَدْعُ الدَّاعِ میں گری ہے۔ پھر جنوں اور انسانوں کے ساتھ وضاحت فرما دی۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ فریقین کے افراد میں سے ہر فرد، غالب طور پر نسیان میں مبتلاء ہے۔ اس سے بھی بہتر ہے کہ اللہ کا فرمان: وَالنَّاسِ . وسواس پر معطوف ہو، یعنی وسواس کے شر سے اور لوگوں کے شر سے، گویا حکم فرمایا ہے کہ بندہ جن وانس کے شر سے پناہ طلب کرے۔

حسن کہتے ہیں: جنوں کا شیطان لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے، رہا انسانوں کا شیطان تو وہ علانیہ آتا ہے۔

قتادہ کہتے ہیں: جنوں میں سے بعض شیاطین ہیں، اور انسانوں میں سے شیاطین بھی ہیں، تو ہم جن وانسان کے شیاطین سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ ابلیس جنوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے، جیسے وہ انسانوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔

جِنَّة کا واحد جِنّی ہے، جیسا کہ انس کا واحد انسی ہے۔ پہلا قول ان اقوال میں زیادہ راجح ہے، اگرچہ انسانوں کا وسوسہ لوگوں کے سینوں میں ہوتا ہے، لیکن وہ صرف اس معنیٰ میں ہوتا ہے جو ہم پہلے بتا آئے ہیں۔ یہ بیان ثقلین (جن وانس) کے لیے یاددہانی ہے تاکہ راہنمائی کی جائے کہ جس نے ان دونوں سے اللہ کی پناہ طلب کی، اس سے دنیا و آخرت کی آزمائش اٹھ گئیں۔

ابن ابی داوٗد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: شیطان کی مثال نیولے کی مثال کی طرح ہے، وہ اپنا منہ دل کے منہ پر رکھے ہوئے ہے، وہ اسے وسوسہ ڈالتا ہے، اگر وہ اللہ کا ذکر کرے تو پیچھے ہٹ جاتا ہے اور اگر خاموش رہے، تو اس کی طرف لوٹ آتا ہے، پس وہ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ابن ابی الدنیا نے مکاید الشیطان میں، ابو یعلیٰ، ابن شاہین، اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے، فرمایا: بے شک شیطان ابن آدم کے دل پر اپنی ناک کی تھوتھنی رکھے ہوئے ہے، اگر وہ اللہ کا ذکر کرے، وہ پیچھے ہٹتا ہے، اور اگر اسے بھول جائے تو وہ اس کے دل کو نگلتا ہے، پس یہی الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ہے۔

ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: شیطان ابن آدم کے دل پر انگلیاں کھڑی کر کے بیٹھا ہوا ہے، جب وہ غفلت وسہو میں ہو اس پر وسوسہ ڈالتا ہے، اور جب اللہ کا ذکر کرتا ہے، وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

ابن ابی الدنیا، ابن جریر، ابن المنذر، حاکم نے اسے صحیح کہا ہے، ابن مردویہ، ضیاء نے المختارۃ میں اور بیہقی نے ان سے نقل کیا ہے، فرمایا: ہر پیدا ہونے والے کے دل پر وسواس ہے، جب بندہ اللہ کا ذکر کرے وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب غافل ہو تو وہ وسوسہ ڈالتا ہے، یہی اللہ کے فرمان: الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ کا مطلب ہے۔

اس مفہوم کی دیگر روایات بھی ہیں، ان کا ظاہر بتاتا ہے کہ اللہ کا مطلق ذکر بھی شیطان کو دھتکارتا ہے، اگرچہ وہ استعاذہ کے طور پر نہ ہو، اللہ پاک کے ذکر کے جلیل فوائد ہیں، جن کا حاصل دنیا و آخرت دونوں کی خیر ملنے کی کامیابی ہے۔

یہاں پہنچ کر یہ مبارک تفسیر اپنے مؤلف محمد بن علی بن محمد الشوکانی (اللہ اس کے گناہ معاف فرمائے) کے قلم سے اختتام کو پہنچی۔ اس سے فراغت ہفتے کے روز، صبح وقت چاشت حاصل ہوئی، شاید آج ۱۲۲۹۔ از ہجرت نبویہ کے ماہِ رجب کی اٹھائیس تاریخ ہے۔

اے اللہ! جیسے تو نے اس تفسیر کی تکمیل کا مجھ پر احسان فرمایا ہے، مجھے اس کے حصول پر مدد دی ہے اور اس سے فراغت کا مجھ پر فضل فرمایا ہے، ایسے ہی اس کی قبولیت کا مجھ پر احسان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

# فتح القدير

الجامع بين فني الرواية والدراية من علم التفسير

عمّ

مکتبہ اسلامیہ®
www.maktabaislamia.com.pk
Facebook.com/maktabaislamia1
maktabaislamiainfo@gmail.com

لاہور: ہادیہ حلیمہ سینٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
042-37244973 - 37232369

فیصل آباد: بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد
041-2631204 - 2641204

2514800237